نوائے افغان جہاد

ربیع الاول ۱۴۴۱ھ — نومبر ۲۰۱۹ء

بانی مُدیر: حافظ طیّب نواز شہید رحمہ اللہ

یہ تیرے عشق کے دعوے، یہ جذبۂ بیمار
یہ اپنی گرمئ گفتار، پستئ کردار
رواں زبانوں پہ اشعار، کھو گئی تلوار
حسین لفظوں کے انبار، اڑ گیا مضموں
میں ایک نعت لکھوں، سوچتا ہوں کیسے لکھوں؟

اِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ

بُردباری، قوتِ برداشت، قدرت پا کر درگزر اور مشکلات پر صبر ایسے اوصاف تھے جن کے ذریعہ اللہ نے آپ ﷺ کی تربیت کی تھی۔ ہر حلیم و بردبار کی کوئی نہ کوئی لغزش اور کوئی نہ کوئی زبان کی بے احتیاطی جانی جاتی ہے مگر نبی ﷺ کی بلندیٔ کردار کا عالم یہ تھا کہ آپ ﷺ کے خلاف دشمنوں کی ایذارسانی اور بدمعاشوں کی خودسری و زیادتی جس قدر بڑھتی گئی آپ ﷺ کے صبر و حلم میں اسی قدر اضافہ ہوتا گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو جب بھی دو کاموں کے درمیان اختیار دیا جاتا تو آپ ﷺ وہی کام اختیار فرماتے جو آسان ہوتا جب تک کہ وہ گناہ کا کام نہ ہوتا۔ اگر گناہ کا کام ہوتا تو آپ ﷺ سب سے بڑھ کر اس سے دور رہتے۔ آپ ﷺ نے کبھی اپنے نفس کے لیے انتقام نہ لیا! البتہ اگر اللہ کی حرمت چاک کی جاتی تو آپ ﷺ اللہ کے لیے انتقام لیتے۔

آپ ﷺ سب سے بڑھ کر غیظ و غضب سے دور تھے اور سب سے جلد راضی ہو جاتے تھے۔ جُود و کرم کا وصف ایسا تھا کہ اس کا اندازہ ہی نہیں کیا جاسکتا۔ آپ ﷺ اس شخص کی طرح بخشش و نوازش فرماتے تھے جسے فقر کا اندیشہ ہی نہ ہو۔ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی ﷺ سب سے بڑھ کر پیکر جود و سخا تھے، اور آپ ﷺ کا دریائے سخاوت رمضان میں اس وقت زیادہ جوش پر ہوتا جب حضرت جبریلؑ آپ ﷺ سے ملاقات فرماتے اور حضرت جبریلؑ رمضان میں آپ ﷺ سے ہر رات ملاقات فرماتے اور قرآن کا دور کراتے۔ پس رسول اللہ ﷺ خیر کی سعادت میں (خزائن رحمت سے مالا مال کرکے) بھیجی ہوئی ہوا سے بھی زیادہ پیش پیش ہوتے تھے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ ایسا کبھی نہ ہوا کہ آپ ﷺ سے کوئی چیز مانگی گئی ہو اور آپ ﷺ نے نہیں کہہ دیا ہو۔

شجاعت، بہادری اور دلیری میں بھی آپ ﷺ کا مقام سب سے بلند اور معروف تھا۔ آپ ﷺ سب سے زیادہ دلیر تھے۔ نہایت کٹھن اور مشکل مواقع پر جبکہ اچھے اچھے جانبازوں اور بہادروں کے پاؤں اکھڑ گئے، آپ ﷺ اپنی جگہ پر برقرار رہے اور پیچھے ہٹنے کی بجائے آگے ہی بڑھتے گئے۔ پائے ثبات میں ذرا لغزش نہ آئی۔ بڑے بڑے بہادر بھی کبھی نہ کبھی بھاگے اور پسپا ہوئے ہیں مگر آپ ﷺ میں یہ بات کبھی نہیں پائی گئی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ جب زور کا رَن پڑتا اور جنگ کے شعلے خوب بھڑک اٹھتے تو ہم رسول اللہ ﷺ کی آڑ لیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ سے بڑھ کر کوئی شخص دشمن کے قریب نہ ہوتا۔

آپ ﷺ سب سے زیادہ حیادار اور پست نگاہ تھے۔ ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ پردہ نشین کنواری عورت سے بھی زیادہ حیادار تھے۔ جب آپ ﷺ کو کوئی بات ناگوار گزرجاتی تو چہرے سے پتا لگ جاتا۔ اپنی نظریں کسی کے چہرے پر گاڑتے نہ تھے۔ نگاہ پست رکھتے تھے اور آسمان کی بہ نسبت زمین کی طرف نظر زیادہ دیر تک رہتی تھی۔ عموماً نیچی نگاہ سے تاکتے۔ حیا اور کرمِ نفس کا عالم تھا کہ کسی سے ناگوار بات رُو در رُو نہ کہتے اور کسی کی کوئی ناگوار بات آپ ﷺ تک پہنچتی تو نام لے کر اس کا ذکر نہ کرتے بلکہ یوں فرماتے کہ کیا بات ہے کہ کچھ لوگ ایسا کر رہے ہیں۔ فرزدق کے اس شعر کے سب سے زیادہ صحیح مصداق آپ ﷺ تھے:

یغضی حیاء و یغضی من مهابته
فل یکلم الاحین یبتسم

''آپ حیاء کے سبب اپنی نگاہ پست رکھتے ہیں اور آپ کی ہیبت کے سبب نگاہیں پست رکھی جاتی ہیں،
چنانچہ آپ سے اُسی وقت گفتگو کی جاتی ہے جب آپ تبسم فرما رہے ہوں۔''

(الرحیق المختوم)

نوائے افغان جہاد

جلد نمبر ۱۲، شمارہ نمبر ۱۰

ربیع الاول ۱۴۴۱ھ — نومبر ۲۰۱۹ء

رسولِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''کیا میں تمہیں معاملے کا (یعنی دین کا) سر اور اس کا عمود یعنی ستون اور اس کی بلند چوٹی بتا دوں؟'' معاذؓ کہتے ہیں: ''میں نے عرض کیا، حضرت ضرور بتا دیں!''۔ آپؐ نے فرمایا: ''دین کا سر یا سرا اسلام ہے اور اس کا ستون نماز ہے اور اس کی بلند چوٹی جہاد ہے''۔ (مسند احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

اس شمارے میں

بانی مدیر، حافظ طیب نواز شہید رحمہ اللہ نفاذِ شریعت کی مبارک محنت اور دعوتِ جہاد میں سرگرمِ عمل تھے کہ انہیں پاکستان کی خفیہ ایجنسیوں نے اسی جرم کے سبب اولاً گرفتار و لاپتہ کیا اور بعد ازاں ایک جعلی مقابلے میں شہید کر دیا۔

تجاویز، تبصروں اور تحریروں کے لیے اس برقی پتے (Email) پر رابطہ کیجیے: editor@nawaiafghan.com

www.nawaiafghan.com

www.nawai.co/Twitter

www.nawai.co/Channel

www.nawai.co/Bot

قیمت فی شمارہ: ۲۵ روپے

قارئینِ کرام!

عصرِ حاضر کی سب سے بڑی صلیبی جنگ جاری ہے۔ اس میں ابلاغ کی تمام سہولیات اور اپنی بات دوسروں تک پہنچانے کے تمام ذرائع، نظامِ کفر اور اس کے پیروؤں کے زیرِ تسلط ہیں۔ ان کے تجزیوں اور تبصروں سے اکثر اوقات مخلص مسلمانوں میں مایوسی اور ابہام پھیلتا ہے، اس کا سدِ باب کرنے کی ایک کوشش کا نام 'نوائے افغان جہاد' ہے۔

نوائے افغان جہاد:

- اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے کفر سے معرکہ آرا مجاہدین فی سبیل اللہ کا موقف مخلصین اور محبّینِ مجاہدین تک پہنچاتا ہے۔
- عالمی جہاد کی تفصیلات، خبریں اور محاذوں کی صورتِ حال آپ تک پہنچانے کی کوشش ہے۔
- امریکہ اور اس کے حواریوں کے منصوبوں کو طشت از بام کرنے، اُن کی شکست کے احوال بیان کرنے اور اُن کی سازشوں کو بے نقاب کرنے کی ایک سعی ہے۔

اس لیے...... اسے بہتر سے بہترین بنانے اور دوسروں تک پہنچانے میں ہمارا ساتھ دیجیے!

ذرۂ ریگ کو دیا تُو نے طلوعِ آفتاب ﷺ

وہ کون ہے جس کی آمد کے ساتھ، برائیوں کے ایوانوں میں زلزلہ آگیا اور کفر کے انگارے بجھ گئے؟ وہ کون ہے جس نے آپس میں دست و گریباں دشمنوں کو اخوت و محبت کی تسبیح میں پرو دیا؟ وہ کون ہے جس نے انسانیت کو اپنے خالق و مالک کی پہچان کرائی اور اسے اپنے رب کو راضی کرنے کا ڈھنگ سکھایا؟ کس کی آمد ہے جس سے ہر قل، شاہِ روم خلا میں تاروں کی حرکت میں انقلاب دیکھتا ہے؟ کون ہے جس کے آتے ہی شیاطین کے لیے آسمانوں کی فصیلوں میں حکمتاً جو رخنہ رکھا گیا تھا، اب اس کو بھر دیا گیا ہے۔ صدیوں سے جلتا آتش دانِ فارس جس کے طلوعِ نور سے اندھیر ہو گیا تھا؟ آسمانی صحیفوں، اناجیل، تورات، زبور اور ویدوں میں کس کا ذکر ہے جو دنیا کو برضائے ایزدی اک نئے رخ پر ڈال دے گا؟ وہ کون ہے جس کی اقتدا ہر نبی نے کی؟

کون ہیں جنہوں نے انسانیت کو شرک کی تاریکیوں سے نکال کر، اللہ وحدہٗ لا شریک کی عبادت کی تلقین کی؟ وہ کون ہیں جن پر قرآنِ عظیم الشان اتارا گیا...... جو ہر رمضان اس قرآن کا دور جبریلِ امینؑ کے ساتھ کرتے؟ کون ہیں جن کے بارے میں ابو الانبیاء خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یاربّ ایک ایسا رسول مبعوث فرما جو تیری کتاب کی تعلیم دے، جو اپنی سنت برائے اتباع سکھائے اور جو لوگوں کے قلوب کا تزکیہ کرکے ان کے آئینۂ دِل کو شفاف کرے؟

یہی تو وہ ہستی ہیں... جن سے نسبت جسے مل جائے تو لوح و قلم اس کے ہیں۔ یہی تو ہیں جنہوں نے ذرۂ ریگ کو طلوعِ آفتاب دے کر منور کیا۔ انہی کی اتباع تو کامیابی ہے... کامیابی کا وہ مفہوم، جسے جس جس زاویے سے دیکھا جائے اور جس جس کسوٹی پر کسا جائے... کامیابی کامل و اکمل قرار پائے۔ یہ کون ہیں جن کا نام سن کر اہلِ ایمان کے دل جھک جاتے ہیں، کاروانِ زندگی گویا رُکا رُکا محسوس ہوتا ہے... اور رُکنا بھی ایسا ہے کہ جس میں ساری کائنات کی حرکت و انقلاب پنہاں ہے۔ ہزاروں سال بیت گئے، لیکن قلم کی روشنائی متواتر انہی کے ذکر سے روشنی پا رہی ہے، کتابیں انہیں کے ذکر سے منور!

آپ کی مدحت عبادت ہے، خدا کی اطاعت ہے۔ کسی کی مدحت کے دو طریقے ہو سکتے ہیں، زبانی مدحت اور عملی مدحت۔ جس مدحت کی کمی آج واقع ہو گئی ہے وہ عملی مدحت یعنی اتباع ہے۔ جس ذرۂ ریگ کو آپ نے طلوعِ آفتاب بخشا تھا وہ اندھیروں کا خریدار بھی بنا ہوا ہے اور سوداگر بھی۔ ان اندھیاروں کو انوارات میں تبدیل کرنے کا طریقہ بس آپ کی اتباع ہے۔ اس ذرۂ ریگ یعنی انسان کی قسمت پھر چمک اٹھے گی، بس آپ کے نقشِ پا پر پھر چل پڑے۔

اس انسان کو آپ نے دنیا کا بہترین نظام عطا کیا تھا، بتایا تھا کہ نبوت ہو گی، خلافت بطریقِ نبوت ہو گی، پھر ملوکیت، پھر آمریت اور پھر جب یہ ذرۂ ریگ اتباعِ نبوت کرے گا تو اس کو ایک بار پھر خلافت علیٰ طریقِ نبوت عطا کر کے آفتاب سا روشن کر دیا جائے گا۔

آپ کی لائی ہوئی شریعت جب نافذ تھی تو صاحبِ نصاب زکاۃ لے کر نکلا کرتے تھے، لیکن مستحقِ زکاۃ کو نہ پاتے تھے۔ آج دیکھیے کیسی صورتِ حال اس دیس میں پیدا ہوتی جا رہی ہے، جو بنام اسلام قائم ہوا تھا۔ تحقیقی و تجزیاتی اداروں کی رپورٹوں کے مطابق موجودہ حکومت میں متوسط طبقہ تیزی سے ختم ہو رہا ہے، شرح سود تیرہ فیصد ہے جو ایشیائی ممالک میں سب سے زیادہ ہے، مہنگائی تین گنا بڑھ گئی ہے، اگلے دو سال کے اندر بیس لاکھ افراد بے روزگار ہو جائیں گے اور مزید اسّی لاکھ لوگ لکیرِ غربت سے نیچے زندگی گزارنے پر مجبور ہو جائیں گے۔

کیا یہ اعداد و شمار جان کر آپ کے دِل نہیں ڈوبے؟ اگر ڈوبے ہیں یا آپ نے بغور یہ اعداد پڑھنے کے بعد ایک جھرجھری لی ہے تو آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے تین قسم کے لوگوں سے تین گزارشات ہیں:

۱. اگر آپ داعی و مجاہد ہیں اور پہلے سے نفاذِ شریعت کی محنت میں لگے ہیں، تو اللہ پر توکل کرتے ہوئے، اسی سے مانگ کر اس محنت میں ڈٹے رہیے آپ کی محنت بہت جلد رنگ لانے والی ہے۔

۲. اگر آپ ایک مسلمان ہیں اور ابھی کسی بھی اعتبار سے محنتِ نفاذِ شریعت میں مصروف نہیں تو بھلے عالم ہوں یا عامی، کسی بھی شعبۂ ہائے زندگی سے آپ کا واسطہ ہے یا جس بھی مسلک و جماعت سے آپ کا تعلق ہے...... آقا علیہ الصلاۃ والسلام کی شریعت کے نفاذ کی محنت میں اپنے آپ کو لگا لیجیے۔

۳. اگر آپ نفاذِ شریعت کی محنت کی اس کوشش کے خلاف جاری جنگ جسے دہشت گردی کے خلاف جنگ (War on Terror) کہتے ہیں کا حصہ ہیں، بھلے آپ فوجی ہیں، خفیہ ایجنسی کے اہلکار ہیں، پولیس، کسی بھی اور سکیورٹی ادارے یا حالیہ نافذ نظامِ حکومت میں آپ کی موجودگی سے اس باطل نظام کی تقویت میں حصہ ڈل رہا ہے تو آپ اس شرکت سے باز آ جائیے۔ یہ جنگ آقا کے دین کے خلاف جنگ ہے، اس کا نتیجہ دنیا میں رسوائی اور آخرت میں جہنم کی آگ ہے۔

آقا کی ولادت کا مہینہ ہے، اس مہینے عہد کیجیے، یہ مہینہ اور پھر سال کے بارہ مہینے اور زندگی کے سارے ہی سال، آقا کی مدحت کے لیے وقف کر دیجیے۔ زبانی اور بس زبانی دعووں والی مدحت نہیں، عملی مدحت کیجیے۔ یہی حضورِ انور سے محبت کا بہترین طریقہ ہے۔ آپ کی حرمت اور آپ کی لائی ہوئی شریعت کی خاطر مر مٹیں۔

یہ تیرے عشق کے دعوے، یہ جذبۂ بیمار
یہ اپنی گرمیٔ گفتار، پستیٔ کردار
رواں زبانوں پہ اشعار، کھو گئی تلوار
حسین لفظوں کے انبار، اڑ گیا مضموں

أللهم صلِّ علىٰ محمد و علىٰ آل محمد
كما صلّيت علىٰ إبراهيم و علىٰ آلِ إبراهيم إنك حميد مجيد
أللهم بارک علىٰ محمد و علىٰ آلِ محمد
كما باركت علىٰ إبراهيم و علىٰ آلِ إبراهيم إنك حميد مجيد

أللهم انصر من نصر دين محمد صلى الله عليه وسلم
واجعلنا منهم و اخذل من خذل دين محمد صلى الله عليه وسلم و لا تجعلنا منهم، آمين يا ربّ العالمین۔

◆◆◆◆◆

مسجدِ بابری! ہم خطاکار ہیں......

مجلّہ 'نوائے افغان جہاد' کا شمارہ برائے ماہِ نومبر ۲۰۱۹ء (ربیع الاول ۱۴۴۱ھ) شائع ہونے کے لیے جا ہی رہا تھا کہ 'ایودھیا کیس' کا فیصلہ بھارت کی سپریم کورٹ سے جاری کر دیا گیا۔ غم، اندوہ، دکھ، بے چینی، غصہ اور غضب...... یہ سب الفاظ اس جذبۂ قلبی کے سامنے چھوٹے ہیں جو اس وقت ہمارے دل میں کھول رہا ہے۔

پچھلے عرصے میں کئی قسم کے ایسے واقعات ہوئے جن کو بطورِ litmus paper test کے آزمایا گیا۔ آزمائش ہماری غیرت کی تھی اور ان سب ہی امتحانوں میں ہم ناکام و نامراد ہوئے۔ مودی سرکار پورے ڈھول ڈھمکّے کے ساتھ بر سرِ اقتدار آئی اور کشمیر کی تاریخ کا بدترین کرفیو اور لاک ڈاؤن مسلط کیا۔ کچھ شور و غوغا ہوا، کچھ جلسے، مظاہرے، قراردادیں، تقریریں، بیانات، مضامین، اقوامِ متحدہ میں جا کر میزوں پر مکّے اور پھر جو کشمیر کے سودے میں ہری سنگھ کے ساتھ ملوث تھے، انہی فرنگیوں کے شاہی جوڑے کے کپڑوں کے جوڑوں میں ہم مگن ہو گئے۔ خود ہندوستان میں موجود بعض 'مسلمان قائدین' کی حالت بھی یہ تھی کہ وہ مسئلۂ کشمیر پر سرکار کے حامی نہیں تھے، شانہ بشانہ، سینہ ٹھوک کر، اس مودی کے ساتھ کھڑے تھے جس نے طنز میں

بجھا، ذو معنیٰ الفاظ کا نشتر چلایا تھا اور کہا تھا کہ 'گجرات بنانے کے لیے چھپن (۵۶) انچ کی چھاتی لگتی ہے!'[1]۔ مسئلۂ کشمیر دراصل نہ پاکستان کی شہ رگ کا مسئلہ ہے نہ ہندوستان کے اٹوٹ انگ کا، نہ یہ برفانی یخ تودوں (glaciers) کی سیاست ہے اور نہ دریاؤں کی! یہ مسئلہ ایک کروڑ اہلِ ایمان کے ایمان و اسلام، عفت و عصمت اور جان و مال کا مسئلہ ہے۔ جب ہم نے 'بے غیرتی اور بے حمیتی' کی یہ 'گولی' بنا پانی کے، آرام سے نگل لی اور litmus paper نے بتایا کہ ''غیرت نام تھا جس کا رخصت ہوئی 'ان' کے گھر سے''، تو عدالتی چھٹی کے دِن...... بروز ہفتہ...... ۹ نومبر ۲۰۱۹ء...... عالَمِ اسلام کے اکثر ممالک میں جب ربیع الاول ۱۴۴۱ھ کی ۱۲ تاریخ تھی...... تو بابری مسجد کا وہ 'کیس' جو عدالتوں اور ایوانوں میں پچھلے ستائیس سال سے زیرِ التواء تھا...... اس کا فیصلہ صادر کر دیا گیا۔

آرکیالوجیکل ریسرچ، علومِ تاریخ و عمرانیات، جیالوجی، علومِ آثارِ قدیمہ، آرکی ٹیکچرل ریسرچ، کاز مولوجی...... سب گئے چولہے میں...... یہ سب کیا، دنیا کا ہر ہر انسان بھی یہ گواہی دے کہ 'رام' کی ماں، رام کو جننے کے لیے اس جگہ آئی تھی[2]...... الٰہ آباد میں جہاں بابری مسجد کا ڈھانچہ کھڑا ہے اور شاید چند روز یا ساعتوں بعد یہ بھی ملبے کا ڈھیر ہو گا یا شاید اسی ملبے سے 'رام مندر' کی بنیادیں ڈالی جا رہی ہوں گی...... تب بھی ہمیں...... ہم لا الٰہ الا اللہ پڑھنے والوں کو...... محمد رسول اللہ کی غلامی میں جینے والوں کو...... منظور نہیں کہ اس سیاہ فیصلہ کو جسے 'فیصلہ' کہنا ہر فیصلے کی توہین ہے، کو ایک ثانیے کے لیے بھی قبول کر لیں۔ ہم 'اشہد ان لا الٰہ الا اللہ' کی شہادت دینے والوں کو کسی اس قسم کی بات کا تصور بھی قبول نہیں کہ کسی ایک انچ ٹکڑا ئے زمین کو...... جس پر کوئی مسجد بنائی گئی ہو اسے مسجد کے سوا کسی اور نام و عنوان سے قبول کر لیں...... کجا یہ کہ وہاں 'رام مندر' بنا دیا جائے؟! اللہ کی قسم! اس مسجدِ بابری کے لیے ہم 'اشہد ان محمد رسول اللہ' کی گواہی دینے والے، اپنی اولادوں کو بھی وار دیں گے اور الٰہ آباد ہی کیا، پورے ہندوستان و برِّصغیر ہی کیا، پورے عالَم کو اپنے ایک اللہ کی شریعت والا 'الٰہ آباد' بنا دیں گے، بعون اللہ!

یہ چند سطریں جو آپ پڑھ رہے ہیں...... بس ماتم ہیں...... ہماری غیرت کا۔ جب ہم نے کشمیر کا سودا برداشت کیا اور بے غیرتوں کی طرح چپ سادھے رہے تو بابری مسجد کو رام مندر بنانے کا فیصلہ جو ۱۹۹۲ء سے سنانے کی ہمت گائے کے پیشاب کو بطورِ تبرک استعمال کرنے والوں میں نہ تھی، وہ جرأت ہماری غفلت کے سبب پیدا ہو گئی۔

پھر حادثے سے بڑا حادثہ...... سانحے سے بڑا سانحہ...... مصیبت سے بڑی مصیبت...... مشکل سے بڑی مشکل یہ ہے کہ ہم آج بھی کیا طرزِ عمل اختیار کریں گے؟ وہی چار مضمون، چھ آٹھ تقریریں چند سو یا ہزار لوگوں کا احتجاج اور پھر...... اور پھر وہی سب ہو گا جو وطنِ عزیز میں جاری ہے، سیاست کے نام پر غیرت فروشی کا فروغ...... اور وہ جو ہندوستان میں جاری ہے کہ بعض کلمہ گو بھی کہتے دِکھ رہے ہیں کہ ہم عدالت کے اس فیصلے کا 'سواگت' کرتے ہیں۔ عین جس وقت یہ سیاہ فیصلہ عدالت میں سنایا جا رہا تھا، اس وقت 'ہمارے' حکمران باجوہ اور عمران خاں اپنے 'اذن' سے 'کرتارپور' راہداری کے نام پر دنیا میں سب سے بڑے 'گردوارے' کا ننگِ کشمیر ہری سنگھ کے رشتہ داروں کے لیے افتتاح کر رہے تھے! پھر یہیں پر بس نہیں بلکہ بے غیرتوں کی زبان پر ساتھ میں یہ بھی رواں تھا کہ یہ علاقے جن تک ہم سکھوں کو رسائی دے رہے ہیں یہ سکھوں کے لیے 'مکہ اور مدینہ' کی طرح ہیں، لعنت اللہ علیٰ طُوَلیٰ الحکام۔ گویا یہ ہندو 'غیرت' کا جواب اپنی منافقانہ 'بے غیرتی' سے 'امن و آشتی' کے نام پر دے رہے ہیں۔ جس روز 'ہمارے' حکمران کرتارپور کھول رہے تھے اسی دن کا انتخاب کر کے مودی نے کہا کہ یہ لو 'رام مندر' کا 'تحفہ'!

بنا کسی لگی لپٹی کے بس ایک راستہ ہے، جہاد فی سبیل اللہ...... مودی کے خلاف بھی اور مودی کے 'پاکستانی منافق' یاروں کے خلاف بھی۔ اس کے بغیر مایوسی کے اندھیرے مزید مہیب ہوں گے اور ظلم کا وہ بازار گرم ہو گا کہ بوسنیا، غزہ اور برما کہ مظلوم بھی جب ظلم و جبر کی مثال دیں گے تو کہیں گے کہ جیسا ظلم پاکستان و ہندوستان میں ہو رہا ہے کہیں ایسا نہ ہو! کہیں یہاں کی ہر مسجد بابری اور ہر مسجد لال مسجد سی لہو رنگ نہ ہو جائے! جاگو! اس سے پہلے کے موت جگانے آئے اور دیر بہت ہو چکی ہو!

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

و ما علینا إلّا البلاغ المبین!

---

[1] گجرات میں جب ۲۰۰۲ء میں مسلم کش فسادات ہوئے تو یہی مودی اس وقت وزیرِ اعلیٰ ریاستِ 'گجرات' تھا۔

[2] سبحان اللہ عما یصفون، لائقِ ماتم ہیں وہ عقلیں جو یہ اعتقاد رکھتی ہیں کہ 'خدا' کی کوئی ماں ہے اور کوئی باپ تھا جو کسی عورت کے پاس گیا تھا اور عورت کو حمل ٹھہرا اور یہ 'خدا' انسانوں اور حیوانوں کی طرح 'وضع' ہوا! فیا للعجب!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں دنیا کی حقیقت

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر نوّر اللہ مرقدہٗ

فصلِ دوم: انتخاب کتاب الرقاق مشکوٰۃ شریف

15- وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ یَّاْخُذُ عَنِّیْ هٰؤُلَاءِ الْكَلِمٰتِ فَیَعْمَلُ بِهِنَّ اَوْ یُعَلِّمُ مَنْ یَّعْمَلُ بِهِنَّ قُلْتُ اَنَا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَاَخَذَ بِیَدِیْ فَعَدَّ خَمْسًا فَقَالَ اِتَّقِ الْمَحَارِمَ تَكُنْ اَعْبَدَ النَّاسِ وَارْضَ بِمَا قَسَمَ اللّٰهُ لَكَ تَكُنْ اَغْنَى النَّاسِ وَاَحْسِنْ اِلٰی جَارِكَ تَكُنْ مُّؤْمِنًا وَّاَحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ تَكُنْ مُسْلِمًا وَّلَا تُكْثِرِ الضِّحْكَ فَاِنَّ كَثْرَةَ الضِّحْكِ تُمِیْتُ الْقَلْبَ- رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: کون ہے جو مجھ سے ان احکام کو لے جائے اور ان پر عمل کرے یا اس شخص کو سکھائے جو اس پر عمل کرے؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور اس طرح پانچ باتیں گنوائیں یعنی فرمایا:

۱۔ ان چیزوں سے اپنے آپ کو بچا جن کو خدا نے حرام قرار دیا ہے اگر تو ان سے بچے گا تو تیرا شمار بہترین عبادت گزار لوگوں میں ہو گا۔

۲۔ جو چیز خدا نے تیری قسمت میں لکھ دی ہے اس پر راضی اور شاکر رہ اگر تو ایسا کرے گا تو دنیا کے غنی ترین لوگوں میں تیرا شمار ہو گا۔

۳۔ اپنے ہمسائے سے اچھا سلوک کر اگر تو ایسا کرے گا تو مومن کامل ہو گا۔

۴۔ جو چیز تو اپنے لیے پسند کرتا ہے دوسروں کے لیے بھی پسند کر اگر ایسا کرے گا تو کامل مسلمان ہو گا۔

۵۔ اور زیادہ نہ ہنس اس لیے کہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے۔

تشریح: حدیثِ مذکور سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ نے جن اعمال کو ہمارے اوپر حرام فرمایا ہے ان سے احتیاط کرنے والا بہترین عبادت گزاروں میں شمار ہو گا۔ اس سے ان لوگوں کو سبق لینا چاہیے جو نوافل اور تسبیحات اور وظائف کا تو اہتمام کرتے ہیں مگر گھروں میں تصاویر لگانے اور پائجامے ٹخنے سے نیچے کرنے اور داڑھی کٹانے یا منڈانے سے احتیاط نہیں کرتے اور اسی طرح جھوٹ، غیبت، بد نگاہی، رشوت، تکبر وغیرہ، محرمات سے نہیں بچتے۔ محارم سے مراد نافرمانی کرنا حکم شرع کی اور ترک کرنا اعمالِ ضروریہ کا۔ بعض لوگ ایسے ہیں کہ قضا نمازوں کو ادا نہیں کرتے اور نوافل اور وظیفوں میں بہت مشغول نظر آتے ہیں اور فقراء کو خوب خیرات کرتے ہیں اور خوب مساجد میں چندہ دیتے ہیں۔ نفل کی تو فکر اور فرض سے غفلت، کس درجہ نادانی ہے! نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عالم بے عمل کو بھی امر بالمعروف جائز ہے۔

16۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ یَقُوْلُ یَاابْنَ اٰدَمَ تَفَرَّغْ لِعِبَادَتِیْ اَمْلَاْ صَدْرَكَ غِنًى وَّاَسُدُّ فَقْرَكَ وَاِنْ لَّاتَفْعَلْ مَلَاْتُ یَدَكَ شُغْلًا وَّلَمْ اَسُدَّ فَقْرَكَ۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خداوند تعالیٰ فرماتا ہے: آدم کے بیٹے! میری عبادت کے لیے تو اپنے دل کو اچھی طرح مطمئن اور فارغ کرلے میں تیرے دل میں غنیٰ (بے پروائی) بھر دوں گا اور فقر واحتیاج کے سوراخوں کو بند کر دوں گا اور اگر تو ایسا نہ کرے گا تو میں تیرے ہاتھوں کو (دنیا کے) مشاغل سے بھر دوں گا اور تیرے فقر وافلاس کے سوراخوں کو بھی بند نہ کروں گا۔

تشریح: اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ دنیا میں چین اور آرام اور سکون والی زندگی اسی وقت مل سکتی ہے جب بندہ اپنے مولیٰ کی عبادت کے لیے وقت کو فارغ کرے اور اگر ایسا نہ کرے گا تو دنیا کی ہوس اور فکر سے ہر وقت اس کی زندگی تلخ رہے گی اور ملے گا اتنا ہی جتنا قسمت میں ہے۔

17۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ ذُكِرَ رَجُلٌ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِعِبَادَةٍ وَّاجْتِهَادٍ وَّذُكِرَ اٰخَرُ بِرِعَةٍ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَاتَعْدِلْ بِالرِّعَةِ یَعْنِی الْوَرَعَ۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عبادت اور اطاعتِ الٰہی میں کوشش کا ذکر کیا ایک شخص نے پرہیز گاری کا ذکر کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو اس کو (یعنی عبادت اور اطاعت میں کوشش کرنا) پرہیز گاری کے مساوی نہ ٹھہرا (یعنی پرہیز گاری بڑی چیز ہے)۔

تشریح: تقویٰ کے ساتھ تھوڑی عبادت سے بھی بڑی برکت ہوتی ہے اور کثرتِ عبادت کے ساتھ گناہوں کی بھی عادت سے بڑی بے برکتی رہتی ہے اسی لیے حضرت حکیم الاُمت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک گناہ کی عادت کو ترک کر دینا لاکھوں تہجد کی نمازوں سے افضل ہے۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہمارے اولیاء وہی ہیں جو متقی ہیں۔ گناہوں کی عادت اور اصرار کے ساتھ کوئی شخص صاحبِ نسبت (یعنی ولی اللہ) نہیں ہو سکتا۔ ولایت اور فسق میں تضاد ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کا ولی بننے کے لیے ایمان کے ساتھ تقویٰ کا حصول بھی ضروری ہے جو عادتاً متقین کاملین کی صحبت کے فیضان سے حاصل ہوا کرتا ہے

ان سے ملنے کی ہے یہی اک راہ
ملنے والوں سے راہ پیدا کر

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

(اکبر الہ آبادی)

18۔ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنِ الْاَوْدِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِرَجُلٍ وَّهُوَ يَعِظُهٗ اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ وَصِحَّتَكَ قَبْلَ سُقْمِكَ وَغِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ وَفَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ وَحَيَاتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ- رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ مُرْسَلًا

ترجمہ: حضرت عمرو بن اودی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نصیحت فرماتے ہوئے فرمایا: پانچ چیزوں کو پانچ سے پہلے غنیمت شمار کرو: ۱) بڑھاپے سے پہلے جوانی کو۔ ۲) بیماری سے پہلے صحت کو۔ ۳) افلاس سے پہلے خوش حالی کو۔ ۴) مشاغل سے پہلے فراغت کو۔ ۵) موت سے پہلے زندگی کو۔

تشریح: غنیمت شمار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کو لہو ولعب اور فضول غیر مفید کاموں میں ضائع نہ کیا جاوے یعنی اپنی جوانی، صحت، خوش حالی، فراغ اور زندگی کی نعمت کو قبل اس کے کہ بڑھاپا، بیماری، افلاس، مشاغل، موت ان نعمتوں کو ہم سے چھین لیں، ان لمحات میں اعمالِ صالحہ سے آخرت کا ذخیرہ کر لیا جاوے۔ ظاہر ہے کہ بڑھاپے میں عبادت کو بھی دل چاہے گا تو جوانی جیسی طاقت کہاں سے لائے گا، اسی طرح اگرچہ بیماری میں زیادہ خدا یاد آتا ہے لیکن عبادت کی طاقت نہیں رہتی، دل کی حسرت دل میں رہے گی، اسی طرح افلاس میں دل تو معاش کی فکر میں مبتلا رہے گا، خدا کی عبادت کی فرصت کو دل ترسے گا، اسی طرح مشاغل سے پہلے فراغ اور موت سے پہلے زندگی کی نعمت کو قیاس کر لیا جاوے۔

19۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا يَنْتَظِرُ اَحَدُكُمْ اِلَّا غِنًى مُّطْغِيًا اَوْ فَقْرًا مُّنْسِيًا اَوْ مَرَضًا مُّفْسِدًا اَوْ هَرَمًا مُّفْنِدًا اَوْمَوْتًا مُّجْهِزًا اَوِالدَّجَّالَ فَالدَّجَّالُ شَرُّغَائِبٍ يُّنْتَظَرُاَوِالسَّاعَةَ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ- رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص دولت مندی اور تونگری کا انتظار کرتا رہتا ہے جو گناہ گار کرنے والی ہے یا افلاس کا انتظار کرتا رہتا ہے جو خدا کو بھلا دینے والا ہے (دولت کی قدر نہ کرکے اس کو ضائع کر دینا گویا افلاس کا انتظار کرنا ہے) یا بیماری کا انتظار کرتا ہے (یعنی صحت کی قدر نہ کرنے کے سبب) جو بدن کو خراب وتباہ کر دینے والی ہے یا بڑھاپے کا انتظار کرتا ہے جو بدحواس وبے عقل بنا دیتا ہے یا موت کا انتظار کرتا رہتا ہے جو ناگہاں اور جلد آنے والی ہے یا دجال کا انتظار کرتا ہے جو بُرا غائب ہے جس کا انتظار کرتا رہتا ہے یا قیامت کا انتظار کرتا ہے جو سخت ترین اور تلخ ترین حوادث میں سے ہے۔

تشریح: یعنی اس انتظار اور آج کل کے وعدوں میں انسان آخرت کی تیاری سے غافل رہتا ہے، اسی لیے حضرت حکیم الاُمت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ذکر اللہ اور طاعات کے لیے سکون اور اطمینان کا انتظار نہ کرو۔ جس حالت میں بھی ہو فوراً خدا کی یاد میں لگ جاؤ کہ یادِ خدا ہی سے تو اطمینان نصیب ہو گا اور تم یادِ خدا کو اطمینان کے انتظار میں موقوف کیے ہوئے ہو، یہ کس درجہ نادانی ہے! ذکر ہر حالت میں مفید ہے خواہ تشویشِ قلب کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو۔

گفت قطب شیخ گنگوہی رشید
ذکر را یابی بہ ہر حالت مفید

ترجمہ: یہ احقر کی مثنوی کا شعر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مولانا رشید گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد ہے کہ ذکر کو خواہ سکون میں ہو یا بے سکون ہر حالت میں مفید پاؤ گے۔ حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

ع ماضی و مستقبل پردہ خدا است یعنی

سالک کو ماضی کا غم اور مستقبل کا اندیشہ اصلاحِ حال سے محروم کر دیتا ہے۔ حضرت حکیم الاُمت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تشریح فرماتے ہیں کہ ماضی کے گناہوں سے ایک مرتبہ دل سے توبہ کرکے پھر بار بار اسی کی یاد میں نہ لگا رہے، بندہ خدا کی یاد کے لیے پیدا کیا گیا ہے نہ کہ گناہوں کی یاد کے لیے، اسی طرح مستقبل کا اندیشہ کہ جب پھر گناہ ہو جائے گا تو اس توبہ سے فائدہ ہی کیا، یہ سب باتیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں حجاب ہیں، آئندہ کے لیے صرف پختہ ارادہ گناہ نہ کرنے کا کافی ہے، اور اگر ہو گیا تو پھر توبہ سے اس کی تلافی کا راستہ ہے۔ خلاصہ یہ کہ آئندہ کا انتظار کہ کیا ہو گا نہ چاہیے، جس حالت میں سانس لے رہا ہے اس سانس کو اعمالِ صالحہ میں لگائے اور گناہوں سے بچائے، حال کو درست رکھے اور آج کا کام کل پر نہ ٹالے۔

ع نیست فردا گفتن از شرطِ طریق

اعمال کو کل پر ٹالنا خلافِ طریق ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے راستے کے اُصول کے خلاف ہے۔ اس حدیث شریف میں اسی بیماری کا علاج ارشاد فرمایا گیا ہے کہ بعض لوگ مفلس ہیں وہ مال داری کے انتظار میں اعمالِ آخرت کی طرف اپنے کو مشغول نہیں کرتے اور جو مال دار ہیں وہ افلاس

حضرت حکیم الاُمت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تشریح فرماتے ہیں کہ ماضی کے گناہوں سے ایک مرتبہ دل سے توبہ کرکے پھر بار بار اسی کی یاد میں نہ لگا رہے، بندہ خدا کی یاد کے لیے پیدا کیا گیا ہے نہ کہ گناہوں کی یاد کے لیے، اسی طرح مستقبل کا اندیشہ کہ جب پھر گناہ ہو جائے گا تو اس توبہ سے فائدہ ہی کیا، یہ سب باتیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں حجاب ہیں، آئندہ کے لیے صرف پختہ ارادہ گناہ نہ کرنے کا کافی ہے، اور اگر ہو گیا تو پھر توبہ سے اس کی تلافی کا راستہ ہے۔

کے انتظار میں ہیں یعنی دولت کو گناہوں یا فضول کاموں میں اُڑا رہے ہیں حالاں کہ اس دولت سے ذخیرۂ آخرت کر سکتے تھے اسی طرح صحت کو نافرمانیوں یا غفلتوں میں ضائع کرتے ہیں گویا بیماری کا انتظار کر رہے ہیں آخرت کے اعمال کے لیے۔ اسی طرح جوانی کو رائیگاں کر رہے ہیں بڑھاپے کے انتظار میں اور زندگی کو ضائع کر رہے ہیں موت کے انتظار میں اور باقی مضمون کو اس تشریح پر قیاس کر لیا جاوے۔ انتظار کرنے کا عنوان ڈانٹ اور تنبیہ کے لیے ہے کہ غفلت کا پردہ چاک ہو۔

20-وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَا اِنَّ الدُّنْيَا مَلْعُوْنَةٌ مَّلْعُوْنٌ مَّا فِيْهَا اِلَّا ذِكْرُ اللّٰهِ وَمَا وَالَاهُ وَعَالِمٌ اَوْ مُتَعَلِّمٌ۔
رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خبردار! دنیا ملعون ہے اور جو چیز دنیا کے اندر ہے وہ بھی ملعون ہے، مگر ذکرِ الٰہی اور وہ اعمال جن کو اللہ پسند کرتا ہے اور علمِ دین کے عالم اور علم سیکھنے والے۔

تشریح: لعنت کا مفہوم اور معنیٰ اصطلاحِ شرع میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری کے ہیں۔ پس ''دنیا ملعون ہے'' کا مطلب یہ ہوا کہ دنیا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہے اور دنیا میں جو کچھ ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہے مگر اللہ تعالیٰ کا ذکر اور جو چیزیں ذکر سے قریب کرنے والی ہیں۔ مثلاً ذکر کرنا انبیاء اور اولیاء اور صلحاء اور اعمالِ صالحہ اور دنیا کی بے ثباتی وغیرہ کا اور بقدرِ ضرورت معاش کے حاصل کرنے میں مصروف ہونا، اسی طرح دین سیکھنے والے اور سکھانے والے بھی مستثنیٰ ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ ذکرِ حق اور مقدماتِ ذکرِ حق مستثنیٰ ہیں۔ (مرقات: 9/31)

21- وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ مَّاسَقٰى كَافِرًا مِّنْهَا شَرْبَةً۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ

ترجمہ: حضرت سعد بن سہل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: اگر دنیا اللہ تعالیٰ کی نظر میں مچھر کے پر کے برابر بھی وقعت رکھتی تو وہ اس میں سے کافر کو ایک گھونٹ بھی نہ پلاتا۔

تشریح: چوں کہ دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک حقیر تھی اس لیے کفار اور فجار کو دنیا خوب دیتا ہے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں ''وَلَوْلَا أَن يَكُونَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَن يَكْفُرُ بِالرَّحْمَٰنِ لِبُيُوتِهِمْ سُقُفًا مِّن فَضَّةٍ وَمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُونَ○'' اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ سارے انسان کافر ہو جاتے تو کافروں کے گھروں کی چھت کو ہم چاندی کی کر دیتے۔ دنیا جب اس درجہ بے وقعت ہے پھر اس کے لیے اپنے مولیٰ اور مالک حق تعالیٰ کو ناراض کرنا کس درجہ نادانی ہو گی! نیز اگر اللہ تعالیٰ نے کافروں کو ڈھیل دینے کے لیے دنیا کی چند روزہ بہار دے دی ہے تو کافروں کی اس دنیا کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھنا چاہیے جیسا کہ قرآنِ پاک میں ارشاد ہے: مَتَاعٌ قَلِيلٌ ثُمَّ مَأْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ، یہ دنیا جو کافروں کے پاس ہے چند روزہ بہار ہے پھر انجام کار ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ اور دوسری جگہ ارشاد ہے کہ یہ دنیا جو کافروں کے پاس ہے وہ نعمت نہیں ہے بلکہ عذاب ہے لِيُعَذِّبَهُم بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا، تاکہ عذاب دے اللہ تعالیٰ ان کو ان کی دنیا سے ان کی دنیاوی زندگی میں۔ اگر بادشاہ پھانسی کے ملزم کو ایک ماہ کے لیے مہلت دے اور اس مہلت کے زمانے میں خوب اس کو سامانِ عیش دے دے تو کیا کوئی عقل مند اس کے عیش پر لالچ کر سکتا ہے؟ بادشاہ ہارون رشید کے صاحبزادے نے جو انتہائی زاہدانہ زندگی کی حالت میں دنیا سے رخصت ہو رہا تھا یہ دو شعر اپنے رفیق ابو عامر بصری کو بطور وصیت کے سنائے تھے

يَا صَاحِبِيْ لَا تَغْتَرِرْ بِتَنَعُّمِيْ
فَالْعُمْرُ يَنْفَدُ وَالنَّعِيْمُ يَزُوْلُ

فَاِذَا حَمَلْتَ اِلَى الْقُبُوْرِ جَنَازَةً
فَاعْلَمْ بِاَنَّكَ بَعْدَهَا مَحْمُوْلُ

ترجمہ: اے ساتھی! دنیا کی نعمتوں سے دھوکا نہ کھانا، عمر ایک دن ختم ہونے والی ہے اور نعمتیں تم سے ختم یا جدا ہونے والی ہیں۔
اور جب تم کسی جنازہ کو قبرستان لے جا رہے ہو تو یقین کر لینا کہ تم آج اٹھانے والے ہو اور کل تم اٹھائے جاؤ گے۔
نظیر اکبر آبادی کے دو شعر بھی عجیب عبرت ناک ہیں

کئی بار ہم نے یہ دیکھا کہ جن کا
معطر بدن تھا مئیّض کفن تھا

جو قبر کہن ان کی اُکھڑی تو دیکھا
نہ عضوِ بدن تھا نہ تارِ کفن تھا

22-وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاتَتَّخِذُوا الضَّيْعَةَ فَتَرْغَبُوْا فِي الدُّنْيَا۔رَوَاهُ التِّرمِذِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَان

ترجمہ: حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ضیعت کو اپنے لیے ضروری و لازم نہ جانو کہ وہ دنیا کی طرف رغبت کا سبب بن جائے۔

تشریح:ضَيْعَتْ بِالْفَتْحِ حِرْفَةُ الرَّجُلِ وَصَنَاعَتُهُ(آدمی کا پیشہ اور صناعت)اور باغ و کھیتی اور گاؤں۔ مراد جائیداد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جائیداد خریدنے اور بنانے میں اتنا غلو اور انہماک نہ کرے جس سے آخرت کی طرف سے غفلت اور بے پروائی پیدا ہونے لگے (لمعات شرح مشکوٰۃ)۔صاحب مظاہر حق نے یہ شعر لکھا ہے:

گرت مال وجا ہست و زرع وتجارت
چوں دل باخدا یست خلوت نشینی

ترجمہ:اگر جاہ اور مال اور کھیتی اور تجارت کے ہوتے ہوئے دل اللہ کے ساتھ ہے تو یہ شخص خلوت نشین اور باخدا ہے اور اس کی یہ دنیا اس کی آخرت کے لیے مضر نہیں ہے۔رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ... الآیۃ۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مردانِ خدا وہ ہیں جن کو بڑی سے بڑی تجارت اور نہ چھوٹی تجارت اللہ کی یاد سے غافل کرتی ہے نہ آخرت کے ہولناک مناظر کے خوف سے۔

23-وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ دُنْيَاهُ اَضَرَّ بِاٰخِرَتِهٖ وَمَنْ اَحَبَّ اٰخِرَتَهٗ اَضَرَّ بِدُنْيَاهُ فَاٰ ثِرُوْا مَايَبْقٰى عَلٰى مَايَفْنٰى۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ

ترجمہ:حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنی دنیا کو عزیز و محبوب رکھتا ہے (اس قدر محبوب رکھنا کہ اللہ کی محبت پر غالب آجائے) وہ اپنی آخرت کو ضرر پہنچاتا ہے اور جو شخص اپنی آخرت کو عزیز رکھتا ہے وہ اپنی دنیا کو ضرر پہنچاتا ہے، پس تم اس چیز کو اختیار کرلو جو باقی رہنے والی ہے اور فنا ہونے والی چیز کو چھوڑ دو۔

تشریح:ہر عاقل دنیا اور آخرت کی فکر اور تیاری اور محنت دونوں مقامات میں رہنے کے زمانے میں غور کرکے توازن قائم کرسکتا ہے کہ کہاں کتنا رہنا ہے۔ دنیا کی محبت مطلق مذموم نہیں بلکہ اس شرط سے دنیا کی محبت بُری ہے کہ وہ آخرت پر غالب آجائے۔ مثنوی شریف میں دنیا اور آخرت کے امتزاج کو اس طرح سمجھایا گیا ہے

آب اندر زیر کشتی پشتی است
آب در کشتی ہلاک کشتی است

24-حضرت کعب ابنِ مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو بھوکے بھیڑیے جن کو بکریوں میں چھوڑدیا جائے اتنا نقصان نہیں پہنچاتے جتنا کہ انسان کی حرص جاہ و دولت پر دین کو نقصان پہنچاتی ہے۔

تشریح:انسان کو عزت اور مال کی لالچ اللہ تعالیٰ سے غافل کردیتی ہے، اور جس شخص کا بھی دین تباہ ہوا ہے اگر اس کی تحقیق کی جاوے تو یہی دو سبب نکلیں گے، عزازیل کی گمراہی کا سبب عزت کی حرص تھی، حُبِّ جاہ نے سجدۂ آدم علیہ السلام سے اس کو روک دیا اور شیطان ہوگیا، قارون کو اس کے حرصِ مال نے گمراہ کیا۔ ان دونوں بیماریوں کا علاج بزرگانِ دین کی خدمت میں حاضری اور ان سے اپنے حالات کی اطلاع کرکے ان کے ارشادات اور ہدایات پر کچھ مدت تک عمل کرنا ہے، اور جو شخص شریعت کا پابند نہ ہو اور سنت کی اتباع نہ کرتا ہو اس کو بزرگ سمجھنا بھی گمراہی اور گناہ ہے۔

25- وَعَنْ خَبَّابٍ عَنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا اَنْفَقَ مُؤْمِنٌ مِّنْ نَّفَقَةٍ اِلَّا اُجِرَ فِيْهَا اِلَّا نَفَقَتَهٗ فِيْ هٰذَا التُّرَابِ۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

ترجمہ:حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مسلمان جو کچھ (اپنی زندگی کو قائم رکھنے پر) خرچ کرتا ہے اس کو اس کا ثواب دیا جاتا ہے مگر اس خرچ پر جو اس مٹی میں کیا جائے (یعنی بلاضرورت وحاجت مکان بنانے میں کوئی ثواب نہیں ملتا)۔

تشریح:رہائش کی ضرورت یا کرایہ کی آمدنی کے لیے جو تعمیر کی جاتی ہے سب پر ثواب ملتا ہے، البتہ بدون ضرورت محض شان دکھانے اور لوگوں پر فخر جتانے کے لیے جو تعمیر کی جاتی ہے وہ ناجائز ہے، اور مسجد اور دینی مدرسہ کی عمارت بنانا مستحسن اور مستحب ہے۔

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

زیادہ بچوں کی تربیت کا آسان نسخہ

”ایک مسماۃ نے بیان کیا کہ بچوں کی اصلاح کا سہل طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے بچے کی پورے طور پر تربیت کردی جائے، پھر سارے بچے اس جیسے اٹھیں گے۔ جیسے کام کرتا ہوا اس کو دیکھیں گے، اگلے بچے (یعنی اس کے چھوٹے بہن بھائی) بھی وہی کام کریں گے اور اسی کی عادتیں اور خصلتیں سیکھ لیں گے۔“

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

از الکمال فی الدین للنساء ملحقہ حقوق الزوجین

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی ولادت

حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی، نوّر اللہ مرقدہٗ

حکیم الاسلام، حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی نوّر اللہ مرقدہٗ کی میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے ایک تقریر کے منتخب حصے

بزرگانِ محترم!

یہ جلسہ جیسا کہ آپ کے علم میں ہے کہ جلسۂ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے منعقد کیا گیا ہے۔ گویا اس کا موضوع یہ ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کا ذکر کیا جائے۔ اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ طیبہ کا ذکر حقیقتاً عین عبادت ہے اور اللہ کے نزدیک بڑی بھاری طاعت اور قربت ہے اور سارے کمالات و برکات کا سرچشمہ ہے، اس لیے میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ ایک عظیم نعمت ہے جو مسلمانوں کو عطا کی گئی تو میں اس وقت میلاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے بارے میں چند کلمات آپ حضرات کی خدمت میں گزارش کروں گا۔ میں چاہتا ہوں کہ میلاد کے سلسلہ میں آپ بھی چونکہ ولادت کا ذکر سننے کے لیے آئے ہیں، ولادت کا ذکر بھی کروں لیکن میں ایک ولادت کی بجائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دو ولادتوں کا ذکر کروں گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دو وِلادتیں

ممکن ہے آپ کو یہ سن کر حیرت ہو کہ ولادت تو ایک ہی ہوتی ہے، پیدائش ایک ہی مرتبہ ہوتی ہے تو دو وِلادتیں کیسی؟ لیکن میری گزارشات کے بعد آپ کو معلوم ہو گا کہ حقیقتاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو ہی ولادتیں ہوئیں...ایک ولادت باسعادت تو بارہ یا آٹھ ربیع الاول کو علی اختلاف الاقوال ہوئی اور ایک ولادت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چالیس برس کے بعد ہوئی یعنی روحانی ولادت، جب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی اور پیغمبر کی حیثیت سے دنیا میں ظاہر ہوئے۔ ۱۲ ربیع الاول کو ولادت جسمانی ہوئی اور چالیس برس بعد ولادت روحانی ہوئی جس کو ہم نبوت سے تعبیر کریں گے۔

۱۲ ربیع الاول کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جمال دنیا میں ظاہر ہوا اور چالیس برس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال دنیا میں ظاہر ہوا۔ تو ایک جمال کی حیثیت سے ولادت ہے اور ایک کمال کی حیثیت سے ولادت ہے۔ دونوں ولادتوں میں ہمارے لیے ان کا ذکر عبادت اور طاعت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا میں جمال ظاہر ہونا یہ بھی عالم کے لیے عظیم ترین نعمت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال دنیا میں ظاہر ہونا یہ اس سے بھی بڑی نعمت ہے، جو اللہ نے ہمیں عطا فرمائی ہے۔ تو جمال محمدی وہ بھی ایک ایسی امتیازی شان رکھتا ہے کہ دنیا میں اتنا بڑا جمیل اور صاحبِ جمال پیدا نہیں ہوا جتنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمال والے تھے اور اتنا بڑا صاحبِ کمال بھی کوئی پیدا نہیں ہوا جتنا کہ کمال والے آپ تھے، تو دونوں ولادتیں امتیازی شان رکھتی ہیں نہ ولادتِ جسمانی کی نظیر ہے نہ ولادتِ روحانی کی نظیر ہے۔ فرق اتنا ہے کہ ۱۲ ربیع الاول کو ہمارے سامنے ظہور ہوا محمد بن عبد اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اور چالیس برس کے بعد ظہور ہوا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ اس وقت آپ ابنِ عبد اللہ کی حیثیت سے دنیا میں آئے اور چالیس برس کے بعد رسول اللہ کی حیثیت سے دنیا میں تشریف لائے۔

ولادت روحانی کے بارے میں عامۃ الناس کا طرزِ عمل

عام طور سے لوگ ولادتِ جسمانی کو اہمیت دیتے ہیں اور اسی ولادت کے ذکر کو ''ذکر میلاد'' کہتے ہیں۔ حالانکہ یہ ذکر میلاد کا ابتدائی درجہ ہے۔ حقیقی درجہ وہ ولادت ہے جو چالیس برس کے بعد ہوئی۔ اس لیے کہ پہلی ولادت میں ہمارے لیے عمل کا کوئی نمونہ نہیں ہے اور دوسری ولادت میں ہمارے لیے عمل کے نمونے موجود ہیں، جس سے ہم سعادت حاصل کر سکتے ہیں۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی ولادت جمال کی ہوئی کہ چہرہ مبارک ایسا، انگلیاں ایسی تھیں، بال ایسے تھے، بدن اور قد و قامت یہ تھا۔ اس میں ہمارے لیے کوئی نمونۂ عمل نہیں ہے۔ خوشی کی تو انتہائی چیز ہے کہ ہمارے پیغمبر کو اللہ تعالیٰ نے وہ جمال اور رموز و زینت عطا فرمائی کہ عالم میں ایسا حسن و جمال کسی کو نہیں دیا گیا۔ خوشی اور فخر کا موقع ہے لیکن عمل کا نمونہ کچھ نہیں۔ یہ نہیں ہے کہ جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ تھے ہم ویسے ہاتھ بنالیں۔ جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قد و قامت تھا ویسا ہم اپنا قد و قامت بنالیں۔ اس میں عمل کا نمونہ ہمارے لیے نہیں ہے خوشی کا موقع ضرور ہے جس کی کوئی انتہا نہیں ہے۔

لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت سے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہوئے اس میں سامنے یہ چیز ہوتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایمان ایسا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عقیدہ یہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل یہ تھا۔ نماز ایسی، روزہ ایسا، حج ایسا، جہاد ایسا، اس میں ہمارے لیے نمونۂ عمل ہے۔ جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی، ہم بھی ویسی نماز پڑھیں۔ جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے رکھے ہم بھی ویسے روزے رکھیں۔ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا ہم بھی ویسا ہی حج کریں۔ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گھریلو معاشرت تھی ہم بھی ویسی ہی معاشرت بنائیں۔ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعتی زندگی تھی ہم بھی ویسی زندگی بنائیں۔ اس میں عمل کا نمونہ ہے۔ میرے خیال میں یہ جو پہلی ولادت کو زیادہ...... (بقیہ صفحہ نمبر 16 پر)

سیرتِ محمدی ﷺ کا پیغام... موجودہ دور کے مسلمانوں کے نام

مفکرِ اسلام حضرت مولانا سیّد ابو الحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

یوں تو حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی اس تحریر سے پہلے لکھنا کچھ 'پیوند' سے کم نہیں لیکن برائے توجہِ قارئین یہ لکھنا لازمی ہے کہ یہ تحریر ایک دعوتِ فکر ہے اور سوالیہ نشان ہے ہمارے آج کے طرزِ عمل پر۔ ایک ایسا طرزِ عمل اور زندگی جس میں ہم میں سے کچھ 'اسلام کے قلعے'، 'مدینۂ ثانی' اور 'پیغامِ پاکستان' جیسے 'بیانیوں' کے بعد، نظامِ حاضر پر صرف ساکت نہیں بلکہ مطمئن، قانع اور راضی ہوتے جا رہے ہیں، بلکہ اوروں کو راضی کرنے کے مشن پر بھی لگے ہیں اور جو اس موجودہ نظام پر سوال اٹھائے تو اسی کو مطعون کرتے ہیں۔ ذیل میں موجود تحریر ہماری زندگیوں کی گاڑی کو صحیح سمت میں سفر کرنے کی جانب ہدایت کر رہا ہے۔ (ادارہ)

سب جانتے ہیں کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی، دنیا کچھ ویران اور کوئی قبرستان نہ تھی، زندگی کا چکر جس طرح اِس وقت چل رہا ہے، بہت تھوڑے سے فرق کے ساتھ اس وقت بھی چل رہا تھا، سارے کاروبار آج کی طرح ہو رہے تھے، تجارت بھی تھی، زراعت بھی تھی، اور حکومتوں کا نظام چلانے والے اور ان کی مشینری میں فٹ ہونے والے بھی موجود تھے، اس وقت کی دنیا کے لوگ اس زندگی پر بالکل قانع اور مطمئن تھے، اور ان کو اس میں کسی ترمیم یا اصلاح یا تبدیلی کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی تھی۔

لیکن اللہ تعالیٰ کو اپنی زمین کا نقشہ اور دنیا کی یہ حالت بالکل پسند نہ تھی، حدیث میں اس زمانہ کے متعلق ہے:

"ان اللّٰه نظر الى أهل الارض فمقتهم عربهم وعجمهم الا بقايا من أهل الكتاب"

"اللہ تعالیٰ نے اہلِ زمین پر نظر ڈالی، اس نے روئے زمین کے تمام باشندوں، کیا عرب، کیا عجم سب کو بے حد ناپسند فرمایا اور وہ ان سے بے زار ہوا، سوائے اہلِ کتاب کے چند افراد کے"۔

ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک پوری قوم کے ظہور کا سامان کیا، ظاہر ہے کہ ان کو کسی ایسے مقصد کے لیے پیدا کیا تھا جو دوسری قوموں سے پورا نہیں ہو رہا تھا، جو کام وہ سب پورے انہماک اور شوق کے ساتھ انجام دے رہے تھے، اس کے لیے ظاہر ہے کہ کسی نئی امت کو پیدا کرنے کی ضرورت نہ تھی اور انسانی زندگی کے اس پُر سکون سمندر میں اس نئے تلاطم کی حاجت نہ تھی، جو مسلمانوں کے وجود سے ظہور میں آیا اور جس نے زمین میں ایک زلزلہ ڈال دیا۔ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو فرشتوں نے عرض کیا کہ تسبیح و تقدیس کے لیے ہم نیاز مند بہت کافی ہیں، اس کے لیے اس خاکی پتلے کو پیدا کرنے کی ضرورت سمجھ میں نہیں آئی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔ گویا اشارہ فرمایا اور آگے چل کر واضح کیا کہ آدم علیہ السلام صرف اسی کام کے لیے پیدا نہیں ہوئے جو ملائکہ انجام دے رہے ہیں، ان سے خدا کو کچھ اور کام لینا ہے۔

اگر مسلمان صرف تجارت کے لیے پیدا کیے جا رہے تھے تو مکہ کے ان تاجروں کو جو شام و یمن کا تجارتی سفر کیا کرتے تھے اور مدینہ کے ان بڑے بڑے یہودی سوداگروں کو جن کے بڑے بڑے گڑھ بنے ہوئے تھے، یہ پوچھنے کا حق تھا کہ اس خدمت کے لیے ہم گنہگار کیا کم ہیں کہ اس کے لیے ایک نئی امت پیدا کی جا رہی ہے، اگر زراعت مقصود تھی تو مدینہ اور خیبر کے، طائف اور نجد کے، شام اور یمن اور عراق کے کاشتکاروں اور زراعت پیشہ آبادی کو یہ پوچھنے کا حق تھا کہ کاشتکاری اور زراعت میں ہم محنت و کوشش کا کون سا دقیقہ اٹھا رکھتے ہیں کہ جس کے لیے ایک نئی امت کی بعثت ہو رہی ہے، اگر دنیا کی چلتی ہوئی مشینری میں صرف فٹ ہونا تھا اور حکومتوں کے نظم و نسق اور دفتری کاروبار کو معاوضہ لے کر چلانا تھا تو روم و ایران کے کارپردازان سلطنت کو یہ کہنے کا حق تھا کہ اس فرض کی انجام دہی کے لیے ہم بہت ہیں اور ہمارے بہت سے بھائی بے روزگار ہیں، اس کے لیے نئے امیدواروں کی کیا ضرورت ہے؟

لیکن درحقیقت مسلمان بالکل ہی ایک نئے اور ایسے کام کے لیے پیدا کیے جا رہے تھے جو دنیا میں کوئی نہ انجام دے رہا تھا اور نہ انجام دے سکتا تھا، اس کے لیے ایک نئی امت ہی کی بعثت کی ضرورت تھی، چنانچہ فرمایا:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ

تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے پیدا کی گئی، بھلائی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہو، اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔

اسی مقصد کی خاطر لوگ وطن سے بے وطن ہوئے، اپنے کاروبار کو نقصان پہنچایا، اپنا عمر بھر کا اندوختہ لٹایا، اپنی جمی جمائی تجارتوں پر پانی پھیرا، اپنی کھیتی باڑی اور باغات کو ویران کیا، اپنے عیش و تنعم کو خیرباد کہا، دنیا کی تمام کامیابیوں اور خوشحالیوں سے آنکھیں بند کرلیں، اور زریں موقع کھو دیے۔ پانی کی طرح اپنا خون بہایا، اور اپنے بچوں کو یتیم اور اپنی عورتوں کو بیوہ کیا، ان مقاصد و مشاغل کے لیے جن پر آج مسلمان قانع نظر آتے ہیں، اس ہنگامہ آرائی اور اس محشر خیزی کی ضرورت تھی، اس کے حصول کا راستہ تو بالکل بے خطر اور ہموار تھا اور اس راستہ پر معاصر دنیا سے کوئی بڑی کشمکش اور تصادم نہیں تھا، اور نہ یہ اہلِ عرب اور دنیا کی دوسری قوموں کے لیے وجہ شکایت تھی، انھوں نے تو بار بار انہیں چیزوں کی پیشکش کی (جو آج عام مسلمانوں کا منتہا ہے) اور ہر بار اسلام کے داعی نے ان کو ٹھکرایا، دولت و سرداری، عیش و عشرت اور

راحت و تن آسانی کی بڑی پیشکش کو نامنظور کیا، پھر اگر مسلمان کو اسی سطح پر آجانا تھا جس پر زمانۂ بعثت کی تمام کافر قومیں تھیں، اور اس وقت بھی دنیا کی تمام غیر مسلم آبادی ہے، اور زندگی کے انہیں مشاغل میں منہمک اور سر تا پا غرق ہو جانا تھا، جن میں اہل عرب اور رومی و ایرانی ڈوبے ہوئے تھے، اور انہیں کامیابیوں کو اپنا منتہائے زندگی بنالینا تھا جن کو ان کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ان کے بہترین موقع پر رد کر چکے تھے، تو یہ اسلام کی ابتدائی تاریخ پر پانی پھیر دینے کے مرادف ہے، اور اس بات کا اعلان ہے کہ انسانوں کا وہ بیش قیمت خون جو بدر و حنین واحزاب اور قادسیہ و یرموک میں بہایا گیا، بے ضرورت بہایا گیا۔

آج اگر سردارانِ قریش کو کچھ بولنے کی طاقت ہو تو مسلمانوں کو خطاب کرکے وہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ تم جن چیزوں کے پیچھے سرگرداں ہو اور جن چیزوں کو تم نے اپنا حاصل زندگی سمجھ رکھا ہے انہیں چیزوں کو ہم گنہگاروں نے تمہارے پیغمبر علیہ السلام کے سامنے پیش کیا تھا، وہ تمام چیزیں اس وقت خون کا ایک قطرہ بہائے بغیر حاصل ہو سکتی تھیں، تو کیا ساری جدوجہد کا حاصل اور تمام قربانیوں کی قیمت وہ طرزِ زندگی ہے، جس کو تم نے اختیار کیا ہے، اور زندگی و اخلاق کی وہی سطح ہے جس پر تم نے قناعت کر لی ہے، اگر ان سردارانِ قریش میں سے جو اسلام کے حریف تھے، کسی کو جرح کرنے کا موقع ملے تو آج ہمارا کوئی بڑے سے بڑا لائق وکیل بھی اس کا تشفی بخش اور مسکت جواب نہیں دے سکتا اور امت کے لیے اس پر شرمندہ ہونے کے سوا کوئی چارہ نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلمانوں کے متعلق یہی خطرہ تھا کہ وہ دنیا میں پڑ کر اپنا مقصد نہ بھول جائیں، اور دنیا کی عام سطح پر نہ آجائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات کے قریب جو تقریر فرمائی اس میں مسلمانوں کو خطاب کرکے ارشاد فرمایا:

"ماالفقر أخشى عليكم ولكن أخشى أن تسبط عليكم الدنيا كما بسطت على من كان قبلكم فتنا فسوها كما تنافسوها فتهلككم كما أهلكتهم"(بخاری و مسلم)

"مجھے تمہارے بارے میں کچھ فقر و افلاس کا خطرہ نہیں ہے، مجھے تو اس کا اندیشہ ہے کہ کہیں دنیا میں تم کو بھی وہی کشائش نہ حاصل ہو جائے جیسی تم سے پہلے لوگوں کو حاصل ہوئی، تو تم بھی اسی طرح اس میں حرص و مقابلہ کرو جیسے انہوں نے کیا تو تم کو بھی اسی طرح ہلاک کر دے جیسے ان کو ہلاک کیا۔"

مدینہ کے انصاروں نے جب اس بات کا ارادہ کیا کہ جہاد کی مشغولیت اور اسلام کی جدوجہد سے کچھ دنوں کی فرصت حاصل کرکے اپنے باغوں، کھیتیوں اور کاروبار کو درست کر لیں اور کچھ مدت کے لیے صرف اپنے کاروبار میں مشغول ہونے کی اجازت حاصل کر لیں، یہ خطرہ بھی ان کے دل میں نہیں گزر سکتا تھا کہ وہ ارکان دین (نماز، روزہ، حج و زکوٰۃ) سے بھی کچھ دنوں کے لیے اپنے کاروبار کی دیکھ بھال کے لیے اپنے آپ کو مستثنیٰ کرالیں، لیکن اسلام کی عملی جدوجہد اور دین کے فروغ اور اس کے غلبہ کی کوشش سے ان کی عارضی کو بھی خودکشی کا مرادف قرار دیا گیا اور سورۂ بقرہ کی یہ آیت نازل ہوئی جس کی تفسیر حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے اس طرح کی ہے:

وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۛ وَاَحْسِنُوْا ۛ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ○(سورۂ بقرہ:۱۹۵)

"اللہ کے راستہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو اور اچھی طرح کام کرو، بیشک اللہ تعالیٰ اچھے کام کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔"

مسلمان کی زندگی کی اصلی ساخت یہی ہے کہ یا تو اسلام کی دعوت اور عملی جدوجہد میں مشغول ہو یا اس دعوت و عملی جدوجہد میں مشغول ہونے والوں کے لیے پشت پناہ و مددگار ہو، اس کے ساتھ بھی عملی جدوجہد میں حصہ لینے کا عزم اور شوق رکھتا ہو، مطمئن شہری اور محض کاروباری زندگی اسلامی زندگی نہیں ہے، اور کسی طرح بھی یہ ایک مسلمان کا مقصودِ حیات نہیں ہو سکتا، جائز مشاغلِ زندگی، جائز وسائلِ معیشت ہرگز ممنوع نہیں، بلکہ نیت اور اجر طلبی کے ساتھ عبادت و قربِ الٰہی کا ذریعہ ہیں، مگر اس وقت جب یہ سب دین کے سایہ میں ہوں اور صحیح مقاصد کا وسیلہ ہوں نہ کہ خود مقصود بالذات ہوں۔

سیرت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ سب سے بڑا پیغام ہے، جو خالص مسلمانوں کے نام ہے، اس کی طرف توجہ نہ کرنا اس کے مقصد کو ضائع کرنا، اور سب سے بڑی حقیقت کی طرف سے چشم پوشی ہے، جو سیرت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے سامنے پیش کرتی ہے۔

آپ کے سوالات

ادارہ 'نوائے افغان جہاد'، 'آپ کے سوالات...' کے عنوان سے ایک نیا سلسلہ شروع کر رہا ہے۔ اس سلسلے میں قارئین ادارہ 'نوائے افغان جہاد' سے سوالات پوچھ سکیں گے جن کے جوابات، ماہانہ شمارے میں شائع کیے جائیں گے۔

اپنے سوالات درجِ ذیل برقی پتے(email) پر ہمیں بھیجیے:

aapkaysawalat@nawaiafghan.com

سیرت کا مطالعہ کیوں اور کس طرح؟

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی دامت برکاتہم

ربیع الاول کے مہینے کا آغاز ہو چکا ہے، ''ربیع'' موسمِ بہار کو کہتے ہیں، اس ماہ کا یہ نام ما قبل اسلام سے ہے، لیکن یہ حسنِ اتفاق ہے کہ اسی مہینے میں پیغمبر اسلام ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی، جس نے حقیقی معنوں میں انسانیت کو بہار بداماں کر دیا اور کائنات کو ایک ایسی فصلِ گل عطا کی جو قیامت تک انسانیت کے مشام جاں کو معطر اور ذہن و فکر کو شاد کام و بامرام رکھے گی، اس ماہ میں نا صرف آپ کی ولادت ہوئی، بلکہ اسی ماہ میں ہجرت کا وہ عظیم الشان واقعہ بھی پیش آیا، جو اسلام کی دعوتی و عسکری فتوحات کا اصل مبداء اور نقطۂ آغاز ہے، اور پھر اسی ماہ میں آپ کی وفات حسرت آیات بھی ہوئی، اس اعتبار سے یہ نہ صرف اُمت مسلمہ بلکہ انسانیت کے لیے ایک تاریخی مہینہ ہے، تاریخ ہمیشہ دل کے دروازوں کو دستک دیتی ہے، اس لیے اس ماہ میں سیرت کے جلسوں، سیمیناروں، سیپوزیموں (کانفرنسوں) اور خطبات کی کثرت ہو جاتی ہے، اخبارات و جرائد بھی سیرت کے عالیشان نمبرات نکالتے ہیں اور اصحابِ ذوق سیرت کے مطالعہ کی طرف راغب ہوتے ہیں۔

سیرت محمدی کو صرف اس مہینہ یا متعین تاریخوں کے ساتھ مخصوص کر لینا سیرت کے ساتھ نا انصافی ہے، کیوں کہ آپ کی نبوت عالمی اور آفاقی ہے اور کوئی شخص ایک لمحہ بھی آپ کی مبارک تعلیمات سے بے نیاز نہیں رہ سکتا، اس لیے اس موضوع کا تو حق یہ ہے کہ اس سے ہمارا تعلق بھی ابدی اور دائمی ہو۔ زبان کے لیے اس سے زیادہ مبارک کوئی بات نہیں ہو سکتی کہ اللہ اور اس کے رسول کے ذکر سے تر رہے، اور قلم کے لیے کوئی امر اس سے زیادہ باعث سعادت نہیں ہو سکتا کہ وہ آپ کی تذکرہ نگاری کا شرف پائے، لیکن بہر حال اس ماہ کی مناسبت سے لوگوں میں ذوق و شوق کی جو چنگاری سلگتی ہے، ضروری ہے کہ اس شررِ محبت کو آتش بنا دیا جائے، اس کی حرارت ایمان کی سرد انگیٹھیوں کو گرما دے اور فکر و نظر پر چھائی ہوئی خاکستر کو صاف کر دے۔

اس مقصد کے لیے سیرتِ محمدی کا مطالعہ ضروری ہے، سیرت کا موضوع ایک سدا بہار موضوع ہے، جس کی رعنائی اور گل فشانی نہ ختم ہوئی ہے اور نہ قیامت تک ہو گی، دل و دماغ کو مسخر کرنے والے خطیبوں کے لیے یہی جانِ خطابت ہے، نامور مصنفین کے ذوق تحقیق اور طرز نگارش کے لیے یہی اوجِ کمال ہے، اس لیے مشاہیر علماء میں شاید ہی کوئی عالم ہو، جس نے براہ راست یا بالواسطہ پوری سیرت یا اس کے ایک حصہ کو اپنا موضوع نہ بنایا ہو، شعر و سخن کے باب میں نعت ایک مستقل فن ہے، جس میں ذکر یار بھی ہے اور پاکیزگی بھی، اس لیے سیرت کی کتابیں ہر زبان میں مل جاتی ہیں اور اُردو زبان کا دامن بھی اس نسبت سے بہت مالا مال ہے، بڑی، چھوٹی، متوسط، سادہ، آسان، ادبی حلاوت سے معمور، بڑوں، چھوٹوں، نوجوانوں، عورتوں، تعلیم کی نصابی ضرورت، غرض ہر مناسبت سے سیرت نبوی پر ایک ذخیرہ موجود ہے، پھر ہر دبستان فکر کے اہلِ علم نے اس موضوع پر قلم اُٹھایا ہے اور بارگاہِ نبوت تک محبت و احترام کا نذرانہ پہنچانے کی کوشش کی ہے، اس لیے ہر شخص کو اپنے اپنے مذاق و مزاج اور صلاحیت کے مطابق سیرت محمدی کے مطالعہ کا موقع حاصل ہے۔

اُمتِ مسلمہ کو اپنے نبی کے ساتھ تعلق کا معاملہ دوسری اقوام اور پیشواؤں سے بالکل جداگانہ ہے اور اس کے کئی وجوہ ہیں: اول یہ کہ دوسری قوموں نے مذہب کو عملی زندگی سے نکال باہر کیا ہے، یورپ میں حکومت اور کلیسا کی جنگ بالآخر اس بات پر منتج ہوئی کہ انسان کی عملی زندگی سے کلیسا کو کوئی تعلق نہیں ہے، مذہب کے خلاف یہ بغاوت اور اس بغاوت کی کامیابی نے پوری دنیا کی اقوام پر گہرا اثر ڈالا اور انسان پر مذہب کی جو کچھ گرفت تھی وہ ڈھیلی پڑ گئی، اور تو اور جو مسلم ممالک یورپ سے متصل تھے یا وہ یورپ کے زیر اقتدار آ گئے تھے، وہ بھی اس کے اثر سے محفوظ نہ رہ سکے، ترکی اور انڈونیشیا وغیرہ اس کی واضح مثال ہیں، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان قوموں میں مذہبی پیشواؤں کی حیثیت زیادہ ایک قابلِ احترام شخصیت کی ہو گئی، وہ لوگوں کے لیے قابلِ اتباع باقی نہیں رہے، بعض مذاہب میں تو پہلے ہی سے مذہبی پیشوا خدا کا درجہ رکھتے تھے اور ان سے ایسی دیومالائی کہانیاں متعلق تھیں کہ کسی انسان کے لیے ان کی اتباع ممکن ہی نہ تھی، اس لیے ان اقوام کو اپنی مذہبی شخصیتوں کی زندگی کو پڑھنے کی کوئی عملی ضرورت باقی نہیں رہی۔

مسلمانوں کا معاملہ اس سے بالکل مختلف ہے، مسلمانوں کے یہاں بحمد اللہ کبھی علماء اور عوام کے درمیان اقتدار کی کھینچا تانی اور رسہ کشی نہیں پیدا ہوئی، نہ علماء نے اپنے مذہبی مقام کو عوام کے استحصال کے لیے استعمال کیا، نہ اپنے مخالفین کو زندہ جلانے کی کوشش کی اور نہ اپنے متعقدین سے ''مغفرت نامے'' فروخت کیے، اس لیے کبھی بھی علماء اور مسلمانوں کے درمیان کوئی ایسی جنگ کی صورت پیدا نہیں ہوئی، جو یورپ میں کلیسا اور عوام کے درمیان ظہور میں آئی تھی، پھر اسلام نے پیغمبرِ اسلام کو ایک انسانی نمونہ کی حیثیت سے پیش کیا ہے اور آپ کی تعلیمات اتنی سادہ اور فطرتِ انسانی سے ہم آہنگ ہیں کہ ان پر عمل کرنا چنداں دشوار نہیں، اس لیے اس اُمت کا تعلق اپنے پیغمبر ﷺ سے صرف تعظیم و احترام کا نہیں، بلکہ اطاعت و اتباع کا بھی ہے اور اسلام ہم پر اسے واجب قرار دیتا ہے، قرآن نے ہمیں بار بار اللہ کے ساتھ ساتھ اللہ کے رسول کے ارشادات اور فرامین پر عمل کا حکم دیتا اور اس سے روگردانی کو کفر قرار دیتا ہے۔

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ○ (آل عمران: ۳۲) کہہ دو کہ اللہ اور رسول کی اطاعت کرو، پھر بھی اگر منہ موڑو گے تو اللہ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔ اور اسے ایمان کی کسوٹی کہتا ہے: وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ (انفال: ۱) اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اگر تم واقعی مومن ہو۔ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ○ (النساء: ۸۰) بلکہ فرمایا گیا کہ رسول کی اطاعت ہی اللہ کی اطاعت ہے رسول کے احکام کی حیثیت قانون شریعت کے بنیادی سرچشمہ کی ہے، اس لیے حکم ربانی ہوا کہ رسول جو بھی احکام دیں اس کی تعمیل کرو اور جس بات سے منع فرمائیں اس سے بچو، مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ○ رسول تمہیں جو کچھ دیں، وہ لے لو، اور جس چیز سے منع کریں اس سے رک جاؤ (حشر: ۷) جب رسول کسی بات کے بارے میں فیصلہ کر دیں تو انسان کو اس سلسلہ میں کوئی اختیار حاصل نہیں (احزاب: ۳۲)۔ بلکہ اختلاف و نزاع کے موقع پر جو شخص رسول کے فیصلہ پر راضی اور احکام نبوی کو اپنے آپ پر جاری و ساری کرنے کے لیے آمادہ نہ ہو وہ مسلمان ہی نہیں ہو سکتا: فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ○ (النساء: ۶۵) نہیں، (اے پیغمبر) تمہارے پروردگار کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک یہ اپنے باہمی جھگڑوں میں تمہیں فیصل نہ بنائیں۔ آپ کے ارشادات ہی کی اطاعت کافی نہیں، بلکہ آپ کے عمل کی اتباع و پیروی بھی ضروری ہے (بقرہ: ۱۴۳) بلکہ رسول کی اتباع اللہ سے محبت کا لازمی تقاضا ہے اور آپ ﷺ کی اتباع انسان کو خود خالق تعالیٰ کا محبوب بنا دیتی ہے: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ○ (اے پیغمبر! لوگوں سے) کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور (آل عمران: ۳۱) چنانچہ آپ کی ذات والا صفات اُمت کے لیے بہترین نمونہ اور آئیڈیل قرار دیا گیا: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ○ تمہارے لیے یعنی اس شخص کے لیے جو اللہ سے اور آخرت کے دن سے ڈرتا ہو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتا ہو رسول اللہ کا ایک عمدہ نمونہ موجود تھا۔ (احزاب: ۲۱) جب آپ کا تعلق کسی شخصیت سے اطاعت و اتباع کا ہو تو اس کی حیات اور تعلیمات کو پڑھنا ناگزیر ہے، کیوں کہ اس کے بغیر اس کی اتباع و اطاعت ممکن ہی نہیں۔

دوسرا، پیغمبر سے انسانیت کا تعلق لازمی محبت اور احترام کا ہے؛ کیونکہ وہ خدا کا فرستادہ اور اس کا مقبول بندہ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے صحابہؓ کو اس بات کی بھی اجازت نہیں دی کہ گفتگو کے درمیان ان کی آواز رسول کی آواز سے بلند ہو جائے، لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ ○ اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے بلند مت کیا کرو، (الحجرات: ۲) اور ارشاد ہوا کہ رسول کو بلانے کا وہ انداز نہ ہونا چاہیے، جو لوگوں کا ایک دوسرے سے ہوتا ہے، لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ○ (اے لوگو) اپنے درمیان رسول کو بلانے کو ایسا (معمولی) نہ سمجھو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کو بلایا کرتے ہو (النور: ۶۳) اور مجرد احترام و تعظیم ہی کافی نہیں بلکہ نبی کی والہانہ اور وارفتہ کر دینے والی محبت بھی ضروری ہے، ایسی محبت جو اولاد اور اپنی جان و تن سے بھی بڑھ کر ہو، حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک صاحبِ ایمان نہیں ہو سکتا، جب تک میں اسے اس کے ماں باپ، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں (بخاری، حدیث نمبر: ۱۵، مسلم، حدیث نمبر: ۴۴) اور واقعہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کے دل میں اپنے پیغمبر کی ایسی محبت رچا بسا دی ہے کہ پاکیزہ، سچی اور حقیقی محبت کی ایسی کوئی مثال نہیں مل سکتی۔

چنانچہ یہ مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا احترام اور آپ کی محبت ایمان کا لازمی جزو ہے اور (خدانخواستہ) آپ کی توہین یا آپ سے بے تکلفی کفر وارتداد کا باعث ہے، یہ ایک متفق علیہ مسئلہ ہے، سلفِ صالحین کا حال تو یہ تھا کہ وہ صرف آپ ﷺ سے محبت رکھتے بلکہ آپ کی طبعی مرغوب بھی ان کو محبوب تھی اور کوئی شخص ان کے بارے میں ناپسندیدگی اور بے رغبتی کا اظہار کرتا تو ان سے برداشت نہیں ہوتا، اسی لیے رسول اللہ ﷺ کی کسی سنت اور عمل کے استہزاء کو فقہاء نے موجب کفر قرار دیا ہے، اس درجہ کی محبت اور عظمت اس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتی، جب تک کوئی شخص آپ کی حیات طیبہ کا مطالعہ نہ کرے، اس لیے کہ جب تک انسان کسی کی شخصیت، اس کی پاکیزہ حیات اور اس کے کردار کی عظمت سے واقف نہ ہو، نہ اس کے دل میں حقیقی معنوں میں اس شخص کی عظمت جاگزیں ہو سکتی ہے اور نہ سچی محبت پروان چڑھ سکتی ہے، دوسری اقوام کا معاملہ اس سے مختلف ہے، ایک شخص رام جی کی پرستش کر کے بھی ہندو ہوتا ہے اور رام کا پتلا جلا کر بھی، عیسائیوں کے یہودیوں سے گرمجوش تعلقات دیکھیے اور اس پر بھی نظر رکھیے کہ یہودی حضرت مسیح علیہ السلام کو آج بھی ولد الزنا اور حضرت مریم علیہا السلام کو زانیہ کہتے ہیں، پھر سوچیے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی کتنی محبت و عظمت ان کے قلوب میں ہے؟؟

تیسرا، اسلام کی تمام تعلیمات کی اساس رسول اللہ ﷺ کا اُسوہ ہے اور شریعت کے تمام احکام کا مدار آپ کی ذاتِ والا صفات ہے، ہم خدا کو ایک مانتے ہیں، وحی و رسالت کے نظام پر یقین رکھتے ہیں، آخرت پر ہمارا ایمان ہے، کچھ چیزوں کو فرائض و واجبات اور کچھ چیزوں کو حرام و مکروہ تصور کرتے ہیں، کچھ احکام حلال اور مباحات کی قبیل سے ہیں، ان تمام اعتقادی و عملی احکام کی بنیاد کتاب اللہ اور سنت رسول ہے، کتاب اللہ سے مراد وہ کتاب الٰہی ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی اور سنت آپ ﷺ کے فرمودات اور معمولات سے عبارت ہے، غرض دین کے یہ دونوں مصادر آپ ہی کی ذات سے متعلق ہیں، اس لیے دین حق کے دشمنوں نے ہمیشہ آپ کی ذات کو ہدف بنانے کی کوشش کی ہے۔ صلیبی جنگوں میں شکست و ہزیمت کے بعد جب اہل مغرب اس بات سے مایوس ہو گئے کہ وہ جنگ کے میدان میں عالم اسلام کو زیر کر سکیں گے، تو انھوں نے علم و قلم کے ہتھیار سے اسلام پر حملہ کرنا شروع کیا اور یوں تو انھوں نے قرآن و سنت کے استناد واعتبار سے لے کر احکام شریعت کی معقولیت اور اسلامی تاریخ تک

ہر شعبۂ دین کو اپنے حملہ کا نشانہ بنایا، لیکن پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ ان کی یلغار کا خاص ہدف رہتی ہے، کیوں کہ آپ ہی کی ذات پر دین کی بنیاد ہے، اگر آپ کی شخصیت کو مجروح و مشکوک کر دیا جائے، تو دین کی پوری بنیاد ہی منہدم ہے، چنانچہ مستشرقین نے اس موضوع پر اتنا کچھ لکھا ہے کہ اس کی فہرست بندی کے لیے بھی مستقل کتاب درکار ہے۔

یہ سب کچھ زیادہ تر انگریزی اور دوسری یورپین زبانوں میں ہوا ہے اور بدقسمتی سے اس وقت یہی زبانیں علم و تحقیق اور ایجادات و اختراعات کی نمائندہ ہیں، اس لیے اس دور میں نہ صرف غیر مسلم بلکہ جدید تعلیم یافتہ مسلمان بھی ان زبانوں کو سکہ رائج الوقت کی طرح اختیار کرنے پر مجبور ہیں، اور وہ نہ صرف اپنے فن کی کتابیں بلکہ مذہب اور تاریخ بھی ان ہی زبانوں کے واسطہ سے پڑھتے ہیں، اور وہ نہ صرف اپنے فن کی کتابیں بلکہ مذاہب اور تاریخ بھی ان ہی زبانوں کے واسطہ سے پڑھتے ہیں، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ جن لوگوں کو سیرت کی مستند کتابیں پڑھنے، یا اہل علم سے استفادہ کرنے کا موقع ملا ہے، ان کے دلوں میں بھی شکوک و شبہات کے کانٹے چبھنے لگتے ہیں اور وہ بھی مغرب کے دام ہم رنگ زمین کے اسیر ہوئے جاتے ہیں، حالاں کہ اولاً تو مستشرقین کی تحریریں اسلام کے بارے میں تعصب اور تنگ نظری سے خالی نہیں ہوتیں، دوسرے مستشرقین مصنفین کی ایک بڑی تعداد ایسی ہے، جو عربی زبان سے براہ راست واقف نہیں، جن کو معلومات واسطہ در واسطہ ہے اور وہ لکیر کے فقیر کی طرح ایسی باتوں کو دہرائے جاتے ہیں، جن کی نامعقولیت بار بار واضح کی جا چکی ہے۔

غرض کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت واتباع کے لیے ایمان کی حفاظت کے لیے مطلوبہ محبت و احترام سے اپنے دل و دماغ کو معمور رکھنے کی غرض سے اور اعداء اسلام کی فتنہ سامانیوں اور قلمی شر انگیزیوں سے بچنے کے لیے سیرت نبوی کا مطالعہ وقت کی نہایت ہی اہم ضرورت ہے، جسے کسی طور نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، اس لیے مسلمان نوجوانوں کو خاص کر سیرت کی کتابیں پڑھنی چاہییں اور مسلم انتظامیہ کے تحت قائم تعلیم گاہوں کے ذمہ داروں کو اس کا اہتمام کرنا چاہیے کہ وہ سیرت کی کوئی مناسب کتاب ضرور اپنے بچوں کو پڑھائیں۔

یہ بھی ایک اہم سوال ہے کہ سیرت کا مطالعہ کس طرح کیا جائے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے دو حصے ہیں، ایک حصہ تو آپ کے فضائل و مناقب کا ہے، یہ تو بے شمار ہیں، اور بقول شاعر: ''بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر!'' یعنی حاصل یہ ہے کہ خدا کے بعد آپ کی ذات سب سے بزرگ و برتر ذات ہے، عام طور پر ہمارے یہاں سیرت کے جلسے اسی موضوع کے لیے مخصوص ہوگئے ہیں، مجھے اس کی اہمیت سے انکار نہیں، لیکن مطالعۂ سیرت کے لیے صرف اسی ایک پہلو کو کافی سمجھنا صحیح نہیں۔ سیرت کے معالعہ کا ایک طریقہ یہ ہے کہ آپ کی سیرت کو اپنی عملی زندگی کے لیے آئینہ بنایا جائے اور ان کو سامنے رکھ کر انسان اپنی اصلاح کرے اور اپنے اعمال و اخلاق کو سنوارے۔

عبادات اور شرعی احکام کے معاملے میں ہم سنت نبوی کی طرف رجوع کرتے ہی ہیں، لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ اجتماعی زندگی، سیاسی حکمت عملی اور دوسری اقوام کے ساتھ سلوک و تعلق کے معاملہ میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل کو ہم اپنے سامنے رکھیں۔ افسوس ہے کہ ہم نے بھی اپنی قومی زندگی اور ملی مسائل میں ان لوگوں کی طرح جو خدا او رسول اور دین و شریعت پر ایمان نہیں رکھتے، صرف مادی نفع و نقصان کے اعتبار سے غور کرنا اور منصوبے بنانا شروع کر دیا ہے، حالاں کہ بحیثیت مسلمان ہمیں ہر موڑ پر اسوۂ حسنہ کو ملحوظ رکھنا چاہیے اور دیکھنا چاہیے کہ اس موقع پر ہمارے لیے کیا رہنمائی ملتی ہے؟ اس میں ہماری دنیا کی کامیابی بھی ہے اور آخرت کی فلاح بھی۔

★★★★★

بقیہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی ولادت

اہمیت دی جاتی ہے یہ اس لیے کہ اس میں کرنا کرانا کچھ نہیں پڑتا۔ کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی خوش ہو لیے یا زیادہ سے زیادہ خوش ہو کے مٹھائی بانٹ لی اور خود ہی کھا بھی لی، اس سے زیادہ کچھ نہیں۔

ولادتِ روحانی ہی اصل مقصود ہے

اور دوسری ولادت سن کر ذمہ داریاں بڑھتی ہیں کہ ہمیں مسلمان بننا پڑے گا۔ ہمیں یہ کام یوں کرنا پڑے گا۔ زندگی کا نمونہ ایسا بنانا پڑے گا۔ عمل کرنا لوگ نہیں جانتے اس لیے دوسری ولادت کا تذکرہ نہیں کرتے اور اس کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے اور پہلی ولادت میں عمل کا نمونہ نہیں ہے۔ خوشی خوشی کا موقع ہے اس لیے اس کو زیادہ اختیار کرتے ہیں۔ ورنہ میں سمجھتا ہوں کہ جیسے یہ عبادت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں آئے ایسے ہی اس کا ذکر بھی عبادت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح نماز پڑھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح حج کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح جہاد کیا بلکہ یہ اس سے بڑی عبادت ہے اس میں ہمارے لیے سعادت حاصل کرنے کا موقع ہے، اس (پہلی والی) میں محض خوش ہونے کا موقع ہے۔ مگر بہر حال یوں تو دونوں ولادتوں کا ذکر ہمارے حق میں عبادت ہے، اگرچہ پہلی ولادت مقدمہ ہے اور دوسری ولادت مقصود ہے، کیونکہ اگلا مقصود ظاہر کرنا تھا۔ اس لیے ولادتِ جسمانی سامنے رکھی گئی تاکہ ولادتِ روحانی کا موقع آجائے۔ تو پہلی ولادت تمہید ہے اور دوسری ولادت اصل مقصود ہے۔ رسالت و نبوت کو دنیا میں لانا تھا اس لیے ذاتِ اقدس کو پیدا کیا گیا۔ (اللہ پاک عمل کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔)

★★★★★

ہمارے محبوب ﷺ کا حلیۂ مبارک

ماخذ: شمائل ترمذی و دیگر کتب حدیث و تفسیر

شاعرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، حضرتِ حسانِ ابنِ ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

و أحسن منک لم ترقط عيني
و أجمل منک لم تلد النساء

خلقت مبرئاً من کل عیبٍ
کأنک قد خلقت کما تشاء

''تیرے جیسا حسین، میری آنکھ نے نہیں دیکھا۔ تیرے جیسے جمال والا کسی ماں نے نہیں جنا۔ آپ ہر عیب سے پاک پیدا ہوئے۔ آپ ایسے پیدا ہوئے جیسے آپ نے خود اپنے آپ کو چاہا۔''

علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''اللہ تعالیٰ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حُسن و جمال میں سے بہت تھوڑا سا ظاہر فرمایا، اگر سارا ظاہر فرماتے تو آنکھیں اس کو برداشت نہ کر سکتیں۔ یوسُف علیہ السلام کا سارا حُسن ظاہر کیا۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حُسن کی چند جھلکیاں دکھلائی گئیں، باقی سب مستور رہیں۔ کوئی آنکھ ایسی نہ تھی جو اس جمال کی تاب لا سکتی۔''

امِ معبد رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''میں نے ایک نوجوان دیکھا، بڑا صاف ستھرا۔ حسین سفید چمکتا چہرہ گویا نوخیز کَلیاں ہوں (کلیوں میں جو رونق ہوتی ہے، وہ پھول میں نہیں ہوتی)۔ نہ ایسے موٹے تھے کہ نظروں میں جچیں نہیں اور نہ ایسے کمزور اور دُبلے تھے کہ بے رُعب ہو جائیں۔ وسیمٌ قسیمٌ تھے......(وسیم یعنی وہ حسین جس کو جتنا دیکھیں، اس کا حُسن اتنا بڑھتا چلا جائے، جسے دیکھتے ہوئے آنکھ نہ بھرے اور قسیم یعنی جس حسین کا ہر عضو الگ الگ حُسن کی ترجمانی کرتا ہو، جس کا ہر عضو حسن میں کامل اور اکمل ہو)۔ اُس کی پلکیں بڑی دراز۔ اُس کی آنکھیں بڑی حسین، موٹی، سیاہ۔ اس کی داڑھی بڑی خوبصورت اور گھنی۔ اس کی گردن صراحی دار اور لمبی۔ آواز میں کشش اور رعب۔''

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

''حضور ﷺ نہ زیادہ لمبے تھے، نہ کوتاہ قد، ہتھیلیاں اور دونوں پاؤں پُر گوشت تھے (یہ صفات مردوں کے لیے محمود ہے اس لیے کہ قوت اور شجاعت کی علامت ہیں۔ عورتوں کے لیے مذموم ہیں) حضور ﷺ کا سر مبارک بھی بڑا تھا۔ اور اعضاء کے جوڑ کی ہڈیاں بھی بڑی تھیں۔ سینہ سے لے کر ناف تک بالوں کی ایک باریک دھاری تھی۔ جب حضور ﷺ چلتے تھے تو گویا کہ کسی اونچی جگہ سے نیچے کو اتر رہے ہیں۔ میں نے حضور ﷺ جیسا نہ پہلے دیکھا اور نہ بعد میں دیکھا۔''

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ:

''میں نے کسی کو سرخ جوڑے میں حضور اقدس ﷺ سے زیادہ حسین نہیں دیکھا، آپ ﷺ کے بال مونڈھوں تک رہے ہیں، اور آپ ﷺ نہ زیادہ لمبے تھے نہ پست قد''۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

''حضور اقدس ﷺ نہ بہت لمبے قد کے تھے نہ پستہ قد بلکہ آپ ﷺ کا قد مبارک درمیانہ تھا اور نیز رنگ کے اعتبار سے نہ بالکل سفید تھے چونا کی طرح، نہ بالکل گندمی کہ سانولا بن جائے (بلکہ چودھویں کی رات کے چاند سے زیادہ روشن، پُرنور اور کچھ ملاحت لیے ہوئے تھے) حضور اقدس ﷺ کے بال نہ بالکل سیدھے تھے نہ بالکل پیچ دار (بلکہ ہلکی سی پیچیدگی اور گھونگریالا پن تھا) چالیس برس کی عمر ہو جانے پر حق تعالیٰ جل شانہ نے آپ ﷺ کو نبی بنایا اور پھر دس برس مکہ مکرمہ میں رہے (اس میں کلام ہے جیسا کہ فوائد میں آتا ہے)''۔

اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے مروی ہے کہ:

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم درمیانہ قد تھے، نہ زیادہ طویل نہ پست، نہایت خوب صورت معتدل بدن والے، حضور ﷺ کے بال نہ بالکل پیچیدہ تھے نہ بالکل سیدھے (بلکہ تھوڑی سی پیچیدگی اور گھونگریالا پن تھا) نیز آپ ﷺ گندمی رنگ کے تھے۔ جب حضور ﷺ راستہ چلتے تو آگے کو جھکے ہوئے چلتے''۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

''میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے حضورِ اکرم ﷺ کا حلیہ مبارک دریافت کیا اور وہ حضور ﷺ کے حلیہ مبارک کو بہت ہی کثرت سے اور وضاحت سے بیان کیا کرتے تھے۔ مجھے خواہش ہوئی کہ وہ ان اوصافِ جمیلہ میں سے کچھ میرے سامنے بھی ذکر کریں تاکہ میں ان کے بیان کو اپنے لیے حجت اور سند بناؤں۔ (اور ان اوصافِ جمیلہ کو ذہن نشین کرنے اور ممکن ہو سکے تو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کروں، حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر حضور ﷺ کے وصال کے وقت سات سال کی تھی۔ اس لیے حضور ﷺ کے اوصافِ جمیلہ میں اپنی کم سنی کی وجہ سے تامل اور کمال تحفظ کا موقع نہیں ملا تھا) ماموں جان نے حضور ﷺ کے حلیہ شریف کے متعلق یہ فرمایا کہ:

''آپ ﷺ خود اپنے ذات و صفات کے اعتبار سے شاندار تھے۔ اور دوسروں کی نظروں میں بھی رتبہ والے تھے، آپ ﷺ کا چہرہ مبارک مہہ بدر (چودھویں کے چاند) کی طرح چمکتا تھا۔ آپ ﷺ کا قد مبارک بالکل متوسط قد والے آدمی سے کسی قدر طویل تھا۔ لیکن لمبے قد والے

سے پست تھا، سر مبارک اعتدال کے ساتھ بڑا تھا، بال مبارک کسی قدر بل کھائے ہوئے تھے۔ اگر سر مبارک میں اتفاقاً خود مانگ نکل آتی تو مانگ رہنے دیتے، ورنہ آپ ﷺ خود مانگ نکالنے کا اہتمام نہ فرماتے"۔

(یہ مشہور ترجمہ ہے اس بنا پر یہ اشکال پیش آتا ہے کہ حضورؐ کا قصداً مانگ نکالنا روایات سے ثابت ہے۔ اس اشکال کے جواب میں علماء یہ فرماتے ہیں کہ اس کو ابتدائے زمانہ پر محمول کیا جائے کہ اول حضور ﷺ کو اہتمام نہیں تھا، لیکن بندۂ ناچیز کے نزدیک یہ جواب اس لیے مشکل ہے کہ حضور ﷺ کی عادتِ شریفہ مشرکین کے مخالف اور اہل کتاب کی موافقت کی وجہ سے مانگ نہ نکالنے کی تھی، اس کے بعد پھر مانگ نکالنی شروع فرمادی، اس لیے اچھا ترجمہ جس کو بعض علمانے ترجیح دی ہے وہ یہ کہ اگر بسہولت مانگ نکل آتی تو نکال لیتے اور اگر کسی وجہ سے بسہولت نہ نکلتی اور کنگھی وغیرہ کی ضرورت ہوتی تو اس وقت نہ نکالتے، کسی دوسرے وقت جب کنگھی وغیرہ موجود ہوتی نکال لیتے)۔

جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"حضور اکرم ﷺ فراخ دہن تھے، آپ ﷺ کی آنکھوں کی سفیدی میں سرخ ڈورے پڑے ہوئے تھے، ایڑی مبارک پر بہت کم گوشت تھا"۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ:

"میں ایک مرتبہ چاندنی رات میں حضور اقدس ﷺ کو دیکھ رہا تھا۔ میں کبھی چاند کو دیکھتا اور کبھی آپ ﷺ کو، بالآخر میں نے یہ ہی فیصلہ کیا کہ حضور ﷺ چاند سے کہیں زیادہ جمیل و حسین اور منور ہیں"۔

ابو اسحاق کہتے ہیں کہ کسی شخص نے حضرت براء سے پوچھا کہ کیا حضور اقدس ﷺ کا چہرہ مبارک تلوار کی طرح شفاف تھا۔ انہوں نے کہا کہ نہیں بلکہ بدر کی طرح روشن گولائی لیے ہوئے تھا۔

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"حضور اقدس ﷺ اس قدر صاف شفاف، حسین وخوب صورت تھے کہ گویا کہ چاندی سے آپ ﷺ کا بدن مبارک ڈھالا گیا ہے۔ آپ ﷺ کے بال مبارک قدرے خم دار گھونگریالے تھے"۔

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ

"مجھ پر سب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پیش کیے گیے یعنی مجھے دکھائے گئے۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام کو میں نے دیکھا تو ذرا پتلے دبلے بدن کے آدمی تھے گویا کہ قبیلہ شنوئیہ کے لوگوں میں سے ہیں، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تو ان سب لوگوں میں سے جو میری نظر میں ہیں عروہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) ان سے زیادہ ملتے جلتے معلوم ہوئے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا تو میرے دیکھے ہوئے لوگوں میں سے خود ہی ان کے ساتھ مشابہ ہوں، ایسے ہی اسرائیل (یعقوب) علیہ السلام کو دیکھا تو ان کے ساتھ زیادہ مشابہ ان لوگوں میں سے جو میری نظر میں ہیں وہ دحیہ کلبی ہیں"۔

سعید جریری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو الطفیل رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ:

"حضور اقدس ﷺ کو دیکھنے والوں میں اب روئے زمین پر میرے سوا کوئی نہیں رہا۔ میں نے ان سے کہا کہ مجھ سے حضور ﷺ کا کچھ حلیہ بیان کیجیے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور ﷺ سفید رنگ تھے۔ ملاحت کے ساتھ یعنی سرخی مائل اور معتدل جسم والے تھے۔"

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"حضور اقدس ﷺ کے اگلے دانت مبارک کچھ کشادہ تھے، گنجان نہ تھے جب حضور اقدس ﷺ تکلم فرماتے تو ایک نور ساظاہر ہوتا جو دانتوں کے درمیان سے نکلتا تھا۔"

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"حضور ﷺ میانہ قد کے تھے۔ آپ ﷺ کے دونوں مونڈھوں کے درمیاں قدرے اوروں سے زیادہ فاصلہ تھا۔ (جس سے سینہ مبارک چوڑا ہونا بھی معلوم ہوگیا) گنجان بالوں والے، جو کان کی لو تک ہوتے تھے، آپ ﷺ پر ایک سرخ دھاری کا جوڑا یعنی لنگی اور چادر تھی۔ میں نے آپ ﷺ سے زیادہ حسین کبھی کوئی چیز نہیں دیکھی۔"

ابراہیم بن محمد جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے ہیں (یعنی پوتے ہیں) وہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب حضور ﷺ کے حلیہ مبارک کا بیان فرماتے تو کہا کرتے تھے کہ:

"حضور ﷺ نہ زیادہ لمبے تھے، نہ زیادہ پستہ قد بلکہ میانہ قد لوگوں میں تھے۔ حضور ﷺ کے بال مبارک نہ بالکل پیچ دار تھے نہ بالکل سیدھے۔ بلکہ تھوڑی سی پیچیدگی لیے ہوئے تھے، نہ آپ ﷺ موٹے بدن کے تھے نہ گول چہرہ کے البتہ تھوڑی سی گولائی آپ ﷺ کے چہرہ مبارک میں تھی (یعنی چہرہ انور نہ بالکل گول تھا نہ بالکل لانبا بلکہ دونوں کے درمیان تھا) حضور ﷺ کا رنگ سفید سرخی مائل تھا۔ حضور ﷺ کی مبارک آنکھیں نہایت سیاہ تھیں اور پلکیں دراز، بدن کے جوڑوں کی ہڈیاں موٹی تھیں (مثلاً کہنیاں اور گھٹنے اور ایسے ہی دونوں مونڈھوں کے درمیان کی جگہ بھی موٹی اور پُر گوشت تھی، آپ ﷺ کے بدن مبارک پر (معمولی طور سے زائد) بال نہیں تھے (یعنی بعض آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے بدن پر بال زیادہ ہوتے ہیں حضور ﷺ کے بدن مبارک پر خاص خاص حصوں کے علاوہ جیسے بازو پنڈلیاں وغیرہ ان کے علاوہ اور کہیں بال نہ تھے) آپ ﷺ کے سینہ مبارک سے ناف تک بالوں کی لکیر تھی آپ ﷺ کے ہاتھ اور قدم مبارک پُر گوشت تھے۔

جب آپ ﷺ تشریف لے چلتے تو قدموں کو قوت سے اُٹھاتے گویا کہ پستی کی طرف چل رہے ہیں، جب آپ کسی کی طرف توجہ فرماتے تو پورے بدن مبارک کے ساتھ توجہ فرماتے تھے (یعنی یہ کہ صرف گردن پھیر کر کسی کی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے۔ اس لیے کہ اس

طرح دوسروں کے ساتھ لاپرواہی ظاہر ہوتی ہے اور بعض اوقات متکبرانہ حالت ہو جاتی ہے، بلکہ سینہ مبارک سمیت اس طرف رخ فرماتے۔ بعض علما نے اس کا مطلب یہ بھی فرمایا ہے کہ جب آپ ﷺ توجہ فرماتے تو تمام چہرہ مبارک سے فرماتے، کن اکھیوں سے نہیں ملاحظہ فرماتے تھے۔) آپ ﷺ کے دونوں مبارک شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی۔ آپ ﷺ سب سے زیادہ سخی دل والے تھے۔ اور سب سے زیادہ سچی زبان والے تھے۔

سب سے زیادہ نرم طبیعت والے تھے۔ اور سب سے زیادہ شریف گھرانے والے تھے۔ (غرض آپ ﷺ دل و زبان، طبیعت، خاندان ذاتی اور نسبتی اوصاف ہر چیز میں سب سے زیادہ افضل تھے) آپ ﷺ کو جو شخص یکایک دیکھتا مرعوب ہو جاتا تھا۔ (یعنی آپ ﷺ کا وقار اس قدر زیادہ تھا کہ اول وہلہ میں دیکھنے والا رعب کی وجہ سے ہیبت میں آجاتا تھا) اول تو جمال اور خوبصورتی کے لیے بھی رعب ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ جب کمالات کا اضافہ ہو تو پھر رعب کا کیا پوچھنا۔ اس کے علاوہ حضور ﷺ کو جو مخصوص چیزیں عطا ہوئیں، ان میں رعب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کیا گیا۔ اور جو شخص پہچان کر میل جول کرتا تھا وہ (آپ ﷺ کے اخلاق کریمہ و اوصاف جمیلہ کا گھائل ہو کر) آپ ﷺ کو محبوب بنالیتا تھا۔ آپ ﷺ کا حلیہ بیان کرنے والا صرف یہ کہہ سکتا ہے کہ میں نے حضور ﷺ جیسا باجمال و باکمال نہ حضور ﷺ سے پہلے دیکھا نہ بعد میں دیکھا"۔

أللهم صلِّ وسلّم علىٰ نبيّنا محمد و علىٰ آلِ محمد

بقیہ: شاتمینِ رسول کو سزائے موت کا قانون: شبہات و جوابات

یہ حالتِ اضطرار ہے جس کے بارے قرآن نے کہا: غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ إِثْمَ عَلَيْهِ[1]۔ اس کی نظیر قرآن میں یوسف علیہ السلام کا فرعونِ مصر سے رہائی کا طالب ہونا ہے۔ باطل نظام اور قانون سے اہلِ ایمان کا اپنے تحفظ کے لیے کوشش کرنا اور ظلم و عدوان سے محفوظ رہنے کے لیے لادینی عدالتوں سے رجوع کرنا حالتِ اضطرار کا معاملہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا طائف سے واپسی پر مکہ میں داخل ہونے کے لیے مطعم بن عدی کی پناہ لینا اس کی ایک اور نظیر ہے۔ لہٰذا علمائے جہاد ناموسِ رسالت کی حفاظت کے لیے مقدمات کرنا اور جدید قانون کے تحت شاتمین کو سزا دلوانے کی کوشش کرنا مباح عمل سمجھتے ہیں جب تک کہ شرعی عدالتیں قائم نہ ہو جائیں۔ البتہ ان عدالتوں کے ہر فیصلے کو شریعت کی میزان پر پرکھتے ہیں، اگر اس کے مطابق ہوں تو درست ورنہ باطل۔

آخر میں قرآن مجید کا شاتمینِ رسول اور ان کے معاونین کے نام تہدیدی پیغام درج کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنَافِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ إِلَّا قَلِيْلًا○ مَّلْعُوْنِيْنَ أَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا أُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا○ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا○ (سورۃ الاحزاب: ۶۰-۶۲)

"اگر یہ منافقین جن کے دلوں میں مرض ہے، اور وہ لوگ جو مدینہ میں افواہیں اڑاتے پھرتے ہیں، باز نہ آئے تو ہم آپ کو ان پر مسلط کر دیں گے۔ پھر وہ چند دن ہی آپ کے ساتھ اس شہر میں رہ پائیں گے۔ یہ لعنتی ہیں لہٰذا جہاں بھی ان کو پاؤ، پکڑ لو اور ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دو۔ یہ اللہ کی سنت ہے جو پہلے لوگوں کے بارے بھی تھی اور آپ ہرگز اللہ کی سنت میں کوئی تبدیلی نہیں پائیں گے۔"

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ النبی!

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبیؐ!

"حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں عبد اللہ کا بیٹا اور عبد المطلب کا پوتا محمد ﷺ ہوں، اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کو پیدا کیا تو مجھے اچھے گروہ یعنی انسانوں میں پیدا کیا۔ پھر انسانوں میں دو فرقے پیدا کیئے عرب اور عجم، مجھے اچھے فرقے یعنی عرب میں پیدا کیا پھر عرب میں کئی قبیلے بنائے اور مجھ کو سب سے اچھے قبیلے یعنی قریش میں پیدا کیا پھر قریش میں کئی خاندان بنائے اور مجھ کو سب سے اچھے خاندان یعنی بنی ہاشم میں پیدا کیا، اس لئے میں ذاتی طور پر بھی سب سے اچھا ہوں اور خاندانی اعتبار سے بھی سب سے اچھا ہوں۔"

(ترمذی شریف)

[1] "پس وہ شخص جو مجبور کیا گیا اس حال میں کہ وہ لذت تلاش کرنے والا نہیں ہے اور نہ تجاوز کرنے والا ہے پس اس پر کوئی گناہ نہیں ہے" (سورۃ البقرۃ: ۱۷۳)

شاتمینِ رسول کو سزائے موت کا قانون: شبہات و جوابات

مولوی حافظ حق نواز صاحب مدّ ظلہٗ العالی

ربیع الاول یعنی رسولِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ مبارکہ کا مہینہ رواں ہے۔ دورِ حاضر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کا مسئلہ اور آپ کے دفاع میں آپ کے گستاخ کو جہنم واصل کرنے کا ایمانی فعل اور شاتمِ رسول کو سزائے موت دینے کے قانون پر اتنی سیاہیاں مونہوں سے اگلی جارہی ہیں، کہ آپؐ کے ذکرِ خاص کے ساتھ آپ کی ناموس کے مسئلے پر بات کرنا بھی لازمی آتا ہے۔ زیرِ نظر مضمون اسی موضوع کو مخاطب ہے اور خاص طور پر ایسے شبہات کا رد کرتا ہے جو پرویز ہودبھائیوں، عاصمہ جہانگیروں جیسے سیکولر لادینوں اور مذہب کے غلاف میں گھسے ایمان و غیرت سے عاری غامدی (جو دراصل ایک سیکولر آدمی ہے) اور اس کے 'تحقیقی' و 'مقاصدی' فکر رکھنے والے، مغرب کے تھنک ٹینکوں اور اداروں کے ٹکڑوں پر پلنے والے ٹولے کی جانب سے اٹھائے جاتے ہیں۔ (ادارہ)

دنیا میں صرف وہی افراد و اقوام عزت کی زندگی گزارتے ہیں جو غیرت کے ساتھ جیتے ہیں۔ غیرت کے ساتھ جینے کے لیے مالی اسباب و وسائل اور افرادی قوت درکار نہیں ہوتی بلکہ غیرت کا جذبہ ان سب سے ماوراء اور تہی ہو کر اپنا آپ ثابت کرتا ہے۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ دنیا میں عظمت صرف غیرت مند کے لیے ہے تو کوئی مبالغہ نہیں۔ غیرت کے بغیر جینا تو مردار خور کی سی زندگی گزارنا ہے، جو صرف سانس اور بدن کے رشتے کی بقا کے سوا کچھ نہیں۔ دنیا کا ہر مسلمان غیرت مند ہوتا ہے اور کوئی مسلمان غیرت مند نہیں تو یقیناً ایمان اس کے قلب کی حالت نہیں ورنہ ایمان اور بے غیرتی جمع نہیں ہوسکتے۔ عرب قوم تو جبلّت و فطرت کے اعتبار سے ہی غیرت مند تھی لیکن رسول اللہ ﷺ نے ان کی غیرت کا رخ قبیلہ و خاندان سے پھیر کر اللہ، اس کے رسول اور شعائرِ دینِ اسلام کی طرف پھیر دیا۔ چنانچہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنی ذات، امہات و ازواج اور بنات و بنین پر غیرت کھاتے لیکن رسول اللہ ﷺ کی ذات اور بات پر ان سب سے بڑھ کر غیرت کھاتے۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر مغیرہ بن شعبہؓ آپ ﷺ کے پاس بطور دربان و محافظ کھڑے تھے۔ مشرکین کی طرف سے عروہ بن مسعود ثقفی قاصد کی حیثیت سے آئے ہوئے تھے اور مکالمہ جاری تھا۔ دوران گفتگو انہوں رسول اللہ ﷺ کی داڑھی کو ہاتھ لگایا جیسا کہ بات چیت میں اپنی بات منوانے کے لیے مِنّت کا ایک انداز ہوتا ہے۔ تو حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے اس کے ہاتھ پر تلوار کا دستہ مارا اور کہا:

أخر يدك عن لحية رسول الله صلى الله عليه وسلم

"رسول اللہ ﷺ کی داڑھی سے اپنا ہاتھ دور رکھ!"

ام المؤمنین حضرت ام حبیبہؓ سے جب ان کے والد حالتِ شرک میں ملنے آئے اور رسول اللہ ﷺ کے بستر پر بیٹھنا چاہا تو انہوں نے روک دیا اور کہا:

بَلْ هُوَ فِرَاشُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنْتَ امْرُؤٌ نَجَسٌ مُشْرِكٌ

"یہاں مت بیٹھیے... یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر مبارک ہے اور آپ ابھی تک ناپاک مشرک ہیں!"

شاتمِ رسول کو قتل کرنے کا مسئلہ سمجھنے کے لیے جس بنیادی وصف کی ضرورت ہے وہ غیرت ہے۔ دیوثوں کو غیرت و عزت کے ساتھ جینا مرنا سکھانا ناممکن ہے۔ غیرت سے تہی افراد کو یہ سمجھانا ناممکن ہے کہ اگر کوئی ان کی ماں یا بیٹی کی عزت پر حملہ کرے تو کسی فقہی جزیے کا باطل سہارا لے کر ان کی عزت کو تار تار ہونے دینا انسانیت نہیں بدترین گھٹیا پن ہے جو صرف حیوانوں میں ہوتا۔ غیرت مند تو جانتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ... بلاشبہ نبی تو اہل ایمان کے لیے ان کی اپنی ذات پر مقدم ہیں، أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَلَدِهِ، وَوَالِدَيْهِ، وَالنَّاسِ أَجْمَعِين... نبیؐ بندۂ مومن کو اپنی اولاد، اپنے ماں باپ بلکہ ساری دنیا کے انسانوں سے زیادہ محبوب ہیں۔ لہٰذا آپ کو گالی بکنے والے اور آپ کی توہین کرنے والے کو قتل کرنا غیرت کا تقاضا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے شاتم کو قتل کی سزا پر علمی دلائل پیش کرنے کا مقصود اور اس پر وارد کیے گئے شبہات کا رد کرنا صرف عامۃ المسلمین کو ذہنی انتشار سے بچانے کے لیے ہے ورنہ ہر غیرت مند جانتا ہے کہ اپنے مولیٰ و آقا کی عزت کے لیے مرنا جینا کسی فتویٰ کا محتاج نہیں ہوتا۔ ذیل میں اس مسئلہ پر شبہات اور ان کا رد ذکر کیا جاتا ہے۔

پہلا شبہ

مغرب میں توہینِ رسالت کے قوانین موجود نہیں اور مسلمانوں کے ہاں دین میں اس پر سزائے موت کا قانون ہے اور وہ اس پر اصرار کرتے ہیں تو اس سے دینِ اسلام میں جبر و اکراہ کے اعتراضات پیدا ہوتے ہیں؟

جواب... یہ شبہ درج ذیل وجوہ کی بنا پر باطل ہے

اَ۔ کسی دعویٰ و موقف کا درست ہونا اس بات کا محتاج نہیں ہوتا کہ دوسری اقوام و طبقات کے ہاں اس کو درست تسلیم کیا جاتا ہو۔ اس طرح تو دنیا کا ہر قانون، دعویٰ اور موقف غلط ہو جائے۔ یہود، عیسیٰ علیہ السلام کے قتل اور مصلوب ہو جانے کو حقیقتِ امر سمجھتے ہیں اور دوبارہ نزولِ مسیح ان کے نزدیک محض فرضی کہانی ہے، جب کہ نصاریٰ مصلوبیتِ مسیح کے قائل ہیں لیکن پھر زندہ کر دیے جانے اور رفعِ آسمانی اور دوبارہ نزول کو مانتے ہیں، جب کہ مسلمان مسیح علیہ السلام کو مصلوب کر دیے جانے کے دعویٰ کو باطل سمجھتے ہیں اور رفعِ آسمانی اور قیامت

سے قبل نزول کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ یہ تین مختلف مواقف ہیں، اور کوئی طبقہ دوسرے کے موقف کی بنیاد پر اپنا موقف درست یا غلط جانچنے کا قائل نہیں۔

ب. اکثر کوئی موقف یا دعویٰ اپنے خاص تناظر، سیاق اور مسلّمات سے ثابت ہوتا ہے اور اس کو کسی دوسرے علم یا گروہ کے تناظر، سیاق یا مسلّمات سے ثابت کرنے کا مطالبہ عقلاً غلط ہوتا ہے۔ مثلاً سائنس کا دعویٰ ہے کہ پانی ہائیڈروجن اور آکسیجن سے مل کے بنتا ہے۔ یہ دعویٰ سائنس کے سیاق و مسلّمات سے ثابت کیا جا سکتا ہے اس کے علاوہ کسی بھی علم کے سیاق و مسلّمات سے ثابت نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح فلسفہ میں ہیگل کی "تاریخ کی جدلیاتی تعبیر" کا موقف و ثبوت فلسفہ و عقلیات کے سیاق و مسلّمات سے ہو سکتا ہے نہ کہ سائنس کے مسلّمات سے۔ ہر علم اپنے اصولوں اور مسلّمات پر قائم ہوتا ہے۔ شاعری اپنے مسلّمات پر قائم ہے اور کیمیا اپنے مسلّمات پر۔ شاعری، علمِ کیمیا سے اور علمِ کیمیا، شاعری سے ثابت نہیں ہوتا۔ ایک علم میں کیا گیا دعویٰ دوسرے علم سے ثابت کرنے کی طلب و مطالبہ درست نہیں۔

ج. کسی دعوے یا موقف کا درست ہونا اس کی درست عقلیت پر مبنی ہوتا ہے۔ توہینِ رسالت پر موت کی سزا ان عقلی اصولوں پر قائم ہے:

1. کسی انسان کی توہین اصلاً ممنوع ہے اور قابلِ سزا جرم ہے۔ اس پر عقل، تاریخ مذہبیات، تاریخ قانون اور تاریخ سماجیات شاہد ہیں کہ کسی انسان کی توہین کا جرم ہونا انسانی مسلّمات میں سے ہے اور صرف اسی شخص کو اپنی توہین معاف کرنے کا حق ہے۔ قرآن بھی اس کی تائید کرتا ہے کہ انسان اصلاً قابلِ تکریم ہے، وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ، اور حقیقت یہ ہے کہ ہم نے آدم کی اولاد کو عزت بخشی ہے۔ اگر کسی کو اس عقلی اصول سے اختلاف ہے تو وہ اپنی اور اپنے ماں باپ کی توہین کی عمومی اجازت دے کر اپنی نفسیاتی صورتِ حال کا جائزہ لے کہ کیا نتائج نکلتے ہیں[1]۔

2. انسانوں کے مابین علمی، عقلی، منصبی اور خاندانی مراتب کے باعث اہل شرف و تکریم ہونے میں تفاوت ہوتا ہے۔ قوموں میں کچھ افراد 'ہیروز' کے طور پر جانے جاتے اور ان سے قوموں کی جذباتی وابستگی ہوتی۔ قومیں انہیں عزت و تکریم کے اعتبار سے سب سے فائق سمجھتی ہیں۔ یہ بھی ایک تاریخی، سماجی، عقلی و مشاہداتی حقیقت ہے۔

3. اگر کسی شخصیت سے کروڑوں انسانوں کی عقلی، مذہبی، جذباتی، تاریخی اور عملی وابستگی ہو تو اس کی توہین کو معمولی سمجھنا، اس کی توہین کو رواج دینا، اس کی توہین کرنے والوں کو تحفظ فراہم کرنا اور اس کی توہین کی ترویج و اشاعت کی کوشش کرنا سادہ عقلیت و فطرت کی روشنی میں دنیا میں فتنہ و فساد پھیلانے کا عمل ہے، جو انتہائی مجرمانہ ہے۔ کروڑوں انسانوں کو انتقامی عمل میں داخل کرنے کا عمل ہے اور پست سے پست ذہن بھی یہ اس عمل کو ناقابلِ قبول قرار دے گا۔ فتنہ و فساد کے عمل کو جڑ سے اکھیڑنا اور اس عمل کے مجرم کو قتل کی سزا دینا معاشروں کو جنگ سے بچانا ہے۔

4. کروڑوں انسانوں کے عقلی، علمی و عملی محور و مرکز شخص کی توہین جب یقینی نقضِ امن ہو اور پوری دنیا میں جنگ کا نقشہ ترتیب پاتا ہو اور بہت سے لوگ توہین کے عمل کے بعد قتل ہوئے ہوں تو واضح ہو جاتا کہ یہ عمل سماجی لحاظ سے ناقابل تلافی نقصان کا باعث ہے۔ لہٰذا اس کو فروغ دینا در اصل کروڑوں لوگوں کو نفسیاتی طور رد عمل میں لا کر جنگ میں دھکیلنا ہے جو عالمی جنگی جرم سے کم نہیں۔ لہٰذا عالمی جنگی جرم کا مرتکب واجب القتل ہے۔

5. کسی قوم کو اپنا فکری و جذباتی محور و مرکز تبدیل کرنے پر مجبور کرنا ظالمانہ فعل ہے اور اس جبر کی، دنیا کا کوئی قانون، اجازت نہیں دیتا۔ محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مسلمانوں کی وابستگی ان کا استحقاق ہے جس سے کوئی نہیں روک سکتا۔ اور دنیا کی کوئی عقلیت اس کی اجازت نہیں دیتی کہ ان کی اس وابستگی کو ختم کرنے کو کہا جائے۔ اگر امریکہ یا یورپ اس کا قائل ہے کہ لوگوں کی اس طرح کی وابستگی عقلاً غلط ہے تو وہ اسرائیل کو ریاستی سطح پر مجبور کرے کہ موسیٰ علیہ السلام سے دینی و عملی وابستگی کو غلط قرار دے اور ہر اسرائیلی یا یہودی کو اس پر مجبور کیا جائے کہ وہ موسیٰ علیہ السلام سے تعلق کو غیر عقلی و غیر ضروری سمجھے۔ اسی طرح امریکہ و یورپ پوری دنیا کی نصرانیت کو مسیح علیہ السلام سے دینی و جذباتی وابستگی رکھنے سے بالجبر روکے اور پوپ کو فرمان جاری کرنے کا کہا جائے کہ نصرانی کسی طرح کی بھی جذباتی وابستگی مسیح علیہ السلام سے نہ رکھیں۔ مغرب مسلمانوں پر زور آزمائی کرنے کی بجائے اپنے علاقوں میں زور صرف کرے۔ (یہ بات الزامی دلیل کے طور پر کی گئی ورنہ ہر مسلمان ان انبیاء کی توہین کو بھی اسی طرح کفر سمجھتا جیسے محمد ﷺ کی توہین

[1] یہاں بھی مصنف کے مخاطبین کسی 'درجے' کے غیرت مند لوگ ہیں، ورنہ دنیا میں دو ٹانگوں پر چلنے والے بعض حیوان ایسے پائے جاتے ہیں، جن کو کسی قسم کی بات سے غیرت نہیں آتی! (ادارہ)

کو کفر گردانتا۔ مسلمانوں کا اصول لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ ... ''ہم اس کے رسولوں کے درمیان کوئی تفریق نہیں کرتے'' ہے۔)

6. محمد رسول اللہ ﷺ کی توہین سے نسلِ انسانی کا کوئی عقلی، عملی اور سماجی فائدہ وابستہ نہیں اور نہ اس عمل سے دنیا میں کسی قوم کو کوئی مقام و مرتبہ ملنے کی امید ہے۔ البتہ ان کی توہین سے کروڑوں انسانوں کے جذبات مجروح ہوتے ہیں اور دنیا میں حالتِ جنگ پیدا ہوتی ہے، اور انہیں ذاتی توہین سے بڑھ کر محسوس ہوتی ہے۔ کروڑوں انسانوں کا یہ کہنا کہ محمد ﷺ آپ کے فکری و عملی محور کیوں ہیں؟ آپ کو ان سے کیوں عقلی و جذباتی محبت ہے؟ آپ کو ان کی توہین اپنی ذاتی توہین سے بڑھ کر کیوں محسوس ہوتی؟ یہ سب سماجیات و نفسیات کی روشنی میں انتہائی لایعنی سوال ہیں۔ انسانی و سماجی حقائق، حقائق ہوتے ہیں، ان کو تسلیم نہ کرنے کا مطلب معاشروں کو برباد کرنا ہوتا ہے۔

7. محمد رسول اللہ ﷺ کی توہین پر اگر مسلمان سزائے قتل کے قائل و فاعل ہیں اور وہ اپنے اکثریتی علاقوں میں اکثریت کے فیصلے پر (جو مغرب کے نزدیک عین عقل و حق ہے) سزائے قتل کو لاگو کرتے ہیں تو کسی دوسرے نظامِ فکر و مذہب سے تعلق رکھنے والے کے لیے اس میں کوئی وجہِ اعتراض موجود نہیں۔ (یہ جواب اصولِ جدل و بحث کی روشنی میں ہے جو مغربی نظامِ فکر کے مسلّمہ اصول کے مطابق ہے نہ کہ ہمارے اصول کے مطابق۔)

د. جبر و اکراہ اگر درست کام کے لیے ہو تو یہ عینِ عدل ہے۔ دنیا کا ہر قانون مجرم کے لیے قید و سزا کا قائل ہے۔ قید و سزا جبر و اکراہ کا ہی نام ہے۔ امریکہ نے صدام کو پھانسی دی تو کسی قانون کے جبر و اکراہ کے تحت ہی دی تھی[1]۔ لہٰذا محض جبر و اکراہ کوئی برائی نہیں۔ ظالمانہ جبر و اکراہ برائی ہے۔

ہ. محمد رسول اللہ ﷺ کی عزت و ناموس کی حفاظت کے لیے سزائے قتل تجویز کرنا کسی صورت جبر و اکراہ نہیں۔ کیا تمام ریاستیں اپنے غدار، اپنے خطے کی سالمیت کے خلاف دشمنوں کے ساتھ ملنے والے کے لیے سزائے موت کو عقلاً و عملاً درست نہیں سمجھتیں؟ آخر کس وجہ سے ایک طرف موت کی سزا عین ضرورت اور دوسری طرف جبر و اکراہ ہے؟

و. جبر و اکراہ کے اصول مسلمانوں کو کسی دوسری قوم سے مانگنے اور ان کی علمیت و عقلیت پر استوار کرنے کی ضرورت نہیں۔ جب مغرب مسلمانوں کی علمیت و عقلیت پر اپنے اصولِ قانون و معاشرت کو استوار نہیں کرتا تو آخر مسلمانوں کو کیا ضرورت ہے کہ ان کے اصولوں پر اپنے قوانین و معاشرت استوار کریں؟!

دوسرا شبہ

کتبِ مقدسہ (تورات و اناجیل) میں انبیاء سے زناکاری، شراب نوشی اور کذب و افتراء منسوب ہے اور جب یہود و نصاریٰ جیسے دو بڑے ادیان کی مقدس کتب اس سے لبریز ہیں تو مقدس کتب اور تاریخِ ادیان مسلمانوں کے قانونِ توہینِ رسالت کی مؤید نہ رہیں۔ مسلمان ان کتب کو منزل من اللہ مانتے ہیں اور ان مذاہب کو آسمانی ادیان میں سے مانتے ہیں تو اس لحاظ مسلمانوں کا توہینِ رسالت پر موت کی سزا کا موقف دو بڑے ادیان کے حاملین کی تائید سے محروم ہے۔

یہ شبہ درج ذیل وجوہات کی بنیاد پر قابلِ رد ہے:

أ. مسلمانوں کا ان کتابوں کو منزل من اللہ ماننا ان کے متون کی صحت کی بنیاد پر نہیں بلکہ قرآن مجید کی بنیاد پر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ارشاد فرمایا نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَأَنزَلَ التَّوْرَاةَ وَالْإِنجِيلَ ۝... ''اس نے تم پر وہ کتاب نازل کی ہے جو حق پر مشتمل ہے جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور اسی نے تورات اور انجیل اتاریں۔''[2]

ب. مسلمان ان کتابوں کو اگر منزل من اللہ مانتے ہیں تو یہ بھی ساتھ مانتے ہیں کہ سب محرف کتابیں ہیں۔ ان کتب کے متون میں تحریف و تبدیل اور حذف و اضافہ ہوا، یہ مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ ہے۔ اس عقیدے کی بنیاد قرآن مجید اور فرامینِ رسول اللہ ﷺ ہیں۔ قرآن میں ہے: مِّنَ الَّذِينَ هَادُوا يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِ[3]۔ دوسری جگہ ارشاد ہے: يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ مِن بَعْدِ مَوَاضِعِهِ[4]۔ اسی طرح ارشادِ ربانی ہے فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَٰذَا مِنْ عِندِ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا[5]۔

ج. بالفرضِ محال اگر ان کتابوں میں ایک حرف بھی تبدیل نہ ہوا ہو تب بھی قرآن کی آمد کے بعد یہ منسوخ کتابیں ہیں۔ ان کی حیثیت تاریخی ہے تشریعی نہیں۔

د. اگر ان کتابوں میں یہ بڑے بڑے گناہ انبیاء سے منسوب کیے گئے تو باطل طور پر کیے گئے۔ اور جہاں تک یہ بات کہ ان سے انبیاء کی توہین لازم آتی ہے اور ان کو تسلیم کرنے اور درست سمجھنے کے باعث تو تمام یہودی و نصرانی واجب القتل

---

[1] یہاں صدام حسین کو پھانسی دینے کا ذکر صرف بطورِ مثال کیا گیا ہے۔

[2] سورۃ آلِ عمران: ۳

[3] ''یہودیوں میں سے کچھ وہ ہیں جو (تورات) کے الفاظ کو ان کے موقع محل سے ہٹا ڈالتے ہیں۔'' (سورۃ النساء: ۴۶)

[4] ''جو (اللہ کی کتاب کے) الفاظ کا موقع محل طے ہو جانے کے بعد بھی ان میں تحریف کرتے ہیں۔'' (سورۃ المائدہ: ۴۱)

[5] ''لہٰذا تباہی ہے ان لوگوں کی جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں، پھر (لوگوں سے) کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے، تاکہ اس کے ذریعے تھوڑی سی آمدنی کما لیں۔'' (سورۃ البقرۃ: ۷۹)

ہونے چاہییں کیونکہ یہ سب انبیاء کی گستاخیاں ہیں تو اس کے سلسلے میں تحقیق یہ ہے کہ:

1. یہود و نصاریٰ نے ان باتوں توہین کے لیے منسوب نہیں کیا اور نہ ہی توہین کا ارادہ کیا بلکہ باطل طور پر اولین محرفین نے یہ کتب اس طرح کتاب اللہ بنا کر نقل کیں۔
2. وہ انبیاء کو ان گناہوں کے بعد اللہ کی جانب سے پاکیزگی عطا کیے جانے کے قائل ہیں۔ گویا ان گناہوں کے ارتکاب کو عارضی سمجھتے ہیں اور حقیقتاً وہ انبیاء کو پاکیزہ ہی سمجھتے ہیں۔
3. اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کا عقیدہ جو یقیناً اللہ کی گستاخی ہے کو اس لیے علی الاطلاق قتل کی اساس نہیں قرار دیا گیا کہ مشرکین کے شرک کا مقصود توہین کی بجائے تنزیہ و تعظیم ہوتا۔ چونکہ اللہ دلوں کے حال جانتا ہے اس لیے اس نے باوجود شرک کو بدترین گناہ قرار دینے کے اللہ کی گستاخی کے زمرے میں داخل کر کے ہر شرک کو قتل کا موجب نہیں قرار دیا۔ اس لیے جن اعتقادات کو اللہ اور اس کے رسول نے توہین قرار دے کر مرتکب کو واجب القتل قرار دینے کا حکم نہیں دیا ہم اسے اسی حال پر باقی رکھتے ہیں۔ لیکن اس سے مزید کسی کو اس پر قیاس کر کے گستاخی کی اجازت نہیں دیتے۔ منصوص کو منصوص تک محدود رکھتے ہیں۔ کیونکہ ہم دلوں کے حال نہیں جانتے۔ اللہ دلوں کا حال جانتا ہے اس نے جس عقیدے پر توہین کا اطلاق نہیں کیا ہم نے اس حد تک محدود رکھا۔ اس کے ماسوا کو توہین قرار دیا۔

ہ. ان دونوں مذاہب کا باطل ہونا ثابت ہے تو ان کی تائید کی اسلام کو ضرورت نہیں۔ البتہ ایسا نہیں کہ یہود و نصاریٰ انبیاء کی بالعموم اور موسیٰ علیہ السلام و عیسیٰ علیہ السلام کی بالخصوص، توہین کو دینی و اعتقادی نقطۂ نظر سے درست سمجھتے ہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو ان دونوں مذاہب میں ان سب شخصیات کو کبھی مقدس نہ کہا جاتا۔ اس لیے ان کی کتب میں انبیاء سے ان گناہوں کو منسوب کرنا خطاءً ہے، اہانتاً نہیں (گو اس سے یقینی اہانت لازم آتی ہے، لیکن گستاخی کا قصد نہ ہونا اور کتابوں میں تحریف ہو جانا ان کا رخ دوسری سمت میں پھیر دیتا ہے۔ اور ہم نے یہ جواب علی سبیل التنزل دیا، ورنہ یہودیت و نصرانیت کے بدعقیدوں کے مسلمان ذمہ دار نہیں اور نہ ہی ان کے عقیدے پر اسلام کے کسی قانون کا دارومدار ہے۔ نیز اہلِ مغرب یہود و نصاریٰ ہی ہیں اور ہم ان دونوں کے مابین تفریق کے قائل نہیں۔ اہلِ مغرب یہود و نصاریٰ کے بگاڑ کی بدترین شکل ہیں۔)

تیسرا شبہ

مختلف اسلامی فرقوں کے مابین مقامِ رسالت سے متعلق اعتقادی اختلافات موجود ہیں۔ ایک گروہ رسول اللہ ﷺ کو علام الغیوب اور حاضر و ناظر نہ ماننا رسول اللہ ﷺ کی گستاخی قرار دیتا ہے اور اپنے مخالف دینی فرقے پر گستاخِ رسول ہونے کا الزام عائد کرتا ہے۔ فرقوں کے مابین ایک دوسرے کو گستاخِ رسول قرار دینا عام صورتِ حال ہے اور اس طرح الزامات و مباحث پر مبنی ایک بڑا لٹریچر موجود ہے۔ اس لحاظ سے ہر فرقہ ہی توہین رسالت کا ملزم ہے تو توہین رسالت کے قانون کے کیا معنی رہ گئے؟

اس شبہ کی تردید یہ ہے:

أ. معترضین جن فرقوں کے باہم ایک دوسرے پر گستاخیِ رسول کے الزامات کو شبہ کی بنیاد بناتے ہیں، انہی فرقوں کے مابین متفق علیہ ہے کہ رسول اللہ کا گستاخ واجب القتل ہے، تو آخر کیا وجہ ہے کہ ان فرقوں کا ایک دوسرے پر گستاخی کا محض الزام تو شبہ کی بنیاد بن جاتا لیکن ان کا اتفاق معترضین کے لیے دلیل نہیں بنتا؟

ب. ان فرقوں کا ایک دوسرے پر الزام، محض الزام ہی ہے۔ جب کہ ہر فریق گستاخی سے براءت کا اعلان کرتا اور دوسرے کے دعویٰ کی تردید کرتا ہے۔ گویا یہ الزام ما لا یلزم کی کیفیت ہے۔ اس طرح کے معاملات معاشروں میں تعصب کے باعث پیدا ہو جاتے ہیں۔ لیکن ان ہی فرقوں کے سنجیدہ علماء اس کی تردید بھی کرتے ہیں اور ان الزامات کی روش کو غلط قرار دیتے ہیں۔

ج. ان فرقوں کے متعدد مجلسی و سیاسی اتحاد، باہمی منعقدہ اجلاسوں میں مختلف دینی امور پر مل بیٹھنا اور مشترکہ بیانات اس بات کی دلیل ہیں کہ وہ ایک دوسرے کو گستاخِ رسول نہیں سمجھتے ورنہ یہ اتحاد و اتفاق نہ ہوتا۔

د. یہ درست ہے کہ فرقہ وارانہ تعصبات کے باعث ایک دوسرے پر گستاخیِ رسول کے اتہامات عائد کرنا انتہائی غلط روش ہے۔ لیکن اس سے توہینِ رسالت کے مجرمین کو کوئی وجہِ جواز نہیں ملتا کیونکہ سب کا بالاتفاق گستاخِ رسول کا مجرم ہونا اور اس کی سزا قتل ہے۔

چوتھا شبہ

جس مسئلہ پر فقہاء کے مابین اختلاف ہو اس کی حیثیت 'اجتہادی' کی ہوتی ہے۔ توہین رسالت پر سزائے موت کے مسئلہ میں فقہائے اسلام کے مابین اختلاف ہے۔ ایک گروہ کے نزدیک توبہ کا موقع دیا جائے گا، دوسرے کے نزدیک نہیں؟ ایک کے نزدیک کسی کو شاتم قرار دینے کے لیے اس کی طرف سے توہین کرنے کی نیت ہونا لازم ہے جب کہ دوسرے کے نزدیک صرف ظاہر پر ہی دارومدار ہے نیت و قصد نہیں پوچھا جائے گا؟ اس صورت میں یہ مسئلہ اجماعی نہیں بلکہ اختلافی و اجتہادی رہ جاتا ہے۔ لہٰذا اس پر قانون سازی یا ایک موقف پر اصرار سختی اور غیر منصوص کو منصوص کی طرح بنانا ہے۔

یہ شبہ درج ذیل وجوہ کی بنا پر بلا دلیل ہے:

أ. فقہاء کا گستاخِ رسول کی سزا قتل ہونے پر اتفاق ہے۔ ان کا اتفاق تو معترضین کے لیے دلیل نہیں بن پاتا لیکن وہ جزوی و ذیلی اختلافات کے ذریعے بہانہ بازی کرتے ہوئے اپنے لیے راستہ نکالنے کی کوشش کرتے۔

ب. فقہاء کے اختلافات تو نماز، روزہ، زکاۃ اور حج کے فروعی اور ذیلی احکامات سب میں ہیں اگر اس طرح نتیجہ نکال کر نماز، روزہ، زکاۃ اور حج تمام فرائض کا خاتمہ کر دیا جائے تو دین کا کوئی حصہ اس اصولِ باطل کے تحت نہ بچے۔ فقہاء کے اختلاف کا مطلب کسی حکم کا عدمِ وجود نہیں ہوتا ورنہ اختلاف ہی نہ ہوتا۔ فروعی اختلاف کا مطلب ہی کسی حکم کا ثبوت و وجود ہے۔ پھر فقہاء تو حکم کی جزئیات تک مع استدلال و براہین بیان کریں اور معترضین اس سے نتیجہ نکالیں ان احکامات کی ضرورت نہیں۔ یہ تو انتہا درجے کی بدعقلی ہے۔

ج. فقہاء کے اختلافات اور معترضین کے اعتراضات کے مقاصد و نتائج یکسر مختلف ہیں۔

1. فقہاء قرآن و سنت اور آثار صحابہ سے سے دلیل پکڑتے ہوئے شاتمِ رسول کی سزا موت ثابت کرتے ہیں جب کہ معترضین یا مرعوبین شاتمِ رسول کی سزا کچھ بھی نہیں ہے، کو انسانی حقوق، آزادئ اظہار رائے اور قوانینِ مغرب کی روشنی میں ثابت کرتے ہیں۔ گویا ان کا مصدرِ دلیل ہی مختلف ہے اور مقصود بھی مختلف۔

2. فقہاء فروع و ذیل میں اختلاف رکھتے ہیں لیکن اصل میں اتفاق ہے کہ ناموسِ رسالت ﷺ پر حرف آنا دینی حمیت کے خلاف ہے اور اس عمل کا مرتکب مجرم ہے۔ معترضین کو اصل سے ہی اتفاق نہیں۔ ان کے نزدیک شاتمِ رسول مجرم نہیں اور ان کے نزدیک یہ سزا اصولِ رواداری اور اصولِ برداشت کے خلاف ہے۔

3. فقہاء کے ہاں توبہ کا موقع دینے کا مسئلہ اس لیے ہے کہ مرتکبِ جرم فرد شاید اخروی طور پر دائمی جہنم سے خود کو بچا لے لیکن معترضین کے ہاں اول تو جنت دوزخ کا مسئلہ ہی نہیں اور معترضین کو جن دین فروش 'مولویوں' کا ساتھ حاصل ہے ان کا توبہ توبہ کی رٹ لگانا محض بہانے بازی اور نفس مسئلہ کو مختلف فیہ بنانے کے لیے فقہی لٹریچر کی آڑ لینا ہے۔ ورنہ پچھلے کئی سالوں سے کس گرفتار گستاخ سے توبہ کا مطالبہ کیا گیا۔ بحث تو آج تک یہی کی جاتی ہے اور کی جا رہی کہ قانون ہی غلط ہے اور انسانی حقوق کے خلاف ہے۔ جب اصل ہی معترضین کے نزدیک درست نہیں تو توبہ کا موقع دینے یا نہ دینے کا مسئلہ چھیڑنا تو جعل سازی ہے۔ گستاخانِ رسول کو توبہ کا موقع دینے کی بجائے آج تک ان کو بیرون ملک پورے پروٹوکول کے ساتھ بھجوانے کا موقع دیا گیا۔

پانچواں شبہ

پاکستان میں قانونِ توہین رسالت حکومتی قانون ہے۔ اور اس کا طریقۂ کار بھی قانونی طور پر متعین ہے۔ لہٰذا اس کے نفاذ اور اس کی تشریح و تعبیر کے سارے اختیارات بھی حکومت کے پاس ہیں۔ مذہبی طبقہ اس قانون کو قانون مانتا ہے اور اسی کے حوالے سے مجرموں کو سزا کی بات کرتا، مقدمات دائر کرتا اور عدالتوں سے فیصلے طلب کرتا ہے۔ لیکن جب حکومت اس قانون میں تبدیلی کی بات کرتی ہے، اس کا طریقہ کار وضع کرتی یا عدالتیں مجرموں کو بری کرتی ہیں تو حکومت کو مجرم ٹھہرایا جاتا، عدالتوں کو مجرم اور اہانت رسول کا معاون کہا جاتا ہے۔ حالانکہ جس اصول کے تحت مذہبی طبقہ نے اس قانون کو قانون مانا، اسی اصول کے تحت باقی سب کچھ بھی ہوتا ہے، اس کو کیوں نہیں تسلیم کرتے؟ کیا یہ اصولی تضاد نہیں؟

اس شبہ کے جواب چند اصولی باتیں پیش کی جاتی ہیں:

أ. علمائے جہاد دین کے اصول و فروع کو اس جدید سیاسی نظام کے اندر قانون سازی کا محتاج نہیں سمجھتے اور یہ بات ان کے نزدیک عقیدے کے درجے میں ہے۔ اسلام کا کوئی حکم اسمبلی میں اکثریت کی منظوری کا محتاج نہیں اور اگر کوئی اس اصول کا قائل ہے کہ شریعت کا کوئی حکم تب پاکستان میں نافذ ہو گا جب اسمبلی اسے پاس کرے گی تو اس کا اسلام مشکوک ہے۔ علمائے جہاد تو اسمبلی کے فورم پر شریعت کے کسی مسلمہ حکم کو برائے بحث و منظوری پیش کرنا ہی کفر سمجھتے ہیں کیونکہ اللہ اور اس کے رسول کے احکامات بندوں کے اعتراضات اور بحث و منظوری کا مورد نہیں ہیں۔

ب. قانونِ ناموسِ رسالت کے اس حصے کو ہی علمائے جہاد صرف درست تسلیم کرتے ہیں جو شریعت کے موافق ہے۔ اور اس درست تسلیم کرنے کی وجہ اس کا اسمبلی سے منظور شدہ قانون ہونا نہیں ہے بلکہ شریعت کے مطابق ہونا ہے۔ علمائے جہاد پاکستان کے ہر اس قانون کو رد کرتے ہیں جو دینِ اسلام کے خلاف ہے اور ایسی قانون سازی کرنے والوں کو کفر کا مرتکب سمجھتے ہیں۔ لہٰذا اس قانون کی اہمیت شریعت کے موافق ہونے کے باعث ہے نہ کہ اسمبلی سے منظور ہونے کے باعث۔

ج. جدید عدالتوں میں مقدمات دائر کرنا، ان سے فیصلوں کا طالب ہونا سب نظام کے جبر کے باعث ہے۔

......(بقیہ صفحہ نمبر 19 پر)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سپاہی بنو!

(ایک دعوتِ عمل)

قاری انجنیئر اسامہ ابراہیم غوری شہید رحمۃ اللہ علیہ

زیر نظر تحریر القاعدہ برِّصغیر کے شعبۂ اعلام (میڈیا) کے مسئول اور مرکزی شوریٰ کے رکن، حضرت قاری اسامہ ابراہیم غوری رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ آپ رحمہ اللہ نے یہ تحریر سنہ ۲۰۱۲ء میں تحریر فرمائی تھی، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی شانِ مبارک میں گستاخی کرتے ہوئے اہلِ مغرب سے تعلق رکھنے والے کچھ خسیس، چوپایوں جیسے انسانوں نے ایک فلم بنائی تھی۔ اس مختصر مگر نہایت پر اثر تحریر کا مضمون آج بھی تازہ ہے، شہید کے خون نے اس کو مزید پر تاثیر کر دیا ہے اور پہلے سے بڑھ کر عمل کا تقاضا کر رہا ہے۔ (ادارہ)

گستاخانہ فلم کی اشاعت کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع کے لیے ساری دنیا کے مسلمانوں میں کئی دنوں سے شدید بے چینی کی کیفیت طاری ہے۔

کئی جگہ مظاہرین نے امریکیوں اور دیگر کافروں کی مرمت کر کے ان کو اس ناپاک جسارت کا ٹھیک ٹھیک سبق بھی سکھلایا۔ مگر آپ سب مسلم ممالک میں مظاہروں کی خبریں اور تصاویر دیکھیں تو ایک مماثلت نظر آئے گی۔ ان سب تصویروں میں پولیس اور دیگر سکیورٹی ادارے مظاہرین سے نبرد آزما اور ان پر تشدد کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

کل کراچی میں دو افراد کو قتل کر دیا، کئی دیگر علاقوں میں پولیس کے ان مظالم کی خبروں کو سرسری طور پر میڈیا میں آنے کے بعد دبا دیا گیا...... جرم کیا تھا؟

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں صرف آواز اٹھانا......؟ نہ جانے اپنی ان حرکتوں سے یہ سپاہی کس کی خدمت کرنا چاہتے ہیں، کس کی نظروں میں بلند ہونا چاہتے ہیں، کس کو خوش کرنے کی کوشش میں ہیں......؟

سوچتا ہوں، شاید میری یہ سطریں کسی پولیس والے کی نظروں میں آ جائیں۔ شاید کسی سپاہی کا کوئی رشتہ دار، کوئی غم خوار ان الفاظ کو اس کے کانوں میں ڈال دے۔

شاید وہ کچھ سوچے، کچھ غور کرے۔ شاید وہ میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بغاوت کی روش ترک کر دے۔ شاید وہ اللہ سے محبت کرتا ہو، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جان نچھاور کر دے۔ شاید وہ یہ سننے کے بعد ظالم و جابر و منافق حکومتوں، اور ان کے یہودی و عیسائی حکمرانوں کا سپاہی کہلانا پسند نہ کرے......

اللہ کا سپاہی بن جائے......

اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سپاہی بن جائے۔

اِن پولیس والوں کی آنکھوں کے عین سامنے جنت کمانے کے کئی مواقع ہیں۔

امریکی اور سارے کفار، دین دشمن و گستاخانِ رسول ان پر اعتماد کرتے ہیں، اپنے سے قریب رکھتے ہیں، اپنی حفاظت پر مامور کرتے ہیں۔ شاید کوئی ممتاز قادری کی سنت پر عمل کرنے کا عزم کر لے۔

﴿وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ﴾ (سورۃ المدثر: ۳۱)

"......اور تیرے رب کے لشکروں کو اُس کے سوا کوئی نہیں جانتا......!"

★★★★★

لا پھر اِک بار وہی بادہ و جام اے ساقی......

لا پھر اِک بار وہی بادہ و جام اے ساقی
ہاتھ آ جائے مجھے میرا مقام اے ساقی!

تین سو سال سے ہیں ہند کے میخانے بند
اب مناسب ہے تیرا فیض ہو عام اے ساقی!

عشق کی تیغِ جگر دار اڑا لی کس نے؟
علم کے ہاتھ میں خالی ہے نیام اے ساقی!

سینہ روشن ہو تو ہے سوزِ سخن عین حیات
ہو نہ روشن، تو سخن مرگ دوام اے ساقی!

تُو مِری رات کو مہتاب سے محروم نہ رکھ
تِرے پیمانے میں ہے ماہِ تمام اے ساقی!

(علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

مقصدِ بعثتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم

محمد سعید حسن

زمین پر انسان کی تاریخ کے بارے میں ہمارے ذہنوں میں ایک انتہائی سطحی سا تصوّر ہے۔ وہ تصوّر یہ ہے کہ انسان نے زمین پر اپنی اس زندگی میں جتنی بھی ترقی کی ہے، ہمارا زمانہ اس ترقی کے عروج کا زمانہ ہے۔ اس سے پہلے لوگ جنگلوں میں زندگی گزارتے، پھلوں پودوں پر گزارا کرتے اور گوشت آگ پر بھون کر کھاتے تھے۔ جو بات حیران کن ہے وہ یہ ہے کہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ پچھلی ایک ڈیڑھ صدی کے دوران میں ہونے والی آثارِ قدیمہ پر تحقیق (archaeological research) نے جو بڑے بڑے انکشافات کیے ہیں، ان سے انسانی تہذیب کے بارے میں یہ فلسفہ پاش پاش ہو گیا ہے۔ تاریخ میں انسان نے تہذیبی طور پر نہ صرف ترقی کی ہے بلکہ اس نے بعض ایسے علوم بھی حاصل کیے ہیں جو آج کے دور کے انسان کے لیے حیران کن ہیں۔ پھر اسی پر اکتفا نہیں! بلکہ اس نے ان علوم میں ایسی شاندار ترقی کی ہے کہ ان میں سے بعض کی آج نقل کرنا قریب قریب ناممکن ہے۔ آج کے دور کی اتنی زبردست معاشی اور سائنسی ترقی کے باوجود جو کارنامے انہوں نے اس دور میں سرانجام دے دیے ہیں ان کی نقل کرنے کا تصور ہی آج کے انسان کو بے بس کر دیتا ہے۔

سائنسدانوں نے کمپیوٹر ماڈلز سے یہ چیز باقاعدہ معلوم کرنے کی کوشش کی ہے کہ اگر اس زمین سے صرف انسانوں کا وجود ختم ہو جائے اور اس کے کچھ ہزار سال بعد اگر کوئی اور مخلوق کسی اور سیارے سے یہاں آتی ہے تو اسے ہمارے بارے میں کیا معلومات ملیں گی۔ کیا اسے یہ معلوم ہو گا کہ انسان شہروں میں اسکائی اسکریپرز بنا کر رہتے تھے۔ ان کے ملکوں میں بلٹ ٹرینیں چلا کرتی تھیں۔ ہوائی جہازوں میں یہ طویل فاصلے جلد طے کر لیا کرتے تھے۔ ان کے پاس ایسی حیرت انگیز مشینیں تھیں جن میں کی مدد سے حقیقی زندگی کے پیچیدہ مسائل کو ریاضی کے حیران کن ماڈلز کی مدد سے حل کر لیتے تھے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ انہیں ان میں سے کچھ بھی پتہ نہیں چلے گا۔ وجہ یہ ہے کہ ہماری عمارتوں کی تعمیر میں جوڑ لگانے کے لیے جو مسالہ استعمال کیا جاتا ہے اس میں نمکیات (salts) پائے جاتے ہیں۔ مناسب دیکھ بھال نہ ہونے کی وجہ سے یہ نمکیات فضا میں موجود عناصر (elements) کے ساتھ مل کر کمزور ہوتے جائیں گے اور بالآخر عمارتیں زمیں بوس ہو جائیں گی۔ اسی طرح ہم اسٹیل اسٹرکچر والی عمارتیں بناتے ہیں۔ یہ بھی متواتر دیکھ بھال چاہتی ہیں۔ ان میں موجود اسٹیل کے جوڑ بہت جلد کمزور پڑ جائیں گے اور نتیجتاً یہ بھی زمین پر آ رہیں گی۔ انسانی علم یا تو کاغذ پر محفوظ ہے یا ڈیجیٹل میڈیا پر۔ یہ ڈیجیٹل میڈیا اور کاغذ چند سو سال بھی نہیں نکال سکتے۔ چنانچہ سائنسی تحقیق یہ بتلاتی ہے کہ یہ بھی صفحۂ ہستی سے حرفِ غلط کی طرح مٹ جائیں گے۔

آج کے انسان میں زندہ رہنے کی خواہش انتہائی شدید ہوتی ہے۔ وہ بخوبی جانتا ہے کہ اسے بہر حال اس دنیا سے چلے جانا ہے۔ ابدیت (eternity) حاصل کرنے کے لیے وہ طرح طرح کے طریقے اختیار کرتا ہے۔ تاریخ کی کتابوں میں نام پانے کے لیے کوئی اونچا کارنامہ سرانجام دینا چاہتا ہے کہ اس کے مرنے پر لوگ اسے بھلا نہ دیں۔ لمحہ بھر کے لیے ذرا رک کر سوچیں کہ اس ابدیت (eternity) کے حصول کی خواہش میں ہم زیادہ کامیاب ہیں، یا وہ انسان جو آج سے ہزار ہا سال پہلے موجود تھا؟

یہ ایک برتری ہے جو انہیں ہم پر حاصل ہے۔ اس کے علاوہ قدیم انسان کی سائنسی علوم سے واقفیت بھی کوئی معمولی نہیں تھی۔ اس بات کے متعدّد شواہد ملے ہیں کہ قدیم قوموں کے پاس زمین میں توانائی کے ذخائر (انرجی فیلڈز) کا ایسا علم موجود تھا جو آج ہمارے پاس نہیں ہے۔ تعمیرات میں ہم آج بھی ان سے بہت پیچھے ہیں۔ گرینائیٹ جیسے سخت ترین پتھر میں نقش و نگار بنانے (stone carvings) میں وہ ہم سے اتنے آگے تھے کہ آج بھی ہم ان جیسا نفیس کام کرنے سے قاصر ہیں۔ ہم ابھی تک سٹون ہینجز (stonehenges) اور اہرامِ مصر کا ذریعۂ تعمیر اور ان کا مصرف معلوم کرنے سے قاصر ہیں۔ تمدّن میں وہ کوئی ایسے گئے گزرے نہیں تھے۔

أَتَبْنُونَ بِكُلِّ رِيعٍ آيَةً تَعْبَثُونَ ○ وَتَتَّخِذُونَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُونَ ○ (سورۃ الشعراء: ۱۲۸-۱۲۹)

”یہ تمہارا کیا حال ہے کہ ہر اونچے مقام پر لاحاصل ایک یادگار عمارت بنا ڈالتے ہو، اور بڑے بڑے قصر تعمیر کرتے ہو گویا تمہیں ہمیشہ رہنا ہے۔“

استعمار کا تصور ہمارے یہاں ہی نہیں ان کے یہاں بھی موجود تھا۔

وَإِذَا بَطَشْتُم بَطَشْتُمْ جَبَّارِينَ ○ (سورۃ الشعراء: ۱۳۰)

”اور جب کسی پر ہاتھ ڈالتے ہو جبّار بن کر ڈالتے ہو۔“

غرض یہ کہ وہ بھی ایسی ہی جیتی جاگتی، زمین کے سینے پر چلتی، پھلتی پھولتی اور متحرک قومیں تھیں جیسی آج ہیں۔ آخر وہ رخِ دنیا سے نابود کیوں ہو گئیں، کیسے ہو گئیں؟ ان کی حیات کس کے لائے ہوئے پیغامِ اجل کا نشانہ بنی؟ ان کی کھیتیاں کیا شے برباد کر گئی؟ ان کی معیشتیں کیا شے اجاڑ گئی؟ ان کے مکانات کیا چیز ویران کر گئی؟ کس کے آگے ان کا علم ناکارہ ہوا؟ کس کے سامنے ان کی سطوت خاک ہوئی؟

اِس پُر شکوہ چیز، اس پُر عظمت شے، اس پُر جلال مظہر کا نام رسالت ہے! یہ کوئی معمولی بات نہیں! یہ آسمان کی بھیجی ہوئی ہے۔ اس کے پیچھے غیر مادّی قوت کار فرما ہے۔ یہ رحمت ہی نہیں، کڑکتا غضب بھی ہے۔ جمال ہی نہیں جلال بھی ہے، اور جلال بھی ایسا کہ ہر سدّ راہ کو نابود کرتا چلا جانے والا جلال، خس و خاشاک کی مانند بہالے جانے والا جلال، جلا کر راکھ کر دینے والا جلال:

فَمَا زَالَت تِّلْكَ دَعْوَاهُمْ حَتَّىٰ جَعَلْنَاهُمْ حَصِيدًا خَامِدِينَ○ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لَاعِبِينَ○ (سورۃ الانبیاء:۱۵-۱۶)

”اور وہ یہی پکارتے رہے یہاں تک کہ ہم نے ان کو کھلیان کر دیا، زندگی کا ایک شرارہ تک ان میں نہ رہا۔ ہم نے اس آسمان کو اور زمین کو اور جو کچھ بھی ان میں ہے کچھ کھیل کے طور پر نہیں بنایا۔“

یہ کچھ ایسی ہی شان رکھتی ہے۔ کچھ ایسے ہی مرتبے والی ہے۔ کچھ ایسی ہی منزلت کی چیز ہے۔ جب یہ اترتی ہے تو پھر تہذیبوں کی زندگیوں کے فیصلے ساتھ لے کر اترتی ہے۔ یہ اترتی ہے تو اپنے ساتھ احکامات لے کر اترتی ہے۔ تہذیبوں میں مستحکم معیشتیں ہیں۔ وہ کچھ اصولوں پر چلتی ہیں۔ یہ ان اصولوں کے متوازی(parallel) کچھ اور اصولوں پر معیشت چلانے کا حکم کرتی ہے۔ تہذیبوں میں زمین کی تسخیر اور اپنے دفاع کے لیے فوجیں ہیں۔ یہ فوجیں اخلاقیاتِ جنگ(war ethics) کے کچھ اصول رکھتی ہیں۔ یہ ان اصولوں کے مقابلے پر کچھ اور اصول لے کر اترتی ہے اور اپنے ان اصولوں کو چلانے کا حکم کرتی ہے۔ تہذیبوں میں رہن سہن کے کوئی طریقے رائج ہوتے ہیں۔ یہ ان طریقوں کو رڈ کر کے کچھ اور طریقے لے کر آتی ہے اور ان طریقوں کے نفاذ پر اصرار کرتی ہے۔ تہذیبوں میں خدا کی تعظیم، اس کی توقیر، اس کی عبادت کے کچھ طریقے رائج ہیں۔ یہ ان کو منسوخ کر کے کچھ اور تصورات، کچھ اور طریقے لے کر اترتی ہے اور پھر ان پر جِدال کرتی ہے۔ ان کی حقانیت کی قاطع دلیل دیتی ہے۔ انہیں بالفعل جاری کروانے کا حکم کرتی ہے اور جو اس رستے میں آتا ہے اس سے الجھتی ہے اس سے پنجہ آزمائی کرتی ہے، اسے تخت و تاج سے محروم اور قصرِ امارت سے بے دخل کرتی ہے۔

یہ ضرور ہے کہ یہ دِلوں پر راج بھی کرتی ہے۔ اپنے ماننے والوں پر شفیق بھی ہوتی ہے۔ ان کے لیے رحمت ہوتی ہے لیکن جو اس کے مقابل آتا ہے اسے صاعقہ کی مانند جلا ڈالتی ہے۔ جن دماغوں میں طاغوتوں کی چاکری سمائی ہوتی ہے ایسے سروں کی فصل کاٹنے کی اجازت لے کر آتی ہے، چاہے وہ اپنے علم کے اعتبار سے زمانے کے امام جانے جاتے ہوں یا اپنی سلطنت کے اعتبار سے استعمار ہوں۔ ان کی یہ سطوت و شوکت اس رسالت کے سامنے حجت بازی کرنے، اِترانے، اکڑنے اور اس کے خلاف چالیں چلنے میں کچھ کام نہیں دینے والی۔ اس کے مکمل مطیع اور فرماں بردار ہو جانے کے مطالبے کے سامنے نہ جھکنے والوں کے لیے اونچی فصیلیں، محفوظ ٹھکانے اور لاؤ لشکر کوئی حفاظت نہیں کرنے والے۔ اس کے آگے جحود اختیار کرنے والے بالآخر نیست و نابود ہو کر رہنے والے ہیں:

وَجَاءَ فِرْعَوْنُ وَمَن قَبْلَهُ وَالْمُؤْتَفِكَاتُ بِالْخَاطِئَةِ○ فَعَصَوْا رَسُولَ رَبِّهِمْ فَأَخَذَهُمْ أَخْذَةً رَّابِيَةً○ (سورۃ الحاقۃ:۹-۱۰)

”اسی خطائے عظیم کا ارتکاب فرعون اور اس سے پہلے تلپٹ ہو جانے والی بستیوں نے کیا۔ ان سب نے اپنے ربّ کے رسول کی بات نہ مانی تو اس نے انہیں بڑی سختی کے ساتھ پکڑا۔“

اسی رسالت کی پکار ہر روز، دن میں پانچ بار میناروں سے لگتی ہے۔ اس رسالت کو ہم کیسے نبٹاتے ہیں! انگوٹھے چوم کر! میلاد منا کر! ذرا اس آیت کی تفسیر ملاحظہ ہو، کہ اللہ نے رسالت کے ساتھ کیا کچھ دے کر بھیجا ہے:

لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَأَنزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ○ (سورۃ الحدید:25)

”ہم نے اپنے رسولوں کو صاف صاف نشانیوں اور ہدایات کے ساتھ بھیجا، اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تا کہ لوگ انصاف پر قائم ہوں، اور لوہا اتارا جس میں بڑا زور ہے اور لوگوں کے لیے منافع ہے۔ یہ اس لیے کیا گیا ہے کہ اللہ کو معلوم ہو جائے کہ کون اس کو دیکھے بغیر اس کی اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے۔ یقیناً اللہ بڑی قوت والا اور زبردست ہے۔“

بیّنات، یعنی وہ نشانیاں جو یہ واضح کرتی ہیں کہ یہ شخص اللہ کا بھیجا ہوا ہے۔

کتاب، جس میں ہدایت کی تعلیم درج ہے، کہ لوگ اس سے سیدھا راستہ معلوم کر سکیں۔

میزان، یعنی شریعت کا ترازو، وہ معیار، جس پر کسی بھی فکر، فلسفے، نکتۂ نظر (opinion) کو پرکھ کر معلوم کیا جا سکتا ہے کہ عدل اور انصاف کی بات کیا ہے۔

اس کے فوراً بعد لوہے کا ذکر ہے جس سے مراد وہ جنگی قوت ہے جو اس رسالت کے مشن کی راہ میں روڑے اٹکانے والوں کی گردنوں میں آئے تناؤ کو خم دینے کے لیے استعمال ہونی ہے۔ وقت کے شدّادوں کا دھڑن تختہ کرنے کے لیے بروئے کار لائی جانی ہے۔ فراعنۂ زماں کو نکیل ڈالنے کے لیے میدان میں اتاری جانی ہے۔ یہ مطلب ہے اس رسالت کا جسے اذان میں انگوٹھا چوم کر نبٹا لیا جاتا۔ اس میں ایک معنی ہے ختمِ نبوّت کا۔ رسالت اپنے ساتھ شریعت یعنی ایک قانون لے کر آتی ہے۔ یہ وہ قانون ہے جسے وہ قوت کے ساتھ اس دھرتی پر نافذ کرتی ہے۔ رسالت زمین پر اس کے مالک کے حق کو تسلیم کروانے آتی ہے۔ اس رسالت کو ماننے کا مطلب ہی یہ ہے کہ اس سیارے پر موجود زندگی کے ہر ہر حصے پر فرمانروائی کا حق اس زندگی کے مالک کے حوالے کر دیا جائے۔ چاہے وہ انسانوں کے قلوب ہوں یا ان کے خاندان ہوں یا ان کی مملکت کا نظام و انصرام ہو، ان پر حکمرانی اور فرمانروائی اُس کی قائم کر دی جائے جو اِس کا حق دار ہے۔ (باقی صفحہ نمبر 32 پر)

أُمَّتِي أُمَّتِي

قاضی ابو احمد

﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ (سورۃ التوبۃ:۱۲۸)

"البتہ تحقیق تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول آیا ہے، اسے تمہاری تکلیف گراں معلوم ہوتی ہے، تمہاری بھلائی پر وہ حریص ہے، مومنوں پر نہایت شفقت کرنے والا، مہربان ہے۔"

آغازِ کائنات سے انجامِ کائنات تک، کُل بنی نوعِ آدم میں برگزیدہ ترین انسان، اللہ رب العزت کی محبوب ترین ہستی، امام الانبیاء، خاتم الانبیاء، سید الانبیاء، نبیٔ کریم، آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ رب العزت کا انتخاب ہیں:

صحیح مسلم میں واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ نے اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے بنی کنانہ کو منتخب فرمایا اور بنی کنانہ سے قریش کو اور قریش سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم سے مجھ کو منتخب اور برگزیدہ فرمایا۔[1]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے عالی النسب ہیں:

قیصر روم نے جب ابوسفیان (رضی اللہ عنہ، جو ابھی ایمان نہ لائے تھے) سے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب سے متعلق سوال کیا کہ ان کا نسب کیسا ہے؟ تو صحیح بخاری کے الفاظ یہ ہیں کہ ابوسفیان نے یہ جواب دیا کہ: هو فينا ذو نسبٍ، وہ ہم میں بڑے نسب والا ہے۔ نیز حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت، یعنی ﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفَسِكُمْ﴾ کو بفتح الفاء (یعنی حرفِ 'ف' پر زبر کے ساتھ) پڑھا، جس کے معنی یہ ہیں کہ 'بے شک آئے تمہارے پاس اللہ کے رسول، تمہارے اشرف اور افضل اور سب سے زیادہ نفیس خاندان سے'۔ اس آیت کی تلاوت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "میں باعتبارِ حسب نسب تم سب سے افضل اور بہتر ہوں۔ میرے آباء و اجداد میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک کہیں زنا نہیں، سب نکاح ہے"۔[2]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم، خلیل اللہ ہیں:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "میں ہر دوست کی دوستی سے بیزاری ظاہر کرتا ہوں، اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کو بناتا، اور تمہارا پیغمبر اللہ تعالیٰ کا خلیل ہے"۔[3]

اس دنیا کا اصول تو یہ ہے کہ جو محبوب ترین ہوتا ہے وہ ہر پہلو سے سب سے زیادہ نوازا جاتا ہے۔ اس کی ہر جائز ناجائز خواہش و ضرورت پوری کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، اموال و اسباب کے اعتبار سے بھی حتی المقدور اس کی رعایت کی جاتی ہے اور اسے ہر قسم کی دنیوی تکلیف سے بچانے کی سعی کی جاتی ہے۔ مگر عالی ترین اخلاق سے مزین، اللہ رب العزت کی محبوب ترین ہستی، شرم و حیا کا پیکر، ایمان و اعمالِ صالح کا کامل ترین نمونہ، صفحۂ ہستی پر جس کے مثل ہستی نہ پیدا ہوئی اور نہ ہی جس کے پیدا ہونے کا امکان ہے...... غموں، پریشانیوں، آزمائشوں اور تکالیف کے بیچ بھی ہمیشہ متبسم رہنے والی اس مبارک ہستی کی زندگی کی جانب جب ہم نظر اٹھا کر دیکھتے ہیں تو ہمیں جابجا دکھ، غم، مصائب، تکالیف، پریشانیاں دکھائی دیتی ہیں۔

دنیوی پیمانوں سے جانچیں تو ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ رب العزت اپنی محبوب ترین ہستی کو بھرپور دنیا سے بھی نوازتے، بالخصوص آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر عائد اتنی بھاری ذمہ داری کے بوجھ کو قدرے ہلکا کرنے کے لیے دنیا کی نعمتوں کی فراوانی عطا فرماتے، اور یہ اللہ رب العزت کے لیے چنداں مشکل نہ تھا۔ مگر، بالعکس، ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ رب العزت نے اپنے نبی کو ہمہ پہلو آزمایا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا:

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کون لوگ زیادہ آزمائش میں مبتلا کیے جاتے ہیں؟ فرمایا: انبیاء؛ پھر ان کے مثل اور پھر ان کے مثل..."۔[4]

دنیا میں آزمائشوں کی جتنی انواع ہو سکتی ہیں اور کوئی بھی شخص جس جس طریقے سے آزمایا جا سکتا ہے، قریباً ان سب طریقوں سے اللہ رب العزت نے اپنے نبی کو آزمایا۔ فراقِ والدین سے، مال کی تنگی سے، اولاد کی وفات سے، رفقاء کی ایذاء اور شہادتوں سے، قطع تعلق اور جلا وطنی سے، حلیفوں کی بدعہدی اور کفار اور منافقین کے شرور سے...... غرض وہ کون سا گوشۂ زندگی ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم آزمائے نہیں گئے۔ اسی پر بس نہیں، بلکہ آج ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کے جس پہلو کا ہلکا سا جائزہ لینے کی کوشش کریں گے، وہ یہ کہ جب جب اللہ رب العزت نے اپنے نبی کو کسی خوشی سے نوازا—اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم

[1] صاحب 'سیرۃ المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم'، مولانا ادریس کاندھلویؒ فرماتے ہیں کہ "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاشا اس بیان سے کسی قسم کا تفاخر مقصود نہیں، بلکہ حقیقتِ حال کو واضح کرنا مقصود ہے، تاکہ لوگ ان کی منزلت اور مرتبہ سے واقف ہوں اور حق جل شانہ کی ایک نعمت کی تحدیث اور اس کا اظہار مطلوب ہے"۔

[2] زرقانی

[3] مسند احمد ؛ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي أَبْرَأُ إِلَى كُلِّ خَلِيلٍ مِنْ خُلَّتِهِ وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا وَإِنَّ صَاحِبَكُمْ خَلِيلُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ۔

[4] جامع ترمذی؛ أَيُّ النَّاسِ أَشَدُّ بَلَاءً؟ قَالَ الْأَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْأَمْثَلُ فَالْأَمْثَلُ...۔

کی خوشیاں اور غم تو دین اور اہل دین ہی کے ساتھ جڑے ہوئے تھے۔تو معاًبعد ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی نہ کوئی بڑی آزمائش بھی آئی۔

بعض اوقات جب ہمیں اپنی زندگی میں ہر طرف خوف، اندیشوں، غم و اندوہ، پے در پے صدمات اور آزمائشوں کے مہیب بادل چھائے نظر آتے ہیں اور شیطان اور اس کے آلۂ کار ہمیں صبر وشکر کی پٹڑی سے اتارنے کی بھرپور کوشش کر رہے ہوتے ہیں، انسان تھکنے ہی والا ہوتا ہے، تو اپنی امت پر رؤوف و رحیم نبی، نبیٔ رحمت، محبت و شفقت کے پیکر نبی کی حیات مبارکہ پر نظر ڈالنا، ان کی زندگی میں اپنے مصائب کا پر تو تلاش کرنا، بہت مفید ثابت ہوتا ہے۔

ایک بچہ جب دنیا میں آتا ہے تو ماں باپ ہی محبت و شفقت سے لبریز وہ ہستیاں ہیں جو اس ننھے منے وجود میں محبت، اعتماد اور چاہے جانے کا احساس پیدا کرتے ہیں، اس کی تکلیف پر رنجیدہ اور اس کی خوشیوں پر خوش ہوتے ہیں۔ مگر جب ہم اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی جانب دیکھتے ہیں تو ہم یہ پاتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ تو پیدائش سے ہی باپ کی شفقت، اس کے مضبوط ہاتھوں کے لمس، اس کے وجود سے ملنے والے اعتماد سے مفقود تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو 'یتیم' پیدا ہوئے تھے۔ حتیٰ کہ کائنات کی وہ عظیم ترین ہستی، جسے اس کی پیدائش کے ساتھ ہی ہاتھوں ہاتھ لیا جانا چاہیے تھا، اس کو اس کے یتیم ہونے کی وجہ سے کوئی دایہ بھی گود لینے کو تیار نہ تھی۔

چھ برس کے ہوئے۔ دایہ، حلیمہ سعدیہ کے پاس سے والدہ کے پاس آئے کچھ ہی عرصہ گزرا تھا کہ حالتِ سفر میں والدہ کا انتقال ہو گیا۔ ننھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) باپ کے بعد ماں کی ممتا سے بھی محروم ہو گئے۔

نہایت محبت کرنے والے دادا نے اپنے سایۂ شفقت میں پناہ دی۔ آنکھوں کا تارا بنا کر رکھا۔ ننھی سی عمر میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سردار کی نشست پر بیٹھا کرتے۔ مگر یہ شفقت بھی محض دو سال بعد داغ مفارقت دے گئی۔ اور یوں پیارے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے سگے چچا، ابو طالب کے پاس آ گئے۔

ان سب واقعات سے معلومات کی حد تک تو ہم سب ہی واقف ہیں، مگر کسی یتیم بچے کے حقیقی احساسِ محرومی کے ادراک سے عاجز ہیں۔ کسی حد تک یہ ادراک اس وقت ہو سکتا ہے جب آپ کے سامنے ماں اور باپ، دونوں سے محروم، کوئی ایسا یتیم بچہ موجود ہو جس سے آپ کا دلی تعلق بھی ہو۔ وہ بچہ جب اپنے برابر کے بچوں کو اپنے والدین کی گودوں میں چڑھتا، ان سے اٹھکیلیاں کرتا، ان سے فرمائشیں منواتا دیکھتا ہے، جب ان کے والدین اپنے بچوں کو ذرا سی ٹھوکر لگتے دیکھ کر دوڑے آتے ہیں تو اِس بچے کے دل پر گزرنے والی کیفیت صرف وہی اہل دل سمجھ سکتے ہیں جنہوں نے اپنے کسی دل کے ٹکڑے کو ایسی ہی کسی حالت سے گزرتے دیکھا ہو۔ پیارے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی ان جیسی کیفیات سے بارہا گزرے ہوں گے۔ ان کی آنکھوں میں بھی آنسو آئے ہوں گے، ان کا دل بھی دُکھا ہو گا...... کاش ہم اپنے نبی کی تکالیف کو اپنے دل پر محسوس کر سکتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی میں جابجا ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی خوشی ملی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ٹھنڈی ہوا کا کوئی جھونکا آیا، تو اس کے ساتھ ہی آپ کے رب نے آپ کو آزمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشیاں تو اہل ایمان سے منسلک تھیں، شریعت کے نفاذ اور دین کے قیام سے منسلک تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی اپنی ذاتی زندگی کو ایمانی زندگی پر، اپنی ذات سے منسلک رشتوں کو اپنے ایمانی رشتوں پر ترجیح نہیں دی۔ جبکہ تکلیفیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہمہ پہلو آئیں، ذات سے منسلک رشتوں کے حوالے سے بھی اور ایمانی تعلقات کے حوالے سے بھی۔

جب اللہ رب العزت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کے لیے منتخب فرمایا تو قریشِ مکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو، جنہیں خود قریش بھی الصادق الامین کہتے تھے، سر آنکھوں سے اتار کر تضحیک و تذلیل کا نشانہ بنانا شروع کر دیا۔ ابو لہب (لعنت اللہ علیہ) نے جہاں آپ کی دعوت کی راہ میں ہر طرح کے روڑے اٹکائے، وہیں اس کے حکم پر اس کے دو بیٹوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بنات مطہرات کو طلاق دے دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی بیٹیوں کی طلاق اتنی ہی تکلیف دہ تھی جتنی کسی بھی محبت کرنے والے باپ کے لیے ہو سکتی ہے۔ فطری محبتیں اور تعلقات تو انبیاء علیہم السلام کو بھی عام انسانوں ہی کی طرح متاثر کرتے ہیں یا شاید اس سے کچھ زیادہ ہی، کہ انبیاء کو تو اللہ رب العزت نے مزید نرم اور حساس دل سے نوازا ہوتا ہے۔

اس کٹھن دور میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور ابو طالب ہی وہ دو ہستیاں تھیں کہ رب کے بعد اس دنیا میں جن کا سہارا تھا۔ جو آپ کی ڈھارس اور دلدہی کا سامان تھیں۔

نبوت کے چھٹے سال کے آخری مہینے میں اللہ رب العزت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو بڑی خوشیاں نصیب فرمائیں۔ ایک سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام کی خوشی اور اس کے چند ہی روز بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کی خوشی۔ مگر پھولوں کے ساتھ کانٹے بھی تو ہوتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کے بعد قریش مکہ نے بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب کے معاشرتی مقاطعہ اور قطع موالات کا اعلان کر دیا۔ یہ نبوت کے ساتویں سال کی ابتداء یعنی ماہ محرم الحرام کا واقعہ ہے۔ یوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم، تمام اہل ایمان، بنو ہاشم و بنو عبد المطلب کے ہمراہ شعب ابی طالب میں محصور ہو کر رہ گئے۔

اللہ اللہ کر کے تین سال کے بعد یہ شدید مقاطعہ اپنے اختتام کو پہنچا اور مسلمانوں کو آزادی ملی۔ ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان مکمل طور پر پر سکون بھی نہ ہو پائے تھے کہ اللہ رب

العزت کا حکم آ گیا اور شعب ابی طالب سے نکلنے کے چند روز بعد[1] ہی ابو طالب، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پناہی سے کبھی پیچھے نہ ہٹے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے مضبوط سیاسی حمایت تھے، کا انتقال ہو گیا۔ یہ صدمہ اپنی جگہ بہت بڑا تھا کہ ایک اور سانحہ رونما ہوا اور ابو طالب کی وفات کے چند روز بعد[2] ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مونس و غم خوار، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریکۂ حیات، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب زوجہ محترمہ، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا۔ یہ نبوت کا دسواں سال تھا۔

ہجرت مدینہ واقع ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں نے اپنے دین کی حفاظت اور نفاذِ شریعت کی خاطر اپنے وطن اور سب سے بڑھ کر اللہ رب العزت کے گھر سے جدائی گوارا کی۔ مولانا ادریس کاندھلویؒ لکھتے ہیں کہ "انبیاء علیہم السلام پر بھی وطن کی جدائی شاق ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب ورقہ بن نوفل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ کاش میں اس وقت قوی اور توانا ہوتا جب آپ کی قوم آپ کو نکال دے گی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، 'اَوَ مُخْرِجِيَّ هُمْ'؟، 'کیا وہ مجھے نکال دیں گے؟'۔"

پھر یوم الفرقان، مسلمانوں اور کفار کے مابین فیصلہ کن معرکہ، غزوۂ بدر رونما ہوا۔ اللہ رب العزت نے اپنی رحمت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو فتح عظیم سے نوازا اور کفر کے سرداروں کا غرور خاک میں ملا دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے لیے یہ بہت بڑی کامیابی تھی، دین کے قیام اور شریعت کے نفاذ کی جانب ایک اہم قدم۔ سترہ رمضان المبارک کو غزوۂ بدر برپا ہوا اور اٹھارہ رمضان المبارک کو فتح کی خوشخبری اس وقت مدینہ پہنچی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اہلیہ محترمہ، حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی قبر پر مٹی ڈالی جا رہی تھی۔

احد و خندق و صلح حدیبیہ کے مراحل سے گزرنے کے بعد اللہ رب العزت نے فتح مکہ کی عظیم خوشخبری تک پہنچایا۔ مسلمان بالآخر اپنے رب کے گھر کے دیدار سے مستفید ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معدودے چند مجرمین کے سوا عام معافی کا اعلان فرمایا۔ اسی سے متصل غزوۂ حنین برپا ہوا اور اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا۔

ہجرت کے نویں سال غزوۂ تبوک واقع ہوا۔ جہاں یہ ایک طرف رومیوں پر مسلمانوں کی عظیم فتح تھی، وہیں اس مبارک غزوے سے واپسی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے مسجد ضرار جلا دی گئی اور یوں منافقین کی سازشوں کا قلع قمع کیا گیا۔ اس کے بعد تو وفود کی آمد اتنے تواتر سے شروع ہوئی کہ اس سال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم خود حج کے لیے تشریف نہ لے جا سکے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر حج مقرر فرمایا۔ اور پھر اسی سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی، حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا۔

ہجرت کے دسویں سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس حج کے لیے تشریف لے گئے جو حجۃ الوداع اور حجۃ البلاغ ٹھہرا۔ عرفہ کے روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر آیت ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾[3] نازل ہوئی اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مشن، یعنی ابلاغ کی تکمیل کی شہادت لیے واپس مدینہ منورہ پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا۔

انبیاء علیہم السلام اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مبارک سیرتوں کا مطالعہ کرتے ہوئے عموماً ہماری سوچ (شعوری یا غیر شعوری) یہ ہوتی ہے کہ یہ تو مافوق الفطرت ہستیاں ہیں۔ لیکن سچ یہ ہے کہ یہ بھی عام انسانوں ہی کی طرح کے جسم رکھتے ہیں اور جسمانی ضروریات جیسے عام انسانوں کی ہوتی ہیں اِن حضرات کی بھی ہوتی ہیں، جس طرح عام انسانوں کے دل و ذہن راحت و کرب، خوشی و غم کو محسوس کرتے ہیں، اسی طرح اِن حضرات کے یہاں بھی یہ تمام حسیات اسی طرح موجود تھیں۔ پس یہ سمجھ لینا کہ یہ اگر آزمائے گئے تو یہ تو نبی تھے، وہ تو صحابی تھے... اور یوں ان آزمائشوں کو ہلکا سمجھ لینا انصاف نہیں۔

فطری محبتیں انبیاء علیہم السلام کو بھی متاثر کرتی ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کو ان محبتوں سے مبرا سمجھنا بالکل بے جا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے اتنی محبت کہ ان کی وفات کے بعد بھی انہیں یاد کرتے اور ان کے اقرباء اور سہیلیوں کی رعایت فرماتے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والے وحشی بن حرب جب اسلام قبول کرتے ہیں تو یہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سے محبت اور ان کے قتل و مثلہ پر دلی تکلیف ہی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ کا اسلام تو قبول کیا مگر انہیں اپنے سامنے آنے سے منع فرمایا کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تکلیف دہ تھا۔ یہ محبت ہی تھی کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر ابو العاص بن ربیع (جو غزوہ بدر کے وقت مشرک تھے اور بعد میں ایمان لائے) کے فدیے میں اپنی والدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا دیا ہو اہار بھیجا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم آبدیدہ ہو گئے۔ یہ محبت ہی تو تھی کہ خیبر کی فتح کے معاً بعد جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ حبشہ سے (کئی سال بعد) تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ فتح خیبر کی خوشی زیادہ ہے یا جعفر کے آنے کی۔ یہ محبت ہی تھی کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے (بغرض ہجرت) روانہ ہوئے تو ٹیلے پر سے ایک نظر ڈال کر مکہ کو دیکھا اور فرمایا: "خدا کی قسم تو اللہ کی سب سے بہتر زمین ہے اور

[1] بحوالہ سیرت المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

[2] بحوالہ سیرت المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

[3] "آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا، تم پر اپنی نعمت پوری کر دی، اور تمہارے لیے اسلام کو دین کے طور پر (ہمیشہ کے لیے) پسند کر لیا (لہٰذا اس دین کے احکام کی پوری پابندی کرو)۔" (سورۃ المائدۃ: ۳)

سب سے زیادہ اللہ کے نزدیک محبوب ہے، اگر میں نکالا نہ جاتا تو نہ نکلتا"[1]۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا: "تو کیا ہی پاکیزہ شہر ہے اور مجھ کو بڑا ہی محبوب ہے۔ اگر میری قوم مجھ کو نہ نکالتی تو میں دوسری جگہ سکونت اختیار نہ کرتا"۔

ان تمام آزمائشوں اور تکالیف کے باوجود ہم امت پر رؤوف ورحیم نبی کی صفت یہ دیکھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے غم میں ہمیشہ گھلتے رہے۔ اپنی ذات پر فاقے سہے، دل چیر دینے والی جسمانی و ذہنی اذیتیں سہیں مگر امت کے لیے اتنے شفیق اور رحیم کہ اللہ رب العزت نے بارہا قرآن پاک میں فرمایا:

﴿ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَىٰ آثَارِهِمْ إِن لَّمْ يُؤْمِنُوا بِهَٰذَا الْحَدِيثِ أَسَفًا ﴾ (سورۃ الکہف: ٦)

"(اے پیغمبر) (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اگر یہ اس کلام پر ایمان نہ لائیں تو شاید تم ان کے پیچھے رنج کر کر کے اپنے تئیں ہلاک کر دو گے۔"

﴿لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ أَلَّا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ﴾ (سورۃ الشعراء: ٣)

"(اے پیغمبر) (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) شاید تم اس (رنج) سے کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے اپنے تئیں ہلاک کر دو گے۔"

اور یہی وہ نبیٔ رحمت ہیں کہ حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ سے مدینہ جانے کے لیے روانہ ہوئے جب ہم (ایک مقام) عزوراء پر پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اترے۔ پہلے آپ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ سے دعا کی پھر سجدے میں گر پڑے اور کافی دیر تک سجدہ ہی میں رہے پھر آپ کھڑے ہوئے اور پھر ہاتھ اٹھا کر دعا کی اور دوبارہ پھر سجدہ میں چلے گئے اور بہت دیر تک سجدہ میں رہے اور پھر کھڑے ہوئے اور کچھ دیر تک ہاتھ اٹھا کر دعا کی اور پھر سجدہ میں چلے گئے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اللہ سے رحمت اور امت کے گناہوں کی بخشش طلب کی تو اللہ تعالیٰ نے ایک تہائی امت مجھے دے دی۔ پس میں نے اپنے رب کا سجدہ شکر ادا کیا۔ پھر میں نے سر اٹھایا اور دوبارہ اپنی امت کے لیے دعا کی، تو اللہ تعالیٰ نے مزید ایک تہائی امت مجھے دے دی۔ پس میں نے دوسری مرتبہ اپنے رب کے حضور سجدہ شکر ادا کیا۔ میں نے پھر سر اٹھایا اور اپنی امت کے لیے رحمت و مغفرت کی مزید دعا کی تو اللہ تعالیٰ آخری تہائی امت بھی مجھے بخش دی۔ پس میں نے اپنے رب کے حضور تیسرا سجدۂ شکر ادا کیا۔[2]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تو اپنی ذات کے لیے اپنی آل اولاد کے لیے اللہ رب العزت سے جو چاہتے طلب فرماتے۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذاتِ مبارک پر حتیٰ کے اپنے اقرباء تک پر اپنی امت کو ترجیح دی۔ کیوں؟ کیونکہ انبیاء علیہم السلام اپنی امت کے لیے بمنزلہ باپ ہوتے ہیں، وہ اپنے ایک ایک امتی کی فلاح کے حریص ہوتے ہیں۔ اگر یہ نہ ہوتا تو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سیاہ گھٹائیں چھاتی دیکھ کر، کہ اس طرح کے موسم میں اللہ کے عذاب کے خوف سے دل نرم ہوتے ہیں، اپنے بدترین دشمن ابوجہل کے دروازے پر نہ جاتے اور اسے پھر سے دعوت نہ دیتے۔ یہی محبت، رحم اور امت کی فلاح کی تڑپ ہے جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی مقبول دعا اپنی امت کے لیے مختص کرنے پر مجبور کیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"ہر نبی علیہ السلام نے اپنا اپنا مطلوب مانگ لیا، یا یہ فرمایا کہ ہر نبی علیہ السلام کی ایک دعا قبول ہوتی ہے، چنانچہ انہوں نے دعا کی اور مقبول بھی ہو گئی (لیکن) میں نے اپنی دعا قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے محفوظ کر لی ہے۔"[3]

دوسری روایت میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ہر نبی کی ایک دعا ہوتی ہے جو وہ کرتا ہے (اور وہ قبول ہوتی ہے) اور میں چاہتا ہوں کہ اپنی دعا آخرت میں امت کی شفاعت کے لیے محفوظ رکھوں۔"[4]

اور یہی وجہ ہے کہ آخرت کے مناظر کی جو تصویر کشی ہمیں قرآن و حدیث سے ملتی ہے، اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسے وقت میں اپنی امت کی فکر کرنا کہ جب تمام انبیاء علیہم السلام تک رب تعالیٰ کی ہیبت سے لرزیدہ ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنی امت کے حق میں رؤوف ورحیم ہونے کی قوی ترین دلیل ہے۔ آخرت کے احوال بارے طویل حدیث میں جب تمام انبیاء رب تعالیٰ کے غضب سے خائف ہوں گے اور ہر نبی لوگوں کو اپنے سے اگلے نبی کے پاس بھیج دے گا اور بالآخر لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ہوتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں گے، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

"...لوگ مجھ سے آ کر کہیں گے آپ اللہ کے رسول ہیں، خاتم الانبیاء ہیں، اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے پچھلے قصور معاف فرما دیے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ رہے ہیں کہ ہم کس قدر مصیبت میں ہیں، ہماری سفارش اللہ کے سامنے کر دیجیے۔ میں یہ سن کر فوراً جا کر عرش کے نیچے اپنے رب کے سامنے سجدہ میں گر پڑوں گا۔ اللہ تعالیٰ میری زبان پر اپنی وہ حمد و ثنا جاری کرا دے گا جو مجھ سے پہلے کسی کی زبان سے جاری نہ کرائی ہو گی۔ پھر حکم ہو گا محمد (صلی اللہ علیہ

---

[1] ترمذي

[2] سنن ابی داؤد

[3] صحیح بخاری؛ عَنْ أَنَسٍ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ نَبِيٍّ سَأَلَ سُؤْلًا أَوْ قَالَ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ قَدْ دَعَا بِهَا فَاسْتُجِيبَ فَجَعَلْتُ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِأُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

[4] صحیح بخاری؛ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ يَدْعُو بِهَا وَأُرِيدُ أَنْ أَخْتَبِئَ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِأُمَّتِي فِي الْآخِرَةِ۔

وسلم) سر اٹھا کر استدعا پیش کرو، تمہارا سوال پورا کیا جائے گا، تم سفارش کرو تمہاری سفارش قبول کی جائے گی۔ میں سر اٹھا کر عرض کروں گا: پروردگار! میری امت، پروردگار! میری امت... حکم ہوگا، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی امت کو بے حساب کتاب بہشت میں داہنے دروازے سے داخل کرواور دیگر دروازوں میں بھی یہ لوگ ساتھ شریک ہیں(یعنی داہنا دروازہ انہی کے لیے مخصوص ہے اور دیگر دروازے مشترک ہیں)...''۔(مسندِ احمد)

اس دن جب محبوب ترین رشتے ساتھ چھوڑ جائیں گے تو کون ساتھ دے گا؟ وہ ہمارے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوں گے جو رب کے سامنے سفارش فرمائیں گے۔ پس کیا امت کے حق میں اس رؤوف ورحیم نبی کا یہ حق نہیں ہے کہ وہ ہمیں تاابد تمام ہستیوں میں سب سے زیادہ محبوب ہوں، حتی کہ اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب ہوں؟ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حق نہیں ہے کہ ہم ان کی عزت و حرمت پر اپنی جان قربان کریں اور ان کی لائی ہوئی شریعت کے نفاذ میں اپنا آپ کھپا دیں؟ کیا یہ اس نبی کے ساتھ انصاف ہے، جس کے امتی ہونے کے ہم دعویدار ہیں، کہ اس کی شان میں گستاخی کرنے والوں کو، 'باعزت' بری کرکے، محفوظ طریقے سے دوسرے ملکوں میں پہنچا دیا جائے؟ کیا اس نبیٔ رحمت کا یہی حق ہے کہ اس کے نام پر بنے قوانین تو ہمیں کھلتے ہوں اور ہم ان کی تبدیلی کے درپے ہوں مگر اس نبی کی حرمت پامال کرنے والوں کو ہم مکمل آزادی دیں؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت فقط اس لیے ہم تک نہیں پہنچی کہ ہم اسے پڑھیں، سر دھنیں، زیادہ ہی دل پر اثر کرے تو رقت طاری ہو اور آنکھوں سے چند آنسو بہیں، محفلوں میں بیٹھ کر گلوگیر لہجے میں ان واقعات کو سنائیں اور لوگوں سے 'نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی سچی محبت' پر داد وصول کریں اور اللہ اللہ خیر صلّا۔ یہ سیرت ہم تک اس لیے پہنچی ہے کہ ہم اسے اپنے لیے نمونۂ عمل قرار دیں اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے ایک ایک پہلو کی پیروی کرنے اور اسے اپنانے کی بھرپور کوشش کریں۔ یہ کوئی ایک دن کا کام نہیں، مگر نیت اور کوشش ضروری ہے۔ آیئے ہم آپ مل کر یہ عہد کریں کہ ہر دن ہم اپنے نبی کی سنتوں پر عمل پیرا ہونے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے مشن، نفاذِ دین و شریعت، کو آگے بڑھانے کی بھرپور سعی کریں گے۔ نیت خالص ہو تو ان شاء اللہ نصرت الٰہی منتظر ہی ہوتی ہے۔ آیئے اپنے آپ کو اپنے محبوب نبی کا وہ امتی ثابت کرنے کی کوشش کریں جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناز ہو۔وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه محمد وآله وصحبه أجمعين

بقیہ: مقصدِ بعثتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم

یہی ایمان بالغیب ہے۔ اُسے دیکھا نہیں ہے لیکن اُس کے اِس حق کو نہ صرف تسلیم کیا ہے بلکہ اِس حق کو اُس کے سپرد کر دیا۔ پھر جو بھی اس حق کی سپردگی میں آڑے آیا اس سے ذاتی عداوت اور دشمنی مول لی۔

نبی ﷺ کی رسالت، پچھلی رسالتوں کے تسلسل کا حصہ ہے۔ اس رسالت کو قیامت تک رہنا ہے اور قیامت تک آنے والے فرعونوں اور نمرودوں کو اس پر پیش ہونا ہے۔ قیامت تک آنے والے دستوروں اور آئینوں کو اس پر پیش ہونا ہے۔ قیامت تک نکلنے والی رسموں اور آنے والے رواجوں کو اس پر پیش ہونا ہے۔ قیامت تک ہونے والی فلسفیانہ موشگافیوں کو اس پر پیش ہونا ہے۔ جو اس رسالت کے آگے جھک جائے گا اس کے لیے پیغامِ حیات ہوگا۔ جو اس سے جھگڑا یا اعراض کرے گا اس کے لیے پستی اور ذلّت ہوگی...... خواہ وہ اس رسالت کے، بزعمِ خود، ماننے والے ہی کیوں نہ ہوں!

إِنَّآ أَرۡسَلۡنَآ إِلَيۡكُمۡ رَسُولٗا شَٰهِدًا عَلَيۡكُمۡ كَمَآ أَرۡسَلۡنَآ إِلَىٰ فِرۡعَوۡنَ رَسُولٗا ۝ فَعَصَىٰ فِرۡعَوۡنُ ٱلرَّسُولَ فَأَخَذۡنَٰهُ أَخۡذٗا وَبِيلٗا ۝ (سورۃ المزمل:۱۵-۱۶)

''(لوگو!) ہم نے تمہاری طرف ایک رسول تم پر گواہ بنا کر بھیجا ہے، جیسے ہم نے فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا تھا۔ (پھر دیکھ لو کہ جب) فرعون نے اس رسول کی بات نہ مانی تو ہم نے اس کو بڑی سختی کے ساتھ پکڑ لیا۔''

بقیہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سپاہی

یا اپنی ہی عوام، علمائے کرام، مجاہدین اور امت کی بیٹیوں کو امریکیوں کے حوالے کرنے والے جرنیلوں کے شیطانی لشکر کے سپاہی؟ کیا آپ لیفٹیننٹ ذیشان رفیق اور سب لیفٹیننٹ اویس جاکھرانی کی طرح اپنے بحری فری گیٹس (frigates) کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والے امریکیوں کے خلاف استعمال کرنے والے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام بننا پسند کرتے ہیں یا اب بھی ان کے ساتھ کمبائینڈ آپریشنز کرکے ان کے ڈالر وصول کرنے والے غلام؟ کیا آپ نائن الیون کے فدائی پائلٹوں کی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کے خلاف پرواز بھرنا چاہتے ہیں یا افغانستان و قبائل کے امت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غیور عوام کے خلاف امریکی و پاکستانی ایف سولہ طیاروں میں پرواز بھرنے والے جی ڈی پائلٹ افسر؟!

فیصلہ کیجیے۔ اگر آپ کو فیصلہ کرنا مشکل نظر آتا ہے تو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والا قرآن اٹھائیں۔ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا مطالعہ کیجیے اور اس کے مطابق فیصلہ کیجیے کہ کیا آپ صحیح کر رہے ہیں؟ اس سوال کا جواب تلاش کریں کہ آپ کے فرائض کیا ہیں؟ کیونکہ یہ کوئی چھوٹا معاملہ نہیں ہے بلکہ اس سنیا میں زندگی گزارنے کے بعد اگلے جہان کی ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی کا سوال ہے!

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سپاہی

عامر سلیم خان

یہ تحریر ایک غیرتِ ایمانی رکھنے والے، افواجِ پاکستان سے وابستہ ایک سیکورٹی آفیسر کی ہے، جنہوں نے ایمان کی پکار پر لبیک کہا اور افواجِ پاکستان کو ترک کرکے کاروانِ جہاد میں شمولیت اختیار کی۔ (ادارہ)

۱۲ ربیع الاول، میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم، پاکستانی فوج میں یہ دن عقیدت کے ساتھ رسمی طور پر منایا جاتا ہے۔ شام کو یونٹیں ہوں یا فوجی رہائش گاہیں، یا فوج کے زیرِ انتظام مساجد، سب ہی رنگ برنگے قمقموں سے سجادی جاتی ہیں۔ نمازِ مغرب کے بعد نعت خوانی کی تقاریب منعقد کی جاتی ہیں۔ دن کو تمام یونٹوں کے آڈیٹوریمز (Auditoriums) میں سیرت پر تقریری اور نعت خوانی کے مقابلے ہوتے ہیں۔ آخر میں باہر سے آیا ہوا کوئی سینئر آفیسر، عالم دین یا کوئی مہمان خصوصی نہ ملے تو یونٹ کا کمانڈنگ آفیسر، وہ بھی مصروف ہو تو یونٹ کا مذہبی امور کا آفیسر (Religious Officer) اختتامی تبصرہ کرکے پوزیشن ہولڈرز میں انعامات تقسیم کر دیتا ہے۔ اسی کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ افواجِ پاکستان کا یہ چند گھنٹوں کا اظہارِ عقیدت پایۂ تکمیل کو پہنچ جاتا ہے۔

آڈیٹوریم سے جب فوجی نکلتے ہیں تو بے چارے اپنی فوجی روٹین میں ایسے مصروف ہو جاتے ہیں کہ اپنے اس شفیق و مہربان نبی‌صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ روٹین جو وہ تمام زندگی کے لیے، ہر زمانے کے لیے اور ہر معاشرے کے لیے لائے تھے بھول جاتے ہیں۔ آخر یہ روٹین ہے کیا جو ان سے ان کے بقول سب سے محبوب ہستی رسول مہربان صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو بھی بھلوا دیتی ہے؟

یہ روٹین اس امریکی کولیشن میں خدمات انجام دینے کی روٹین ہے۔ یہ اس کولیشن سپورٹ فنڈ کی خاطر امریکہ کے لیے خدمات انجام دینے کی روٹین ہے جو اپنے ملک کے ہی مسلمانوں کو قتل کرنے اور لاپتہ کرنے کے عوض ملتا ہے۔ یہ ان exercises (مشقوں) اور آپریشنوں میں مشغول ہونے کی روٹین ہے جس پر ان یہود و نصاریٰ اور چینی ملحدین کے ساتھ مل کر عمل کیا جاتا ہے جو فلسطین سے لے کر مشرقی ترکستان (سنکیانگ) تک مسلمانوں کا خون بہا رہے ہیں اور ان پر ظلم کے پہاڑ توڑ رہے ہیں۔ یہ سمندر میں کمبائنڈ ٹاسک فورس کا حصہ بن کر ڈالروں کی خاطر خدمات سرانجام دینے کی وہ روٹین ہے جو نیٹو کی سپلائی اور مسلم خطوں سے تیل کی لوٹ مار کرنے والے یہود و نصاریٰ کے بحری جہازوں کو تحفظ مہیا کرنے کے لیے بنائی گئی ہے۔ یہ نیم فوجی اداروں اور خفیہ ایجنسیوں کی شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم چاہنے والی عوام کی جاسوسی، ان کے گھروں پر چھاپوں اور ان کے قتل عام و لاپتہ کرنے کی روٹین ہے۔

ہاں! اگر کوئی فوجی وقتی طور پر سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ان تقریبات میں کسی کی جذباتی تقریر سے متاثر ہو کر سنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنا چاہتا ہے مثال کے طور پر داڑھی رکھنا چاہتا ہے تو وہ پہلے یونٹ کے کمانڈنگ افسر کو درخواست لکھے گا (کمانڈنگ افسر عیسائی، قادیانی یا رافضی ہو سکتا ہے!) کہ اگر آپ کی اجازت ہو تو میں اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت پر عمل کروں؟ یہ اس فوج کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و عقیدت کی داستان ہے۔

اے حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویدار پاکستانی فوجیو!

آپ کا تعلق جس بھی مسلک و مکتب فکر سے ہو ذرا غور کریں کہ اس حساس دور اور اس حساس معرکے میں جس میں یہود و نصاریٰ اسلام اور مسلمانوں پر وحشی درندوں کی طرح حملہ آور ہیں، جس میں کفار ہمارے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سرِ عام اجتماعی طور پر گستاخیاں کرتے ہیں، اللہ تبارک و تعالیٰ کے کلام، قرآن کریم کی گستاخی کرتے ہیں، آپ کے اپنے ملک سے گستاخہ آسیہ ملعونہ کو باعزت بھیج دیا جاتا ہو اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے یارِ غار، صدیقِ اکبرؓ کی بیٹی عافیہ صدیقی کی عزت کے ساتھ کھیل کر اسے امریکیوں کے حوالے کر دیتے ہوں، کشمیری مسلمانوں کا خون بہہ رہا ہو اور اس پار سے خود مدد کیا، کسی غیرت مند مسلمان کے مدد کے لیے جانے کو بھی دشمنی قرار دیا جاتا ہو، اسلامی نظریات و عقائد میں سرکاری طور پر ردوبدل کی جارہی ہو...... تو حق و باطل کے اس واضح، حساس اور فیصلہ کن معرکے میں آپ کہاں کھڑے ہیں؟

آپ خود سوچیں کہ آپ کے دعوائے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے سچا مانا جائے جبکہ آپ اس فوج کا حصہ ہیں جس کا چیف راحیل شریف عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ممتاز قادری کی پھانسی کا آرڈر جاری کرتا ہے۔ کیسے آپ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت مل سکتی ہے جبکہ آپ ان یہود و نصاریٰ کی فرنٹ لائین اتحادی فوج کے اہلکار ہیں جن یہود و نصاری کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کا لایا ہوا قرآن جہاد و قتال کا حکم دیتا ہے۔ پھر اپنی زندگی میں نبی‌صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود ان سے لڑتے رہے۔ کیسے آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق ہیں کہ جو لوگ نبی‌صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کا نفاذ چاہتے ہیں آپ ان سے لڑتے ہیں، انہیں قتل کرتے ہیں، ان کی بستیوں پر بمباری کرتے ہیں، ان کو لاپتہ کرتے ہیں، ان کے گھر گراتے ہیں اور تو اور ان سب جرائم کے بعد اپنے آپ کو غازی اور ان کو دہشت گرد وغیرہ کے القابات سے نوازتے ہیں؟

آپ میجر نضال حسن کے اس نبوی لشکر کے سپاہی بنا پسند کریں گے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت کا حق ادا کیا اور امریکی فوج میں رہ کر ظالم امریکیوں سے مظلوم امت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بدلہ لیا...... (باقی صفحہ نمبر 32 پر)

اگر بچنا ہے، آ جاؤ محمدؐ کے سفینے میں!

حافظ عبد القیوم شوپیانی

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں، لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ، یہاں پر اللہ تعالیٰ نے تمام انسانیت کے لیے زندگی گزارنے کا ایک قطعی معیار مقرر کر دیا، آقا مدنی کریم ﷺ کی ذات اطہر، ہمارے لیے 'اسوۂ حسنہ' ہے اور آپ ﷺ سے بہتر سمبل (symbol)، نمونہ، یا آئیڈیل تو کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ 'اسوۃ حسنۃ' کہ کامیابی کی ضمانت فقط اگر ہے تو محمد ﷺ کے طریقے میں، اس سے باہر نکل کر ناکامی و نامرادی کے سوا کچھ نہیں، اس میں تو کچھ شک نہیں کہ کامیابی و ناکامی کا دارومدار آخرت کے نتائج پر منحصر ہے، مگر محمد ﷺ کے طریقے سے نکل کر دنیا میں بھی صریح خسارہ ہی ہے۔ مغربی اقوام یا ہمارے ہاں موجود مغرب زدہ طبقے کو ترقی یافتہ سمجھنے والے حضرات کسی غلط فہمی کا شکار ہیں، جس تہذیب میں فیشن یا خوبصورتی کی مثال گھٹنوں سے پھٹی ہوئی مختلف رنگوں کی ایک پینٹ، یا کانوں سے ناک تک آتے آڑھے ترچھے نیلے، پیلے اور ہرے بال ہوں، وہ تہذیب اور لوگ کس قدر ترقی یافتہ ہوں گے یا ان کی ذہنی 'اپروچ' کہاں تک ہو گی اسکا اندازہ لگانا قطعاً مشکل نہیں، چلیں یہ تو خیر ہر ایک کا اپنا زاویۂ نظر ہے، مگر محمد ﷺ کے 'اسوہ حسنۃ' سے ہٹ کر اگر کسی مذہب، نظام یا نظریے کے پاس کامیاب تو کیا، کوئی ایک خاندانی نظام بھی موجود ہو تو بتایا جائے، کوئی ایک ایسا نظام حکومت ہی ہو، جس کے ماننے والے اسے ساری دنیا میں ایک ہی طرح سے لاگو کر پائیں، یا اس کے بنیادی اصولوں ہی پر متفق ہوں۔ کمیونسٹ ہوں یا جمہوریے، آج ساری دنیا میں لاگو اپنے ہی نظاموں کو ایک طرح کا، یا ایک ہی اسلوب پر چلا کر کے دکھائیں!

ساری دنیا میں آج نافذ جمہوریت ایک ملک میں شاہی خاندان کے تحت چلتی ہے تو دوسرے میں صدارتی نظام ہے، اور نفسیاتی اور ذہنی غلام اقوام یا غیر ترقی یافتہ ممالک میں نافذ جمہوریت لاٹھی اور بھینس والی ہے، یا تو پرناب مکھرجی، ممنون حسین، رام ناتھ کووند، عبد الحمید وغیرہ جیسے عقل کے اندھوں اور زبان سے گونگے لوگوں کو صدر کی علامتی کرسی پر بٹھا دیا جاتا ہے، یا اشرف غنی اور عبد اللہ عبد اللہ جیسے دونوں ہی ریاست کے کرتا دھرتا قرار پاتے ہیں، وگرنہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ صدر اور وزیر اعظم دونوں ہی مسکین بنے کسی جرائم پیشہ پارٹی قیادت کے فیصلوں کے محتاج ہوتے ہیں، ویسے یہ بھی جمہوریت ہی کا ثمر ہے کہ شاید ہی کوئی کشمیری مزدور نریندر ناتھ وو ہرا نامی کسی جانور سے واقف ہو، جمہوریت کے نظام کو اسلام کے نظام سے برتر جاننے والے مسلمانوں کی بابت تو فیصلہ علما ہی صادر کریں۔ مگر کافروں کے اس بودے نظام جمہوریت کو اگر "لاجکلی[1]" ہی دیکھ لیا جائے تو یہ بنتا ہی ظلم کا نظام ہے، اس نظام سے انسانیت تو کیا ایک گھر بھی درستگی سے نہیں چل سکتا، مطلب اگر تین بچے اکثریت بنتے ہیں اور وہ مل کر والدین جیسی اقلیت یا اپوزیشن کو گھر سے نکال دیں تو یہ جمہوریت ہے، یا ملکی نظام کی بابت اگر چند سو کے ایوان میں دو یا چار بندوں کی زیادتی سے بھی اکثریتِ رائے ہو جائے تو لاکھوں کروڑوں انسانوں کا خون حلال ہو جاتا ہے، اسی طرح کمیونسٹ نظام کو دیکھ لیں تو مسکرائیے کہ اس نظام کے نئے خدا کا نام شی جن پنگ ہے، جس کے افکارات کو لاکھوں انسانوں کے قاتل ماوزے تنگ کے افکارات کے ساتھ کمیونسٹ پارٹی کے لائحہ میں شامل کیا گیا ہے۔ ویسے قاتل تو یہ بھی اپنے پیشرو ماوزے دنگ ہی کی طرح کا ہے مگر یہ فی الوقت ہمارا موضوع نہیں، اور کمال یہ کہ سارے نظام کا دارومدار کمیونسٹ پارٹی کے چھ سات افراد پر ہے، جبکہ کمیونسٹ پارٹی کے ورکروں یا اس نظام کے تحت زندگی بسر کرنے والے افراد کی حیثیت محض گدھوں کی سی رہ جاتی ہے۔ جن کے پاس گزارنے کے لیے اپنی ذاتی زندگی اور یا زندگی کی خوشیاں نامی کوئی بلا نہیں ہے۔ دلیل چاہیے ہو تو شمالی کوریا اور چین وغیرہ کی عدالتوں میں چلنے والے مقدمات ہی پر تحقیق کر لی جائے کہ کس قدر "سنگین" جرائم پر موت جیسی سزا ججوں کا کھیل ہے۔

جبکہ خلیج میں واقع ہونے والا شاہی خاندانی نظام تو اللہ...اللہ......مال و اقتدار کی حوس میں ہر حد سے گزر جانا، صرف اپنے اکنامک کوریڈور کے لیے لاکھوں یمنی بچوں کو بھوکوں بلکا کے مارنا، یا اپنے ملک میں اکثریت اہلِ ایمان پر زبردستی لباس تک سے عاری کوئی پرامن مذہب لانے کے جتن کرنا، عوام اور علما تو خیر رہے ہی ہر دور میں معتوب، اپنے خاندان تک کے افراد کو نہ بخشنا......یہ فی الوقت کی دنیا میں لاگو کچھ نظام ہیں جبکہ ان نظاموں نے دنیا کو بدامنی، بھوک اور افلاس کے علاوہ دیا ہی کیا ہے؟ ان سارے نظاموں نے مل کر علاقائی تعصب کو پروان تو چڑھایا، ایک ہی خطے، ایک ہی نسل، ایک ہی مذہب اور ایک ہی زبان رکھنے والوں کو ظلم کی مختلف لکیروں میں بانٹ کر ایک دوسرے کا دشمن بنایا، انہوں نے 'انسانیت' کو نہ صرف جہنم کا ایندھن بنایا بلکہ مادی اعتبار سے بھی تباہ و برباد کر دیا۔ آج خود ان کے اپنے گھروں، سینوں، اور ملکوں تک میں لگی ہوئی بدامنی، بے سکونی کی آگ یہ سب ان کے اپنے ہاتھوں کی کمائی ہے۔ اور یہی سب کچھ ان کے کالے پیلے غلاموں اور اور پیروکاروں کے ساتھ بھی ہے۔

دوسری جانب اس جبر و فساد کی بلند و بالا سیاہ ترین لہروں والے سمندر میں، جہاں طوفان کی شدت میں اضافہ ہوتا ہی چلا جا رہا ہے، ایک سفینہ، موجود ہے اور فقط وہی اس جھکڑ اور طوفان میں پھنسے زندگی کے طلبگاروں کی جائے پناہ ہو سکتا ہے۔ چودہ سو سال قبل سے جوڑے گئے اس

---

[1] logically

کے مضبوط تختوں پر بڑے بڑے طوفان اپنا زور آزما کر بڑے امن سے واپس ہوئے ہیں۔ اِس سیاہ طوفان سے اس پر نور سفینے تلک لے جانے والی کشتی 'لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ' ہی ہے، ہر جھوٹ اور ظلم کے خلاف بغاوت کا یہ مبارک اسوہ، صحرا نشین شتر بانوں کو وائٹ ہاوس کے تخت پر فتح کا خطیب بنادیتا ہے۔ دنیا کے بڑے بڑے سائنسدان اس 'اسوۃ حسنۃ' کے متبعین کو جنگوں کی غنیمت میں ملتے ہیں، بدامنی، خود غرضی، رشوت، دھوکہ وفراڈ سے اٹے معاشرے کو خبر ہو کہ ہمارے پاس سرور کونین کا دیا گیا 'اسوۃ حسنۃ' وہ مبارک نظام ہے جو پیدائش کے چند سالوں بعد ہی بحمد للہ سپر پاور بن گیا، مگر اس نظام کے تحت بنایا جانے والا ہیڈ آف اسٹیٹؓ، ایک حبشی غلامؓ کے راستے میں پلکیں بچھانے والا اور اپنی رعایا کی خدمت کرتے کرتے تھک کر کسی درخت کی چھاؤں میں پتھر کو سرہانا بنائے سو جانے والا ہوتا ہے۔ ویسے اس ابھی سو سال بھی نہیں ہوئے کہ اس دنیا کی موجودہ سپر پاورز ہمیں خراج دینا اپنی سعادت سمجھتی تھیں، مگر ہم نے ایک مرتبہ پھر ۱۹۹۶ء سے ۲۰۰۱ء تک دوبارہ اس دنیا کو ایک مثالی محمدی ریاست کا نظارہ کروادیا۔

ہمارے آقا کے عفو و درگزر کا نمونہ زندگی ہو، یا شمس و قمر کو روشنی عطیہ کرتا آپؐ کا حسن و جمال۔ سنگ دل جنگجو عربوں کو موم سے نرم بناتے آپ کے محبت بھرے بول ہوں، یا انتہائی کم منافع پر بھی کامیاب ترین تجارت۔ لومڑی سے زیادہ تیز یہودیوں سے معاہدات میں آپ کا تدبر وسیاست ہو یا بعون اللہ گنتی کے سپاہیوں سے بڑے بڑے عسکری اتحادوں کو ہراتی آپ کی جنگی حکمت عملی یا ساری دنیا سے ہر برائی کا خاتمہ کرنے والا آپ کا عرش سے آیا دین اور پیش کیا گیا نظام حکومت و معاشرت۔ یہ سب اس قدر اعلیٰ وارفع ہیں کہ ان کا اس پوری کائنات میں کسی سے تقابل ہو ہی نہیں سکتا۔

آقا مدنی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے پیروکاروں کی خوبصورتی کہیں، جنابِ بلالؓ میں ملتی ہے اور کہیں ایسی خوشبوؤں کا استعمال بھی ہوتا ہے کہ راستے گزرنے والا پہچان جائے کہ یہاں سے آقا مدنی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا فلاں ساتھی گزرا ہے، ہمیں ہماری جانوں سے محبوب آقا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ 'نوبل ورکس' اور 'چیریٹی' کا کچھ ایسا سبق پڑھا کر گئے ہیں کہ جب ہم مسجد میں ہیرے وجواہرات کے انبار بانٹ کر گھر آتے ہیں، تو گھر میں اپنے کھانے کو کچھ میسر ہونا غنیمت سمجھا جاتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں دور اور زمانے بدل گئے، افغانستان کے دورِ شر میں ایک ایک گاؤں پر قابض وار لارڈز آج تک بیٹھے کھا رہے ہیں جبکہ معدنیات سے منہ تک بھرے افغانستان پر آقا مدنی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا ایک سچا غلام اور عاشق، عمر ثالثؒ حکمران بنتا ہے تو اسے بھی اپنے گھر کے اخراجات پورے کرنے کے لیے اپنی گائے بیچنا پڑتی ہے۔

ہمیں آقا علیہ الصلوۃ و السلام نے خاندان کا ایسا نظام عطا کیا ہے جس میں نہ تو بچوں پر بزنس انویسٹمنٹ کر کے نقصان اٹھانا پڑتا ہے اور نہ ہی والدین اولڈ ہاوس یا بند کمروں کی نذر ہوتے ہیں۔ ہمارے آقا کے دیے نظام پر عمل کرنے والا ہر خاندان ہی خوشحال خاندان ہوتا ہے، ساس بہو کے جھگڑے ہوتے ہیں، نہ نند اور بھابی کا آپسی فساد، اور نہ ہی اس سب کی ترغیب اور طریقوں پر چلتی اربوں کی 'سٹار' کارپوریشنز۔

ہمارے آقا و مولا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا دیا گیا نظام، جمہوریت کی طرح جھوٹے مینی فیسٹو اور کھوکھلے منشور پر قائم نہیں ہے، جہاں بی جے پی حکومت "اچھے دن" لانے کے نام پر کماتی ہے اور کانگریس اچھے دن نہ آنے کے نام پر۔ پوری دنیا میں آج حکمرانوں تک نہ تو عوام کی رسائی ہے اور نہ ہی لٹیروں کے احتساب کا کوئی منظم طریقہ، جبکہ سیرت وتربیتِ محمد صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ہی کا کھلا معجزہ ہے کہ مسجد میں خلیفۂ وقت کو نیا کرتا پہننے پر بھی جواب دہ ہو جانا پڑتا ہے۔ ظلم کا بدلہ لینے پر کوئی رعایت نہیں کی جاتی۔ نہ ہی شریعتِ محمدی میں کمیونسٹ معاشرے کی طرح روٹی کے بندے 'پروڈیوس' کرتی ہے۔ محمد صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے نظام میں عوام اور ان کی جائیداد حکومت کی ملکیت نہیں بلکہ ذمہ داری ہوتی ہے، اور وہ بھی بغیر کسی حصہ داری کے، اور اس ذمہ داری کو نہ نبھانے پر حکومت قابلِ مواخذہ ہوتی ہے۔ نہ ہی اسلام کا ظالم بادشاہی نظام سے دور دور تلک کچھ واسطہ ہے، جس میں ہوس اور خود کو لازم ملزوم کر لیا جائے اور اس نظام میں عوام کو تو خیر سمجھا ہی ملیچھ جاتا ہے، مگر یہاں تو نہ مقدسات کی پرواہ ہے اور نہ ہی عزت کی۔ اپنے اقتدار کی خاطر گھر تک سے ذلیل شخص کو سروں پر بٹھالینا اور خانۂ خدا کو تجارت وسیاست کا ذریعہ بنالینا سب نارمل ہے۔

ان سب سیاہ پردوں کو ہٹا کر وہاں سامنے دیکھیے، نور ہی نور ہے، روشنی ہی روشنی ہے آنکھیں ٹھنڈک پاجائیں گی اور دماغ سکون حاصل کرے گا، چہرے کِھل اٹھیں گے، ذرا متوجہ تو ہوں اس مدینہ سے اٹھ کر جہان بھر میں پھیل جانے والی اس ٹھنڈی ہوا اور بھینی بھینی خوشبو سے جسم وروح کو نئی زندگی نہ مل جائے تو کہیے گا۔ یہ شریعت کا میٹھا نظام آقا مدنی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا وہ معجزہ ہے جسے ہم کچھ ہی محنت کے بعد اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں۔ مگر یہ تو سرور کونین صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی وہ میراث بن چکی ہے جسے عاشق بھولتے جارہے ہیں۔ یہ میراث تو بمثل عمامہ سروں پر رہنا چاہیے تھی۔ دماغ میں ایک اسی کی دھن سوار رہتی، خیال تو یہ رہتا کہ ہائے اگر آقا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے پوچھ لیا کہ دھرتی پر سے میرا نظام اٹھا لیا گیا تھا، تُو نے کیا کیا؟ آقا مدنی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے میٹھے نظام کا فیض صرف مسلم تو نہیں اٹھاتے غیر مسلم بھی لطف اندوز ہوتے ہیں، نہ شودر برہمن کا چکر، نہ کشمیری وپنڈت کا جھگڑا، نہ افغانی وہندی کی لڑائی نہ عجمی وعربی کی چپقلش۔ انسان ہی کیا چرند و پرند کی زندگیاں اس نظام سے مستفیض ہوتیں۔ اسلامی نظام کی برکت سے تو جنگلوں کے درندے بھی ایک قاعدے قانون کے پابند ہوتے ہیں، مگر ہمیں تو اس نظام سے اس لیے انس ہے ناں، کہ آقا مدنی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسے لائے ہیں، ہمیں تو عشق آقا سے اور انکی ہر چیز سے ہے، ہم تو ان پر جان نچھاور کرتے ہیں نا! وہ ہمارے ہادی ومقتدا ہیں، ہمیں سیاہ اعمال ناموں نے جب دوزخ میں دھکیلنا ہے تو فقط ایک سہارا شفیق وکریم محمد صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا ہی ہے۔ مگر ہم کہیں آقا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو خود پر غضبناک نہ کر بیٹھیں، آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی بعثت تو تلوار کے ساتھ ہوئی، مگر میں نہ آپ کے دین کو غالب کرنے کے لیے آپ کی چھوڑی گئی تلوار اٹھاؤں حتی کہ زبان بھی نہ

ہلاؤں۔ حد تو یہ کہ آقا مدنی کریم ﷺ کے دین کو بالکل انہی کے طریقے سے غالب کرنے کی جہد کرنے والوں پر زبان درازی بھی کروں، اور اس سب کے باوجود خود کو سچا عاشق رسول سمجھتا رہوں، اور شفاعت کا متمنی بھی رہوں، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

یہ تو چلیے ایک بات، مگر جب ان باطل نظاموں اور نظریوں کے پجاری، فتح یاب ہوتے آقا ﷺ کے کاز کو دیکھ کر اور مدنی سفینے کے سامنے اپنی ان کاغذ کی کشتیوں کو ڈوبتا دیکھ کر سرور دو جہاں ﷺ کی شان میں توہین کر دیں، گستاخی رسول کے مرتکب ہو جائیں، میرا ایمان تب بھی جوش نہ مارے، میرا خون تب بھی نہ کھولے، تب بھی میرا سینہ پھٹنے کو نہ آئے، میری آنکھوں سے آنسو نہ جاری ہوں، میں سجدے میں گر کر اپنے رب سے آقا کی شان پر قربانی کی توفیق نہ طلب کروں، میرے ہاتھ گھر میں موجود کسی بھی قسم کا اسلحہ، حتیٰ کہ چھری، خنجر یا چاکو اٹھا کر اس ملعون کی گردن زدنی کے لیے آگے نہ بڑھیں، تو

ع خدا شاہد ہے، کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

ازل سے اسلام کی دشمن بھارتی فوج کا ملازم اور ہزاروں بے گناہ اہلیان مدارس کو بے جا اغوا کرنے والی راکا افسر آر ایس این سنگھ نیشنل ٹی وی پر آقا ﷺ کے بارے زبان درازی کرے، اور میرے لیے یہ معمول کی بات ہو۔ کملیش تیواری فلم تک بنانے کا اعلان کر دے اور میں اپنی روز کی زندگی میں مگن رہوں، یہ تو اللہ کا بڑا فضل ہوا کہ چند ہفتے پہلے یہ بدبخت ایک حملے میں ہلاک ہوا۔ اللہ کی قسم یہ تو نہ وفاداری ہے، نہ عشق ہے، نہ محبت ہے اور واللہ نہ ہی یہ ایمان ہے۔ اگر میں کروں بھی کچھ تو فقط مظاہروں اور جلسوں پر اکتفا، فیس بک، واٹس ایپ، ٹویٹر یا ٹیلی گرام پر دو لفظوں کی تحریر پر تکیہ۔

کیا آقا مدنی کریم ﷺ کی گستاخی کے بعد بھی کسی فتوے کی ضرورت رہ جاتی ہے؟ اپنے مخالف مسلک یا جماعت کی ہر برائی کو ٹٹول ٹٹول کر بر سرِ عام کروں، ان دشمنی کی ہر حد پر پورا اتروں، مگر جب شان خاتم المرسلین ﷺ کی حرمت و ناموس کا موقع آئے مجھے اس موقع پر آقا کی عفو درگزر کی احادیث یاد آنے لگ جائیں۔ میں گستاخ کے لیے ہر ممکن طریقے کی رعایت ڈھونڈوں کہ کسی طرح اسکے قتل کا مسئلہ سر نہ اٹھائے۔ حالانکہ گستاخان کی بابت محمد ﷺ اور اصحاب محمد رضی اللہ عنہم کے سچے واقعات بھی مجھے ازبر ہوں، میں گستاخ کی شرعی سزا کا فتوی محمد ﷺ کے احکام سے جانتا بھی ہوں، پھر بھی یہ خاموشی، میں اپنی ماں یا جماعت کی بدنامی پر ہر حد سے بدلہ لینے پر قوت مجتمع کروں، مگر آقا ﷺ سے پیار کے دعوں کے باوجود آقا کی بابت یہ رویہ؟ پھر شفاعت کی تمنا بھی ہو، اور حوضِ کوثر پر آپ ﷺ کے ہاتھ سے جام لینے کی بھی، جنت میں اکٹھے ہونے کی بھی......

آج بالعموم ہر جانب اسلام کی بابت معذرت خواہانہ لہجہ ہی نظر آتا ہے۔ کمزور دل علما دور درشن، زی نیوز، این ڈی ٹی وی وغیرہ پر ٹی وی ٹاک شوز میں اسلام کا دفاع کرتے کرتے اسلام کی بنیادی اصطلاحات تک کے معنی کو حذف یا گول مول کر جاتے ہیں۔ ناموس رسالت کی حفاظت کا مسئلہ آج بالعموم ایسے ہی منظر سے ہٹا دیا گیا ہے۔ ہر جانب سے ناموس رسالت کا دفاع کرنے والوں کو شدت پسند ہی کہا جاتا جیسا کچھ عرصہ قبل مغربی بنگال میں ہوا۔ وہاں بھی قصوروار مسلمان ہی ٹھہرے حالانکہ دنگے ہندوؤں نے گستاخِ رسول کی حمایت میں شروع کیے، حقیقتاً یہ اسلام پر اعتماد کے نہ ہونے کی وجہ سے ہے، اور اس کی سب سے بڑی وجہ آقا مدنی کے سفینے کو چھوڑ کر کبھی سیکولرازم اور کبھی ڈیموکریسی اور کہیں ہندو مسلم بھائی چارہ جیسی کھوکھلی کاغذی کشتیوں پر سوار ہونا ہے۔

ہم کیوں بھول گئے کہ ہم یہاں حکمران رہے ہیں، ہم تو وہ ہیں جو صدیوں سے سلطان ہیں......اور وہ حکمرانی، وہ شان اور وہ سطوت بدر و احد، حنین و تبوک، خندق و موتہ کے راستوں سے ہوتی ہوئی ہم تک پہنچی، مشرقی ترکستان یا موجودہ سنکیانگ کے اس نو مسلم سپہ سالار کی تاریخ یاد کیجیے جو ہندو بادشاہوں کو شکست دیتا ہوا کشمیر کے قلب میں آن وارد ہوا۔ یہاں اسلام کبھی محمد بن قاسمؒ کے ایمانی لشکر، آقا مدنی ﷺ کی غزوۂ خیبر والی سنت کو پورا کرتے ہوئے لائے تو کبھی حضرت علیؓ اور حضرت خالد بن ولیدؓ کے وہ لشکر جنہیں بت اور مقبرے ڈھانے کے کے لیے آقا مدنی ﷺ نے روانہ کیا تھا۔ وہ یہاں غزنوی کی صورت سومنات کا مندر فتح کر کے اسلام کا پھریرا لہراتے رہے۔ یہاں ہم تک دین کانگریس کی حمایت یا سیکولرازم کے دفاع سے نہیں بلکہ 'لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ' کی اس مبارک سبیل سے پہنچا ہے۔ اگر ہمارے اسلاف بھی اس مکر و فریب پر مبنی "بھائی چارے" کو فروغ دیتے، ڈائیلاگ کے داعی رہتے، آقا کے فرامین اور قرآن کی تعلیمات کو چھوڑ کر لشکر کشی نہ کرتے...... بلکہ فریق مخالف کو انتخابات پر راضی کرتے تو یقین کیجیے ہم کبھی مسلمان نہ ہو پاتے!

آقا محمد کریم ﷺ کی ناموس پر یہ پوری امت بھی کٹ مرے تو یہ سودا انتہائی سستا ہے، مگر مسلمان یہ کب جان پائیں گے ان کے گھروں کے اندر ان کی عزت و عصمت اور مال و جان کا محافظ صرف انکے آقا کا دیا گیا 'اسوۃ حسنۃ' ہے۔ آقا کے طریقے سے ہٹ کر آخرت میں تو ناکامی و نامرادی ہے ہی، دنیا میں چھائی ذلت کا خاتمہ بھی ہمارے محبوب ﷺ کی سنت ہی ہے۔ جب آپ ﷺ ہمارے لیے "اسوۃ حسنۃ" ہیں، اور آپ کا لایا گیا دین مکمل ضابطۂ حیات ہے، تو کیوں غیروں کی چھتریوں سے چھاؤں حاصل کریں؟ جب ہم تکبیر لگا کر قیصر و کسریٰ کو فتح کرنے والے ہیں تو جے بھیم، لال سلام سے ظلم کا مقابلہ کیوں نہ کریں؟ قرآن کی فقط ایک آیت پر مکمل عمل ہی ہمیں ان ساری پستیوں سے نکال دینے کے لیے کافی ہے۔

محمد رسول اللہ کی بعثت اللہ نے "لیظہرہ علی الدین کلہ" کہہ کر عالمی ایجنڈے پر کر دی تو کیوں دہلی پر نظریں رکھنے والے شریعت کے سپاہی مجاہدین کے خلاف پروپیگنڈا؟ کیوں کہا جاتا ہے کہ یہ جنگ نفاذِ شریعت کی جنگ نہیں؟ جبکہ آقا ﷺ سے محبت کا تقاضا تو آقا کی دی گئی ہر ایک چیز کو خود پر لاگو کر لینا ہے، جبکہ مجاہدین آپ ہی کے بیٹے اور شاگرد ہیں۔ آپ ہی نے آقا کے حسین تذکرے سنا کر انہیں آقا ﷺ کے راستے پر چلایا ہے۔ (باقی صفحہ نمبر 38 پر)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

میاں سعد خالد

بخاری و مسلم میں رسولِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ مبارک نقل ہے کہ "ما بين بيتي و منبري روضة من رياض الجنة"یعنی "میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے"۔ تمنا تو یہ ہے کہ اس 'ریاض الجنۃ' میں بیٹھ کر یا حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے روضے کی جالی تھام کر یہ حالِ دِل، حضورؐ کے سامنے بیان کرنے کی کوشش کرتا، گو کہ شاید وہاں الفاظ کا ادا ہونا محال ہو جاتا اور آنسو اور آہیں ہی مدعا بیان کرتیں، لیکن افسوس ہے ان 'پہرے داروں' پر جنھوں نے ہمارا وہاں پہنچنا مشکل بنا دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ سے دعا و امید ہے کہ وہ دِن ضرور آئے گا جب روضۂ پاک پر خادم کو حاضری کا موقع عطا ہو گا، ان شاء اللہ۔(میاں سعد خالد)

اپنے پیارے، محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

از طرف خاکِ پائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

اے اللہ کے حبیب، اے میرے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم!

آپ سے مخاطب ہوں اور آنکھیں نم ہیں۔ میرے پاس سو جانیں ہوتیں تو میں آپ کی حرمت و ناموس پر فدا کر دیتا۔ سو گردنیں ہوتیں آپ کی شریعت کی محبت میں کٹوا دیتا۔ ایک ہی جان ہے، ایک ہی سر ہے، بس یہی لے کر، آپ کی محبت میں آ گیا۔ آپ کی شریعت نے حکم دیا کہ جہاد فرضِ عین ہے، بس اسی فرضِ عین کی پکار پر لبیک کہہ کر نکل آیا۔ آپ نے جنھیں اپنا وارث[1] فرمایا، ان سے پوچھا تو انہوں نے بتلایا کہ آپ کی حرمت کا دفاع کرنے کا سب سے بہترین طریقہ جہاد فی سبیل اللہ میں نکل کھڑا ہونا ہے، میں نکل آیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، میرے ماں باپ آپ پر قربان!

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری نہ نیت درست ہے نہ عمل درست ہے، بس اک دعویٰ ہے محبت کا وہ بھی نجانے کیسا ہے۔ اسی دعوے پر آپ کی شفاعت کا حریص ہوں۔ آپ کے اور اپنے اللہ سے مغفرت کا طلب گار ہوں، شہادت کی موت کا طالب ہوں۔

یا حبیبی! یا سیّدی! قیامت کے روز اس عاصی کو بلوا لیجیے گا، یہ کہاں قابل ہے، مگر آپ سینے سے لگا لیجیے گا۔ آپ اس گرتے کو تھام لیجیے گا۔ آپ اس پیاسے کو اپنے کوثر سے جام دیجیے گا۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ کے لائے ہوئے دین کا، آپ کے شروع کیے ہوئے طریقۂ جہاد کا ایک سالک ہوں۔ میں آپ کے روضۂ مبارک پر حاضری دینے کا متمنی ہوں......

لیکن اے اللہ کے رسول!

مگر اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم!

آپ کے اللہ کے دشمن، آپ کے دشمن، آپ کے دین کے دشمن، آپ کی شریعت کے دشمن، آپ کے طریقۂ جہاد کے دشمن مجھے حاضری نہیں دینے دیتے۔ وہ مجھے اس لیے قید کر دینا یا قتل کر دینا چاہتے ہیں کہ میں نے آپ کی غلامی کا طوق گلے میں پہنا ہے، آپ کی غلامی کی زنجیروں میں اپنے آپ کو جکڑنا چاہا ہے۔

عذراً یا رسول اللہ عذراً، ہمارا عذر قبول کیجیے۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! خادم کا سلام قبول کیجیے، ہماری غلامی قبول کیجیے۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم پر یہاں اس لیے حالات تنگ کر دیے گئے کہ ہم آپ کے امتی ہیں۔ یا رسول اللہ! آپ کے جزیرۃ العرب پر عبد اللہ بن ابی کے وارث، آلِ سعود قابض ہو گئے۔ انہوں نے یہود و نصاریٰ کو وہاں پناہیں دے دیں۔ آپ کے دوستوں اور بھائیوں کا خون بہایا۔ محمد بن سلمان نے آپ کے حجاز کو فحاشی کا اڈہ بنا دیا ہے! وہاں ہر مہینے کبھی پانچ سو اور کبھی ایک ہزار امریکی صلیبی فوجیوں کو تعداد بڑھانے کی اجازتیں دیتا ہے۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے لیے جینا مشکل ہو گیا کہ آپ کے دشمن آپ کے خاکے بناتے رہے، آپ پر نازل کی گئی کتاب کی گستاخی کرتے رہے۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ملک پاکستان میں آپ کی شریعت کی دشمن فوج، حکومت اور پولیس نے آپ کے غلاموں کو قتل کیا، ان کے بدنوں کو استریوں سے داغا، ان کے جسموں میں ڈرل مشینوں سے سوراخ کر دیے، ان کے ناخن اکھاڑ دیے گئے، ان کو باندھ کر ان کے سامنے ان کی بیویوں کی عزتیں لوٹی گئیں...... آپ کی امتی بیٹیوں کی عصمتیں لوٹیں، ان کو نیلام کر کے امریکہ کے حوالے کر دیا، ان کے سہاگ چھین لیے، ان کی گودوں سے بچے چھین لیے، ان کے پیٹوں میں موجود بچوں کو مار دیا......

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کے گستاخوں کو پیرس کے چارلی ایبڈو کے دفتر میں قتل آپ کے دو امتی غلاموں نے کیا۔ یا رسول اللہ پاکستانی فوج کے سرغنہ راحیل شریف نے بھی اہلِ کفر کا ساتھ دیتے ہوئے آپ کے ان دو غلاموں کے اس فعل کی مذمت کی...... یا رسول اللہ! اسی راحیل شریف نے پھر آپ کی ناموس کے محافظ ممتاز قادری کو پھانسی پر چڑھا دیا۔ یا رسول اللہ! یہ شخص اب آپ کے جزیرۃ العرب میں، آپ کے حجاز میں بیٹھا آپ کے دین کے خلاف

[1] العلماء ورثة الانبياء: علماء، انبیاء کے وارث ہیں۔(حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم)

عالمی محاذ کا 'سپہ سالار' ہے۔ یا رسول اللہ! ہمارے ملک کی فوج کا ایک اور چیف باجوہ ہے جس نے آپ کے دشمن مرزا قادیانی کے مذہب والوں میں شادی کر رکھی ہے!

یا رسول اللہ! آپ کا یومِ ولادت اور یومِ وصال دونوں آئے جاتے ہیں۔ آپ کے اس دنیا سے چلے جانے کے غم کو محسوس کرنے کی کوشش ہے یا رسول اللہ!

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مانند کہتے ہیں:

نحن الذين بايعوا محمداً
على الجهاد ما بقينا ابداً

ہمیں وہ ہیں کہ ہم نے کی ہے یہ بیعت محمدؐ سے
جہاد اب عمر بھر ہر حال میں کرتے رہیں گے ہم

اے اللہ تُو ہمیں اپنے وعدے سچے کرنے والا بنادے اور عمل کی توفیق عطا فرمادے۔ اے اللہ تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیج۔ اے اللہ اپنے اور ہمارے حبیب تک اس احقر کا یہ پیغام پہنچادے حالانکہ احقر کہاں اس لائق..... لیکن تُو معاف کر دینے والا ہے، ہر چیز پر قادر ہے، تُو ہمیں معاف کر دے یا ربّاہ! یا ربّاہ!

و صلی الله علی النبی و آخر دعوانا ان الحمدلله ربّ العالمین

بقیہ: اگر بچنا ہے، آجاؤ محمدؐ کے سفینے میں!

آخر کیوں نظامِ جمہوریت ہندوستان کا حرام اور پاکستان کا حلال سمجھا جاتا ہے۔ آج آقا علیہ السلام کی سیرت ہم سے یہ سوال کرتی ہے کہ آخر یہ دورخی کیوں؟

کیوں نہ آج عہد ہی کر لیا جائے، کہ اب عمل ہوگا تو آقا کی سیرت ہی پر ہوگا، ہم انہی کے نام لیوا ہیں یہاں جہد بھی انہی کے نام پر ہوگی، راستہ بھی انہی کا چنا جائے گا، مشن بھی انہی اپنائیں گے، اور ہماری منزل بھی آپ ﷺ ہی کی متعین کردہ ہوگی۔ گو کہ مدت وطنیت اور پرائسی وار میں گزار دی مگر اب دیس اسلام اور قومیت مصطفوی ہی ہوگی، اور سعی نظام مصطفیٰ کی اور وہ بھی پورے جہان میں، اور اس کے لیے طریقہ محمدی یعنی جہاد ہی کو اختیار کیا جائے گا۔ بصورت دیگر، آقا کے راستے کو چھوڑ کر دیگر راستوں کو اپنانے والی ساری دنیا کی تحریکوں کا انجام ہمارے سامنے ہے، کہیں ہم ان سے بدتر سے دوچار نہ ہوں، پاکستان میں اسلامی جمہوریت پسند وہاں کتنا اسلام لا پائے۔ پاکستان، اسلام کے خلاف ہر سامراجی قوت کا پہلا مورچہ کیوں بنتا ہے؟ خود ہندوستان کو دیکھ لیجیے، ستر سال سے اسلام کے علاوہ سیکولرازم کی گود میں سر چھپانے والے روز مظلوم سے مظلوم تر ہوتے جا رہے ہیں۔ مصر اور الجزائر میں جمہوریت کی مدد سے اقتدار حاصل کرنے کی کوشش کرنے والے آج کہاں ہیں؟ جواب آسان ہے! جب جب بھی آقا کا پلہ چھوڑا جائے گا تو دنیا و آخرت میں ذلت و رسوائی ہی مقدر ٹھہرے گی۔ اس ساری ناکامی و نامرادی اور شکست و یاس کے منظر نامے میں آقا ﷺ کی سیرت کی طرف رجوع ہی واحد حل ہے۔ کیونکہ اللہ اسکا اٹل حتمی فیصلہ فرما چکے "لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنة"۔ کیا افغانستان میں آقا مدنی ﷺ کے فتح یاب ہو چکے وفادار ہماری آنکھوں سے اوجھل ہیں؟ انہوں نے حالات نہ کی "نزاکت" کو دیکھا، نہ ہی دنیا کی "سیاست" کی سمجھے، فقط آقا مدنی کریم کے 'اسوۃ حسنۃ' کو اپنالیا، اور کل تک "ملا عمر از ناٹ ایکسپٹڈ" کہنے والے آج در در جاکر "طالبان سے مذکرات کروادو" کی بھیک مانگتے پھرتے ہیں۔ آج بھی 'اسوۃ حسنۃ' کے پیروکار ساری انسانیت اور بالخصوص 'اپنوں' کو یہی پیغام دیتے ہیں:

وہ طوفاں اٹھنے والا ہے، کنارے ڈوب جائیں گے
سہارے ڈھونڈنے والو! سہارے ڈوب جائیں گے

اگر بچنا ہے آجاؤ محمدؐ کے سفینے میں!
وگرنہ دیکھنا، سارے کے سارے ڈوب جائیں گے

النبی الخاتم ﷺ

"یوں آنے کو تو سب ہی آئے، سب میں آئے، سب جگہ آئے۔ (سلام ہو ان پر) کہ بڑی کٹھن گھڑیوں میں آئے، لیکن کیا کیجیے ان میں جو بھی آیا جانے کے لیے آیا۔ پر ایک اور صرف ایک، جو آیا اور آنے ہی کے لیے آیا۔ وہی جو آنے کے بعد پھر کبھی نہیں ڈوبا۔ چمکا اور چمکتا ہی چلا جا رہا ہے، بڑھا اور بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے، چڑھا اور چڑھتا ہی چلا جا رہا ہے۔ سب جانتے ہیں اور سبھوں کو جاننا چاہیے کہ جنہیں کتاب دی گئی اور جو نبوت کے ساتھ کھڑے کیے گئے، برگزیدوں کے اس پاک گروہ میں اس کا استحقاق صرف اسی کو ہے اور اس کے سوا کس کو ہو سکتا ہے جو پچھلوں میں بھی اس طرح ہے جس طرح پہلوں میں تھا۔ دُور والے بھی اس کو ٹھیک اسی طرح پا رہے ہیں اور ہمیشہ پاتے رہیں گے جس طرح نزدیک والوں نے پایا تھا۔ جو آج بھی اسی طرح پہچانا جاتا ہے اور ہمیشہ پہچانا جائے گا جس طرح کل پہچانا گیا تھا کہ اسی کے اور صرف اسی کے دن کے لیے رات نہیں، ایک اسی کا چراغ ہے جس کی روشنی بے داغ ہے۔"

(مولانا سید مناظر احسن گیلانی نوّر اللہ مرقدہٗ)
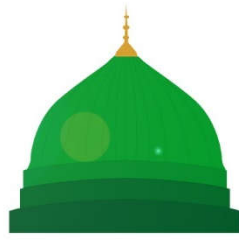
تیرا وجود الکتاب

علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ

لوح بھی تو، قلم بھی تو، تیرا وجود الکتاب
گنبدِ آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب

عالَمِ آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ
ذرّۂ ریگ کو دیا تُو نے طلوعِ آفتاب

شوکتِ سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود
فقرِ جنیدؒ و بایزیدؒ تیرا جمالِ بے نقاب

شوق ترا اگر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب، میرا سجود بھی حجاب

تیری نگاہِ ناز سے دونوں مراد پا گئے
عقل غیاب و جستجو، عشق حضور و اضطراب

اپنے نبیؐ کے کوچے میں

شیخ احسن عزیز شہید رحمۃ اللہ علیہ

میں اپنے نبیؐ کے کوچے میں
چلتا ہی گیا، چلتا ہی گیا!
اک خواب سے گویا اُٹھا تھا
کچھ ایسی سکینت طاری تھی
حیرت سے اِن آنکھوں کو اپنی
ملتا ہی گیا، ملتا ہی گیا!

میں اپنے نبیؐ کے کوچے میں
چلتا ہی گیا، چلتا ہی گیا!

جب مسجدِ نبویؐ کو دیکھا
میں روضۂ جنت میں پہنچا
جس جا وہ مبارکؐ چہرے کو
اشکوں سے اپنے دھوتا تھا
جب دنیا والے سوتے تھے
وہ اُن کے لیے پھر روتا تھا
اک میں تھا کہ سب کچھ بھول رہا
اک وہؐ تھا کہ اُمّت کی خاطر
کتنے صدمے اور کتنے الم
جھلتا ہی گیا، جھلتا ہی گیا!

میں اپنے نبیؐ کے کوچے میں
چلتا ہی گیا، چلتا ہی گیا!

طائف کی وادی میں اُترا
طالب کی گھاٹی سے گزرا
اِک شام نکل پھر طیبہ سے
میدانِ اُحد میں جا بیٹھا
واں پیارے حمزہؓ کا لاشہ
جب چشمِ تصور سے دیکھا
عبد اللہ کے شہزادےؐ کو
اُس دشت میں پھر بسمل دیکھا

یہ سارے منظر دیکھ کے میں
پھر رہ نہ سکا، کچھ کہہ نہ سکا
بس دکھ اور درد کے قالب میں
ڈھلتا ہی گیا، ڈھلتا ہی گیا!

میں اپنے نبیؐ کے کوچے میں
چلتا ہی گیا، چلتا ہی گیا!

میں کیا منہ لے کر جاؤں گا؟
کوثر کی طرف جب آؤں گا!
تلوار میں میری دھار نہیں
تعلیمِ دین سے پیار نہیں
باتوں میں میری سوز کہاں؟
آہیں میری دلدوز کہاں؟
کتنے ہی پیاں توڑ چکا
میں ربّ کی یادیں چھوڑ چکا
اک ایک مرا، پھر جرم مجھے
کھلتا ہی گیا، کھلتا ہی گیا![1]
میں اپنے نبیؐ کے کوچے میں
چلتا ہی گیا، چلتا ہی گیا!

پھر لوٹ کے جب میں گھر آیا
اک شمع ساتھ ہی لے آیا
یہ حُبِّ سُنّت کی شمع
جس دن سے فروزاں کی میں نے
اُس دن سے میں پروانہ بن کر
جلتا ہی گیا، جلتا ہی گیا!
میں اپنے نبیؐ کے کوچے میں
چلتا ہی گیا، چلتا ہی گیا!

جب شجرِ محمد صلِّ علیٰ کا اونچا اور گھنیرا ہے[2]

سلیم ناز بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

جب شجر محمد صلِّ علیٰ کا اونچا اور گھنیرا ہے
تو آخر کیوں اے امت تیرا، تپتی دھوپ میں ڈیرہ ہے

سب کے سب ہی شمعِ رسالتؐ کے عاشق پروانے ہیں
حنبلی ہوں یا حَنَفی ہوں، آپؐ ہی کے دیوانے ہیں
دیوبندی ہوں یا سَلَفی ہوں، ایک ہی دِل کے خانے ہیں
لیکن خاک میں غلطاں یہ سب، اک تسبیح کے دانے ہیں
کفر نے توڑ کے ڈوریٔ وحدت اِن ہیروں کو بکھیرا ہے

محفل محفل ذکر بھی آپؐ کا، درسِ حدیث بھی ہے جاری
پھر بھی موت سے ڈر لگتا ہے، ہم کو دنیا ہے پیاری
اپنے دِل میں گھر کر بیٹھی آخر وہن کی بیماری
دسترخوان پہ ٹوٹ پڑی وحشی بھوکی دنیا ساری
جو کم تھے مگر کمزور نہ تھے، انہیں کفر نے اب آ گھیرا ہے

پانچ فٹے اس جسم پہ آقاؐ کی خلعت کیوں بھاری ہے؟
اہلِ سیاست کو اسلام کے نام سے کیوں بے زاری ہے؟
حاکمِ وقت کو بھی روحانی کینسر کی بیماری ہے
گلزارِ اسلام میں ہر سُو، جشنِ خزاں کا جاری ہے
ہم خود شاخ وہ کاٹ رہے ہیں جس پر اپنا بسیرا ہے

دِین کی خاطر ملک بنایا، توڑ کے منہ طوفانوں کا
پاک وطن میں رقص ہے لیکن امریکی شیطانوں کا
عالمی بھیڑیا 'رہبر' ہے، امت کے گلّہ بانوں[3] کا
رات طویل اور شمعیں گُل ہوں تو ہو گا کیا پروانوں کا
ان گھور میں شبوں میں بس آقاؐ کی ذات ہی ایک سویرا ہے

---

[1] کھلتا ___ ک کے زبر کے ساتھ: ناگوار، بُرا لگنا

[2] معمولی تصرف کے ساتھ۔

[3] مسلمانوں پر مسلط حکمران مراد ہیں۔

عشقِ نبیؐ کا دعویٰ بھی ہے سودی کاروبار بھی ہے
سر پہ تاجِ حکومت بھی ہے، چہروں پر پھٹکار بھی ہے
مظلوموں کی آہیں بھی ہیں اور اللہ کی مار بھی ہے
اب جو شریعت نافذ کر دے اس کا بیڑا پار بھی ہے
یہ فرض محض 'ملّا' کا نہیں ہے، یہ قرض تو تیرا میرا ہے!

میرا تو سب کچھ میرا نبیؐ ہے!

مظفرؔ وارثی رحمۃ اللہ علیہ

سیاہیاں مجھ میں، داغ مجھ میں
جلیں اُسی کے چراغ مجھ میں
اثاثۂ قلب و جاں وہی ہے
میرا تو سب کچھ میرا نبیؐ ہے

مرے گناہوں پہ اُس کا پردہ
وہ میرا اِمروز میرا فردا
ضمیر پر حاشیے اُسی کے
شعور بھی اُس کا وضع کردہ
وہ میرا ایماں، میرا تیقن
وہ میرا پیمانۂ تمدن
وہ میرا معیارِ زندگی ہے
میرا تو سب کچھ میرا نبیؐ ہے

وہ میری منزل بھی، ہم سفر بھی
وہ سامنے بھی پسِ نظر بھی
وہی مجھے دُور سے پکارے
اُسی کی پرچھائی روح پر بھی
وہ رنگ میرا، وہ میری خوشبو
میں اُس کی مٹھی کا ایک جگنو
وہ میرے اندر کی روشنی ہے
میرا تو سب کچھ میرا نبیؐ ہے

اُسی کے قدموں میں راہ میری
اُسی کی پیاسی ہے چاہ میری
اُسی کی مجرم، میری خطائیں
اُس کی کی رحمت گواہ میری
اُسی کا غم مجھ کو ساتھ رکھے
وہی میرے دل پہ ہاتھ رکھے
وہ درد بھی ہے سکون بھی ہے
میرا تو سب کچھ میرا نبیؐ ہے

ازل کے چہرے پہ نُور اُس کا
ظہورِ عالَم ظہور اُس کا
خود اس کی آواز گفتۂ حق
خود اُس کی تنہائی طُور اس کا
بہت سے عالی مقام آئے
خدا کے بعد اُس کا نام آئے
وہ اولیں ہے وہ آخری ہے
میرا تو سب کچھ میرا نبیؐ ہے!

نہ مجھ سے بارِ عمل اٹھے گا
نہ عذب ہی کوئی ساتھ دے گا
اگر کہے گا تو روزِ محشر
خدا سے میرا نبیؐ کہے گا
سیاہیاں داغ صاف کر دے
اِسے بھی مولیٰ معاف کر دے
یہ میرا عاشق ہے وارثی ہے
میرا تو سب کچھ میرا نبیؐ ہے!

أللهم صلِّ علیٰ محمد و علیٰ آل محمد
کما صلّیت علیٰ إبراهيم و علیٰ آلِ إبراهيم إنک حميد مجيد
أللهم بارک علیٰ محمد و علیٰ آلِ محمد
کما بارکت علیٰ إبراهيم و علیٰ آلِ إبراهيم إنک حميد مجيد

نیت اور اس کی اہمیت

(امیر المومنین کی ہدایات... مجاہدین کے نام)

امیر المومنین شیخ ہبۃ اللہ اخند زادہ حفظہ اللہ

الحمد لله رب العالمين و الذي بعث رسوله بالخلق العظيم وجعله قائداً للمجاهدين والصلوة والسلام على من أتمم مكارم الأخلاق و أمر بها إلى الحكام والمجاهدين وعلى آله وأصحابه الذين هم قدوة الأمة في اعلاء كلمة الله إلى يوم الدين.

آج جیسا کہ سب جانتے ہیں کہ افغانستان کی سرزمین پر مجاہدین دشمنانِ دین غاصبوں کے خلاف جہاد و قتال میں برسرِپیکار ہیں، تو ان حالات میں، میں نے ارادہ کیا کہ اللہ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث کی روشنی میں اِن کے لیے کچھ ایسے امور پر لکھوں جن کی انہیں ضرورت ہے۔ اللہ ہمیں اور انہیں ان پر عمل کرنے کی توفیق دے۔

نیت جہاد ہی نہیں تمام عبادات میں انتہائی اہمیت رکھتی ہے۔ اللہ رب العزت کا فرمان مبارک ہے:

﴿وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَٰلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ﴾ (سورۃ البیّنۃ:۵)

”اور ان کو حکم تو یہی ہوا تھا کہ اخلاص کے ساتھ خدا کی عبادت کریں یکسو ہو کر اور نماز پڑھیں اور زکوۃ دیں اور یہی سچا دین ہے۔“

تفسیرِ منیر میں ہے کہ

”الإخلاص:أن يأتي بالفعل خالصاً لداعية واحدة ولا يكون لغيرها من الدواعي تأثير في الدعاء إلى ذالك الفعل. وقوله: مخلصين تنبيه على ما يجب من تحصيل الإخلاص من ابتداء الفعل إلى انتهائه. والمخلص: هوالذي يأتي بالحسن لحسنه والواجب لوجوبه, فيأتي بالفعل مخلصاً لربه, لايريد رياء ولا سمعة ولاغرضا آخر, بل قالوا: لايجعل طلب الجنة مقصودا ولا النجاة عن النار مطلوبا وإن كان لابد من ذالك“(ج30,ص 346)

”اخلاص کا مطلب یہ ہے کہ عمل کو خاص ایک مقصد کے لیے کیا جائے اور دوسرے مقاصد کا اس میں دخل نہ ہو۔ مخلصین کے لفظ کا معنیٰ یہ ہے کہ کام آغاز سے انتہا تک انتہائی اخلاص کے ساتھ کیا جائے اور مخلص وہ ہے جو نیک کام اس لیے کرتا ہے کہ وہ نیک ہے اور واجب اس لیے ادا کرتا ہے کہ وہ واجب ہے اور ان تمام امور کو ادا کرنے کا مقصد صرف اللہ کو راضی کرنا ہو نہ اس میں ریا اور خود نمائی کو وہ جگہ دیتا ہو اور نہ ہی کسی اور مقصد کو بلکہ علماء تو یہاں تک کہتے ہیں کہ نیک کام کرنے کا مقصد حصولِ جنت اور جہنم سے خلاصی بھی نہ ہو (اگرچہ ان دونوں کے بغیر چارہ نہیں ہے) بلکہ اول مقصد یہی اللہ کی رضا ہو۔“

شرح المہذب میں درج ہے کہ

وعن ذي النون رحمه الله قال ثلاثة من علاماتِ الإخلاص, استواءُ المدحِ والذَّمِّ من العامة ونسيان رؤية الأعمال في الأعمال ولاإقتضاء ثوابِ العمل في الآخرة. وعن أبي عثمان رحمه الله قال الإخلاص نسيان رؤية الخَلقِ بدوام النظر إلى الخالق. وعن حذيفة المرعشي رحمه الله قال الإخلاص أن تستوي أفعالُ العبدِ في الظاهر والباطن.(ج 1ص 49)

”حضرت ذوالنون مصری کہتے ہیں کہ مخلص کی تین علامتیں ہیں: پہلی علامت یہ ہے کہ اس کے سامنے تعریف اور مذمت دونوں برابر ہوتی ہیں۔ دوسری علامت وہ اپنا عمل ریا اور نمائش کی نیت سے کبھی کسی کے سامنے ظاہر نہیں کرتا۔ تیسری علامت یہ ہے کہ آخرت میں نیک عمل کے مقابل اللہ تعالیٰ سے اجر کی نیت رکھتا ہے۔ ابو عثمان رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ اخلاص یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف دائمی توجہ اور نظر رکھنے کی وجہ سے خود نمائی سے پرہیز ہو۔ حذیفہ مرعشی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اخلاص یہ ہے کہ تمہارے ظاہری اور باطنی اعمال بالکل برابر ہو جائیں۔“

ایک دوسری جگہ اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿وَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ كَمَا بَدَأَكُمْ تَعُودُونَ﴾ (سورۃ الاعراف:۲۹)

”اور اس کے خالص فرمانبردار ہو کر اسے پکارو۔ جس طرح تمہیں پہلے پیدا کیا ہے اسی طرح دوبارہ پیدا ہو گے۔“

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَلِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَى،فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ، وَإِلَى رَسُولِهِ، فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ، وَإِلَى رَسُولِهِ، وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ لِدُنْيَا يُصِيبُهَا، أَوِ امْرَأَةٍ يَتَزَوَّجُهَا، فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ

”بیشک اعمال کا دارومدار نیت پر ہے ، اور ہر فرد کے ساتھ اس کی نیت کے مطابق معاملہ ہو گا، پس جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہو تو اس کی ہجرت اللہ و رسول کے لیے ہو گی اور جس کی ہجرت دنیا کے لیے ہو یا عورت سے نکاح کے لیے ہو تو اُس کی ہجرت (اللہ کے ہاں) اسی کے لیے شمار ہو گی جس کے لیے اس نے ہجرت کی ہو۔“

اس کا معنٰی یہ ہے کہ صحیح نیت فائدہ دیتی ہیں اور فاسد نیت فساد پیدا کرتی ہے۔ لہٰذا کوئی اس پہ دھوکہ نہ کھائے کہ اس کا ظاہر اچھا ہے جبکہ اس کا باطن برا ہو۔ اللہ تعالیٰ ہی دلوں کا حال جانتا ہے۔(فیض الباری)

اس طرح حدیث مبارک ہے:

حَدَّثَنَا أَبُو مُوسَى الأَشْعَرِيُّ ، أَنَّ رَجُلاً أَعْرَابِيًّا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللهِ ، الرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِلْمَغْنَمِ ، وَالرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِيُذْكَرَ ، وَالرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِيُرَى مَكَانُهُ ، فَمَنْ فِي سَبِيلِ اللهِ ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللهِ أَعْلَى ، فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ.

”حضرت ابو موسی اشعریؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا :ایک آدمی غنیمت کے لیے لڑتا ہے،(دوسرا) اس لیے لڑتا ہے کہ کہ اس کا ذکر ہو (نام و شہرت ہو)،(تیسرا آدمی) اس لیے لڑتا ہے کہ اپنا مرتبہ لوگوں کو دکھائے تو اِن میں سے کون اللہ تعالیٰ کے رستے میں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جو اللہ کے کلمے کو سربلند کرنے کے لیے لڑا تو وہ اللہ کے راستے کا مجاہد ہے۔“(صحیح بخاری)

علمائے کرام فرماتے ہیں کہ جو اللہ کے دین کو غالب کرنے (اللہ کے کلمہ کو سربلند کرنے) کے سوا اپنے سامنے کوئی اور ہدف و مقصد رکھے تو اس کا عمل جہاد نہیں بلکہ (محض) جنگ کہلائے گا اور وہ اُن انعامات کا مستحق نہیں ہو گا، جن کا اللہ نے وعدہ کیا ہے۔ اللہ رب العزت کا فرمانِ مبارک ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَى تِجَارَةٍ تُنجِيكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ○ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ○ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنَّاتِ عَدْنٍ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ○﴾ (سورۃ الصف:۱۰-۱۲)

”اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایک ایسی تجارت کا پتہ دوں جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دلا دے؟ (وہ یہ ہے کہ) تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، اور اپنے مال و دولت اور اپنی جانوں سے اللہ کے راستے میں جہاد کرو۔ یہ تمہارے لیے بہترین بات ہے، اگر تم سمجھو۔ اس کے نتیجے میں اللہ تمہاری خاطر تمہارے گناہوں کو بخش دے گا اور تمہیں ان باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، اور ایسے عمدہ گھروں میں بسائے گا جو ہمیشہ ہمیشہ رہنے والی جنتوں میں واقع ہوں گے۔ یہی زبردست کامیابی ہے۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اِن نعمتوں کا ذکر، خاص اُن کے لیے کیا ہے جو خاص اللہ کے راستے میں لڑتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ کے رستے میں لڑنے والا صرف وہ ہے جو خاص اس کے دین کی سربلندی (کلمہ) کے لیے لڑے۔ فتح الباری میں ابو موسی اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کے متعلق لکھا ہے کہ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے انتہائی بلاغت اور جامعیت سے کام لیا ہے، اس لیے کہ اگر آپ ﷺ جواب میں یہ فرماتے کہ جو امور آپ نے کہے تو یہ اللہ کے رستے میں جہاد نہیں ہے، تو احتمال تھا کہ اِن کے علاوہ دیگر امور اللہ کے راستے میں آسکتے ہیں اور ظاہر ہے ایسا نہیں ہو سکتا۔ اسی وجہ سے انتہائی جامع الفاظ آپ ﷺ نے فرمائے اور وہ یہ کہ بس جو اللہ تعالیٰ کے کلمے کی سربلندی کے لیے لڑے تو وہ اللہ کے رستے میں جہاد ہے۔ گویا اس سے ہٹ کے جو بھی مقصد ہو گا تو وہ جہاد نہیں ہو گا۔ ابنِ حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اعلائے کلمۃ اللہ کے اندر اللہ کی رضا، اللہ ہی سے اجر کی امید رکھنا اور اللہ کے دشمنوں کو زیر کرنا...... یہ سب بھی شامل ہیں۔

و ما علینا إلّا البلاغ المبین۔

بقیہ: مجاہد کا زادِ راہ

یارسول اللہ! کیا ہم اپنی گفتگو پر پکڑے جائیں گے؟

فرمایا:

ثکلتک امک یا معاذ، وھل یکب الناس علی وجوھھم فی النار الاحصائد السنتھم۔

”اے معاذ تمہاری ماں تمہیں کھوئے۔ کیا لوگ جہنم میں اُلٹے منہ اپنی زبانوں کی کھیتیوں کے علاوہ کسی وجہ سے ڈالے جائیں گے۔“

اور جب فتنے زیادہ ہو جائیں تو پیارے بھائی! اپنے گناہوں پر روئیے اور اپنی زبان کی حفاظت کیجیے!

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

ہم مجاہدین شریعت کے پابند ہیں!

”ہم مجاہدین شریعت کے پابند ہیں۔ شرعی جہاد کر رہے ہیں۔ کسی ایک مسلمان کو بھی ہدف بنانا ہم شرعی طور پر حرام سمجھتے ہیں۔ عوام ہماری طرف سے بالکل مطمئن رہیں۔ ہم اِن کے خیر خواہ محافظ اور مسلمان بھائی ہیں۔ امریکہ کے لیے قومی وقار قربان کرنے والے، ان شاء اللہ بہت جلد منطقی انجام تک پہنچائے جائیں گے۔“

(محترم اعظم طارق محسود شہید رحمہ اللہ)

مجاہد کا زادِ راہ

شیخ عبد اللہ عزام شہید رحمۃ اللہ علیہ

تیسرا اصول: بُرے نام رکھنے سے پرہیز

وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ......

یہ آیت بنی سلمہ کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ وارد ہوئے تو آپ نے دیکھا کہ انصاری صحابہ کے مختلف نام پڑے ہوئے ہیں۔ آپ کسی صحابی کو اس کے نام سے بلاتے تو وہ کہتے کہ اے اللہ کے رسول ﷺ یہ لقب تو اس بھائی کو پسند نہیں ہے......اس پر ان لوگوں کو بُرے نام رکھنے سے روکنے کے لیے یہ آیت وارد ہوئی۔ بھلا کسی کو اچھے طریقے سے بلا لینے میں آپ کا کیا نقصان ہے؟

لا خیل عندک تھدیھا ولا مال
فلیسعد النطق ان لم یسعد الحال

اگر گھوڑے نہیں ہیں آپ کے پاس
نہیں حالات بھی کچھ ان دنوں راس

مگر تحفہ بھی دینا لازمی ہو
تو لازم ہے کہ ایسا آدمی ہو

کہ اچھی بات کہنا جانتا ہو
بندھا سکتا ہو ٹوٹے دل کی کچھ آس

یہ کیا کہ آپ کا دل تو......نعوذ باللہ......حسد اور بغض اور جلن اور کڑھن سے بھرا ہوا ہے۔ ایسی حالت میں زبان سے کلمۂ خیر کیا خاک نکلے گا۔ ایسی حالت میں آپ کے چہرے پر مسکراہٹ کی رونق کسی طرح پھیل ہی نہیں سکتی۔ اس کا مطلب ہے مفت کی بھلائی آپ سے فوت ہوئی جا رہی ہے۔ یہ تو بڑی محرومی کی بات ہے۔ ذرا سوچیے کہ جو انسان مسکرانہ سکتا ہو اس سے بڑھ کر محروم شخص کون ہو گا؟ آپ کسی سے مسکرا کر بات کر لیں گے تو کیا ہو جائے گا۔ اپنے دل سے بُرے خیالات کو نکال پھینکیں اور اپنے بھائی کی طرف مسکرا کر دیکھیں۔ اُس سے مسکرا کر ملنا بھی آپ کے حساب میں صدقے کے طور پر لکھا جائے گا۔ اپنے بھائی کو اُس کے کسی پسندیدہ نام سے بلا لیں گے تو کیا ہو جائے گا۔ اس سے آپ کو کچھ نہ ہو گا بلکہ اس کے برعکس اُس کا دل محبت اور سُرور سے بھر جائے گا۔ ممکن ہے اُس کا دل ٹوٹا ہوا ہو اور آپ کے اس ایک جملے سے پھر جڑ جائے۔ ممکن ہے وہ غمگین ہو اور آپ کے اس لفظ سے اُس کو سکون مل جائے۔ آپ کا کیا گیا......؟ مگر آپ کے دوست کا کتنا کچھ سنور گیا۔ کیا یہ سب کچھ سننے کے بعد بھی آپ یہ بخل......خوش کلامی سے یہ پرہیز، جاری رکھیں گے حتیٰ کہ سلام تک کرنے میں کنجوسی کا مظاہرہ کریں گے؟ اپنے بھائی کے لیے کوئی اچھی بات نہیں کہیں گے؟

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے:

الا ادلکم علی شی اذا فعلتموہ تحاببتم افشوا السلام بینکم، واطعموا الطعام وصلوا الارحام، وصلوا باللیل والناس نیا تدخلوا الجنة بسلام۔

"کیا میں تمہیں ایک ایسی بات نہ بتاؤں کہ اگر تم اُسے کر گزرو تو تمہارے درمیان محبت بڑھ جائے:

- آپس میں ایک دوسرے کو سلام کیا کرو۔
- ایک دوسرے کو کھانا کھلایا کرو۔
- ایک دوسرے کے ساتھ صلہ رحمی کیا کرو۔
- رات کو جب لوگ سو رہے ہوں، اُٹھ کر نماز پڑھا کرو۔ ان شاء اللہ ہنستے مسکراتے امن و آشتی کے ساتھ جنت میں پہنچ جاؤ گے۔"

عمروں میں اضافہ نیکی کے علاوہ کسی بات سے نہیں ہوتا۔ صرف اچھا عمل عمر میں اضافے کا سبب بنتا ہے۔ اپنا دل محبت سے بھر لیجیے، آپ کے دل سے نیکی کے صاف شفاف چشمے جاری ہو جائیں گے جنہیں دنیا کی کوئی طاقت میلانہ کر سکے گی۔ نیکیاں گھر بیٹھے، آپ پر امڈی پڑ رہی ہوں گی حالانکہ اپنے مسلمان بھائی سے محبت کرنے کے لیے نہ آپ کو کوئی حرکت کرنی پڑے گی، نہ کوئی اور کام!

صحیح حدیث میں ہے:

وما احب عبد اخاہ الا کان احبھما الی اللہ اکثرھما حبا لاخیہ۔

"جب بھی کوئی بندہ اپنے بھائی سے محبت کرتا ہے تو اللہ زیادہ محبت کرنے والے سے زیادہ محبت کرنے لگتا ہے۔"

ترمذی کی حدیث ہے کہ

عش ماشئت فانک میت، واعمل ماشئت فانک مجزی بہ۔ اتق المحارم تکن اعبد الناس، وارض بما قسم اللہ لک، تکن اغنی الناس، واحسن الی جارک تکن مسلما، واحب للناس ماتحب لنفسک تکن مومنا۔

- "جس طرح چاہو جیو... آخر کار تو تمہیں مرنا ہی ہے۔
- جو چاہو کرو... آخر کار تو تمہیں ہر عمل کی جزا و سزا سے گزرنا ہی ہے۔

- حرام کاموں سے بچنا... تم سب سے زیادہ عبادت گزار ہو جاؤ گے۔
- جو کچھ اللہ نے تمہیں دیا اُس پر راضی رہنا... تم مال دار ترین آدمی بن جاؤ گے۔
- اپنے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرنا... مسلمان بنو گے۔
- اور دوسروں کے لیے بھی وہی پسند کرنا جو اپنے لیے پسند کرتے ہو، مومن ہو جاؤ گے۔"

یہ تین چیزیں، ہمز، لمز اور تنابز بالالقاب ممنوع ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کا بھی نتیجہ بڑا خوفناک ہے۔ یہ نتیجہ دو صورتوں میں ہے اور وہ یہ کہ آپ اللہ سے دو نام لیتے ہیں اور ایک نام... عظیم نام... کھوتے ہیں... آپ اللہ کے ہاں مومن شمار ہوتے تھے۔ پھر آپ سے ان میں سے کوئی حرکت سرزد ہوئی تو اللہ نے آپ کا نام مؤمنین کی فہرست سے نکال دیا اور آپ کو "فاسق" کا نام دے دیا اور اگر آپ نے اپنی غلطی پر فوراً ہی شرمندہ ہو کر توبہ نہ کر لی تو آپ کو دوسرا خطاب بھی مل گیا۔ یہ خطاب "ظالم" ہے:

بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ وَمَن لَّمْ يَتُبْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ○

"ایمان لانے کے بعد فسق میں نام پیدا کرنا بڑا بُرا ہے۔ جو اس کام سے توبہ نہ کرے گا، وہی ظالم ہے۔"

کیا آپ اللہ کے ہاں اپنا نام "مومن" کٹوا کر "فاسق" لکھوانے کی اس تجارت پر راضی ہیں؟ یہ کیا کیا؟... بڑا غضب کیا کہ اپنا نام "مومن" بیچ کر "فاسق" اور "ظالم" جیسے نام خرید لیے... کس لیے؟ محض زبان کے چٹخارے کے لیے؟... محض ہونٹوں کی حرکت سے، محض اپنے بھائی پر ہونٹ ہلانے کے بدلے۔ اُس کے بارے میں دل میں بُرا سوچ کر... بڑی بد قسمتی ہے... یہ بڑی بد قسمتی ہے کہ ایک شخص اللہ کی کتابوں میں اپنے بہترین نام سے محروم ہو جائے... اور اللہ جل شانہٗ کی طرف سے... اللہ رب العزت کی جناب سے... جس کے الفاظ کو کوئی لوٹانے والا نہیں... جس کے قول کو کوئی پھیر نہیں سکتا اور جس کے حکم سے کوئی سرتابی نہیں کر سکتا۔ دو انتہائی بُرے ناموں کا مستحق قرار پائے۔

"فسق اور ظلم" آہ... یہ کیسی منحوس تجارت ہے۔ آپ نے ایمان بیچ کر اور فسق اور ظلم خرید کر یہ کیا ظلم کیا؟

دوسری آیت کی تشریح کا وقت فی الحال تو نہیں رہا۔ اللہ جل شانہ نے عمروں میں برکت دی تو ان شاء اللہ اس آیت کی تشریح اگلے کسی خطبے میں کریں گے۔

[دوسرا خطبہ]

الحمد للہ والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ وبعد

"اللہ اس بندے پر رحم کرے جس نے اپنی حد جانی اور وہاں کھڑا رہا۔"

اور "کسی مسلمان کے شریر ہونے کے لیے اتنا کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی تحقیر کرے۔"

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ○(سورۃ الھمزۃ:۱)

"تباہی ہے ہر ہمز اور لمز کرنے والے پر۔"

ویل: عذاب اور دھمکی کا لفظ ہے۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ ویل جہنم کی ایک وادی ہے۔

برادرِ عزیز!

ہم سارے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اور دنیا کے ہر کونے میں رہنے والا مسلمان ہمارا بھائی ہے۔ آپ کو اس اسلامی نعرے نے ایک عالمگیر وحدت میں پرو دیا ہے۔ آپ یہ نہ سمجھیں کہ روزہ، نماز اور زکوٰۃ وغیرہ اللہ کے نزدیک کسی مسلمان کی عزت بچانے سے، اُس کی مدد کرنے سے یا اُس کو توہین سے نکالنے سے زیادہ بڑے کام ہیں اور یہ بھی نہ سمجھیں کہ زنا اور سود وغیرہ مسلمان کی عزت سے زیادہ حرام ہیں۔

صحیح حدیث میں ہے کہ

الربا بضع وسبعون شعبة ادناها كان يزنى الرجل بامه تحت ستار لكعبة، وان اربا الربا استطانة المسلم فى عرض اخيه السملم۔

"ربا (سود) کے ستر سے زیادہ درجے ہیں، اس کا سب سے ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ کوئی شخص کعبے کے پردے کے نیچے اپنی ماں کے ساتھ زنا کرے اور بڑا درجہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کی عزت کو خطرے میں پڑا دیکھ کر ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہے۔"

اُف! یعنی اپنے بھائی کی بوقت ضرورت مدد نہ کرنا اس سے بھی بڑا گناہ ہے کہ کوئی شخص کعبہ کے پردے میں اپنی ماں کے ساتھ منہ کالا کر رہا ہو... اُف!

خدا کی قسم! میرا خیال تھا کہ یہ حدیث ضعیف ہو گی لیکن میں نے اسے صحیح احادیث کے سلسلے میں بھی پایا اور یہ شیخ البانی رحمہ اللہ کی "صحیح الجامع الصغیر" میں بھی موجود ہے۔ اُف! مسلمان بھائی کی عزت پر ہاتھ بڑھانا سود کا سب سے بڑا درجہ ہے۔

کیا آپ کو منظور ہے کہ چند سینٹی میٹر لمبا گوشت کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا آپ کو جہنم میں گھسیٹ کر لے جائے۔ چھوٹا سا ٹکڑا جسے اللہ نے دو عظیم قید خانوں میں رکھا ہے بلکہ چار قید خانوں میں۔ ان میں سے دو زنداں تو ہڈی کے ہیں اور دو ہونٹ۔ صرف اس لیے کہ آپ ہمیشہ اپنے رب کی طرف متوجہ رہیں اور کسی موقع پر اسے بے لگام نہ چھوڑیں۔ پھر یہ دیکھیے کہ اللہ نے آپ کو سننے کے لیے دو کان دیے ہیں اور بولنے کے لیے صرف ایک زبان تاکہ آپ جتنا بولیں اس سے زیادہ سنیں۔

"ایک شخص کے جھوٹا ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات کو کہتا پھرے۔"

یعنی جو شخص ہر سنی ہوئی بات دوسرے کو کہتا پھرے وہ جھوٹا ہے۔

تو پیارے بھائی!

پھر ہمیں کس نے بے راہ کر دیا۔

کس نے ہماری جماعت میں تفرقہ ڈال دیا۔
کس نے ہماری عمارت کمزور کر دی۔
کس نے ہمارا معاشرہ تباہ کر دیا۔
آخر زبان کے علاوہ یہ کیا چیز ہے جس نے وجودِ انسانی کو ہلا کر رکھ دیا ہے اور ہمیں سب سے زیادہ نقصان پہنچایا ہے۔
یہی تو ہے گوشت کا وہ ذرا سا لوتھڑا جس نے آپ کو نقصان بھی پہنچایا اور آپ کو اس کا علم بھی نہ ہو سکا۔
تو برادرِ عزیز!
اگر اپنے بھائی کے عیب نکالنے کو جی چاہ رہا ہو تو ذرا نظر پھیر کر اپنے عیبوں پر بھی ڈال لو۔ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے پاس ایک زانیہ آئی تو سارے لوگ اُس پر لاحول پڑھنے اور اُسے بُرا بھلا کہنے لگے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:
من کان منکم بلا خطیئة فلیرجمھا۔
''تم میں سے جس نے کوئی گناہ نہ کیا ہو، وہ اس عورت کو سنگسار کرے۔''
اللہ کا بڑا شکر ہے کہ ہم وہ مخلوق نہیں ہیں جسے گناہوں کی بو آتی ہو۔ میں نے فتاویٰ ابن تیمیہ رحمہ اللہ میں وارد بعض آثار میں پڑھا ہے کہ ''جب کوئی شخص گناہ کرتا ہے تو فرشتے اس گناہ کی بدبو کے باعث اس سے ذرا دور ہو جاتے ہیں۔''
خدا کا بڑا شکر ہے کہ ہمیں گناہوں کی بو نہیں آتی ورنہ خود اپنے ہی گناہوں کی بو سے ہماری ناکیں پھٹ جاتیں اور ہمارے گناہوں سے زمین بدبودار ہو کر رہ جاتی۔ کیا ہماری گفتگو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اُن الفاظ سے کسی طرح بھی کم ہے جو انہوں نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں استعمال کیے تھے۔ حضرت امام ابوداؤد نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا کہ حضرت عائشہ نے رسول اللہ سے کہا:
''صفیہ کا قد ہی کیا کم ہے؟''(یعنی اُن کے پستہ قد ہونے کا نقص ہی بہت ہے۔)
فرمایا:
لقت قلت کلمة لو مزجت بماء البحر لمز جته۔
''عائشہ تم نے ایسی بات کہہ دی کہ اگر اسے سمندر کے پانی میں ملا دیا جائے تو سمندر بھی اس جیسا ہی بدبودار ہو جائے۔''
حقیقت تو یہ ہے کہ سمندر کا پانی کبھی بدبودار نہیں ہوتا کیونکہ اُس میں نمکینی کی مقدار بہت زیادہ ہوتی ہے لیکن اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ کے اس قول کا مطلب ہے کہ حضرت صفیہ کو پستہ قد کہنے کا جملہ اتنا بدبودار ہے کہ سمندر کو بھی بدبودار کر سکتا ہے۔
تو پیارے بھائی!

اپنی زبان کا خیال رکھیں۔ اس سے بچیں اپنے بھائی کے عیوب پر نظر ڈالنے سے پہلے اپنے عیوب پر نظر ڈال لیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
یری احدکم القذی فی عین اخیه ولا یری الجذع فی عینه۔
''تم میں کوئی اپنے بھائی کی آنکھ کا تنکا تو دیکھ لیتا ہے، اپنی آنکھ کا شہتیر نہیں دیکھتا۔''
یعنی اپنے بھائی کی آنکھ میں موجود ذرا سا تنکا دیکھتا ہے تو وہ اسے بڑا نظر آتا ہے لیکن اسے اپنی آنکھ کا شہتیر بالکل نظر نہیں آتا۔ یعنی اپنے گناہوں، اپنے عیبوں اور اپنے نقائص کو دیکھو، اپنے بھائی کی چھوٹی چھوٹی کمزوریوں پر نہ جاؤ۔ مسلمان دوسروں کی کمزوریوں کے پیچھے نہیں پڑتا کیونکہ یہ مروت کے منافی ہے۔
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
اقیلوا۔ یعنی واغفروا۔ اقیلوا ذوی الھیئات عثراتھم، فوالذی نفسی بیده ان احدھم لیعشر ویده بیدالرحمن۔
''صاحب مرتبہ لوگوں کی چھوٹی چھوٹی غلطیاں معاف کر دیا کرو۔ اُس کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے اُن میں سے کوئی تو اللہ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر غلطی کرتا ہے۔''
اسی وجہ سے مالکیہ (یعنی فقہِ مالکی کے علماء نے) نے فیصلہ دیا ہے کہ اچھی شہرت رکھنے والے لوگوں کے خلاف فساق اور ذلیل لوگوں کے دعوے قبول نہ کیے جائیں۔ اگر کوئی فاسق اسلامی عدالت میں کسی اچھی شہرت رکھنے والے متقی شخص کے خلاف مقدمہ قائم کرے تو اس ذلیل کو پابند سلاسل کیا جائے تاکہ شر میں شہرت رکھنے والوں کو خیر والوں پر غلبہ حاصل نہ ہو سکے اور تاکہ فاسقوں کی زبانوں کو اچھی شہرت رکھنے والے متقی لوگوں پر دراز ہونے سے پہلے لگام ڈالی جا سکے۔
برادران! اپنی زبانوں کی حفاظت کیجیے۔
اپنے رب کے ساتھ تعلقات کے نئے باب کا آغاز کیجیے تاکہ ہم غیبت، تجسس، سوئے ظن اور اس جیسی دوسری برائیوں سے بچ سکیں جنہوں نے ہمارے معاشروں کو گھن کی طرح چاٹ ڈالا ہے تاکہ ہم اپنا مطلوب معاشرہ قائم کر سکیں۔
اپنے رب سے عہد کیجیے کہ آئندہ اپنی زبان کو لگام دیں گے اور کبھی کھلا نہ چھوڑیں گے۔ بعض صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم اجمعین تو ہمیشہ اپنے منہ میں کنکر ڈالے رکھتے تھے تاکہ غیر ضروری بولنے سے بچ سکیں۔ ایک صحابی اپنے زبان کو پکڑ کر فرماتے:
''یہی ہے جس نے مجھے تباہی کے کنارے لا کھڑا کیا۔''
ظاہر ہے زبان کے پیچھے چلیں گے تو آپ بھی ہلاک ہو جائیں گے جیسا کہ معاذ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا۔

(باقی صفحہ نمبر 43 پر)

نصرتِ الٰہی کے اسباب

فضیلۃ الشیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ

بسم الله والحمد لله والصلاة والسلام على رسول الله وآله وصحبه ومن والاه

دنیا بھر میں بسنے والے میرے مسلمان بھائیو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج میں آپ بھائیوں کے سامنے ایک نصیحت رکھنا چاہتا ہوں، مگر آپ سے پہلے میں خود اس نصیحت کا محتاج ہوں، لہٰذا سب سے پہلے یہ خود میرے لیے ہے اور اس کے بعد تمام اہل ایمان اور مجاہدین کے لیے ہے۔ موضوع 'نصرت الٰہی کے اسباب' ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ○وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ وَاصْبِرُوا إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ○ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ○﴾

"مومنو! جب (کفار کی) کسی جماعت سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو بہت یاد کرو تاکہ مراد حاصل کرو۔ اور اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے حکم پر چلو (اور آپس میں جھگڑا نہ کرو کہ (ایسا کرو گے تو) تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمہارا اقبال جاتا رہے گا اور صبر سے کام لو کہ اللہ صبر کرنے والوں کا مددگار ہے۔ اور ان لوگوں جیسے نہ ہونا جو اتراتے ہوئے (یعنی حق کا مقابلہ کرنے کے لیے) اور لوگوں کو دکھانے کے لیے گھروں سے نکل آئے اور لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں۔ اور جو یہ اعمال کرتے ہیں اللہ ان پر احاطہ کیے ہوئے ہے۔"

ان آیات میں مؤمنین کو جو پہلا حکم دیا گیا ہے، وہ استقامت وثابت قدمی کے متعلق ہے۔ طالوت علیہ السلام کے ساتھیوں نے بھی اس کی دعا مانگی اور اللہ نے اپنی کتاب عظیم میں یہ دعا ذکر کی، فرمایا: ﴿رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ﴾

"اے پروردگار! ہم پر صبر انڈیل دے اور ہمیں (لڑائی میں) ثابت قدم رکھ اور لشکر کفار پر فتح یاب کر۔"

حضرت نعیم بن ھمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: "أَيُّ الشُّهَدَاءِ أَفْضَلُ؟" "شہداء میں سب سے افضل کون سا ہے؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "الَّذِينَ يُلْقَوْنَ فِي الصَّفِّ وَلَا يَفْتِلُونَ وُجُوهَهُمْ حَتَّى يُقْتَلُوا، أُولَئِكَ الَّذِينَ يَتَلَبَّطُونَ فِي الْغُرَفِ الْعُلَى مِنَ الْجَنَّةِ يَضْحَكُ إِلَيْهِمْ رَبُّكَ، وَإِذَا ضَحِكَ رَبُّكَ إِلَى عَبْدٍ فِي مَوْطِنٍ فَلَا حِسَابَ عَلَيْهِ"، "وہ جو میدان جنگ میں دشمن کا سامنا کرے تو ادھر اُدھر نہ دیکھے، لڑے، یہاں تک کہ قتل ہو جائے، یہ جنت کے اعلیٰ حجروں میں عیش سے رہ رہے ہیں اور تیرا رب انہیں دیکھ کر ہنستا ہے اور جس بندے کی طرف تیرا رب اس دنیا میں ہنسے تو اس کے ساتھ کوئی حساب نہیں"۔

لہٰذا سب سے پہلے استقامت کا حکم دیا گیا ہے اور عظیم استقامت، اصول ومبادی پر جمنا ہے۔ اسی طرح وعدوں پر قائم رہنا، شہوت کے مقابل اللہ کی اطاعت اور شبہات کے سامنے حق پر قائم رہنا، سب سے اعلیٰ استقامت ہے۔

ان آیات میں جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مؤمنین کو دوسرا حکم دیا ہے، وہ اللہ کا ذکر ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَكَأَيِّنْ مِنْ نَبِيٍّ قَاتَلَ مَعَهُ رِبِّيُّونَ كَثِيرٌ فَمَا وَهَنُوا لِمَا أَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا ضَعُفُوا وَمَا اسْتَكَانُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ. وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا فِي أَمْرِنَا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ﴾

"اور بہت نبی ایسے ہیں جن کی معیت میں اللہ کو بہت چاہنے والے لڑے ہیں، پھر وہ اللہ کی راہ میں تکلیف پہنچنے سے کچھ نہ ہارے اور نہ وہ سست ہوئے اور نہ ہی دبے، اور اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے ثابت قدم رہنے والوں سے۔ اور وہ یہی دعا کرتے تھے کہ: اے ہمارے رب! ہمارے گناہوں کی بخشش کر اور معاف فرما اُن زیادتیوں کو جو ہم سے ہمارے کام میں ہوئی ہیں اور قوم کفار کے مقابل ہمیں ثابت قدمی عطا فرما"۔

اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ﴾

"اور جب ان سے کہا گیا کہ لوگ تمہارے خلاف جمع ہو گئے ہیں لہٰذا تم ڈرو ان سے، تو (یہ سن کر) ان کے ایمان میں اضافہ ہوا اور انہوں نے کہا اللہ ہمارے لیے کافی ہے اور اللہ بہترین مددگار ہے"۔

اسی طرح غزوۂ احزاب کے موقع پر آپ ﷺ نے مشرکین کے خلاف دعا فرمائی: اللَّهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ، سَرِيعَ الْحِسَابِ، مُجْرِيَ السَّحَابِ، اهْزِمِ الْأَحْزَابَ، اللَّهُمَّ اهْزِمْهُمْ وَزَلْزِلْهُمْ، "اے اللہ! کتاب کو اتارنے والے، جلد حساب لینے والے، بادلوں کو چلانے والے، ان اتحادیوں (احزاب کو) شکست دیجیے اور انہیں ہلا مار یے"۔

ذکر الٰہی مجاہد کو وہ قوت دیتا ہے جس سے وہ کبھی مغلوب نہیں ہو سکتا اور یہ ذکر الٰہی ہی ہے جو اسے اس معرکہ کی حقیقت یاد دلاتا ہے اور وہ یہ کہ یہ سلطنت وحکومت، غنیمت واموال یا اپنی ذات یا قوم کی سربلندی کا معرکہ نہیں ہے، یہ تو خالص اللہ کے دین کو غلبہ دینے کی جنگ ہے۔

تیسرا حکم جو اللہ نے اہل ایمان کو ان آیات میں دیا ہے، وہ اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَىٰ أَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوا حَتَّىٰ يَسْتَأْذِنُوهُ﴾ "مومن تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے ہیں اور جب وہ اس کے ساتھ کسی اجتماعی کام میں ہوتے ہیں تو چلے نہیں جاتے جب تک اس سے اجازت نہ لیں"۔

اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللَّهُ وَعْدَهُ إِذْ تَحُسُّونَهُم بِإِذْنِهِ حَتَّىٰ إِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَعَصَيْتُم مِّن بَعْدِ مَا أَرَاكُم مَّا تُحِبُّونَ مِنكُم مَّن يُرِيدُ الدُّنْيَا وَمِنكُم مَّن يُرِيدُ الْآخِرَةَ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ وَلَقَدْ عَفَا عَنكُمْ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ﴾ "اور اللہ نے اپنا وعدہ سچا کر دیا (یعنی) اس وقت جب کہ تم کافروں کو اس کے حکم سے قتل کر رہے تھے یہاں تک کہ جو تم چاہتے تھے اللہ نے تم کو دکھا دیا، اس کے بعد تم نے ہمت ہار دی اور حکم (پیغمبر) میں جھگڑا کرنے لگے اور اس کی نافرمانی کی، بعض تو تم میں سے دنیا کے خواستگار تھے اور بعض آخرت کے طالب، اس وقت اللہ نے تم کو ان (کے مقابلے) سے پھیر (کر بھگا) دیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے اور اس نے تمہارا قصور معاف کر دیا اور اللہ مومنوں پر بڑا فضل کرنے والا ہے"۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان مبارک ہے: اسْمَعُوا وَأَطِيعُوا وَإِنِ اسْتُعْمِلَ حَبَشِيٌّ كَأَنَّ رَأْسَهُ زَبِيبَةٌ، "سنو اور اطاعت کرو، چاہے تم پر کشمش کے دانے جیسے سر والا حبشی غلام ہی کیوں نہ امیر بنایا جائے"۔

آپ ﷺ کا فرمان مبارک ہے: الْغَزْوُ غَزْوَانِ فَأَمَّا مَنِ ابْتَغَى وَجْهَ اللَّهِ وَأَطَاعَ الإِمَامَ وَأَنْفَقَ الْكَرِيمَةَ وَيَاسَرَ الشَّرِيكَ وَاجْتَنَبَ الْفَسَادَ فَإِنَّ نَوْمَهُ وَنَبْهَهُ أَجْرٌ كُلُّهُ وَأَمَّا مَنْ غَزَا فَخْرًا وَرِيَاءً وَسُمْعَةً وَعَصَى الإِمَامَ وَأَفْسَدَ فِي الأَرْضِ فَإِنَّهُ لَمْ يَرْجِعْ بِالْكَفَافِ، "جنگیں دو قسم کی ہیں، جو اللہ کی رضا کے لیے لڑا، جس نے امیر کی اطاعت کی، اپنا بہتر (مال و صلاحیت) جو اس کے پاس تھا، خرچ کیا، ساتھی کے لیے آسانی پیدا کی اور فساد سے اجتناب کیا تو اس کی نیند اور بیداری دونوں میں اجر ہے۔ اور جو فخر وریا کے لیے لڑا، جس نے امیر کی نافرمانی کی اور زمین میں فتنہ وفساد کیا تو وہ برابر بھی نہیں لوٹتا (یعنی پہلے کمایا ہوا اپنا اجر بھی ضائع کر کے لوٹتا ہے)"۔ براء بن عازب رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ احد کے دن رسول اللہ ﷺ نے پچاس افراد پر حضرت عبد اللہ ابن جبیر رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا اور فرمایا، "اگر تم دیکھو کہ پرندے ہمارے جسموں کا گوشت کھا رہے ہیں تو بھی تم لوگوں نے اپنی جگہ نہیں چھوڑنی ہے، یہاں تک کہ میں (تمہیں) بلوا لوں، اور اگر تم دیکھو کہ ہم نے دشمن کو شکست دی ہے اور ان پر غالب ہوئے ہیں، تو بھی اپنی جگہ نہیں چھوڑنی ہے، یہاں تک کہ میں بلوا نہ لوں"۔ آگے براء بن عازب رضی اللہ نے فرمایا: "(جب صحابہ کو مشرکین پر برتری حاصل ہوئی اور صحابہ مال غنیمت سمیٹنے لگے تو) عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھیوں نے کہا، 'ہمارے ساتھی غالب آ گئے ہیں، اب کس بات کا انتظار ہے؟ آیئے نیچے اترتے ہیں تاکہ مال غنیمت سمیٹ لیں!'، عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے جواباً انہیں کہا: 'رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جو تمہیں کہا ہے کیا وہ تم بھول گئے؟' انہوں نے کہا: 'اللہ کی قسم ہم نیچے اتریں گے، ہم نے مال غنیمت اٹھانا ہے'، جب وہ نیچے اترے تو فتح شکست میں تبدیل ہو گئی"۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: الْزَمُوا هَذِهِ الطَّاعَةَ وَالْجَمَاعَةَ ، فَإِنَّهُ حَبْلُ اللهِ الَّذِي أَمَرَ بِهِ، وَأَنَّ مَا تَكْرَهُونَ فِي الْجَمَاعَةِ خَيْرٌ مِمَّا تُحِبُّونَ فِي الْفُرْقَةِ، "اطاعت کرو اور جماعت کے ساتھ جڑے رہو، یہ (اطاعت اور جماعت کے ساتھ جڑے رہنا) اللہ کی وہ رسی ہے جسے تھامنے کا اس نے حکم دیا ہے اور جان لو کہ جو تم جماعت میں ناپسند کرتے ہو، وہ اس سے بہتر ہے جو علیحدگی میں تمہیں محبوب ہو"۔ پس، امیر کی نافرمانی شکست وہزیمت کے اسباب میں سے ایک بڑا سبب ہے۔

چوتھا حکم جو اللہ نے ان آیات میں اہل ایمان کو دیا ہے، وہ اختلاف وتنازع چھوڑنے کا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنفَالِ قُلِ الْأَنفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ﴾ "تم سے غنیمت کے مال کے بارے میں دریافت کرتے ہیں (کہ کیا حکم ہے)، کہہ دو کہ غنیمت اللہ اور اس کے رسول کا مال ہے۔ تو اللہ سے ڈرو اور آپس میں صلح رکھو"۔ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللَّهُ وَعْدَهُ إِذْ تَحُسُّونَهُم بِإِذْنِهِ حَتَّىٰ إِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَعَصَيْتُم مِّن بَعْدِ مَا أَرَاكُم مَّا تُحِبُّونَ مِنكُم مَّن يُرِيدُ الدُّنْيَا وَمِنكُم مَّن يُرِيدُ الْآخِرَةَ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ وَلَقَدْ عَفَا عَنكُمْ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ﴾ "اور اللہ نے اپنا وعدہ سچا کر دیا (یعنی) اس وقت جب کہ تم کافروں کو اس کے حکم سے قتل کر رہے تھے، یہاں تک کہ جو تم چاہتے تھے خدا نے تم کو دکھا دیا، اس کے بعد تم نے ہمت ہار دی اور حکم (پیغمبر) میں جھگڑا کرنے لگے اور اس کی نافرمانی کی بعض تو تم میں سے دنیا کے خواستگار تھے اور بعض آخرت کے طالب اس وقت خدا نے تم کو ان (کے مقابلے) سے پھیر (کر بھگا) دیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے اور اس نے تمہارا قصور معاف کر دیا اور خدا مومنوں پر بڑا فضل کرنے والا ہے"۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں باب کا عنوان رکھا ہے: "جنگ میں اختلاف اور تنازع کی ناپسندیدگی اور جو امیر کی نافرمانی کرے اس کی سزا کا باب" اور اس میں اللہ کا فرمان نقل کیا ہے: ﴿وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ﴾ "اور اختلاف نہ کرو، ورنہ شکست کھاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی"۔ پھر اس میں دو احادیث نقل کی ہیں، اس میں پہلی حدیث میں آپ ﷺ معاذ رضی اللہ عنہ کو مخاطب ہیں اور فرماتے ہیں: يَسِّرَا وَلاَ تُعَسِّرَا، وَبَشِّرَا وَلاَ تُنَفِّرَا، وَتَطَاوَعَا وَلاَ تَخْتَلِفَا، "آسانی کا برتاؤ کرنا، مشکلات اور سختیوں میں مبتلا نہ کرنا، بشارت دیتے رہنا، خوف ومایوسی میں مبتلا نہ کرنا، باہم اتفاق واتحاد کے ساتھ کام کرنا اور آپس میں اختلاف نہ کرنا"۔ اور دوسری حدیث وہی حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ ہے جو پہلے ذکر کی۔ تنازع واختلاف دشمن کا مقصد وہدف ہے، اسی کے ذریعے ہم وہ بہت

کچھ خود اپنے ہاتھوں سے انہیں دے دیتے ہیں جس کو حاصل کرنے میں وہ ناکام ہو چکے ہوتے ہیں۔

پانچواں حکم جو اہل ایمان کو اللہ رب العزت ان آیات میں دیتے ہیں، وہ صبر ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان مبارک ہے: ﴿ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ هَاجَرُوا مِن بَعْدِ مَا فُتِنُوا ثُمَّ جَاهَدُوا وَصَبَرُوا إِنَّ رَبَّكَ مِن بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾، "پھر جن لوگوں نے اذیتیں اٹھانے کے بعد ترک وطن کیا، پھر جہاد کیا اور ثابت قدم رہے، تمہارا پروردگار ان کو بیشک ان (آزمائشوں) کے بعد بخشنے والا (اور ان پر) رحمت فرمانے والا ہے"۔ اور فرماتے ہیں: ﴿وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي اللَّهِ مِن بَعْدِ مَا ظُلِمُوا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَلَأَجْرُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ. الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ﴾ "اور جن لوگوں نے ظلم سہنے کے بعد اللہ کے لیے وطن چھوڑا، ہم ان کو دنیا میں اچھا ٹھکانہ دیں گے، اور آخرت کا اجر تو بہت بڑا ہے، کاش وہ (اسے) جانتے۔ (یہ) وہ لوگ (ہیں) جو صبر کرتے ہیں اور اپنے پروردگار پر بھروسہ کرتے ہیں"۔

قرآن کریم میں صبر اور ذکر کئی مقامات پر جہاں اکٹھے آئے ہیں، وہاں دن و رات کے اطراف میں ذکر کو بھی یاد کیا گیا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ﴾، "تو صبر کرو، بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے، اور اپنے گناہوں کی معافی مانگو، اور صبح و شام اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے رہو"۔ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ○ قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا ○ نِّصْفَهُ أَوِ انقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا ○ أَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا ○ إِنَّا سَنُلْقِي عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا ○ إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْئًا وَأَقْوَمُ قِيلًا ○ إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلًا ○ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا ○ رَّبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا ○ وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا ○﴾، "اے چادر اوڑھنے والے، رات کو قیام کر مگر تھوڑا سا حصہ، آدھی رات یا اس میں سے تھوڑا سا حصہ کم کر دو، یا اس پر زیادہ کر دو اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو، ہم عنقریب آپ پر ایک بھاری بات کا (بوجھ) ڈالنے والے ہیں، بیشک رات کا اٹھنا نفس کو خوب زیر کرتا ہے اور بات بھی صحیح نکلتی ہے، بیشک دن میں آپ کے لیے بڑا کام ہے، اور اپنے رب کا نام لیا کرو اور سب سے الگ ہو کر اسی کی طرف آ جاؤ، وہ مشرق اور مغرب کا مالک ہے اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں پس اسی کو کارساز بنالو اور کافروں کی باتوں پر صبر کرو اور انہیں عمدگی سے چھوڑ دو"۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ آثِمًا أَوْ كَفُورًا ۔ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۔ وَمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهُ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيلًا﴾، "پھر آپ اپنے رب کے حکم کا انتظار کیا کریں اور ان میں سے کسی بدکار یا ناشکرے کا کہنا مانا کریں، اور اپنے رب کا نام صبح اور شام یاد کیا کریں اور کچھ حصہ رات میں بھی اس کو سجدہ کیجیے اور رات میں دیر تک اس کی تسبیح کیجیے"۔ اللہ رب العزت فرماتے ہیں: ﴿وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ذَٰلِكَ ذِكْرَىٰ لِلذَّاكِرِينَ ○ وَاصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ﴾ "اور دن کے دونوں طرف اور کچھ حصہ رات کا نماز قائم کرو، بیشک نیکیاں برائیوں کو دور کرتی ہیں۔ یہ نصیحت حاصل کرنے والوں کے لیے نصیحت ہے، اور صبر کرو، بیشک اللہ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا"۔ اسی طرح اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَن ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا﴾، "اور ان لوگوں کی صحبت میں رہو جو صبح اور شام اپنے رب کو پکارتے ہیں، اسی کی رضامندی چاہتے ہیں، اور تو اپنی آنکھوں کو ان سے نہ ہٹا کہ دنیا کی زندگی کی زینت تلاش کرنے لگ جائے اور اس شخص کا کہنا مان جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور اپنی خواہش کے تابع ہو گیا ہے اور اس کا معاملہ حد سے گزرا ہوا ہے"، ﴿وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ ○ وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَإِدْبَارَ النُّجُومِ ○﴾، "اور اپنے رب کا حکم آنے تک صبر کریں کیونکہ بیشک آپ ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجیے جب آپ اٹھا کریں اور رات کے بعض اوقات میں بھی اور ستاروں کے غروب ہونے کے بعد بھی اس کی تنزیہ کیا کرو"۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: يَا أَيُّهَا النَّاسُ ، لاَ تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ ، وَاسْأَلُوا اللَّهَ الْعَافِيَةَ ، فَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاصْبِرُوا ، وَاعْلَمُوا أَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلاَلِ السُّيُوفِ ، ثُمَّ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَقَالَ : اللَّهُمَّ ، مُنْزِلَ الْكِتَابِ ، وَمُجْرِيَ السَّحَابِ ، وَهَازِمَ الأَحْزَابِ ، اهْزِمْهُمْ ، وَانْصُرْنَا عَلَيْهِمْ. "اے لوگو! دشمن سے ملنے کی یعنی جنگ کی تمنا نہ کرو اور جب ان سے ملو یعنی جنگ کرو تو پھر صبر کرو (یعنی ثابت قدم رہو)۔ پھر آپ ﷺ کھڑے ہو گئے اور فرمایا: "اے کتاب کو اتارنے اور بادلوں کو چلانے والے اور کافروں کو شکست دینے والے انہیں شکست دے اور ان کے خلاف ہماری مدد فرما"۔

جہاد میں صبر سے مراد، جنگ و قتال کی سختیوں اور شہوات پر صبر ہے۔ شہوات کے اندر، اجتماعی امور میں اپنے لیے مرتبہ و مقام کی خواہش رکھنا اور راحت و آسائش والی زندگی کی چاہت کرنا بڑی شہوت ہے۔ کتنے افراد تھے جو مجاہدین تھے، مگر ان شہوات کے سبب وہ راستے سے پھسل گئے اور مجاہد نہیں رہے۔ اسی طرح قید و بند کی آزمائش بھی صبر مانگتی ہے۔ ایسے ساتھی بھی ہیں جو قید کی آزمائش پر صبر نہیں کر سکے اور راہ جہاد سے ہٹ گئے۔ بعض بدنصیب ایسے بھی ہیں جو قید کی سختیوں کے سبب اپنے مجاہد بھائیوں کے خلاف دشمن کے آلۂ کار بن گئے۔ آزمائش میں اس ناکامی کا ایک سبب حالات کے دباؤ کے سامنے جھکنا اور بیوی، اولاد اور خاندان کے مطالبات سے مجبور ہونا بھی ہے۔ راہ جہاد میں جس صبر کی ضرورت ہے، اس میں سے ایک مال و اقتدار کی شہوت پر صبر بھی ہے۔ مال کی خواہش اس لیے کہ اس سے جہادی

اعداد اور افراد کی بھرتی ہو۔ یہ خود جائز خواہش ہے (بلکہ مطلوب بھی ہے)، اگر دین وجہاد کی نصرت کے لیے ہو اور نفس کے لیے نہ ہو۔ مگر کتنے افراد ایسے بھی ہیں جنہوں نے اس رستہ پر تھوڑا سا آگے بڑھنے کے بعد مال و اختیار ہی کو اپنا اصل مقصود بنایا اور صحیح راستہ چھوڑ گئے۔ انہوں نے پھر اپنے بھائیوں کے حق میں زیادتی کی، ان کی تنقیص کی، بعض نے تو اُن کی تکفیر بھی پھر کر دی جن کے ساتھ تعلق پر پہلے فخر کرتے تھے، ان کا خون اپنے لیے مباح جانا اور کسی عہد وپیمان کا انہوں نے خیال نہیں رکھا۔ ان لوگوں نے جہادی صفوں میں تفرقہ ڈالا، خلافت نبوی ﷺ تک کے ساتھ زیادتی کی اور یہ جھوٹ گھڑ لیا کہ یہ خلافت، شوریٰ، اتفاق واجماع اور مسلمانوں کے خون کی حرمت کی پابندی پر قائم نہیں ہوتی، بلکہ یہ حقوق غصب کرنے، دوسروں پر بزور تلوار غالب ہونے اور تکفیر و تفجیر کے ذریعے قائم ہوتی ہے۔ انہوں نے اپنے لیے اصول بنایا کہ جو ان کی بیعت نہیں کرتا اس کے ساتھ ان کی جنگ ہو گی اور جو ان کے خلاف جنگ کرے گا وہ کافر ہو گا۔

آپ ﷺ کا فرمان ہے: فَوَاللَّهِ مَا الْفَقْرَ أَخْشَى عَلَيْكُمْ وَلَكِنْ أَخْشَى عَلَيْكُمْ أَنْ تُبْسَطَ الدُّنْيَا عَلَيْكُمْ كَمَا بُسِطَتْ عَلَى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَتَنَافَسُوهَا وَتُلْهِيَكُمْ كَمَا أَلْهَتْهُمْ، ”پس اللہ کی قسم! میں تم لوگوں کے معاملے میں فقر سے نہیں ڈرتا، میں تو اس سے ڈرتا ہوں کہ تمہارے لیے دنیا ایسی وسیع کی جائے گی جیسا کہ پہلے والوں کے لیے وسیع کر دی گئی تھی، ایسا ہو تو یہ نہ ہو کہ تم اس کے حصول میں پھر ایک دوسرے پر سبقت شروع کرو اور وہ تمہیں ایسے ہلاک کرے جیسا کہ پہلے والوں کو ہلاک کیا تھا“۔

اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا: مَا ذِئْبَانِ جَائِعَانِ فِي غَنَمٍ بِأَفْسَدَ لَهَا مِنْ حِرْصِ الرَّجُلِ عَلَى الْمَالِ وَالشَّرَفِ لِدِينِهِ، ”دو بھوکے بھیڑیے بکریوں کے ریوڑ کا اتنا نقصان نہیں کرتے جتنا کہ مال اور جاہ کا بھوکا اپنے دین کا نقصان کرتا ہے“۔

اسی طرح راہ جہاد کی طوالت بھی صبر مانگتی ہے۔ ایسے افراد بھی ہیں جنہوں نے اس راستے پر کچھ سفر کیا، ہجرت کی اور قید وبند کی صعوبتوں سے بھی گزرے، مگر بیچ راستے میں وہ تھک گئے اور سفر جاری نہ رکھ پائے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان بارک ہے: ﴿وَكَأَيِّنْ مِنْ نَبِيٍّ قَاتَلَ مَعَهُ رِبِّيُّونَ كَثِيرٌ فَمَا وَهَنُوا لِمَا أَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا ضَعُفُوا وَمَا اسْتَكَانُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ○ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا فِي أَمْرِنَا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ○ فَآتَاهُمُ اللَّهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْآخِرَةِ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ﴾، ”اور بہت نبی ایسے ہیں جن کی معیت میں بہت اللہ کو چاہنے والے لڑے ہیں پھر وہ اللہ کی راہ میں تکلیف پہنچنے سے کچھ نہ ہارے اور نہ وہ سست ہوئے ہیں اور نہ ہی دب گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے ثابت قدم رہنے والوں سے اور وہ یہی دعا کرتے تھے کہ اے رب ہمارے گناہوں کی بخشش کر اور معاف فرما اُن زیادتیوں کو جو ہم سے ہمارے کام میں ہوئی ہیں اور کفار قوم کے مقابل ہمیں ثابت قدمی عطا فرما۔ تو اللہ نے ان کو دنیا میں بھی بدلہ دیا اور آخرت میں بھی بہت اچھا بدلہ دے گا اور اللہ نیکوکاروں کو دوست رکھتا ہے“۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب انصار نے بیعت عقبہ ثانیہ کے موقع پر آپ ﷺ کی بیعت کرنی چاہی تو حضرت اَسعد بن زرارۃ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا: ”اہل یثرب تھوڑا صبر کیجیے! اس بیعت سے پہلے نصرت کی حقیقت سمجھیے، رسول اللہ ﷺ کو یہاں سے ساتھ یثرب (مدینہ منورہ) لے جانا تمام عرب کے ساتھ قطع تعلق کے مترادف ہے۔ یہ اس کے مترادف ہے کہ تمہارے بہترین لوگ قتل ہوں گے اور پوری دنیا سے تمہیں جنگ کرنی پڑے گی۔ اگر تو اس سب پر تم صبر کرو گے تو تمہارا اجر اللہ ہی دے گا، لیکن اگر تمہیں خدشہ ہے تم یہ عہد وفا نہیں کر سکو گے اور بزدلی دکھاؤ گے تو بہتر ہے کہ آج ہی پیچھے ہٹ جاؤ، اللہ کے ہاں تمہارا یہ ہٹنا عذر شمار ہو گا“۔ انصار نے جواب دیا: ”اسعد ہٹ جاؤ! (کہ ہم بیعت کریں) اللہ کی قسم ہم اس بیعت سے کبھی نہیں ہٹیں گے اور کبھی اس کی خلاف ورزی نہیں کریں گے“۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ پھر ہم سب آگے بڑھے اور ہم نے آپ ﷺ کی بیعت کی، آپ ﷺ نے بیعت لی اور اس کے بدلے اللہ کے ہاں جنت کا وعدہ کیا“۔

ان آیات میں چھٹا حکم جو مؤمنین کو دیا گیا ہے، وہ ریا اور نمود و نمائش چھوڑنے کا ہے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے: إِنَّ أَوَّلَ النَّاسِ يُقْضَى فِيهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَلَاثَةٌ: رَجُلٌ اسْتُشْهِدَ، فَأُتِيَ بِهِ فَعَرَّفَهُ نِعَمَهُ، فَعَرَفَهَا، فَقَالَ: فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا؟ قَالَ: قَاتَلْتُ فِيكَ حَتَّى قُتِلْتُ. قَالَ: كَذَبْتَ، وَلَكِنَّكَ قَاتَلْتَ لِيُقَالَ: هُوَ جَرِيءٌ، فَقَدْ قِيلَ. ثُمَّ أَمَرَ بِهِ فَسُحِبَ عَلَى وَجْهِهِ حَتَّى أُلْقِيَ فِي النَّارِ. ”قیامت کے دن سب سے پہلے تین لوگوں کا حساب ہو گا: ایک وہ آدمی جو ’شہید‘ ہوا، اس کو لایا جائے گا اور اس پر اللہ کی نعمتیں پیش ہوں گی جو اللہ نے اس پر کی تھیں، وہ ان کا اعتراف کرے گا، پھر اللہ پوچھیں گے کہ تم نے ان نعمتوں کے ذریعے کیا کیا؟ وہ کہے گا، اے اللہ میں تیری رضا کے لیے لڑا یہاں تک کہ قتل ہوا، اللہ فرمائیں گے، ’تم نے جھوٹ کہا، تم تو اس لیے لڑے کہ لوگ تمہیں بہادر کہیں اور یہ تمہیں کہا گیا‘، پھر اس کے بارے میں حکم ہو گا اور اسے منہ کے بل آگ میں ڈال دیا جائے گا“۔

﴿رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا أَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ﴾

”اے پروردگار! اگر ہم سے بھول یا چوک ہو گئی ہو تو ہمارا مواخذہ نہ کیجیے! اے پروردگار! ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈالیے جیسا تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا... اے پروردگار! جتنا بوجھ اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں اتنا ہمارے سر پر نہ ڈالیے اور (اے پروردگار) ہمارے گناہوں سے درگزر کر اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما، تو ہی ہمارا مالک ہے اور ہم کو کافروں پر غالب فرما“۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين، و صلى الله على سيدنا محمد و آله وصحبه وسلم.والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته۔

امریکی صہیونی فوج پر سرزمینِ صومالیہ میں مجاہدین کے تاریخی حملے

شکرِ الٰہی اور حمایت و تائید

مرکزی قیادت، جماعت قاعدۃ الجہاد

صلیبی اہلِ مغرب کی جس قدر کوشش ہے کہ وہ صومالیہ کی زمین پر اپنا غلیظ وجود اور اہم کردار چھپائیں، اُسی قدر شباب المجاہدین کی کوشش ہے کہ وہ ان پر شدید ضربیں لگائے اور ان کے وجود کو ظاہر کردے۔ پچھلے دنوں صومالیہ میں موجود امریکیوں کے سب سے بڑے فوجی کیمپ پر صومالیہ کے مجاہدین نے حملہ کیا اور ان کے بیسیوں فوجیوں کو ہلاک کر دیا۔ الحمدللہ اب امریکی فوجیوں کے ان تابوتوں کو ایسے وقت میں ان کے خاندان وصول کریں گے جب وہاں اکتوبر ۱۹۹۳ء کے اُن فوجیوں کی برسی پر سوگ منایا جا رہا ہو گا، جو صومالیہ ہی کی سرزمین پر اہلِ ایمان کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے۔ قابلِ ذکر بات ہے کہ اُن مردہ فوجیوں کی تعداد انیس تھی اور یہ وہ تعداد ہے جو گیارہ ستمبر کے مبارک حملوں میں ابطالِ اسلام اُن فدائی مجاہدین کی بھی تھی جنہوں نے (امریکی فوجی مرکز) پینٹاگون اور امریکی تجارتی سنٹر پر حملہ کرکے امریکہ کا غرور خاک میں ملایا تھا۔ حالیہ زخم ماضی کے زخم کی یاد کے موقع پر ملا، گویا یہ زخم کے بعد زخم اور دھچکوں کے بعد ایک دھچکا ہے۔ الحمد للہ، شباب المجاہدین امتِ مسلمہ کے دفاع اور مسلمانانِ عالم کا خون بہنے سے روکنے کی خاطر امریکیوں کے خلاف ڈٹے ہوئے ہیں اور وہ کالے اور گورے صلیبیوں میں کوئی فرق نہیں کرتے ہیں اور موغادیشو کی غیرت والی سرزمین سے بے وقوفوں کے دیس امریکہ کو تابوت بھیجنے کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔ امریکیوں کی کند ذہنی ہے کہ ان تابوتوں اور انہیں ملنے والے پے درپے نقصانات کے باوجود بھی، دو ہجرتوں کی سرزمین، صومالیہ کا پیغام نہیں سمجھ رہے ہیں۔ صوبہ شبیلی میں غاصب صلیبیوں کو جس نقصان کا سامنا ہوا ہے، یہ ان کی معاصر تاریخ میں سرزمینِ صومالیہ میں ملنے والا سب سے بڑا نقصان ہے، جس میں بیسیوں امریکی و اسرائیلی سپاہی و افسر قتل اور زخمی ہوئے۔ گاڑیوں، ٹینکوں اور بکتر بند گاڑیوں کا نقصان اس کے علاوہ ہے۔ یہ بھی ملاحظہ ہو کہ یہ کاری ضرب جب انہیں لگ رہی تھی تو ان کا سمندری بیڑا اپنے تمام ترمیزائلوں اور دیگر خطرناک ہتھیاروں کے ساتھ بالکل ناکام اور عاجز کھڑا یہ سب کچھ دیکھتا رہا اور اپنے صلیبیوں کا خون گرنے سے نہیں بچا سکا۔

ہم امریکیوں پر اس کامیاب کارروائی سمیت، صومالیہ میں یورپی اتحاد اور موغادیشو کی مرتد افواج کے قافلوں پر کارروائیوں کے موقع پر اللہ ہی کی حمد اور اللہ ہی کا شکر کرتے ہیں اور ساتھ ہی شباب المجاہدین کے مسئولین کو اس پر مبارک باد بھی پیش کرتے ہیں اور اس کارروائی کی بھرپور حمایت و تائید بھی کرتے ہیں۔ ہم اللہ کے سامنے دعا کے لیے ہاتھ بھی اٹھاتے ہیں، کہ اللہ اس کارروائی میں شامل فدائی اور استشہادی مجاہد ساتھیوں کو قبول فرمائے، ان کی مغفرت کرے اور ان کی ارواح کو اپنی رحمت و رضا میں ڈھانپ لے، نیز اللہ اُن سب بھائیوں کو اجر دے جنہوں نے اس کارروائی میں کسی بھی سطح پر حصہ لیا اور اس میں مدد کی۔

ہم غاصب صلیبیوں کو نہایت وضاحت سے کہتے ہیں کہ یہی ہمارے پیغامات ہیں جو بالکل واضح اور دوٹوک ہیں۔ تمہیں اپنے لیے مسلمانوں کی سرزمین پر کوئی ٹکڑا بھی ایسا نہیں ملے گا جہاں تم حفاظت سے رہ سکو۔ اب یہ ناممکن ہے کہ تمہیں اپنے کیے کی سزا نہ ملے۔ جو خونِ مسلم تم نے بہایا ہے، اب اس کی قیمت تمہیں چکانی پڑے گی۔ آج ان حملوں کی صورت میں جو فصل تم کاٹ رہے ہو، یہ وہی ہے جو تم صومالیہ، بیت المقدس، افغانستان، شام، عراق اور دیگر اسلامی ممالک میں اپنے ہاتھوں بو چکے ہو۔ آج تمہیں اپنے کیے کی سزا مل رہی ہے۔ لہٰذا صومالیہ کے ان شیروں کو آج تم ملامت مت کرو کہ وہ اپنے دین، اہل و اولاد کا دفاع کر رہے ہیں... ملامت کرنی ہو تو بس اپنے آپ ہی کو کرو۔ تم ہی نے اس آگ کو لگایا ہے اور آج اس کے بے رحم شعلے ہی ہیں جو تمہیں جلا رہے ہیں۔ پس صلیب اٹھانے والے بھی جان لیں اور ان کے دم چھلے، صومالیہ کی مرتد حکومت سمیت وہ تمام اقوامِ کفر بھی باخبر ہوں جو ہمارے اوپر حملہ آور ہیں، سب جان لیں کہ حق کی قوت اب باطل کے پردوں سے چھپائی نہیں جاسکے گی۔ تمہارے یہ سب قلعے اور حفاظتی تدابیر امتِ مسلمہ کے جواں مردوں کے آگے اللہ کے اذن سے مکڑی کے جالے سے بھی زیادہ کمزور ہیں، کاش کہ تم اس حقیقت کو جان لیتے۔

اے ہمارے عظیم مجاہد بھائیو!

صلیبی امریکہ ایک ایسے بڑے بحران اور داخلی تقسیم سے گزر رہا ہے جس کا مشاہدہ ہر ذی عقل کر سکتا ہے اور جو خود ان کے مطابق سیاسی تقسیم کی انتہاء ہے۔ امریکہ کی یہ حالت مؤمنین کے اُس پاک خون کا نتیجہ ہے جو امتِ مسلمہ امریکہ کے خلاف ایک عرصہ سے قربان کر رہی ہے۔ ایک طرف امریکہ کی بربادی کا یہ حال ہے تو دوسری طرف یہ صلیبی صہیونی اپنی جارحیت سے باز نہیں آئے، بلکہ ایک دفعہ پھر رسول اللہ ﷺ کے جزیرۂ مبارکہ (جزیرۂ عرب) پر قابض ہونے کے لیے لوٹ رہے ہیں۔ پس ہم ٹرمپ اور اس کی افواج کو کہتے ہیں کہ اگر گیارہ ستمبر کے مبارک حملوں میں جزیرۂ رسول ﷺ کے شیروں نے تم سے ویتنام کے زخم بھلا دیے ہیں تو یاد رکھو اور تم ایسی ضربوں کے لیے اب تیار رہو جو تمہیں گیارہ ستمبر کے رِستے زخم بھی بھلا دیں گی۔ اللہ کے اذن سے جزیرۂ رسول ﷺ میں آنے والی جنگیں زیادہ سخت اور ہولناک ہوں گی۔

(باقی صفحہ نمبر:105 پر)

مسلمانانِ کشمیر کے مجاہد قائد عبد الحمید للہاری رحمہ اللہ کی شہادت

القاعدہ برِّ صغیر

ألحمد لله والصلاة والسلام على رسول الله وعلى آله وصحبه ومن والاه، أما بعد

جموں و کشمیر میں عرصہ تین ماہ سے زائد سے کرفیو بدستور نافذ ہے۔ حکومتِ ہند کی جانب سے مسلط کرفیو اور نئی پابندیوں کے مقاصد میں سب سے بنیادی مقصد، تحریکِ جہاد کو دبانے کی کوشش ہے۔ اسی ضمن میں وادی اور جموں دونوں میں مجاہدین اور جہاد کی نصرت کرنے والی غیور کشمیری عوام کے خلاف آپریشنز کا سلسلہ جاری ہے۔ اسی طرح کے ایک آپریشن میں، مسلمانانِ کشمیر کے سرکردہ مجاہد قائد عبد الحمید للہاری کی دو مزید مجاہد ساتھیوں سمیت شہادت کی اطلاع ہمیں کچھ دیر پہلے ہی موصول ہوئی ہے، إنّاللہ وإنّا إلیہ راجعون۔

محترم مجاہد بھائی عبد الحمید للہاری جو جہاد سے وابستہ حلقوں میں 'ہارون عباس' کے نام سے معروف تھے، شہید مجاہد ذاکر موسیٰ رحمہ اللہ کے قریبی ساتھیوں میں سے تھے۔ برادرِ محترم عبد الحمید للہاری کا خون جہادِ کشمیر کی پاکیزہ تحریک کو مزید جِلا بخشے گا کہ کاروانِ جہاد کی گاڑی کا ایندھن شہداء کا خون اور اہلِ جہاد کی قربانیاں ہی ہوتا ہے۔

ہمارے شہید مجاہد بھائی عبد الحمید للہاری کا ذکر اب بھی اور جب بھی کیا جائے گا تو ساتھ اس بات کا ذکر بھی ہو گا کہ جس کشتیٔ جہاد کو برہان وانی اور ذاکر موسیٰ رحمہما اللہ نے خفیہ ایجنسیوں کے بھنور سے نکالا تھا اور پھر اپنے خون سے اس آزاد جہاد کے پیغام کو زندگی بخشی تھی، اس کشتیٔ جہاد کو گوناگوں حالات و مشکلات کے باوجود، بھائی عبد الحمید للہاری صحیح سمت میں تراتے (چلاتے) رہے اور کسی دھوکہ دہی کے بھنور میں اسے پھنسنے نہیں دیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اس سعی اور پھر راہِ حق میں شہادت کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائیں، آمین۔

اسلام کی فطرت میں، قدرت نے لچک دی ہے
اتنا ہی یہ ابھرے گا، جتنا کہ دبائیں گے!

کشمیر کی جہاد و رباط سے وابستہ غیور عوام، برادرِ عزیز شہید عبد الحمید للہاری سے وابستہ مجاہد ساتھی اور وادی و جموں میں موجود تمام جہادی جماعتیں اور مجموعات اس مشکل پر ہر گز نہ گھبرائیں اور نہ ہی ان کے حوصلے کم ہوں کہ بلاشبہ اللہ کی راہ میں بہنے والا کوئی ایک خون کا قطرہ بھی رائیگاں نہیں جاتا۔ کشمیر و برِّ صغیر میں موجود تمام اہلِ ایمان، اس عبادتِ جہاد اور شریعت یا شہادت کے مبارک نعرے اور شعار سے چمٹے رہیں کہ إنّ النّصر مع الصبر، نصرتِ رب تو صبر کے ساتھ بالکل جڑی ہوئی ہے۔ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے ایسے ہی رجالِ کار اور حالات کے متعلق اپنی پاک کتاب میں فرمایا:

وَكَأَيِّن مِّن نَّبِيٍّ قَاتَلَ مَعَهُ رِبِّيُّونَ كَثِيرٌ فَمَا وَهَنُوا لِمَا أَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا ضَعُفُوا وَمَا اسْتَكَانُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ ○ (سورۃ آلِ عمران: ۱۴۶)

"اور کتنے ہی پیغمبر ہیں جن کے ساتھ مل کر بہت سے اللہ والوں نے جنگ کی! اللہ کی راہ میں جو مصیبتیں ان پر پڑیں ان سے وہ دل شکستہ نہیں ہوئے، انہوں نے کمزوری نہیں دکھائی، وہ (باطل کے آگے) سرنگوں نہیں ہوئے، اللہ ایسے ثابت قدم لوگوں سے محبت کرتا ہے۔"

اللہ پاک تمام اہلِ ایمان کو جہاد اور راہِ حق پر ثبات عطا فرمائیں اور برادرِ محترم عبد الحمید للہاری کا بہترین نعم البدل مسلمانانِ کشمیر و برِّ صغیر کو عطا فرمائیں، آمین یاربّ العالمین۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله ربّ العالمين۔ وصلى الله على نبينا محمد۔

پریس ریلیز: PR_106_AQS

تاریخ: 6 ربیع الاول 1441ھ بمطابق 3 نومبر 2019ء

ہمارے لیے اللہ ہی کافی ہے!

"جن کے ذہن و قلب اقوامِ متحدہ، اقوامِ عالَم اور ایجنسیوں کی طرف متوجہ تھے وہ مایوس، ناامید اور ناکام ہو چکے ہیں۔

لیکن جن کے دل میں ایمان و یقین کی حرارت روشن تھی، ان کا ایمان و یقین ہر دن بڑھتا جا رہا ہے۔

ان کو اس یقین کی روشنی سے منزل صاف دکھائی دیتی ہے۔ اہلِ ایمان کی ایک خاص صفت یہ ہوتی ہے کہ جب ان کو اپنے سے زیادہ تعداد و قوت میں دشمن کا سامنا ہوتا ہے تو ان کا ایمان اور بڑھ جاتا اور وہ کہتے ہیں:

حسبنا الله و نعم الوكيل!"

شہیدِ راہِ حق، شیخ افضل گورو رحمہ اللہ

[بحوالہ: آئینہ، مؤلفہ افضل گوروؒ، ص ۱۵۵ (آن لائن ورژن)]

مع الأستاذ فاروق

معین الدین شامی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام تعریفیں، بلاشبہ اللہ ہی کے لیے ہیں۔ وہ اللہ جو ہمارا ربّ ہے، ہمارا ہے، ہمارا اللہ ہے۔ اسی نے ہمیں پیدا کیا اور وہی ہمیں موت دیتا ہے اور بلاشبہ اس نے موت و حیات کو اس لیے پیدا کیا کہ وہ دیکھے کہ ہم میں سے کون ہے جو بہترین عمل کرتا ہے؟

مع الأستاذ فاروق، استاذ احمد فاروق کے ساتھ چند ملاقاتیں، ان کی چند یادیں، ان کی قیمتی باتیں، ان کی بعض ایسی باتیں جو مجھے خاص طور پر اچھی لگیں۔ میں استاذ کا محبوب ترین ان کی حیات میں تو شاید نہ تھا لیکن اللہ سے امید ہے کہ ان کی شہادت کے بعد ان شاء اللہ ان کے محبوب ترین لوگوں میں ضرور شامل ہو گیا ہوں گا۔ ہاں ان کی حیات میں ان کے محبوب تر لوگوں میں بہر حال شامل رہا۔ استاذ کی محبت کا حوالہ اس لیے اہم ہے کہ وہ ان شاء اللہ، ہمارے اللہ کے محبوب لوگوں میں سے ایک تھے۔ وہ میرے محبوب تھے اور میں ان کا، اور یہ محبت کی سنہری زنجیر ہے جو ہمارا اللہ کے دربار میں ذکر کا ان شاء اللہ ایک سبب ہے کہ ان شاء اللہ استاذ ہمیں بھولے نہیں ہیں۔

حضرتِ استاذ سے آج تک جتنی ملاقاتیں رہیں، سب کا احوال اور سب کی سب تو یاد نہیں، لیکن جتنی ذہن میں تازہ ہیں سب ہی لکھنے کا ارادہ ہے کہ یہ ان شاء اللہ توشۂ آخرت ہوں گی، مجھ سمیت حضرتِ استاذ کے محبّین کے لیے دنیا و آخرت میں فائدہ مند ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ صحیح بات، صحیح نیت اور صحیح طریقے سے کہنے والوں میں شامل فرما لے۔

نوٹ: ان سلسلہ ہائے مضامین میں جہاں بھی 'استاذ' کا لفظ آئے گا تو اس سے مراد شہید عالمِ ربّانی استاد احمد فاروق رحمہ اللہ ہوں گے۔

شمالی وزیرستان کی طرف دوبارہ آمد

حضرتِ استاذ...رحمۃ اللہ علیہ...خود شمالی وزیرستان کی طرف موجود تھے اور راقم حضرت ہی کی تشکیل پر انگور اڈا میں تھا۔ انگور اڈا میں، استاذ کے مجموعے کی طرف سے خط یعنی محاذِ جنگ کے عمومی ذمہ دار عبد الحسیب بھائی تھے۔ حسبِ روایت مجلسِ استاذ میں، اصحابِ استاذ کا ذکر آیا چاہتا ہے۔

عبد الحسیب بھائی سے راقم کو خاص نسبت ہے، کہ آپ میدانِ جہاد میں میرے 'رسمی' اساتذہ میں سے ہیں[1]۔ عبد الحسیب بھائی کا اصلی نام 'محمد عثمان' تھا۔ حافظِ قرآن تھے اور سبع عشرہ قراءتوں میں قرآنِ مجید کے قاری تھے۔ حافظِ قرآن بھی بہت پکے تھے اور خوب خوش الحانی سے ٹھہر ٹھہر قرآنِ مجید پڑھا کرتے۔ زمانۂ طالب علمی میں 'جمعیت طلبۂ عربیۃ' سے وابستہ رہے اور پھر قرآنی صدائے 'انفروا' کا فہم پاتے ہی میادینِ جہاد کی طرف دوڑے۔ آپ کی ایک صفت جو میں نے ہمیشہ ہی محسوس کی وہ جہاد سے والہانہ محبت اور میدانوں میں موجود رہنے کی تڑپ تھی۔

حافظ عبد الحسیب بھائی غالباً انیس یا بیس سال کے تھے جب پہلی دفعہ میدانِ جہاد میں تشریف لائے۔ آپ کی مثال صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حفاظ کی سی ہے کہ جیسے صحابہ اور خاص کر ان میں سے حفاظِ قرآن میدانِ قتال میں اترنے کا ذوق و شوق رکھتے، اسی طرح کی تڑپ عبد الحسیب بھائی میں بھی تھی۔ آپ کو فنونِ حرب سے خاص لگاؤ تھا۔ اولاً عبد الحسیب بھائی جہادِ کشمیر سے وابستہ ٹریننگ کیمپوں میں پہنچے۔ وہاں پر آپ نے دورۂ تاسیسیہ یعنی بنیادی دورۂ حرب، جسے ان معسکرات میں Basic کہا جاتا ہے کیا۔ اس کے بعد دورۂ خاصہ میں شامل ہو گئے جسے ان معسکرات کی لغت میں STF کہا جاتا ہے۔ یہ دورہ ڈھائی ماہ کے عرصے پر محیط ہوتا ہے اور شدید جسمانی ورزشوں اور اسلحے کی تربیت پر مشتمل ہوتا ہے۔ خیر جہاں STF کا ذکر ہو رہا ہے تو یہ لکھنا لازمی ہے کہ حضرتِ استاذ خود بھی اس مذکورہ دورے کے فاضلین میں سے تھے، بلکہ لائق ترین افراد میں سے تھے۔

حضرتِ استاذ نے ہمیں خود بتایا کہ وہ اس ٹریننگ کے مانسہرہ میں 'اُگّی' کے مقام پر گئے۔ حضرتِ استاذ فرماتے ہیں کہ روزانہ کئی کلو میٹر کی دوڑ ہوتی تھی جس میں بیس کلو کا پِٹھو اور چودہ کلو کی ایل ایم جی (لائٹ مشین گن) سمیت دوڑ لگانی ہوتی تھی، یعنی کل چونتیس کلو وزن کے ساتھ۔ اور اسی دوڑ میں گاہے بگاہے، بیس کلو کے پٹھو سمیت دو دو سوڈنڈ لگاتے اور اس عرصے میں یومیہ بنیادوں پر دو گھنٹے ورزش کیا کرتے۔ جب میں نے یہ دو سو ڈنڈ نکالنے والی بات سنی تو حضرت سید احمد شہید یاد آ گئے۔ بعض تاریخی روایات میں ہے کہ آپ دو سو، چار سو اور پانچ سو ڈنڈ بغیر وقفے کے نکالتے تھے۔ یہ تھے ہمارے اسلاف جو جہادی تربیت میں ایسے مگن رہتے اور الحمد للہ ہمیں جو قائدین ملے تو وہ بھی نمونۂ اسلاف تھے۔ حضرت کا یہ پہلوہائے جہادی زندگی بیان کرنے کے واسطے اور بھی اہم ہو جاتا ہے، جیسا کہ اکثر لوگ حضرت کو فقط ایک داعی، مبلغ اور مربی کے

[1] رسمی اس لیے کہا کہ غیر رسمی طور پر تو انسان بہت سوں سے بہت کچھ سیکھتا رہتا ہے۔ لیکن باقاعدہ جن سے علوم و فنون سیکھے ان میں سہیل بھائی کے بعد عبد الحسیب بھائی کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرنے کا شرف حاصل ہوا۔

حوالے سے زیادہ جانتے ہیں۔ جبکہ حضرتِ استاذ الحمدللہ میدان کے بہترین سپاہی...... بلکہ سپہ سالار تھے۔

عبد الحسیب بھائی انہی معسکرات میں تھے اور جہادِ کشمیر سے وابستہ تھے کہ وہاں موجود تنظیموں پر پاکستانی خفیہ ایجنسیوں کے اثر و نفوذ کو آپ نے محسوس کیا۔ اس احساس کے ساتھ جو نہی آپ کو ایجنسیوں کی ماتحتی سے آزاد جہاد کی دعوت ملی تو آپ نے اپنا رخ قبائل کی جانب کر لیا اور زہے نصیب کہ آپ کو حضرتِ استاذ کے زیرِ امارت رہنے کا موقع میسر آیا۔ وزیرستان پہنچ کر آپ ایک بار پھر دورۂ تاسیسیہ سے گزرے، جس میں آپ کے استاد 'کماندان خرم سعید کیانی' یعنی قاسم بھائی تھے [1]۔ جسمانی و عسکری اعتبار سے آپ پہلے ہی مشاق تھے، اس لیے کچھ ہی عرصے بعد آپ کو معسکر میں نئے ساتھیوں کی بنیادی عسکری تربیت پر مامور کر دیا گیا۔

خود راقم نے آپ ہی سے دورۂ تاسیسی کیا۔ عبد الحسیب بھائی ہمیں اس دورے میں بہت ہی اچھے انداز سے رکھتے اور پورا دن معمول کے مطابق گزرواتے۔ نمازِ فجر کے بعد ہمارا اجتماع ہوتا (یعنی اسمبلی)۔ پھر ورزش، ورزش میں عبد الحسیب بھائی خود شریک رہتے اور کمزور ساتھیوں کی ایک ایک کثرت میں مدد کرواتے، ساتھ دوڑتے۔ پھر ناشتہ ہوتا اور اس کے بعد فنونِ حرب کی پڑھائی اور بعد ازاں عملی مشق۔ دوپہر کو آدھ گھنٹے کی چھٹی ہوتی۔ پھر نمازِ ظہر اور اس کے بعد تجوید اور مسنون دعائیں حفظ کرنے کا سبق۔ اس کے بعد کھانا ہوتا اور پھر اسلحے کی عملی مشق۔ عصر کے بعد اہتمام سے بٹھا کر ذکر واذکار کی پابندی کرواتے۔ مغرب کے بعد کھانا ہوتا اور کچھ دیر میں عشاء کا وقت ہو جاتا۔ بعد از عشاء ہمارے پہرے لگ جاتے لیکن پہرہ شروع ہونے سے پہلے ہی ہمیں عبد الحسیب بھائی رات کے اندھیرے میں مسیرے یعنی trekking یا hiking کے لیے بھیج دیتے، مسلح حالت میں۔ بعض دفعہ تو ہم ایک دو گھٹے میں واپس آجاتے اور بعض دفعہ پوری پوری رات ہم اندھیرے پہاڑوں میں سرگرداں رہتے اور پھر وہی صبح والا معمول۔

خیر عبد الحسیب بھائی کا ذکر اصلاً مطلوب ہے۔ عبد الحسیب بھائی میں بہت سی قائدانہ صلاحیتیں تھیں، ساتھیوں کو اپنے ساتھ جوڑ لیتے، کسی کو عموماً اس کی استطاعت سے زیادہ بار نہ دیتے الا یہ کہ اس کی تربیت ہی مقصود ہوتی۔ پھر ان کی یہ خوبی ان کے ایک شاگرد جو خود ان سے عمر میں بڑے ہیں اور فاضل عالمِ دین ہیں یہ بیان کرتے کہ ''عموماً جب کوئی شخص باصلاحیت بھی ہو اور ساتھ ہی لوگ اس کے ساتھ جڑتے بھی ہوں تو ایسے افراد اپنے گرد ایک حلقہ قائم کر لیتے ہیں اور اس حلقے پر ذاتی اثر و رسوخ قائم کرتے ہیں، لیکن عبد الحسیب بھائی کی یہ صفت بہت اچھی تھی کہ وہ اپنے ساتھ جڑنے والے ساتھیوں کو اجتماعیت اور مرکزی امراء کے ساتھ جوڑتے...... یہ عمل دراصل جہاد کی تقویت کا باعث ہے''۔ ذکر اس جڑنے اور جوڑنے کا چل رہا ہے تو اپنے مرشد کا ذکر کیسے بھول جاؤں؟ حضرت قاری اسامہ ابراہیم غوری، بھی ایسے ہی تھے، بلکہ کہیں بڑھ کر۔ ساتھی فوراً آپ کے گرویدہ ہو جاتے اور آپ سے منسلک ہو جاتے۔ لیکن مرشد رحمہ اللہ ہمیشہ ساتھیوں کو نظمِ اجتماعی سے جوڑتے۔ مرشد واقعی 'شیخ' تھے...... شیخ اس معنیٰ میں کہ جب کسی کا دل کسی ذمہ دار سے (بھلے اپنی ہی خطا کے باعث) اکھڑ جاتا تو آپ محنت کر کے اس کو دوبارہ جہاد اور مسئولینِ جہاد سے جوڑ دیتے۔ مرشد کی زندگی پر جب کوئی لکھے گا تو یہ پہلو، ان کی نمایاں اور ممیز صفات میں سے ہے۔

عبد الحسیب بھائی ایک عسکری آدمی تھے لیکن ساتھ ہی دل بھی بہت نرم تھا۔ عمومی و عسکریت سے وابستہ افراد میں دعوت کی خو کم کم ہوتی ہے، جو مزاجی بات ہے۔ لیکن عبد الحسیب بھائی دعوت کے بھی خوگر تھے۔ مصلح بھی تھے۔ بہت نرمی اور محبت سے ساتھیوں کی اصلاح کرتے۔ مسلکی تعصبات، عبد الحسیب بھائی کی امارت میں ترویج نہ پاسکتے تھے، بلکہ آپ نرمی کے باوجود مسلکی بنیادوں پر تفریق ڈالنے والے کو سخت سزا بھی دیتے، مثلاً بعض ساتھیوں نے ایک بار ایک فروعی مسئلے کو اچھالنا چاہا تو آپ نے ان کو مرکز بدر کر دیا اور ایک دوسری جگہ پر ان کو بھیج دیا، یہاں تک کہ مسئلہ ختم نہ ہو گیا۔

جو وسعت میدانِ جہاد میں ہو سکتی ہے، اس قدر ساتھیوں کو کھانے پینے اور دیگر مالی تصرف کے معاملے میں دیتے۔ خصوصاً رمضان میں۔ پھر سخاوت اور مہمان نوازی کی صفت بھی بہت تھی۔ رمضان میں دیگر جہادی مجموعات سے وابستہ ساتھیوں کو افطاری پر بلاتے۔ خیر یہ عبد الحسیب بھائی کا مختصر سا ذکر تھا۔ آپ ۲۰۱۵ء کے نصفِ آخر میں خلعتِ شہادت سے سرفراز ہوئے۔ امریکی و افغان کمانڈوز نے آپ کا گھیراؤ کیا اور جنگ کے نتیجے میں آپ مقتول فی سبیل اللہ ٹھہرے۔ ہمارے ایک شاعر بھائی نے 'عزیزم' کے عنوان کی نظم عبد الحسیب بھائی کی شہادت کے بعد ہی کہی۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

انگور اڈا میں تقریباً عرصہ دوماہ کی تشکیل گزارنے کے بعد راقم کو حضرتِ استاذ نے رمضان کے تیسرے عشرے کی ابتدا میں شمالی وزیرستان کی طرف بلا لیا اور راقم میران شاہ پہنچا۔ رات کا وقت تھا، تراویح وغیرہ سے فارغ ہو کر ساتھی لیٹنے اور سونے کی تیاری کر رہے تھے کہ ایک ساتھی استاذ کی طرف سے بلاوا لے کر آیا اور باریابی کا شرف پھر حاصل ہوا۔

حضرتِ استاذ سے مل کر سفر کی تھکاوٹ سب کافور ہو گئی۔ پہنچا تو استاذ وہاں اکیلے تھے اور سر پر تیل لگانا چاہ رہے تھے۔ میں نے بڑھ کر کہا کہ میں تیل لگا دوں تو بلا تکلف اجازت دی۔ میں نے پوچھا 'حضرت! کتنا تیل لگاؤں؟'، تو استاذ نے اپنی ظرافت کے مطابق کہا 'جتنے سے میری ٹنڈ شریف تر ہو جائے!' پھر میں کچھ دیر مالش کرتا رہا۔ ساتھ ساتھ استاذ میری کارگزاری سنتے رہے۔ فجر سے گھنٹہ ڈیڑھ پہلے اٹھے اور سونے کے لیے گئے۔ شاید آدھ گھنٹے بعد پھر بیدار ہو گئے اور عبادت و ذکر میں مشغول رہے، چونکہ دوسرے کمرے میں تھے اس لیے شاید کا صیغہ

---

[1] قاسم بھائی کا ذکر 'مع الأستاذ فاروق' کی آٹھویں نشست میں گزرا ہے۔

استعمال کر رہا ہوں۔ سحری کا وقت ختم ہونے میں بمشکل دس منٹ رہ گئے ہوں گے کہ استاذ نے مجھے دوڑایا کہ مضافہ (مہمان خانے) جاؤ اور دیکھو کہ کوئی سحری وحری کا انتظام ہے؟ میں نکلا ہی تھا کہ 'صدیق' بھائی سامنے سے آرہے تھے۔ صدیق بھائی کا اصلی نام 'سیّد قاسم ہاشمی' تھا، وہ خود ایک بھرپور شخصیت ہیں اور حق ہے کہ ان کے متعلق لکھا جائے، لیکن چونکہ اگلی چند مجالس میں پھر ان کا ذکرِ خیر آجائے اس لیے اس مجلس میں اس ذکر کو ملتوی کرتے ہیں۔

جو تھوڑا بہت وقت تھا، تو استاذ نے اور میں نے سحری کی، پھر نمازِ فجر پڑھی اور بعد ازاں آرام کی غرض سے لیٹ گئے۔

جب اٹھے تو حضرت نے مجھے بلایا، ایسے میں مطیع الرحمان بھائی (حفظہ اللہ) بھی آچکے تھے، جو کسی مصروفیت کی بنا پر کہیں گئے ہوئے تھے، لیکن ان دنوں حضرتِ استاذ کے معاون (سیکرٹری) کے طور پر خدمات سرانجام دے رہے تھے۔

استاذ نے مجھے بلایا اور رات کی کارگزاری پر تبصرہ کرنے لگے۔ اس میں خاص جس پہلو کا انتخاب حضرت نے کیا وہ 'طریقۂ اصلاح' تھا۔ راقم جب انگور اڈا میں رہا، تو معاشرتِ انسانی میں کئی مسائل ہوتے ہیں، سو چند وہاں بھی تھے۔ راقم نے بعض چیزوں کی اصلاح کرنی چاہی تھی، لیکن وہ الٹی گلے پڑ گئیں۔ اس پر استاذ نے فرمایا کہ 'جہاں کہیں اصلاح کی ضرورت ہو تو، اصلاح کرنے سے قبل بندے کو اپنا مقام بھی دیکھنا چاہیے۔ اگر بندہ خود ہر طرح سے چھوٹا ہو تو کوئی دوسرا کیوں اس کی بات سنے اور مانے گا؟ گو کہ ایسا نہیں ہونا چاہیے، خیر جہاں سے بھی آئے قبول کی جائے۔ لیکن یہ ہر جگہ نہیں ہوتا۔ آئندہ کسی بھی جگہ اصلاح کی کوشش سے پہلے لازمی ہے کہ دیکھیں کہ کیا آپ دوسرے سے عمر میں بڑے ہیں؟ علم میں زیادہ ہیں؟ جہاد میں پہلے آئے ہیں؟ وغیرہ وغیرہ اور پھر اصلاح کا علم بلند کریں، ورنہ متعلقہ ذمہ دار یا کسی اور درد مند کو کہیں۔ یہاں بھی نیت گرانے اور فقط شکایت کی نہ ہو بلکہ یہ ہو کہ میری اور میرے اس بھائی اصلاح ہو جائے'۔ پھر حضرت نے ایک ایک نکتے پر بات کی اور سمجھاتے رہے۔ اللہ کرے کہ کوئی بات واقعی اس سمجھ دانی میں آئی ہو اور میری اصلاح ہو جائے۔

رمضان کی آخری آخری تاریخیں تھیں کہ ایک شہید ساتھی کے بھائی پاکستان سے ملنے کے لیے آئے۔ یہ صاحب مجاہدین کی دعوت سے موافق نہ تھے، بلکہ مخالف تھے۔ جب افطاری کا وقت ہوا تو حضرت اور ابو ایوب بھائی (حفظہ اللہ) جو شمالی وزیرستان کے ان دنوں (استاذ کے مجموعے کی طرف سے) ذمہ دار تھے...... انہوں نے مہمان کے اکرام میں دو چار قسم کے کھانے دستر خوان پر چنوائے۔ جب کھانے چُن دیے گئے اور افطاری میں ابھی چند منٹ باقی تھے تو یہ مہمان بولے 'اس کھانے کے پیسے کہاں سے آرہے ہیں؟'۔ ان کے انداز میں طنز اور الزام تھا کہ مجاہدین غیر ملکی ایجنسیوں کے ایجنٹ ہیں۔ اب دیکھیے کیسے موقع پر کیسا سوال تھا؟ کوئی اور ہو تو بھڑنا جائے۔ استاذ نے بہت ہی ادب اور شائستگی سے جواب دیا 'جہاد کے کئی انصار ہیں... بہت سے لوگ مالی اعانت دیتے ہیں... اسی سے یہ سب بھی آتا ہے'۔ وہ صاحب آگے سے کچھ نہ بولے۔ جس چیز نے ان کو خاموش کر دیا وہ استاذ کا صبر و تحمل اور حلم تھا۔ باقی کیا باتیں ہوئیں مجھے ان کی خبر نہیں، یہ واقعہ بھی ابو ایوب بھائی نے سنایا۔ باقی بس ابو ایوب بھائی نے اتنا بتایا کہ استاذ مہمان کے ہر ہر جواب کا اسی ادب اور حلم سے جواب دیتے رہے۔ ان صاحب کا مطمح سمجھنا غالباً نہیں تھا، لیکن استاذ اس کے باوجود، سمجھاتے ہی رہے اور کہیں آواز کو اونچا نہ ہونے دیا۔ اللہ پاک ایسے اخلاق ہمیں بھی عطا فرمائیں۔

حضرت کی صحبت میں ہی رمضان کے آخری آخری دن گزرے اور پھر عید آگئی۔ عید کے احوال کا بیان خود بہت ضروری ہے، جس کا ذکر، ان شاء اللہ اگلی مجلسِ استاذ میں۔

و آخر دعوانا أن الحمدلله ربّ العالمین۔ و صلی الله علی نبینا و قرة أعیننا محمد و علی آله و صحبه و من تبعهم بإحسان إلی یوم الدین۔

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

ایسا ہوتا ہے اسلام کا حکمراں!

"ہمارے سامنے امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد کھڑے تھے۔ دراز قد، وجیہ شکل وصورت، سر پر سیاہ عمامہ رکھے، سادہ سے کپڑوں میں ملبوس ملا صاحب نے سب مہمانوں سے معانقہ کیا اور پھر انہیں بیٹھنے کی دعوت دیتے ہوئے، خود بھی اس مسہری کا سہارا لے کر بیٹھے گئے جس پر گدّا تو بچھا ہوا تھا مگر چادر غائب تھی۔ ملا صاحب نے خود اسی مسہری سے ٹیک لگائی اور مہمانوں کو گاؤ تکیے پیش کیے۔ بیٹھنے کے بعد کچھ دیر تک تو سبھی مہمان اس عظیم شخص کی جانب دیکھتے ہی رہے جو اتنے بڑے ملک پر حکمرانی کرتے ہوئے بھی اس قدر سادہ طرز میں زندگی بسر کر رہا تھا۔

جی ہاں! امیر المؤمنین کے کمرۂ ملاقات میں نہ آرام دہ صوفے تھے، نہ خوبصورت کرسیاں، نہ کاغذاتِ صدارت سے سجی دھجی میز تھی اور نہ ہی کمرے کی چھت پر کوئی چمکتا دمکتا فانوس لٹکتا نظر آرہا تھا۔ بس ایک افغانی قالین تھا جو پورے کمرے میں بچھا ہوا تھا اور اس کی چاروں جانب افغان طرز کے مطابق روئی کے گدّے رکھے ہوئے تھے۔

(یہ تھا ساڑھے چھ لاکھ مربع کلو میٹر کا حکمران...... اللہ آپ پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے)"

مولانا محمد مقصود احمد شہید رحمہ اللہ

دعوت کا اسلوب اور منہجِ جہاد کی حفاظت و فروغ

(بالخصوص انٹرنیٹ اور بالعموم سب داعیانِ جہاد کو مخاطب تحریر)

استاد اسامہ محمود حفظہ اللہ

انٹرنیٹ دعوت: تخریبِ جہاد کا ذریعہ بھی؟!

انٹرنیٹ دورِ جدید کے فتنوں میں سے ایک ایسا فتنہ ہے کہ جس کی خطرناکی ظاہر کرنے کے لیے لفظ 'فتنہ' کا دامن بھی تنگ محسوس ہوتا ہے۔ موبائل سکرین پر انگلیوں کے محض چند لمس، پُر کشش مگر ایسی بدترین بھیانک کھائی کا منہ کھول سکتے ہیں کہ جس کی چوڑائی کی کوئی حد اور گہرائی کا کوئی پیمانہ نہیں۔ شبہات و شہوات کا ایک سیلاب ہے جو کمپیوٹر سکرینوں سے امنڈ کر قلوب واذہان کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ اس نے کتنی جانوں کو ایک نہ ختم ہونے والی بے چینی اور شہوت و ہوس کی نہ بجھنے والی پیاس میں مبتلا کیا ہے اور بدنصیبوں کی کتنی بڑی تعداد ہے کہ جن کی دنیا و آخرت کی بربادی کے لیے اس اژدہے کی یہ دوستی کافی ہو گئی ہے۔ شیاطین کو شاید پوری انسانی تاریخ میں ایسی سہولت پہلے کبھی نہیں ملی ہو گی جیسی کہ آج اسے نیٹ کی صورت میں میسر ہے اور وہ بڑی آسانی اور مکاری سے انسانوں کو اپنے اس شیطانی جال (Internet) میں پھنسا کر تباہی و بربادی کی اندھی کھائیوں میں گرا رہے ہیں۔

پھر دورِ حاضر کی ستم ظریفی کہیے یا آخری دور کے اندھے بہرے فتنوں کی برسات، کہ آج یہ انتہائی خطرناک ''فتنہ'' بھی بوجوہ، دعوتِ دین و جہاد کا ایک ذریعہ بن چکا ہے اور چونکہ قلوب واذہان کو متاثر کرنے کا یہ ایک مؤثر و آسان ذریعہ بھی ہے، اس لیے فوز و فلاح کی طرف بلانے والے داعیانِ کرام بھی اسے لامحالہ استعمال کرتے ہیں۔ نوجوانوں میں سے ایک طبقہ آج انٹرنیٹ پر ہی دعوتِ جہاد پا کر تحریکِ جہاد میں شامل ہو رہا ہے اور میدانِ جہاد میں بھی مجاہدین کی ایک تعداد (جو اگرچہ کم ہے) نیٹ سے کسی نہ کسی سطح پر مربوط رہتی ہے۔ لہٰذا آج منہجِ جہاد کے ابلاغ کا کام بھی کسی حد تک انٹرنیٹ پر ہو رہا ہے۔ مگر در حقیقت یہ ضروری نہیں ہے کہ نیٹ پر دعوتِ جہاد کا یہ کام ہر لحاظ سے تحریکِ جہاد کو فائدہ دے رہا ہو۔ سچ یہ ہے کہ یہ صرف اُس صورت میں تحریکِ جہاد کے لیے مفید ہو سکتا ہے جب اس میں مصروف افراد افراط و تفریط کا شکار ہوئے بغیر دعوت کے شرعی آداب و اخلاق کا لحاظ رکھنے والے ہوں۔ لیکن اگر اس کے برعکس یہاں مبنی بر غلو فضا ہو، علم و فہم کی جگہ نری جذباتیت و سطحیت ہو اور دعوتِ جہاد کے نام پر ایسا غیر شرعی اسلوب ہو کہ جس میں الٹا جہاد سے متنفر کرنے کا سامان پایا جاتا ہو، تو نہ صرف یہ کہ اس سے دعوتِ جہاد کو نقصان ہوتا ہے، بلکہ اس سے کہیں بڑھ کر زیادتی یہ ہے کہ خود تحریکِ جہاد کی تخریب میں بھی اس 'دعوت' کا بڑا کردار بن جاتا ہے۔ ماضی قریب میں ہر اُس انسان نے دیکھ لیا جس کی دو آنکھیں تھیں اور وہ بینا بھی تھیں کہ داعش کے خوارج کو پیدا کرنے، اس فتنے کو ہوا دینے اور نوجوانوں کو غلو کے اندھے راستوں پر ڈالنے میں انٹرنیٹ کی اس غیر شرعی دعوت نے بڑا کلیدی کردار ادا کیا۔ انٹرنیٹ دعوت مجموعی طور پر ایک مزاج دیتی ہے اور اگر یہ مزاج بے ادب، بداخلاق اور غیر شرعی ہو تو یہ دعوتِ دین اور مجاہدین کو جتنا نقصان پہنچاتی ہے، دینِ اسلام کے علانیہ دشمن بھی تحریکِ جہاد کو اتنا نقصان شاید نہیں پہنچا سکتے۔

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے!!

کوئی دس بارہ سال پہلے امریکی تھنک ٹینک (رینڈ کارپوریشن) کی ایک رپورٹ میں کہا گیا تھا کہ تحریکِ جہاد کی تباہی قوت و جبر کے ذریعے مشکل ہے۔ یہ تحریک باوجود ہماری پابندیوں اور رکاوٹوں کے فروغ پا رہی ہے۔ اس کا یہ پھیلاؤ صرف اُس وقت روکا جا سکتا ہے جب تحریکِ جہاد کے اندر ایسے افکار پنپنے لگیں اور جہاد سے منسوب افراد ایسے افعال کا ارتکاب کرنا شروع کر دیں کہ جن سے یہ دعوت خود بخود باعث نفرت بنے اور مسلمانوں کے لیے اس میں موجود کشش ختم ہو جائے۔ رپورٹ کے مطابق یہ تب ہی ہو سکتا ہے جب ہم جہادی صفوں کے اندر ایسے افراد تلاش کریں جو ہر حال میں صرف اپنے آپ کو صحیح سمجھتے ہوں، مسلمان عوام اور دیگر دینداروں کے متعلق انتہائی سخت گیر ہوں اور مسلمانوں میں سے جو بھی ان کے ساتھ مکمل موافقت نہ رکھتا ہو اس کی تکفیر کرتے ہوں۔ رپورٹ میں کہا گیا تھا کہ اس مزاج کی دعوت کو اگر فروغ دیا جائے تو تحریکِ جہاد کو تباہ کرنا، اس کی جڑیں خود اس کے 'جہادیوں' کے ہاتھوں کاٹنا اور اس کی دعوت کو تباہی و بربادی کا استعارہ بنانا آسان ہو جائے گا۔ اس رپورٹ میں یہ بھی کہا گیا تھا کہ ایسے افراد انٹرنیٹ پر آسانی سے مل سکتے ہیں اور انہیں انٹرنیٹ ہی کے ذریعے بالواسطہ 'جہادیوں' کے اندر تیار بھی کیا جا سکتا ہے۔

انٹرنیٹ کا المیہ... جذبات و افکار کا استحصال

انٹرنیٹ کا المیہ یہ ہے کہ یہاں جہادی صفحہ اپ ڈیٹ کرنے، ٹرینڈ چلانے، دعوت دینے اور کمنٹس لکھنے والے کا اپنا اصلی کردار عموماً دکھائی نہیں دیتا۔ وہ تقویٰ و اخلاق کا حامل داعیٔ دین یا مجاہد ہے یا... ایمان و اخلاق سے عاری دین دشمن؟... اس کی اصلیت کا پتا انٹرنیٹ پر نہیں چلتا، بلکہ اسکرین پر جو لکھا نظر آتا ہے، جو دکھایا جاتا ہے وہی شخصیت کا تعارف بنتا ہے۔ اب چونکہ اسکرین پر اپنی اصلیت چھپانا کوئی مشکل کام نہیں ہے، لہٰذا بڑی آسانی کے ساتھ قارئین کے جذبات و افکار کا استحصال بھی کیا جا سکتا ہے اور راہِ حق کے راہزن، راہبر و راہنما بن کر مسافرانِ حق کو لوٹنے کے لیے بڑی خطرناک گھات بھی لگا سکتے ہیں۔ اگر شرعی علم، فہمِ جہاد، صالح صحبت اور دینی و اخلاقی تربیت کی کمی ہو تو ایسا فرد کسی بھی وقت ان کے جال میں پھنس کر دشمنانِ جہاد

کے بر آمد کردہ افکار کو اصل جہادی سمجھ کر اپنا سکتا ہے، بالخصوص جب ایسا 'ناصح'، 'داعی' بیس میں سے پندرہ باتیں تو متفق جہادی امور کی کر رہا ہو اور پانچ تحریکِ جہاد کا رُخ موڑنے اور نوجوانوں کو غلو کے اندھیروں میں دھکیلنے کے لیے کر رہا ہو۔ یہاں ایسے جہاد دشمن عناصر کے ہاتھوں میں کھلونا بننے کا سبب وہ چند باتیں بن جاتی ہیں جو واقعی حقیقت میں جہادی ہوتی ہیں، مگر دین کے یہ دشمن ان باتوں کو مخاطب کے گھیرنے اور اسے گرانے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہمیں اُن نکات کا علم ہو کہ جو صحیح اہل جہاد اور اہل غلو و جہاد دشمنوں کے بیچ فرق واضح کرتے ہیں۔

اہل غلو کے ساتھ وجہِ اختلاف...

ایک اہم نکتہ کہ جس کی طرف اگر ہم متوجہ ہوں تو تحریکِ جہاد کو اوپر ذکر کردہ نقصان سے بچا سکتے ہیں، وہ یہ کہ اہلِ غلو کے ساتھ ہمارا اختلاف منزل کے اعلان میں نہیں ہے۔ وہ بھی نظامِ کفر ختم کرنے اور شریعت کے نفاذ کو اپنی منزل بتاتے ہیں اور ہم بھی انہی اہداف کو اپنا مدعا و مقصد کہتے ہیں۔ اختلاف اس منزل میں نہیں ہے، بلکہ اس منزل تک جانے والے راستے میں ہے۔ اصحابِ غلو بھی انہی مقاصدِ جہاد کا اعلان کرتے ہیں، جو واقعی مقاصدِ جہاد ہونے چاہیے ہیں، مگر اس جہاد میں سعی و عمل کا ڈھنگ کیا ہو؟ اصل وجہِ نزاع یہ ہے۔ اصحاب غلو نفاذِ شریعت کی اس منزل و نصب العین کے لیے جو راستہ اور طریقِ کار اپناتے ہیں وہ غیر شرعی، تحریک جہاد کے لیے تباہ کن اور دعوت جہاد کے لیے انتہائی مضر ہے [یہ الگ بات ہے کہ جو طریقِ کار میں اختلاف کرتا ہے، وہ منزل (نفاذ شریعت) کے فہم میں بھی موافق نہیں ہوتا اور ایسے اصحاب غلو اپنے سوء فہم اور جہالت کے سبب نفاذِ شریعت کی کیفیت اور تعبیر میں بھی افراط و تفریط کا شکار ہوتے ہیں، مگر بیان کی حد تک وہ اور ہم، سب اپنی منزل نفاذِ شریعت اور غلبہ دین ہی اعلان کرتے ہیں]۔ لہٰذا انٹرنیٹ قارئین اور محبین جہاد محض نظامِ کفر کو برا بھلا کہنے، مجاہدین کی تائید کرنے اور 'شریعت یا شہادت' کے نعروں کو کبھی اور کبھی بھی کافی نہ سمجھیں۔ نظام کفر کا خاتمہ اور نفاذ شریعت نصب العین ہیں، یہ نصب العین بذات خود انتہائی اہم ہیں مگر طریقِ کار بھی اس کے برابر اہم ہے۔ اس دعوت و قتال میں کیا جائز ہے اور کیا ناجائز... اس میں کیا مفید ہے اور کیا غیر مفید... وہ کیا اعمال ہیں کہ جن کے کرنے سے اس منزل تک سفر سمٹ جاتا ہے اور وہ کیا افعال ہیں کہ جن کے ارتکاب سے منزل دور ہو جاتی ہے؟ دعوت کا وہ کون سا اسلوب ہے کہ جس سے جہاد کو فائدہ ہو گا اور وہ کیا انداز ہے کہ جو دعوتِ جہاد کو نقصان دیتا ہے؟ یہ تمام وہ امور ہیں جو اختلاف کا سبب بھی ہیں اور انہی پر تحریکِ جہاد کی کامیابی و ناکامی کا انحصار بھی ہے۔ **ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ اس طریقِ کار میں یہ فرق ہی ہے کہ جس سے دعوت و جہاد میں اصل و نقل کی پہچان ہوتی ہے۔** لیکن اگر ان امور کی طرف دھیان نہ دیا جائے اور بس جو جہاد کی بات کرتا ہے، اسے ہم راہ جہاد کا داعی و سپاہی سمجھیں تو ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ تاریخ جہاد میں ایک دفعہ نہیں، کئی مرتبہ یہ ہوا ہے کہ جہاد کی 'دعوت' بھی تحریک جہاد ہی کو نقصان دینے کے لیے استعمال کی گئی ہے۔ اس لیے یہ انتہائی اہم ہے کہ ہم ایسی 'دعوت' اور نصرتِ جہاد کے نام پر جہاد کو ختم کرنے والے دشمنان دین کے مقابل تحریک جہاد کی حفاظت کریں اور ان کے مقابل اپنا داخلی حصار مضبوط کریں۔

حفاظت کا ہمارا داخلی حصار

ہمارے ہاں جو اسپیس اور دشمن کے آلۂ کاروں کو روکنے کا انتظام تو موجود ہے مگر تحریک جہاد کو راہ راست سے ہٹانے کے لیے جو فکری نقب لگائی جاتی ہے اس کا کماحقہ نظام موجود نہیں ہے۔ جہادی صفوں میں دشمن کا کوئی آلۂ کار اگر داخل ہو کر مجاہدین کو جانی نقصان پہنچانا چاہے تو امکان ہے کہ وہ پکڑا جائے گا اور کیفرِ کردار کو پہنچ جائے گا، اس لیے کہ اس مقصد کے لیے داخلی استخبارات (انٹیلی جنس) اور امنیت (سکیورٹی) کا نظام موجود ہے۔ مگر جہاں تک افکار کی نگرانی اور اس راستے سے نقب لگانے والوں پر نظر رکھنے کا تعلق ہے، تو ہمیں افسوس ہے کہ تحریکِ جہاد کے اندر حفاظت کا یہ داخلی حصار اُس طرح مضبوط نہیں ہے جس طرح کہ ہونا چاہیے۔ حالانکہ سچ یہ ہے کہ فکری نقب یا افکار کا بگڑنا زیادہ خطرناک ہے، اس لیے کہ انسان فکر و عمل کا نام ہے اور عمل فکر کے تابع ہوتا ہے۔ اگر فکر صحیح ہو تو عمل بھی نافع ہو گا اور اگر فکر خراب ہو جائے اور اپنے نفع و نقصان کا معیار ٹھیک نہ رہے تو جو تحریک جہاد کے لیے اچھا ہو گا، اُسے ایسا فرد برا سمجھے گا اور جو تحریک جہاد کے لیے برا اور نقصان دہ ہو گا، اسے وہ مفید اور اچھا گردانے گا۔ ایسا جب ہو جاتا ہے تو پھر بڑے اخلاص کے ساتھ اپنے ہی ہاتھوں اپنے آپ کو تباہ کیا جا رہا ہوتا ہے، اور ایسے میں پھر تحریک کی تباہی کے لیے کسی بڑے سمجھدار اور قوی دشمن کی بھی ضرورت نہیں رہتی۔ دشمن تو دور سے تحریک جہاد کی اس خود سوزی اور خود کشی کا تماشہ بس دیکھتا ہے۔ وہ محظوظ ہو رہا ہوتا ہے کہ تحریک کے اپنے افراد خود اپنے ہاتھوں اپنی تحریک کو تباہ کر رہے ہیں۔ لہٰذا یہاں ایسا حصار اور ایسا انتظام انتہائی ضروری ہے کہ اگر کوئی داعی اور عالم کے روپ میں اہل جہاد میں تحریکِ جہاد کے لیے مہلک افکار پروان چڑھانا چاہے تو اس کا راستہ روکا جا سکے۔

اس نکتۂ نظر سے جانچنے کے لیے صرف یہ دیکھنا قطعاً کافی نہیں ہو گا کہ کوئی فرد نظامِ کفر کے خلاف کتنا بول رہا ہے اور کفار کے خلاف مارنے مرنے پر کتنی تحریض دے رہا ہے۔ اگر ایک فرد یہ سب کچھ تو کر رہا ہو، مگر ساتھ ہی ساتھ وہ اہداف کی ایسی فہرست بھی متعارف کرا رہا ہو جو بالکل غیر شرعی ہوں یا تحریکِ جہاد کے لیے کلیتاً مضر ہوں، تو کیا ایسے فرد کو بھی اپنے افکار پھیلانے کی آزادی ہونی چاہیے؟ ایسے فرد کو اپنے افکار پر عمل کروانے کی کیا محض اس لیے آزادی ہونی چاہیے کہ وہ کفار کے خلاف قتال کی دعوت بھی تو دے رہا ہے؟ تاریخ جہاد شاہد ہے کہ ایسے افکار مجاہدین کے لیے دشمن کے ہتھیار سے بھی زیادہ خطرناک ثابت ہوئے ہیں اور اگر ایسے افراد پر قدغن نہ لگائی گئی تو یہ تحریکِ جہاد کو وہ نقصان پہنچائیں گے جو علانیہ اور بدترین دشمن بھی کبھی نہیں پہنچا سکتا۔

حقیقت یہ ہے کہ جہاد میں اہل حق کی صرف یہ ایک نشانی قطعاً نہیں ہے کہ وہ اُن افراد کے مارنے کی تحریض دے رہے ہوں جن کا قتل شرعاً جائز ہے، یہ ایک نشانی ضرور ہے مگر صرف یہ ایک نشانی بالکل بھی کافی نہیں ہے۔ اہلِ حق کی دوسری اور اہم نشانی یہ ہے کہ آیا وہ اُن افراد کو مارنے سے مجاہدین کو روک بھی رہے ہیں یا نہیں کہ جن کا قتل شریعت اور مصالحِ جہاد کی نظر میں غلط اور نقصان دہ ہے؟ اگر کوئی فرد نظام باطل کی محافظ افواج اور کفار کو مارنے پر تحریض تو دے رہا ہے مگر ساتھ ہی ساتھ مسلمانوں یا معصوم الدم افراد (جن کا خون بہانا جائز نہیں) کو بھی قتل کرنے کی راہ دکھاتا ہے تو یہ وہ فکری نقب ہے کہ جس کا فائدہ ہمیشہ اہل کفر کو ہوا ہے اور اس سوراخ سے ہم ڈسے جاتے رہے ہیں۔

یہی حال اسلوبِ دعوت کا بھی ہے۔ اگر کوئی دعوت کے میدان میں ایسا طرز متعارف کرا رہا ہو، جو غیر شرعی اور غیر اخلاقی ہو اور جو جہاد سے لوگوں کو متنفر کرنے کا سبب بن رہا ہو تو ایسے اسلوب کو روکنا ضروری ہے اور اس کے لیے بھی ہمارے ہاں حفاظت کا بھرپور انتظام موجود ہونا چاہیے۔ خلاصہ یہ کہ ایسی تمام سازشوں کا سدِباب کیے بغیر دعوتِ جہاد کبھی فروغ نہیں پاسکتی اور تحریکِ جہاد کبھی تقویت نہیں پکڑ سکتی۔

انٹرنیٹ سازشیں اور منہجِ جہاد و مجاہدین کی حفاظت

- **دو اہم محاذ... اہمیت اور باہمی تعلق**

اہل جہاد اور منہجِ جہاد کی حفاظت و تقویت، دو اہم اور ظاہراً الگ محاذ ہیں... ان میں سے کسی ایک پر بھی غفلت و کمزوری سے ناقابلِ تلافی نقصان ہوتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ منہجِ جہاد کی حفاظت اہل جہاد کی حفاظت پر بھی مقدم ہے، کہ مجاہدین کی تگ ودَو اور قربانیوں کا مطمحِ نظر ہی یہ ہے کہ حق کی دعوت اور اس کا پیغام فتح یاب ہو۔ لیکن منہج اگر خراب ہو، سفر کا راستہ اگر غلط ہو جائے تو مسافر چاہے بڑی تندہی اور اخلاص کے ساتھ محوِ سفر ہوں، انہیں منزل کبھی نہیں ملے گی۔ اوپر کی سطور میں بھی عرض کیا گیا کہ ایسی صورت میں دعوت خود اپنے ہاتھوں خودکشی کر لیتی ہے اور تحریک خود اپنے افراد کے سبب تباہ ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اگر منہج و دعوت ٹھیک ہو تو ظاہر ہے یہ تب ہی کامیاب ہو سکتی ہے جب اس کو لے کر چلنے والے مجاہدین بھی قوی ہوں اور وہ دشمنانِ دین پر عسکری میدان میں بھی غالب ہوں۔ لہٰذا اہلِ جہاد اور منہجِ جہاد دونوں ہی کی حفاظت اور تقویت اہم ہے اور یہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ مربوط بھی ہیں۔

دشمنانِ دین کی جنگ ان دونوں محاذوں پر جاری ہے۔ وہ اہل جہاد کے خلاف میدانِ قتال میں بھی لڑ رہے ہیں اور مختلف حربوں سے انہیں قتل کرنے، قید کرنے اور انہیں مادی نقصان دینے کے درپے بھی ہیں اور دوسری طرف منہجِ جہاد خراب کرنے اور قافلۂ جہاد کا رخ پھیرنے کی چالیں بھی چلا رہے ہیں۔ چونکہ ان دونوں مقاصد کے لیے وہ انٹرنیٹ کا میدان بھی استعمال کر رہے ہیں، لہٰذا انٹرنیٹ استعمال کرنے والے بھائیوں کو یہاں دشمن کے ان دونوں حملوں کا طریقہ سمجھنا اور اس کو مدنظر رکھ کر، محتاط رہنا ضروری ہے۔

- **اصل و نقل کی کشمکش...**

ہر میدان میں ہی اصل و نقل کی کشمکش ہوتی ہے۔ مارکیٹ میں اصل کو ختم کرنے کے لیے نقلی اشیاء متعارف کروائی جاتی ہیں اور مصنوعی طریقوں سے نقل کی خوب تشہیر کی جاتی ہے۔ حق و باطل کی اس کشمکش میں بھی باطل، حق کے خلاف یہی طریقۂ جنگ اپناتا ہے۔ ظاہر ہے کہ حق کی دعوت دبائے نہیں دبتی مگر باطل رستوں پر ڈالنے والے اگر حق کے عنوان اور سائن بورڈوں کے ساتھ موجود ہوں، تو دعوتِ حق کو ایک سطح تک نقصان بہر حال پہنچتا ہے۔ امریکی تھنک ٹینک، 'رینڈ کارپوریشن' نے لکھا تھا کہ اگر اہل اسلام کی طرف سے ملا عمر کھڑا ہو جاتا ہے، تو اس کے مقابل ہم امریکیوں کو ملا بریڈلی/Mullah Bradley (یعنی جعلی ملا) کھڑا کر دینا چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ امریکیوں کے مطابق ایسے افراد پھر ان کے منظورِ نظر رہتے ہیں جو ظاہر میں تو حق کا دعویٰ کرتے ہوں مگر فی الحقیقت وہ راہِ حق سے دوسروں کو دور کرنے والے ہوں۔ چونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں حق کے لیے کشش اور قبولیت رکھی ہے -اگر فطرت مسخ نہ ہو تو- لہٰذا باطل بھی بس باطل کے روپ اور باطل عنوان سے ہی راہِ حق میں رکاوٹ نہیں ڈالتا۔ وہ یا تو لوگوں کی فطرت خراب کرتا ہے تاکہ وہ پھر ہیروئن اور زہر کو بھی اکسیر سمجھ کر قبول کریں، یا دوسری صورت میں دھوکہ اور فریب کا سہارا لیتا ہے اور اپنے باطل پر حق کی ملمع کاری کرکے لوگوں کو حق کے نام پر گمراہ کرتا ہے۔ انٹرنیٹ کی دنیا میں دونوں کام ہوتے ہیں۔ یہاں فطرت خراب کرنے کی بھی خوب سعی کی جاتی ہے اور تحریک جہاد کے خلاف دھوکہ و فریب کے جال بھی خوب بچھائے جاتے ہیں۔ غلط فکر و عمل کو صحیح روپ میں بڑی مکاری کے ساتھ مشہور کیا جاتا ہے اور منزل سے محبت رکھنے والوں کے سامنے گم کردہ راستوں کو بڑے دلکش اور جذباتی انداز میں رُخ بہ منزل دکھایا جاتا ہے۔ ایسے میں جو سفر کا عزم اور منزل تک جانے کا شوق تو رکھتے ہوں مگر اس جوش کے ساتھ مطلوب ہوش اور حصولِ علم کی اہمیت سے انکاری ہوں، وہ دشمن ہی کی کھینچی گئی لکیروں پر آگے بڑھتے ہیں۔ یہ بدنصیب، جہاد و قتال کے عنوان سے ہی خود بھی (نعوذ باللہ) تاریکیوں میں بھٹک جاتے ہیں اور قافلۂ جہاد کے لیے بھی بربادی کا استعارہ بن جاتے ہیں۔ ایسے میں صرف وہ افراد اپنا سفر رُخ بہ منزل جاری رکھ پاتے ہیں جو جذبۂ جہاد کے ساتھ ساتھ فہمِ جہاد کے ہتھیار سے بھی لیس ہوں۔ ایسے خوش نصیب علمِ شرعی کا چراغ اٹھاتے ہیں اور اس راستے پر اپنے سے پہلے، سبقت لے جانے والے مسافرانِ حق کے نشانِ راہ کو دیکھ دیکھ کر آگے بڑھتے ہیں۔

- **تذکیر و تنبیہ... جو ناگزیر ہے!**

راہِ جہاد کے مسافروں کو یہاں راستے میں موجود ایک مشکل اور دشمنانِ دین کی ایک خسیس چال سے متنبہ کرنا ضروری ہے، مگر اس تنبیہ سے پہلے ایک تذکیر کی بھی ضرورت محسوس ہوتی ہے، اور وہ یہ، کہ جہاد صبر و عزم کا راستہ ہے، یہ راستہ کانٹوں سے بھرپور ہے اور اس پر چلتے رہنا آخری حد تک لازم اس لیے ہے کہ یہ جہنم سے بچنے اور حصولِ جنت کا راستہ ہے... یہ سفر

اختیاری نہیں ہے، بلکہ اس راستے پر چلتے رہنا آج وقت کا اہم ترین فرض ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ یہ سفر کبھی بھی نفس کے لیے آسان نہیں رہا ہے، یہی وجہ ہے کہ یہ روز اول سے ایمان و نفاق کے بیچ فرق کرتا ہے۔ ایسے میں جو آخرت کے گھر کا واقعی طالب ہو، جس کی اللہ کے ساتھ محبت سچی ہو اور امت کے حال پر جس کا دل حقیقت میں دردمند ہو، وہ اس راستے کی پہاڑ جیسی مشکلات بھی خندہ پیشانی سے سہتا ہے اور راہ جہاد سے دور راحت و عافیت کی زندگی کو اپنے لیے کسی عذاب سے کم نہیں سمجھتا۔ وہ سمجھتا ہے کہ یہاں کشمکش، جدوجہد، مصیبت، تکلیف، پریشانی، قید، مار پیٹ، فاقہ، جلاوطنی اور موت کا سامنا سب سنگِ میل ہیں!... اس لیے وہ حوصلہ نہیں ہارتا، ہتھیار نہیں ڈالتا، خطرات کو دیکھ کر خوف زدہ نہیں ہوتا بلکہ مصائب و خطرات کے سامنے چٹان بن کر کھڑا رہتا ہے اور اللہ سے توفیق مانگتے ہوئے مشکلات کے یہ پہاڑ کاٹتا ہوا، اپنے لیے جنت کا راستہ بناتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ آخرت کا راہی نہ دشمنانِ دین کی قوت سے گھبراتا ہے اور نہ ہی ان فریب کاروں کی چالیں اور سازشیں دیکھ کر دل برداشتہ ہوتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ تقویٰ و صبر راہِ حق کے ہتھیار ہیں اور یہ دونوں پاس ہوں تو اہلِ باطل کی تمام تر چالیں اور ان کی تمام تر خسیس سازشیں بیکار ہو جاتی ہیں اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے اس عظیم راستے کو آسان کر دیتا ہے اور بالآخر اسے اپنی دائمی جنتوں میں لے جاتا ہے۔

تنبیہ یہ ہے کہ راہِ حق پر باطل کی رکاوٹوں میں سے ایک سدِراہ ان کے دام فریب بھی ہیں۔ یہ وہ چال ہے کہ جو باطل اُس وقت استعمال کرتا ہے جب اس کی طاقت ناکام ہو جاتی ہے اور اسے تمام تر قوت و وسائل کے استعمال کے باوجود بھی جب کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ ایسے میں پھر وہ عیاری و مکاری اور سازش و فریب کا جال بچھاتا ہے۔ ان جالوں میں سے ایک دامِ فریب ایجنسیوں کے وہ خسیس اہلکار ہیں جو ''مجاہد'' اور ''داعی'' بن کر انٹرنیٹ کے راستے مخلص افراد تک زمینی رسائی حاصل کرتے ہیں اور انہیں پھنسا کر داخلِ زندان کر لیتے ہیں۔ یہ چال ہے تو مکڑی کے جالے جتنی کمزور مگر محبینِ جہاد کی غفلت کے سبب یہ ضعیف جالا بھی ان کے لیے بعض اوقات خطرناک بن سکتا ہے۔ دشمن کی اس ممکنہ چال کا اگر پہلے سے ادراک ہو تو مقابلہ انتہائی آسان ہے اور اللہ کے فضل سے دشمنانِ دین کو یہاں بھی منہ کی کھانی پڑتی ہے، لیکن اگر اس قسم کی چالوں کا سرے سے تصور بھی نہ ہو تو محض نظامِ کفر کو برا بھلا کہنے والا ہر فرد مجاہد تصور ہو گا اور یوں خود اپنے ہی قدموں سے ہم جال میں جا جا کر پھنستے جائیں گے۔ عالمِ عرب ہو، افریقہ، یورپ و امریکہ ہو یا برِّصغیر... ہر جگہ دشمنانِ جہاد، انٹرنیٹ پر یہ حربے استعمال کرتے رہے ہیں۔ لہٰذا ان کی پہچان اور ادراک ضروری ہے۔

یہاں انٹرنیٹ پر ہمیں دو اہم چیلنجوں کا سامنا ہوتا ہے اور اپنے قارئین اور متعلقین کو ہمیں ان دونوں ہی سے نمٹنے کے لیے تیار کرنا ضروری ہے۔ ایک چیلنج صحیح منہجِ جہاد کا سمجھنا، صرف اس کو ہی قبول کرنا اور اسے ہی آگے بڑھانا... اور دوسرا چیلنج ایجنسیوں کے آلۂ کاروں سے بچنا اور صرف حقیقی مجاہدین سے مربوط ہونا ہے۔ انٹرنیٹ یا اس سے باہر ان دو چیلنجوں سے اگر ہم نبرد آزما نہ ہوں اور جہاد مخالف سازشوں کا مقابلہ اپنی بنیادی دعوت کا حصہ نہ بنائیں تو اس کی مثال ایسی ہی ہے کہ تلاطم خیز دریا میں تو ہم چھلانگ لگائیں اور لگوائیں مگر تیراکی کی ہمیں بالکل بھی شدبدھ نہ ہو۔ اللہ کرے کہ اس میدان کو درکار ہتھیاروں سے ہم اپنے آپ اور اپنے متعلقین کو مسلح کر سکیں۔

- سیکورٹی کا ہوّا اور داعیانِ جہاد کی ذمہ داری

دشمنانِ دین کی خواہش ہے کہ نوجوانانِ امت نیٹ پر ہر گندی چیز تو دیکھیں، تباہی و بربادی کے ہر سوراخ سے تو وہ ڈسے جائیں، مگر اللہ کی رضا اور حقیقی حیات کی طرف رہنمائی کرنے والی دعوتِ دین و جہاد سے وہ دور رہیں۔ ان کی یہ کوشش بھی ہے کہ نیٹ پر خوف کی ایک ایسی غیر واقعی فضا قائم رکھی جائے کہ وہ دعوتِ جہاد سے متعلق کسی چیز پر نظر پڑتے ہی دل کی دھڑکن تیز کر دے اور یہ خوف لاحق کر دے کہ اس چیز کو ہاتھ لگاتے ہی جہاد دشمن عناصر اسے اٹھا کر غائب کر دیں گے۔ اپنی اس خواہش و کوشش کو انہوں نے چھپایا نہیں ہے، بلکہ ان کے تھنک ٹینک نے اپنی رپورٹوں میں لکھا بھی ہے کہ 'انٹرنیٹ سیکورٹی کا ایک ہوّا کھڑا کرنا ضروری ہے'۔ ان کے مطابق زیادہ تر لوگ محض اسی ہّوے کی بدولت جہادی سائٹیں اور صفحات دیکھنا چھوڑ دیں گے اور یوں لوگوں کی ایک بڑی تعداد دعوتِ جہاد سے دور ہو جائے گی۔ نیٹ استعمال کرنے والے داعی بھائیوں پر لازم ہے کہ وہ لوگوں کے اس خوف کا علاج کریں۔ انہیں سمجھائیں کہ محض مواد دیکھنے اور پڑھنے سے نقصان نہیں ہوتا اور ساتھ ساتھ انہیں ایسی ٹیکنکل تدابیر بھی سکھائیں کہ جن کے استعمال سے وہ اپنے آپ کو محفوظ رکھتے ہوئے آسانی و اطمینان کے ساتھ دعوتی مواد حاصل کر سکتے ہوں۔ واقعہ یہ ہے کہ محض جہادی مواد پڑھنے، دیکھنے سے نقصان نہیں ہوتا، نقصان تب ہوتا ہے جب داعیٔ جہاد کے روپ میں دشمنِ خدا بہروپیے کو مجاہد سمجھا جائے، اسے اپنی اصل معلومات دی جائیں، اس کے ساتھ براہِ راست زمینی تعلق قائم کیا جائے... یا دوسری صورت میں مہلکِ جہاد منہج کو صحیح سمجھ کر قبول کیا جائے۔ لہٰذا بس ان دو لحاظ سے انٹرنیٹ سازشوں کو سمجھنا اور ان سے بچنا ضروری ہے۔

- سازشوں کا سہ سطحی مقابلہ

انٹرنیٹ پر سازشوں کا مقابلہ تین سطحوں پر کیا جا سکتا ہے:

اول یہ کہ منہجِ جہاد میں رسوخ حاصل ہو۔ یہ منہج کیا ہے؟ اسے کہاں سے لینا ہے؟ دعوت و جہاد کا ہر موڑ اور اس میں آنے والے ہلاکت کے ہر گڑھے اور ہر دوراہے کی پہچان ضروری ہے تاکہ نہ تو پاؤں پھسلے اور نہ ہی کہیں قدم غلط سمت اٹھے۔ اس حوالے سے اس مضمون میں پہلے بھی بات ہوئی ہے کہ جہادی فکر و منہج، جائز و ناجائز اور مفید و مضر کا علم... تحریکِ جہاد کے معتمد و معروف علماء کرام اور قائدین سے لیا جائے۔ اس طرح ہر داعیٔ جہاد اور مجاہد کی کوشش ہو کہ صحیح و غلط اور مفید و مُضر فکر و عمل کے درمیان علی وجہ البصیرہ فرق کر سکے اور جب بھی کوئی جہاد دشمن 'داعیٔ جہاد' یا 'مجاہد' کا روپ دھار کر منہجِ جہاد میں نقب لگاتا نظر آئے تو فوراً اس کو پکڑا

جاسکے۔ ایسے فرد سے خود جدا ہونا، اس کی برائی سے دوسروں کو متنبہ کرنا اور اسے بالکل تنہا وناکام کرنا مطلوب ہے۔ یہ نہی عن المنکر ہے اور جہادی صفوں میں اس فرض کی ادائیگی میں کوتاہی ہی ہے کہ جس کے سبب تحریکِ جہاد، شام و عراق سے خراسان تک انتہائی بھاری قیمت ادا کر چکی ہے۔

دوم یہ کہ قائدین جہاد اور میدان جہاد کے اصل نمائندوں کے ساتھ رابطہ قائم ہو اور اس کے لیے نیٹ کے روایتی ذرائع سے ہٹ کر رابطے کا وہ نظام بھی استعمال ہو جس میں کسی مشکوک فرد کا داخلہ ناممکن ہو۔ الحمد للہ یہ نظام بطریقِ احسن موجود ہے، اس کو مجاہدین ہاں تزکیے کا نظام کہتے ہیں۔ اس کے ذریعے الحمد للہ خراسان تا یمن و مالی تحریکِ جہاد آب و تاب کے ساتھ آگے بڑھ رہی ہے۔ لہٰذا کوئی داعی اور مجاہد انٹرنیٹ پر اگر آپ سے براہ راست ملنے اور جہادی امور میں تعاون لینے / دینے کی پیشکش کر رہا ہو یا جہادی راز معلوم کرنے کی سعی کر رہا ہو تو اس فرد کے ساتھ تعامل میں انتہا درجہ کی احتیاط کریں۔ ضروری ہے کہ آپ متعدد اور مؤثر ذرائع سے ایسے فرد کی بابت اطمینان حاصل کریں۔ مکرر عرض ہے کہ ان میں سے بہترین ذریعہ تحریک جہاد کے حقیقی اور معتمد نمائندوں سے اس فرد کے متعلق تزکیہ دریافت کرنا ہے اور یہ تزکیہ حاصل ہو جانے کے بعد براہِ راست ملاقات اور دیگر امور میں مضائقہ نہیں۔ یہ تزکیہ حاصل کرنا بھی زیادہ مشکل نہیں، انٹرنیٹ پر بحمد اللہ مجاہدین کے رسمی نمائندہ صفحات، ویب سائٹس و چینلز موجود ہیں، جن کی ادارت (Adminship) معتمد مجاہد ساتھیوں کے ہاتھ میں ہے اور ان سے رابطہ کیا جا سکتا ہے۔

تیسری سطح جس پر دعوت و جہاد کو محفوظ کرنا ضروری ہے، وہ مجاہدین کی صفوں میں استخباراتی نظام (Intelligence System) کی توسیع و تقویت ہے۔ یہ نظام بھی الحمد للہ موجود ہے مگر اس کو اہل علم[1] اور تجربہ رکھنے والے ایسے افراد کے تحت کرنا ضروری ہے جن کی نگاہ دور رَس ہو اور جن کی نگرانی میں کوئی بے گناہ نقصان و تکلیف نہ اٹھائے اور کوئی مجرم آسانی کے ساتھ بچ بھی نہ پائے۔

اگر مذکورہ تینوں سطحوں پر حفاظت کا اچھا اہتمام ہو تو اللہ سے امید ہے کہ منہج جہاد بھی محفوظ ہو گا اور ساتھ ہی جاسوس اور مخبروں کے لیے بھی زمین تنگ رہے گی۔ یوں اللہ کے اذن سے کوئی بڑے سے بڑا شاطر بھی اہل جہاد کو کوئی بڑا نقصان نہیں پہنچا پائے گا۔ سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول مبارک ہے "لست بالخب والخب لا يخدعني"، یعنی "میں خود دھوکہ باز نہیں ہوں اور کوئی دھوکہ باز بھی مجھے دھوکہ نہیں دے سکتا"۔ یہ اصول تو عام زندگی میں ہو نا چاہیے، جبکہ جہاد کے اندر تو اور زیادہ بیدار مغزی درکار ہے اور اس درجہ کی بیداری کا ہی ایمان و جہاد تقاضا کرتا ہے۔ (جاری ہے، ان شاء اللہ)

[1] مراد علمِ شرعی کے حامل افراد ہیں۔

بقیہ: بشارت ہے صبر کا دامن تھامنے والوں کے لیے!

اُسی سے چپٹ چپٹ کر گڑ گڑائیے، اس کا دروازہ ہمیشہ بندۂ مؤمن کے لیے کھلا ہے۔ اس کی رحمت کو اپنی طرف متوجہ کرنے لیے ذیل میں دی گئی اس دُعا کا خاص اہتمام کیجیے بلکہ اس کا ورد کرنا شروع کر دیجیے۔

اَللّٰهُمَّ رَحْمَتَکَ اَرْجُوْ فَلَا تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَةَ عَیْنٍ وَاَصْلِحْ لِیْ شَأْنِیْ کُلَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ۔

"اے اللہ! میں تیری رحمت کا امیدوار ہوں پس تو مجھے ایک لمحہ کے لیے میرے نفس کے حوالے مت کیجیو، میرے لیے میری حالت کو درست فرما دے (اس لیے کہ) تیرے علاوہ کوئی الٰہ نہیں (جو میری حالت کو درست فرمادے)۔"

جس نے بھی آپ لوگوں کے ساتھ صلہ رحمی کرتے ہوئے احسان کیا ہے۔ ابھی سے ان کے ساتھ صلہ رحمی اور احسان کرنے کا عزم کیجیے۔ جب اللہ تعالیٰ اسیری سے رہائی عطا فرمائے[2] اس وقت ان کے احسان کا بدلہ احسان کر کے دینے کی نیت کیجیے اس سے بھی اللہ تعالیٰ خوش ہو گا بعید نہیں جلد رہائی عطا کر دے۔ اس لیے کہ احسان کا بدلہ احسان ہی ہوتا ہے۔ یا اللہ تعالیٰ سے اپنے کسی نیک کام کو وسیلہ بنا کر دعا کیجیے جو آپ نے اسیری سے پہلے کیا ہو۔ اس سے بھی اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کی دعا جلد قبول فرمائے گا، ان شاء اللہ۔

حاصلِ کلام یہ ہے کہ یہ قید و بند کی صعوبت اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی مرضی و منشاء سے خالی نہیں ہے۔ اس کے ذریعے وہ اپنے بندۂ مؤمن کو دنیا کی تمام برائیوں، تمام گندگیوں، دنیاوی تمام آلائشوں اور کثافتوں سے محفوظ کرتا ہے۔ اس کے ذریعے اس کو کندن بنا کر قیادت کے منصب پر فائز فرماتا ہے، وہ اس کے ذریعے اس کے درجات بلند کرتا ہے اور اپنی قربت عطا کرتے ہوئے بالآخر جنت کا مستحق ٹھہراتا ہے۔ یہ سودا کوئی گھاٹے کا سودا تو نہیں اگر ہم سمجھیں۔ آخر میں سب کو سلام عرض ہے اور دعاؤں کی درخواست ہے۔ "چمن میں جب بہار آئے... ہمیں بھی یاد کر لینا" ورنہ جنت تو ہے ہی اہل ایمان کی ملاقات کی جگہ۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے ساتھ تمام معاملے میں آسانی فرمائے، اے اللہ! ہم تیری ہی رحمت کے امیدوار ہیں۔ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنَا فَاِنَّکَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ "اے اللہ! تو ہم پر رحم فرما اس لیے کہ تو بہترین رحم فرمانے والا ہے"۔ اَللّٰهُمَّ انْصُرْنَا فَاِنَّکَ خَیْرُ النّٰاصِرِیْنَ "اے اللہ! تو ہماری مدد فرما اس لیے کہ تو ہی بہترین مدد فرمانے والا ہے"۔ وَ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِهٖ وَ صَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ۔

والسلام،

آپ لوگوں کا خیر اندیش

[2] زیرِ نظر خط غالباً جیل میں قید بھائیوں کے نام لکھا گیا ہے۔ (ادارہ)

قُلۡ هَلۡ يَسۡتَوِي ٱلَّذِينَ يَعۡلَمُونَ وَٱلَّذِينَ لَا يَعۡلَمُونَ

”کہو کہ: کیا وہ جو جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے سب برابر ہیں؟“

(تعلیم، حکمِ تعلیم اور نظامِ تعلیم پر بحث کرتا ایک مقالہ)

مولانا ڈاکٹر عبید الرحمٰن المرابط حفظہ اللہ

علم دین اور علم دنیا (اقسام بلحاظ موضوع)

مولانا کاندھلوی رحمہ اللہ دونوں کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

علم کی دو قسمیں ہیں: ۱) علم دین اور ۲) علم دنیا۔ علم دین سے وہ علم مراد ہے جس سے اللہ کی معرفت اور اس کے احکام کا علم حاصل ہو۔ اور اس کی اطاعت کا طریقہ معلوم ہو۔ علم دنیا سے وہ علم مراد ہے جو دنیاوی منافع کے حصول کا ذریعہ ہو۔

مولانا بنوری رحمہ اللہ مزید تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

علم دین کا ہو یا دنیا کے کسی شعبے کا وہ بہر حال انسانیت کے لیے تمغۂ فضیلت اور طرۂ امتیاز ہے۔ اور تعلیم کا مقصد فضل و کمال سے آراستہ ہونا اور میراث انسانیت کا حاصل کرنا ہے۔ موضوع کے لحاظ سے علم کی دو قسمیں قرار پاتی ہیں: ۱) دینی علوم ۲) دنیاوی علوم۔

دینی علوم کے اصل ثمرات و برکات تو آخرت ہی میں ظاہر ہوں گے۔ تاہم جب تک دنیا میں اسلام کی عزت و رفعت کا دور دورہ رہا دنیا میں بھی اس کی منفعتیں ظاہر ہوتی تھیں۔ علمائے دین قاضی، قاضی القضاۃ، مفتی اور شیخ الاسلام کی حیثیت سے محاکم عدلیہ اور محاکم احتساب کے مناصب پر فائز ہوتے تھے۔ ملک و ملت کے لیے ان کا وجود سایۂ رحمت سے کم نہیں تھا۔ ان کی خدا ترسی، حق پسندی، اور عدل پروری کی بدولت معاشرہ میں امن و عافیت کی فضا قائم تھی۔ اور اسلام کے عادلانہ احکام کا نفاذ بہت سے معاشرتی امراض سے حفاظت کا ضامن تھا۔ الغرض دینی مناصب کے لیے علمائے دین ہی کا انتخاب و تقرر ہوتا تھا۔

اور دنیوی علوم جن کا تعلق براہ راست دنیا کے نظام سے تھا، مثلاً: فلسفہ، منطق، تاریخ، جغرافیہ، ریاضی، ہیئت، حساب، طب و جراحت وغیرہ ان کے لیے تو حکومتی مناصب بے شمار ہیں۔

[علوم دنیا پر مندرجہ ذیل نصوص سے دلالت ہوتی ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

وَعۡدَ ٱللَّهِۖ لَا يُخۡلِفُ ٱللَّهُ وَعۡدَهُۥ وَلَٰكِنَّ أَكۡثَرَ ٱلنَّاسِ لَا يَعۡلَمُونَ ۝ يَعۡلَمُونَ ظَٰهِرٗا مِّنَ ٱلۡحَيَوٰةِ ٱلدُّنۡيَا وَهُمۡ عَنِ ٱلۡأٓخِرَةِ هُمۡ غَٰفِلُونَ ۝ (الروم: ۶-۷)

”(یہ) خدا کا وعدہ (ہے) خدا اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ یہ تو دنیا کی ظاہری زندگی ہی کو جانتے ہیں اور آخرت کی طرف سے غافل ہیں۔“

امام ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ ”یعنی اکثر لوگ کچھ علم نہیں رکھتے مگر دنیا کا، دنیا میں معاش کمانے کا دیگر معاملات نبٹانے کا۔ دنیا کو حاصل کرنے میں اور اس سے فائدہ اٹھانے میں تو وہ نہایت عقلمند اور تیز ہیں مگر اپنے دین کے معاملات اور آخرت کے فائدہ کے بارے میں غافل ہیں۔ گویا ان کا اس بارے میں نہ ذہن ہے نہ سوچ۔ اور امام حسن بصریؒ نے فرمایا 'اللہ کی قسم دنیا کے بارے میں اتنے تیز ہوتے ہیں کہ ان میں سے ایسے بھی ہیں جو درہم کو ناخن پر رکھ کر اس کا وزن بتاتے ہیں حالانکہ وہ نماز بھی صحیح طرح ادا نہیں کر سکتے'۔“ (تفسیر ابن کثیر: ج3 ص427)

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز ان کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک باغ میں سے گزر ہوا۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ کچھ لوگ کھجور کو پیوند لگا رہے ہیں تو فرمایا: یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا نر کا گابا لے کر مادہ میں ملاتے ہیں۔ آپ ﷺ فرمایا: مجھے نہیں خیال کہ اس سے کچھ فائدہ ہو۔ تو لوگوں کو آپ کا یہ فرمان معلوم ہوا اور انہوں نے پیوند کاری ترک کر دی۔ پھر انہیں اندازہ ہوا کہ اس بار پھل کم ہوا۔ نبی ﷺ کو اس کا علم ہوا تو فرمایا:

إنما هو الظن إن كان يغني شيئا فاصنعوه فإنما أنا بشر مثلكم وإن الظن يخطئ ويصيب ولكن ما قلت لكم قال الله فلن أكذب علي الله۔

”وہ تو میرا خیال تھا، اگر اس میں کچھ فائدہ ہے تو کر لیا کرو۔ میں تو بس تمہاری مانند انسان ہوں اور خیال کبھی غلط ہوتا ہے کبھی صحیح۔ البتہ جو بات میں تمہیں کہوں کہ اللہ نے فرمائی ہے تو میں ہرگز اللہ پر جھوٹ نہ بولوں گا۔“ (سنن ابن ماجہ ج2 حدیث 628)۔

اسی روایت کو امام مسلمؒ نے اپنی سند سے نقل کیا ہے اور اس کے آخر میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اس پر فرمایا:

أنتم أعلم بأمر دنيا كم۔

”تم اپنی دنیا کے بارے میں زیادہ علم رکھتے ہو۔“ (مسلم)]

دونوں علوم کے حصول کے راستہ

مولانا بنوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

علم دنیا میں دو راستوں سے آیا ہے۔ ایک علم الٰہی ہے جو بذریعۂ وحی انبیاء کرام علیہم السلام کے توسط سے دنیا والوں کو پہنچا ہے۔ اس علم کے معلم اول خود حضرت حق سبحانہ و تعالی شانہ کی ذات گرامی صفات ہے۔ اور اس کے اولین شاگرد حضرات انبیاء کرام علیہم السلام ہیں۔ اس مقدس سلسلۂ تلامذہ میں پہلے شاگرد اور متعلم ابو البشر سیدنا آدم علیہ السلام ہیں جن کے علم و فضل کا لوہا ملائکۂ مقربین تک نے مانا ہے۔ اس لحاظ سے حضرت آدم علیہ السلام کے ذریعے ہی اس علم الٰہی

کا پہلا درس حظیرۂ قدس کی درس گاہ میں ملأ اعلی کے فرشتوں کو ہی دیا گیا ہے۔ یہ علم الٰہی وہ علم ہے جس کے ادراک و معرفت سے عقل انسانی (بذات خود) قاصر و عاجز ہے۔ اس لیے کہ یہ حقائق الٰہیہ اور علوم غیبیہ عقل انسانی کی دسترس سے بالاتر اور وراء الوراء (دور سے دور تر) ہیں۔ ارشاد باری ہے:

وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ...... (آیت الکرسی)

"اور وہ (انسان) نہیں احاطہ کر سکتے اس کے علم کے کسی حصہ پر بھی بجز اس کے جو وہ خود (عطا فرمانا) چاہے۔"

اور اس بما شاء کے استثناء کے تحت ان علوم کا جو حصہ انسانوں کو دیا گیا ہے وہ علم الاولین والآخرین ہونے کے باوجود بھی "قدر قلیل" گویا بحر زخار کے ایک قطرہ کا مصداق ہے۔ ارشاد ہے:

وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا...... (الاسراء:85)

"اور جو علم تم کو دیا گیا ہے وہ تو بہت ہی تھوڑا سا علم ہے۔"

دوسرا علم وہ ہے جس کا ذریعہ عقل و ادراک کا وہ جوہر لطیف ہے جو خالق کائنات نے ہر انسان کی فطرت میں علی فرق المراتب درجہ بدرجہ ودیعت فرمایا ہے۔ جس کا ظہور ہر بچہ میں ہوش سنبھالنے سے پہلے ہی شروع ہو جاتا ہے اور سن و سال نیز محسوسات و مشاہدات اور تجربات کے اضافہ کے ساتھ بڑھتا اور ترقی کرتا رہتا ہے۔ بحیثیت مجموعی ہر دور میں عقل انسانی میں جتنی پختگی پیدا ہوتی گئی یہ فکری و نظری علم بڑھتا گیا۔ اور ترقی و تنوع اختیار کرتا رہا۔ اور جوں جوں نسل انسانی کو نت نئی حاجات و ضروریات پیش آتی رہیں، ان کو پورا کرنے کی تگ و دو میں اس علم کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا رہا۔

دنیوی علوم علوم ہیں یا فنون و حرفت؟

اس علم انسانی کے مبادی، محسوسات و مشاہدات و تجربات سے انتفاع میں بھی عقل انسانی کی ابتدائی رہنمائی وحی و الہام الٰہی کے ذریعے ہی ہوئی ہے۔ اور تمام تر صنعتوں اور حرفتوں کے اصول و مبادی کے معلم اول بھی انبیاء کرام علیہم السلام ہی ہوئے ہیں۔ چنانچہ تمام مفسرین اس پر متفق ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی وہ تمام تر آسمانی تعلیمات جن کی تبلیغ و تعلیم کے لیے انہیں مبعوث کیا گیا تھا وہ معبود حقیقی کی ابتدائی معرفت اور اس روئے زمین پر انسانی زندگی کے ابتدائی لوازمات، غذا، لباس، اور مسکن کے مہیا کرنے کے طریقوں کی تعلیم پر مشتمل تھیں۔ حضرت ادریس علیہ السلام خیاطت کے معلم اول تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام کشتی سازی اور جہاز سازی کے معلم ہوئے ہیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام آلات حرب میں سے زرہ سازی کے معلم اول اور حضرت سلیمان علیہ السلام فنون لطیفہ میں سے عمارت سازی اور ظروف سازی کے معلم اول ہوئے ہیں۔ معدنیات میں سے خام لوہے سے فولاد تیار کرنے اور تانبہ کو سیال کرنے کی صنعت کے معلم اول بھی حضرت داؤد و سلیمان علیہما السلام ہوئے ہیں۔ قرآن کریم کی نصوص اور تشریح آیات اس پر شاہد ہیں۔ چنانچہ مسلم شریف میں ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام بذات خود تاجر اور تجارت کے معلم تھے۔

لیکن یہ تمام علوم جو انسانی عقل اور قوت اختراع کے ذریعے پروان چڑھے اور دنیا میں پھیلے در حقیقت علوم نہیں بلکہ فنون صنعت و حرفت ہیں۔ جنہیں انسانی عقل، موجودات عالم خصوصاً زمین اور اس کی اندرونی و بیرونی پیداوار یعنی معدنیات و نباتات و حیوانات، پہاڑوں اور جنگلات کی طبعی پیداوار کے افعال و خواص اور منفعتوں مضرتوں کے مسلسل مطالعہ اور ان کی تحلیل و ترکیب سے انسانی ضروریات زندگی پورا کرنے والی ہے، جو نو بہ نو ایجادات و اختراعات کو سالہا سال تک بروئے کار لاتی رہی ہے، اور یہ نو بہ نو مصنوعات وجود میں آتی رہی ہیں۔

بہر حال قرآن کریم کی روشنی میں یہ تو مسلم ہے کہ حیات انسانی کے ابتدائی مراحل میں عقل انسانی کی رہنمائی بھی وحی الٰہی کے ذریعہ ہوئی ہے۔ بلکہ مستدرک حاکم کی ایک روایت سے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی ذریت میں نسلاً بعد نسل جو صنعتیں اور حرفتیں قیامت تک وجود میں آنے والی تھی جن کی تعداد اس روایت کے بموجب ایک ہزار ہے وہ سب اللہ جل شانہ نے حضرت آدم کو سکھائی ہیں۔ آیت کریمہ وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا سے اس روایت کی تائید ہوتی ہے۔ فلسفۂ توالد و تناسل کی رو سے بھی آدم یعنی ابو البشر کی خلقت اور فطرت میں ان تمام کمالات و فنون کے اجمالی نقوش موجود ہونے ضروری ہیں جو ان کی ذریت میں بطور توارث نسل انسانی کے مختلف ادوار میں وجود میں آنے والے ہیں۔

حقیقی علوم کیا ہیں؟

در حقیقت علوم تو وہ ہیں جن کی بنیاد وحی الٰہی سے ظہور میں آئی ہے۔ اور جو عقل انسانی کی پیداوار ہیں یہ سب صنائع کے درجہ میں ہیں۔ علوم کہلانے کے مستحق ہی نہیں۔ البتہ خدمت خلق کے جذبے سے اگر ان کو اپنایا جائے تو باعث رضاءِ الٰہی ہیں، اور اس وقت دنیا و آخرت کی تفریق بھی ختم ہو جاتی ہے۔

علم دین ہی خیر ہے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: من يُرد الله به خيراً يفقهه في الدين، ولاتزال عصابة من المسلمين يقاتلون على الحق ظاهرين على من ناوأهم إلى يوم القيامة۔

"جس کے ساتھ اللہ بھلائی چاہے تو اسے دین کے علم سے نوازتا ہے۔ اور مسلمانوں میں سے ایک گروہ حق پر لڑتا رہے گا اور قیامت تک اپنے دشمنوں پر بھاری رہے گا۔" (مسلم)

امام ابن حجرؒ فرماتے ہیں: "امام ابو یعلی نے یہی حدیث دوسری سند سے روایت کی ہے جو کہ ضعیف ہے۔ اس کے آخر میں یہ الفاظ ہیں کہ "جو دین کا علم حاصل نہ کرے اللہ اس کی پرواہ نہیں کرتے"۔ مگر اس کا مطلب صحیح ہے۔ کیونکہ جو اپنے دین کے معاملات کا علم نہ رکھے نہ وہ فقیہ کہلاتا ہے اور نہ طالب فقہ۔ تو اس کے بارے میں یہ کہنا صحیح ہو گا کہ اس کے مقدر میں

بھلائی نہ تھی۔ اس سے علماء کی تمام لوگوں پر فضیلت صاف واضح ہے۔ اسی طرح دین کی تعلیم کی دیگر علوم پر فضیلت بھی ثابت ہوئی۔ (فتح الباری، ج 1 ص 165)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ نیک بختوں کو علم عطا کرتا ہے اور بد بختوں کو اس سے محروم رکھتا ہے۔ (جامع بیان العلم ابن عبد البر، ج 1 ص 57)

تعلیم کا حکم (اقسام بلحاظ حکم)

فرض عین اور فرض کفایہ کا فرق

[چونکہ علم دین حاصل کرنے کے حکم میں فرض عین اور فرض کفایہ کا ذکر آتا ہے اس لیے مناسب ہے کہ عام قاری کے لیے ان دونوں اصطلاحات کی وضاحت کی جائے۔ فرض عین: وہ کام ہے جس کے کرنے کا واضع شریعت نے ہر ہر مکلف سے مطالبہ کیا ہو۔ کسی ایک مکلف کے کرنے سے دوسرے کے ذمے سے وہ ساقط نہیں ہوتا۔ جیسا کہ نماز وزکوۃ۔ فرضِ کفایہ: وہ کام ہے جس کے کرنے کا واضع شریعت نے مجملہ مکلفین سے مطالبہ کیا ہو نہ کہ ہر ہر مکلف سے۔ بعض کے کرنے سے دوسروں کے ذمے سے یہ کام ساقط ہو جاتا ہے جبکہ کسی کے بھی نہ کرنے سے تمام گنہگار ہوں گے۔ جیسا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور نمازِ جنازہ۔ یہ خیال رہے کہ فرض کفایہ کا کرنا اتنے افراد پر لازم ہے جن سے کفایت حاصل ہو جائے اور مزید کی ضرورت نہ پڑے۔ یعنی کہ امر بالمعروف میں مصروف افراد سے اگر امر بالمعروف کے کام کی تکمیل نہ ہو رہی ہو تو بقیہ لوگوں پر فرض ہے کہ ان میں سے اس کام میں اتنے افراد شامل ہو جائیں جن سے اس کام کی تکمیل ہو جائے۔

فرض عین اور فرض کفایہ میں فرق یہ ہے کہ: ابتداً دونوں اقسام کا مطالبہ تمام مکلفین سے ہوتا ہے۔ پھر فرض عین تمام پر حاوی رہتا ہے جبکہ فرض کفایہ بعض کے کرنے سے دیگر سے ساقط ہو جاتا ہے۔ پہلی قسم میں واضع شریعت کا خاص ہر مکلف سے فعل کرنے کا تقاضا ہوتا ہے۔ اور دوسری قسم میں خاص اس فعل کا تقاضا ہوتا ہے چاہے کوئی بھی مکلف کرلے۔ بعض علماء نے فرض کفایہ کو فرض عین پر فضیلت دی ہے جیسا کہ امام حرمین نے اس بنا پر کہ فرض کفایہ ادا کرنے والا شخص دیگر تمام مسلمانوں کے بدلے دین کے اس فریضہ کی تکمیل کرتا ہے۔ اور تمام کو گنہگار ہونے سے محفوظ کرتا ہے۔ جبکہ دیگر علماء نے ان کی مخالفت کی اس بنا پر کہ واضع شریعت نے فرض عین کی اہمیت کی بنا پر ہر ایک سے ادا کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: امام نووی کی المجموع ج 1 ص 27۔ امام قرافی کی الفروق: ج 2 ص 203۔]

مولانا بنوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فرض عین علوم دین

پہلی بات تو یہ ہے کہ علوم دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ علوم جن کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض عین ہے۔ یہ وہ علوم ہیں جن کے ذریعہ بندے کا تعلق اپنے معبود حق تعالیٰ شانہ سے قائم ہو اور حق تعالیٰ کے حکم کے مطابق بندہ اس کی بندگی کرسکے۔ خیر و شر، حلال و حرام کی تمیز ممکن ہو۔ غرض عقیدہ صحیح ہو جائے اور عمل درست۔ عبادات و طاعات اور فرائض و واجبات سے ضروری واقفیت میسر آجائے۔ یہ علم چاہے زبانی تعلیم سے حاصل ہو یا والدین کی صحیح تربیت سے، مکتب میں استاذ کے ذریعے سے ہو یا پھر مادری زبان یا کسی اجنبی زبان میں ہو۔ اسی کو حدیث میں طلب العلم فريضة على كل مسلم ومسلمة فرمایا گیا ہے۔

فرض کفایہ علوم دین

دوسرے علوم وہ ہیں جن کو فقہی زبان میں فرض کفایہ کہتے ہیں۔ یعنی اگر امت کے چند اشخاص بھی ان کو حاصل کرلیں تو بقیہ افراد کے ذمے سے یہ فرض ساقط ہو جاتا ہے۔ جیسے نماز جنازہ میں چند افراد کے نماز پڑھ لینے سے تمام مسلمانوں کے ذمہ سے فرض ادا ہو جاتا ہے۔ اسلامی علوم میں تفسیر قرآن کریم، اور احادیث نبی کریم ﷺ، فقہ، اصول فقہ، علم توحید و کلام وغیرہ کی تعلیم اور ان میں مہارت و بصیرت حاصل کرنا یہ فرض کفایہ ہے۔ بلاشبہ یہ فرض کفایہ بھی دین اسلام کا اہم شعبہ ہے۔ اور امت اسلامیہ میں اس کا باقی رکھنا فرض ہے۔ اور قرآن کریم کی آیت کریمہ ذیل میں انہی علوم کے متعلق ارشاد فرمایا گیا: فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ (التوبہ: 122)...... "ہر قوم کے چند افراد کے ذمہ ضروری ہے کہ وہ علم دین سیکھیں اور اپنی بقیہ تمام قوم کو دین سے واقف کرائیں۔"

آیت کریمہ کے کماحقہ تفسیری حقائق و لطائف بیان کرنے کا یہ موقع نہیں۔

پھر ان علوم میں بھی بعض علم ایسے ہیں کہ وہ خود مقصود نہیں ہیں بلکہ مقصود کے حصول کے لیے وسیلہ اور ذریعہ ہیں جیسے صرف، نحو، معانی، بیان وغیرہ، کہ ان علوم کے بغیر تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ وغیرہ کو حاصل ہی نہیں کیا جاسکتا۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو یہ علومِ عربیت مادری زبان کی حیثیت سے خود بخود حاصل تھے۔ اس لیے ان کو ان علوم کے سیکھنے کی ضرورت نہ تھی۔ روئے زمین کے عجمی (غیر عربی) مسلمانوں اور بعد کی نسلوں کو یہ بات میسر نہ تھی۔ اس لیے ان کو ان علوم کا حاصل کرنا بھی ضروری ہوا۔

[امام ابن حزمؒ مندرجہ بالا آیت سے دونوں قسم کے علم پر استدلال کرتے ہیں۔ قوم کو خبردار کرنے سے فرض عین پر۔ کیونکہ تمام قوم کو خبردار کرنا ان پر فرض ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ تمام قوم کا باخبر ہونا فرض ہے۔ اسی طرح ہر گروہ میں سے ایک جماعت کو علم دین کے حصول کے لیے نکلنے سے فرض کفایہ پر۔ کیوں کہ پوری قوم نہیں، اس میں سے کچھ افراد وہ علم حاصل کریں جس سے دوسروں کو سیراب کرسکیں۔ (الإحكام في أصول الأحكام ابن حزم ج 2 ص 121، 123)۔ اسی طرح امام ابن عبد البرؒ نے اپنی کتاب جامع طلب العلم میں سفیان بن عیینہؒ کا قول نقل کیا: "طلبِ علم اور جہاد، مسلمانوں کی جماعت پر فرض ہے۔ اور اس بارے میں ان میں سے بعض دوسروں کے لیے کافی ہوسکتے ہیں"۔ اور پھر حضرت سفیانؒ نے مندرجہ بالا آیت تلاوت فرمائی۔

دوسری دلیل جس کی بابت علماء نے اس تقسیم کا ذکر کیا ہے وہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: طلب الفقه فريضة على كل مسلم۔ اگرچہ اس حدیث کی تمام اسناد ضعیف ہیں مگر تعدد اسناد اور صحیح مطلب ہونے کی وجہ سے علماء نے اسے قبول کیا ہے۔

خطیب بغدادیؒ نے اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا: بعض اہل علم نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی مراد اس علم سے علم توحید ہے اور وہ علم جس پر عمل کرنے سے انسان مؤمن بن جاتا ہے۔ یہ علم ہر مسلمان پر فرض ہے۔ کیونکہ اس کا فرض ہونا تمام پر عام ہے۔ یہ بھی کہا گیا کہ اس سے مراد وہ علم ہے جو کہ ہر مسلم پر اس وقت فرض ہو جاتا ہے جب اس کے علاقے سے کوئی بھی بقدر کفایت اسے نہ حاصل کرے۔ یہ قول سفیان بن عیینہؒ سے مروی ہے۔ چنانچہ مجاہد بن موسیٰؒ اس حدیث کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ ہم ابن عیینہؒ کے یہاں تھے جب اس حدیث کا ذکر ہوا تو انہوں نے فرمایا: "یہ تمام مسلمانوں پر فرض نہیں ہے۔ اگر ان میں سے بعض حاصل کر لیں تو باقی سے ساقط ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ نمازِ جنازہ"۔ خطیبؒ فرماتے ہیں کہ ابن عیینہؒ کی یہاں مراد دین کے فروعی مسائل کے بارے میں فقہی احکام کا علم ہے۔ جبکہ اصول دین جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالی کی معرفت، توحید وصفات کا علم، پیغمبروں کی صداقت کا علم تو یہ سب پر لازم ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ہر ایک پر وہ علم فرض ہے جس کے بارے میں وہ اپنے حال کی مطابقت سے لاعلم نہیں رہ سکتا۔ اسی کو عبد اللہ بن مبارکؒ نے بھی بیان کیا ہے۔ جب ان سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: "یہ وہ نہیں جو تم حاصل کرتے ہو۔ فرض علم کا حصول یہ ہے کہ کسی آدمی کو اپنے دین کے بارے میں کوئی مسئلہ پیش آئے تو اس کے بارے میں اس وقت تک پوچھتا رہے جب تک اسے جان نہ لے"۔ پھر جب ان سے پوچھا گیا کہ لوگوں پر علم میں سے کیا حاصل کرنا ضروری ہے؟ تو جواب دیا کہ: "کوئی شخص کوئی کام بغیر علم کہ نہ کرے۔ پوچھے اور سیکھے۔ اسی کا جاننا لوگوں پر لازم ہے"۔ اور مزید اس کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا: "اگر کسی شخص کے پاس کوئی مال نہیں تو اس پر لازم نہیں کہ وہ زکوۃ کا علم حاصل کرے۔ مگر جب اس کے پاس دو سو درہم ہو جائیں تو اس پر فرض ہے کہ وہ جانے کہ کتنی زکوۃ نکالنی ہے اور کب اور کسے دینی ہے۔ یہی حکم دیگر معاملات کے بارے میں ہے"۔ اسی طرح حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا اور کہا اے امیر المؤمنین! میں تجارت کرنا چاہتا ہوں۔ فرمایا: "فقہ تجارت سے پہلے ہے۔ جو فقہ سے پہلے تجارت کرے تو سود سے ٹھوکر کھائے گا اور پھر گر جائے گا"۔ امام مالکؒ کے سامنے علم کا ذکر ہوا تو انہوں نے فرمایا: "علم حاصل ہونا اچھا ہے۔ مگر دیکھنا جس کی تمہیں صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک ضرورت پڑتی ہے، اسے حاصل کرتے رہو اور اس پر کسی اور چیز کو ترجیح نہ دو"۔ امام احمد بن حنبلؒ سے ان کے بیٹے عبد اللہ نے پوچھا کہ: کسی بھی شخص پر کون سے علم کا حصول فرض ہے؟ فرمایا: "جس سے وہ نماز قائم کر سکے اور اپنے دین کے بارے میں دیگر امور جیسے کہ روزہ اور زکوۃ ہیں"۔ اور اسلام کے دیگر احکام کا ذکر کیا اور فرمایا: "کہ یہ اس پر لازم ہیں"۔ (الفقیہ والتفقہ، خطیب بغدادی، ج1 ص43، 46)

اسی حدیث کو امام ابن عبد البرؒ نے اپنی سند سے نقل کیا اور ابن اسحاق بن راہویہ کا قول نقل کیا کہ: "علم کا حاصل کرنا فرض ہے۔ مگر اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص پر وہ فرض ہے جس کی اسے ضرورت ہے، جیسا کہ وضو، نماز، زکوۃ (اگر مال ہو)، اور اسی طرح حج کے بارے میں"۔ آگے امام مالکؒ کا قول نقل کیا جب ان سے پوچھا گیا تھا کہ آیا طلبِ علم لوگوں پر فرض ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: "نہیں، لیکن انسان اتنا طلب کرے جس سے اسے اپنے دین میں فائدہ ہو"۔ پھر دیگر اقوال علماء نقل کرنے کے بعد خود فرماتے ہیں کہ: "علماء کا اجماع ہے کہ علم میں سے فرض عین بھی ہے جو ہر شخص پر اپنے بارے میں فرض ہے، اور اس میں سے فرض کفایہ بھی ہے جس کے حاصل کرنے سے اس علاقے کے بقیہ افراد سے ساقط ہو جاتا ہے"۔ (جامع بیان العلم ابن عبد البر ج1 ص9–12)

امام نوویؒ بھی فرض عین علم دین کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: "اسی (فرض عین) پر بہت سے علماء نے حدیث "طلب العلم فريضه على كل مسلم ومسلمه" کو محمول کیا ہے۔ اور یہ حدیث اگرچہ ثابت نہیں مگر اس کا مطلب صحیح ہے۔ جبکہ کئی علماء نے اسے فرض کفایہ پر محمول کیا ہے"۔

پس حدیث نے تمام مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ علم حاصل کریں۔ اور آیت نے بعض مسلمانوں کو حکم دیا، نہ کہ تمام کو کہ وہ فقہ حاصل کریں۔ پس حدیث میں بیان کردہ علم فرض عین علم پر دلالت ہے جو کہ ہر مسلم پر واجب ہے، اور آیت میں بیان کردہ علم فرض کفایہ علم پر دلالت ہے جیسا کہ علم کی اقسام کے بارے میں علماء کے اقوال ہیں]۔

علوم دنیویہ کی اقسام بلحاظ حکم

ایک مقام پر مولانا کاندھلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

دنیاوی ترقی کا دار و مدار چار چیزوں پر ہے۔ ۱) زراعت ۲) صنعت و حرفت ۳) تجارت ۴) اجارت (ملازمت)۔ اور شریعت نے ان میں کسی چیز کو بھی منع نہیں کیا بلکہ ان تمام امور کو مسلمانوں کے لیے فرض علی الکفایہ قرار دیا ہے۔

[پھر آگے مولانا کاندھلوی رحمہ اللہ نے دنیوی علوم کی تقسیم بلحاظ حکم کا صرف ذکر کیا اور تفصیل کے لیے رد المحتار (حاشیہ ابن عابدین) کی طرف رجوع کرنے کی تجویز دی۔ سو آگے رد المحتار سے اس مسئلہ کے متعلق خلاصہ پیش خدمت ہے:

علم بلحاظ حکم پانچ اقسام کا ہے:

۱) فرض عین، ۲) فرض کفایہ، ۳) مندوب، ۴) حرام، ۵) مکروہ، ۶) مباح۔

فرضِ عین سے مراد وہ علم ہے جس کے بغیر مسلمان اپنے دین پر قائم نہیں رہ سکتا۔ اس میں ضروری عقائد، اخلاق، عبادات، معاملات اور حلال و حرام شامل ہے۔ اور ان تمام ابواب میں

سے اتنا فرض بڑھتا چلا جاتا ہے جتنا مسلمان کو ان سے واسطہ بڑھتا جاتا ہے۔ یعنی کہ زکاۃ کی تفاصیل جاننا اس پر فرض عین ہو جاتی ہیں جو صاحبِ نصاب ہو۔ اسی طرح معاملات میں جو شادی کرنا چاہے اسے احکام نکاح وطلاق جاننا فرض ہو جاتے ہیں۔ نیز جسے خرید و فروخت سے واسطہ پیش آئے، اس پر بیوع کے احکام جاننا فرض ہو جاتے ہیں خاص کر تاجر پر۔ اسی طرح دیگر اہل حرفت وصنعت پر اپنے پیشے کے احکام کے بارے میں علم فرض ہو جاتا ہے تاکہ وہ اپنے پیشوں سے متعلق حرام امور سے بچے رہیں۔ گویا کہ فرض عین کا تعلق ہے تو دین سے لیکن دنیاوی فنون سے متعلق دینی احکام بھی اس میں داخل ہو جاتے ہیں جس سے خود ان فنون کی متعلقہ باریکیوں کا علم بھی صاحبِ فن پر فرض ہو جاتا ہے۔ [اور اسی بنا پر ہر مجاہد کے مرتبہ اور ذمہ داری کے مطابق اس پر جہاد کے احکام و آداب کا علم بھی فرض ہو جاتا ہے]۔

فرض کفایہ وہ علوم ہیں جو فرض عین کی مقدار سے زائد ہوں، یا کہہ لیں کہ دین کی ضرورت سے زائد ہوں۔ اس میں علوم دینیہ کی تفاصیل بھی شامل ہیں جیسا کہ اوپر گزر چکا۔ چاہے ان کا تعلق عقائد واخلاق کی تفاصیل سے ہو یا تفسیر وحدیث اور فقہ واصول فقہ کی تفاصیل سے، یا ان علوم کے مددگار علوم سے ہو جیسا کہ لغت اور کتابت وغیرہ۔ نیز اس میں علوم دنیویہ بھی شامل ہیں جن کے بغیر انسانوں کی دنیوی ضروریات پوری نہیں ہو سکتیں۔ ان میں طب و جراحت، حساب وہندسہ، صنعت وزراعت، کتابت وخیاطت اور سیاست وامور سلطنت شامل ہیں۔

حرام علوم۔ جیسا کہ فلسفہ، شعبدہ، علمِ نجوم، رمل، جادو، کہانت، علم اعداد الحروف اور موسیقی۔ احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ فلسفہ علیحدہ علم نہیں بلکہ کئی علوم کا مرکب ہے جن میں سے ہر ایک کا حکم مختلف ہے۔ ان میں سے کچھ مباح ہیں جیسا کہ حساب وہندسہ اور اکثر کفر اور بدعت میں شمار ہوتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں عقلی مباحث۔ شعبدہ سے مراد ہاتھ کی ایسی صفائی جس سے چیز ویسے نہیں دکھائی دیتی جیسے کہ حقیقت میں ہوتی ہے کیونکہ یہ جادو کی طرح کا علم ہے۔ علمِ نجوم سے مراد ستاروں کی حرکت اور ان کی اشکال سے سفلی اعمال کا کھوج لگانا۔ رمل سے مراد لکیروں، اشکال، نقطوں اور حرفوں کے ذریعے مستقبل کا علم جاننا۔ علم حروف سے مراد حروف کی عددی قیمت سے مستقبل کی پیشن گوئیاں کرنا۔

مکروہ علوم، جیسا کہ عشق و عاشقی سے متعلق شاعری۔ یا حساب وہندسہ اور طبیعیات کی ایسی تفاصیل جن کے جاننے سے انسان کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔

مباح علوم، جیسا کہ جائز خیالات کی حامل شاعری۔ ہندسہ اور حساب کی تفاصیل، بشرط یہ کہ انسان ان کے ذریعے حرام کی طرف نہ نکل پڑے۔ طبیعیات یعنی کہ اجسام یا مادہ کی صفات اور خصائص اور مادہ کا آپس میں ایک سے دوسری شکل میں تبدیل ہونے کا علم، بشرط یہ کہ وہ کفریہ عقائد مثلاً اللہ تعالیٰ کی خالقیت کے انکار سے پاک ہوں۔

یہاں رد المحتار سے خلاصہ ختم ہوتا ہے۔ ثابت ہوا کہ فرض عین علوم صرف دینی علوم میں سے ہیں۔ جبکہ دنیوی علوم میں سے کوئی علم بھی فرض عین نہیں۔ البتہ فرض کفایہ میں دینی اور دنیوی علوم دونوں شامل ہیں۔ جبکہ دنیوی علوم میں سے ایسے علوم بھی ہیں جو کہ مباح، مکروہ یا حرام ہیں۔ فی الحال ہماری غرض ان سے نہیں بلکہ فرض کفایہ دنیاوی علوم کے تعین اور ترجیحات سے ہے جو کہ مجاہدین کو حالیہ مرحلے میں مطلوب ہیں، اور مستقبل میں خلافت کے قیام کے دوران مطلوب ہوں گے۔

[امام شافعی رحمہ اللہ کی کتاب 'رسالہ' سے بھی اختصار کے ساتھ اقتباس پیش کرتا ہوں: علم دو قسم کے ہیں۔ ۱) عامۃ الناس کا علم جس سے کوئی بالغ عاقل جاہل نہیں رہ سکتا۔ اس کی مثال: پنجگانہ نماز، صیام رمضان، حج بیت اللہ استطاعت رکھنے پر اور زکوۃ کی ادائیگی کا علم، زنا، قتل، چوری اور شراب کی حرمت کا علم۔ نیز جو بھی ان کی طرح ان پر فرض ہو یا ان پر حرام ہو۔ یہ ایسا علم ہے جو کہ کتاب اللہ میں بھی مذکور ہے اور عامۃ المسلمین کے یہاں بھی موجود ہے۔ مسلمان نسل در نسل اسے روایت کرتے چلے آرہے ہیں اور اس کے ثابت یا واجب ہونے کے بارے میں کوئی بھی اختلاف نہیں کرتا۔ نہ ہی اس علم میں غلط روایت، تاویل یا جھگڑا روا ہے۔ ۲) دوسرا علم نہ تو عامۃ الناس کا ہے اور نہ ہی خواص میں سے ہر ایک کا ہے۔ لیکن سب خواص کا اسے ترک کرنا جائز نہیں۔ اگر ان میں سے بعض افراد بکفایت حاصل کر لیں تو دیگر سے ساقط ہو جاتا ہے۔ اس کا تعلق فرائض کے فروعی مسائل کے بارے میں ہے، جن کے بارے میں کتاب اللہ یا بیشتر احادیث میں ذکر نہیں، اور اگر احادیث میں ذکر ہے تو اس کا علم خاص افراد کو ہے نہ کہ عام کو۔ پھر ایسا علم جس میں تاویل کی بھی گنجائش ہے اور قیاس سے بھی معلوم ہو سکتا ہے۔ مثال کے طور پہ: جہاد، تفقہ فی الدین، نماز جنازہ اور سلام کا جواب دینا فرض کفایہ ہیں۔ زمانۂ نبوت سے مسلمانوں کا یہ معمول رہا ہے کہ ان میں سے بعض لوگ یہ فرائض انجام دیتے تھے۔ ایسے افراد کی تعریف کی جاتی تھی لیکن نہ کرنے والے اکثر لوگوں کو گنہگار نہ ٹھہرایا جاتا تھا۔ (الرسالہ امام شافعی تحقیق احمد شاکر ص357-369)۔]

جاری ہے، ان شاء اللہ۔

★★★★★

پاکستان سے بنگلہ دیش.....ایک سے مسائل، ایک ہی حل!

مولانا مفتی ابو محمد اشتیاق اعظمی شہید رحمۃ اللہ علیہ

یہ مضمون، دراصل بنگلہ دیش میں ایک عالمِ دین کے نام القاعدہ برِّصغیر کی لجنۂ شرعیہ کے رکن مولانا مفتی ابو محمد اشتیاق اعظمی شہید رحمہ اللہ کا خط ہے، جو مولانا رحمہ اللہ نے جون ۲۰۱۵ء میں اپنی شہادت سے چند ماہ پہلے لکھا تھا، اس لیے اس مضمون میں بعض واقعات کے حوالے اسی زمانے کے مطابق ہیں۔ (ادارہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترم المقام واجب الاحترام سیدی و مولانا!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اللہ رب العزت آنجناب کے علم و عمل میں خوب برکت عطا فرمائے اور امت کو آپ کی صلاحیت سے مستفید فرمائے (آمین)۔

حضرت! امید ہے کہ آپ اور آپ کے متعلقین خیریت سے ہوں گے الحمد للہ یہاں بھی سب بھائی خیریت سے ہیں اور امید رکھتے ہیں کہ آپ اپنی دعائے مستجاب میں ہمیں ضرور یاد رکھتے ہوں گے۔ ہماری اور دیگر ساتھیوں کی تو تمنا یہی تھی کہ آپ جیسے علماء سے براہ راست فیض حاصل کرتے مگر عصر حاضر کے صنم اکبر کے پجاریوں نے ہمارے مابین ایک ان دیکھی دیوار حائل کر دی ہے اللہ سے دعا ہے کہ خدا اس صنم اکبر کو اپنے مالہ وما علیھا کے ساتھ اپنے ناتواں بندوں کے ہاتھوں پیوند زمین کرے اور عالم پر اپنے نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم پر اُتارا گیا پاکیزہ نظام نافذ کرے اور ذریعہ کے طور پر اس سعادت کے لیے ہمیں قبول فرمالے (آمین)۔

حضرت! مسئلہ صرف ہمارے مابین دوری کا نہیں ہے بلکہ انصارانِ طواغیت نے ہمارے مابین اس فاصلہ کو مضبوط اور خلیج کو وسیع سے وسیع تر کرنے کے لیے کیا کیا جتن و مکر نہیں کیے وَإِن كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُولَ مِنْهُ الْجِبَالُ○[1] ہمارے درمیان بدگمانیوں کے پہاڑ قائم کیے گئے اور مجاہدین پر طرح طرح کے الزامات و اتہامات لگانے کے لیے دجالی میڈیا نے اپنی تمام تر توانائیاں وقف کر ڈالیں۔ یہ ساری میڈیا کی چگالی صبح وشام آپ دیکھتے ہی ہوں گے اور آپ یقیناً اس حقیقت سے بھی بخوبی واقف ہوں گے کہ مجاہدین پر دشنام طرازی کرنے والا میڈیا موقع پڑنے پر ہمارے منبر و محراب پر قدغن لگانے سے بھی باز نہیں آتا۔ پس یہ تو امر مسلم ہے کہ آج امت کے دفاع اور نظام شرع کے پاسبانوں کے خلاف جو میڈیا زہر اگل رہا ہے وہ درحقیقت مسجد و مدرسہ میں احیائے دین میں مصروف عمل ہمارے علماء کرام کو بھی معاف کرنے والا نہیں ہے کیونکہ یہ میڈیا جس نظام بد کا اہم ستون ہے، وہ نظام باطل ہماری شریعت غراء (روشن و منور شریعت) کے مقابل کھڑا کیا گیا ہے۔ جسے چند نادانوں نے بالجبر لبادۂ اسلام پہنانے کی کوشش کی ہے اور کر رہے ہیں حالانکہ پاکستان میں ۶۵ سالہ اور بنگلہ دیش میں ۴۵ سالہ طویل اور ناکام جدوجہد ہی اس مسئلہ کو سمجھنے کے لیے کافی تھی کہ یہود کے عطا کردہ طریقے، یہود کے دیے ہوئے نظام کو منہدم کرنے کے بجائے مضبوط ہی کریں گے۔ مصر، الجزائر، ترکی، فلسطین کی مثالیں اور تجربات اس پر مستزاد ہیں۔

پس ضروری ہے کہ آج امت جس کٹھن اور مشکل دور سے گزر رہی ہے اس میں ہم اس دجالی میڈیا کے جھانسے میں آکر کسی کے خلاف یا کسی کی حمایت میں رائے قائم کرنے کے بجائے ایک دوسرے کے ہاتھ مضبوط کریں اور یہ نظام باطل جو ہمارا مشترکہ دشمن ہے اس کے قبائح عوام الناس کے سامنے آشکارا کریں۔ کیونکہ حضرت اب مسئلہ یہ نہیں ہے کہ کہ اس نظام باطل کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا جائے یا نہیں؟ کیونکہ اس نظام باطل کو بیخ و بن سے اکھیڑ پھینکنے کے لیے نوجوانان امت اٹھ چکے ہیں اور اپنا سب کچھ داؤ پر لگا چکے ہیں۔ تحریک زور پکڑ چکی ہے، جو نظام شریعت کے نفاذ سے قبل ان شاء اللہ رکنے والی نہیں ہے کیونکہ ہمارے جوان اس تحریک کو اپنا خون دے چکے اور دے رہے ہیں اور نشان منزل سے متعلق بھی کوئی ابہام نہیں اور اس جذبہ کو مہمیز دینے والا پاکیزہ نعرہ شریعت یا شہادت ہے۔ پس یہ چیز اب موضوعِ بحث رہی ہی نہیں کہ تحریک اٹھے یا نہ اٹھے، مقابلہ کی قوت ہے یا نہیں؟ کہ شہیدی جوانوں نے امریکہ کی پالتو فوج پر یہ ثابت کر دیا ہے کہ تم آج نہیں تو کل امریکہ اور اس کے عطا کردہ نظام جمہوریت سمیت دفن کر دیے جاؤ گے اور تم بنصر اللہ ہم سے مقابلے کی قوت نہیں رکھتے۔ پس آج سوال استطاعت اور عدم استطاعت کا ہے ہی نہیں ۱۰ سالہ جنگ بحمد اللہ اس کا شافی جواب ہے۔ پس جنگ کی آگ تو بھڑک چکی مددگارانِ دجال نے اپنی عیاشی کے تحفظ کی خاطر "ضربِ کذب[2]" بھی کر کے دیکھ لیا۔ بحمد اللہ وہ ہمارا بال بھی بیکا نہیں کر سکے اور مجاہدین کے عزم و حوصلوں کو متزلزل نہیں کر سکے۔ پس اب تو اس غلام فوج کے پاس کھونے کے لیے بھی کچھ نہیں رہ گیا ہے جبکہ ہمارے پاس اللہ کی نصرت و مدد پر کامل یقین رکھنے والے سرفروشان اسلام ہیں۔ اور وقت بہت ہے ......جب تک یہ بدبودار نظام اپنی غلاظتوں سمیت سمندر برد نہ ہو جائے جس نے

[1] اگرچہ ان کی چالیں ایسی غضب کی تھیں کہ پہاڑ ان سے ٹل جائیں۔ (سورۃ ابراہیم: ۴۶)

[2] پاکستانی فوج کی طرف شمالی وزیرستان میں سنہ ۲۰۱۴ء میں شروع کیے گئے فوجی آپریشن 'ضربِ عضب' کی طرف اشارہ ہے۔ (ادارہ)

امیروں کو متکبر بنادیا اور غریبوں کو ظلم کی چکی میں پیس دیا اور مظلوم عوام کو بے روزگاری کے عفریت کی خوراک بنادیا۔ پس اس نظام کی تباہی و بربادی اور شریعت کا نظام ہماری غیر مبہم منزل ہے اور اس ہدف کے حصول کے لیے وقت ہمارے پاس بہت ہے ہم بھی لڑیں گے اور ہم اپنی نسلوں کے رگ وپے میں اللہ رب العزت کی محبت اور اس کے نازل کردہ پاکیزہ نظام کی محبت یوں گھول کے رکھ دیں گے کہ ہماری نسلیں اور ان کی نسلوں کی نسلیں بھی لڑیں گی تا وقتیکہ شریعت کا پاکیزہ نظام زمین پر نافذ ہو جائے۔

پس اب مسئلہ تحریک کو کھڑا کرنے یا نہ کرنے، استطاعت اور عدم استطاعت کا نہیں تحریک تو اپنی پوری قوت کے ساتھ کھڑی ہو چکی اب مسئلہ یہ ہے اس تحریک میں ہمارے معزز علماء کرام ہمارے دست و بازو بنیں۔ ہمیں اپنا سمجھیں، ہم آپ ہی کے بلند و بالا مقام کے تحفظ کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ جہاں زمام اقتدار علماء وصلحاء کے ہاتھوں میں ہو۔

آپ سے زیادہ نظام شرع کی اہمیت افادیت اور ضرورت سے کون واقف ہو گا؟ تھوڑی دیر کے لیے غور فرمائیں آخر فرنگی نظام کے علاوہ کونسی ایسی چیز ہے جس نے ہماری نسلوں اور خاندانی اقدار کو تباہ کیا؟ کیا غریبوں کو غربت کی اتاہ گہرائیوں میں گرانے والی اور امت کو کفار کا معاشی غلام بنانے کی ذمہ دار فرنگیوں کی دی ہوئی اقتصاد کے علاوہ بھی کوئی چیز ہے؟ یہی وہ غلیظ نظام ہے جس نے ٹیکس کے نام پر امت کے خون پسینے کی کمائی نچوڑ لی اور اشیائے ضرورت عوام کی پہنچ سے دور اور اشیاء تعیش و بے حیائی کو عوام کی پہنچ کے قریب تر کر دیا ہے۔ کیا یہ مضحکہ خیز حقیقت نہیں کہ جس قوم کے پاس خدا کا نازل کردہ پاکیزہ نظام اپنی اصلی شکل میں موجود ہو وہ قوم آج یہود و نصاریٰ کے تشکیل کردہ نظام میں اسلام کے لیے گنجائشیں تلاش کر رہی ہے؟ اس عذر کو لے کر کہ ابھی نظام شرع کے نفاذ کی استطاعت ہمارے اندر نہیں جبکہ اسی دور میں چند سر فروشوں نے اپنے عمل سے اس دعوے کے بطلان کو واضح سے واضح تر کر دیا۔ ہم اچھی طرح اس حقیقت سے بھی بخوبی واقف ہیں کہ اس نظام نے تعلیم کے نام پر جو بے حیائی کا زہر ہماری نسلوں میں گھولا اور گھول رہا ہے، اس کے اثرات شاید کے ہم مدتوں نہ زائل کر سکیں۔ آزادی اور بنیادی انسانی حقوق کے نام پر جو گھر گھر بغاوت کھڑی ہوئی ہے اور بغاوت کی شادیوں کا جو چلن عام ہوا ہے، اس کا ذمہ دار اس نظام باطل کو عامۃ المسلمین کے لیے قابل قبول بنانے کا ٹاسک لیے دجالی میڈیا کے علاوہ اور کیا چیز ہے؟ کفار سے مسلمانوں کے خلاف ہونے والے معاہدات اور اس کے نتیجے میں بہنے والے خونِ مسلم کی بحث تو اس کے علاوہ ہے۔

پس ضروری ہے کہ اپنی اور اپنی نسلوں کے ایمان کے تحفظ کی خاطر اس نظام سے معرکہ آرا ہوا جائے، ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ ہنود سے مرعوب میڈیا اور امریکہ کے ٹکڑوں پر پلنے والے اینکر، اسلام دشمن صحافی، گستاخ دین و رسول ﷺ بلا گر ہماری نسلوں کا ایمان لے اڑیں! کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اسلام دشمن حکومت کی سرپرستی حاصل ہے اور اس اسلام دشمن حکومت کو ہر یہود و مکار کی تشکیل کردہ ریاست کی مانند عالمی استعمار کی ترتیب دی ہوئی فوج کی حمایت حاصل ہے۔ اس فوج کی تشکیل اس نظامِ بد کے تحفظ کی خاطر کی گئی ہے جس کا نمونہ ابھی حال ہی میں پاکستان و بنگلہ دیش میں اسلام پسندوں کو دی جانے والی پھانسی میں دیکھ سکتے ہیں۔ پس یہ فوج اور یہ جس نظام کی محافظ ہے کا مکمل قلع قمع ہی اس بات کی ضمانت ہے کہ ہماری نسلوں کا ایمان محفوظ رہے۔ پس ہمیں کوئی فرق روا نہیں رکھنا چاہیے پاکستان اور بنگلہ دیش اور ہند کی فوج کے مابین، کہ یہ سب اسی نظام کے محافظ ہیں جو فرنگی مسلمانانِ برصغیر پر مسلط کر گئے ہیں۔ پاکستان میں آپ نے دیکھا کہ یہی فوج تھی جس نے بنگلہ دیش میں مسلمانان بنگال کا بے دریغ قتل عام کیا اور جب گائے کے پجاریوں سے معرکہ درپیش ہوا تو ۹۰ ہزار کی تعداد میں ہونے کے باوجود گائے کے پجاریوں کے آگے ہتھیار ڈال دیے۔ یہ پاکستان کی شکست یا بنگلہ دیش کی فتح نہیں تھی یہ تو فرنگیوں کے غلاموں نے اپنی عادت کے موافق معاملہ کیا کہ جب مسلمانوں کے قتل عام کی بات آئے تو تمام تر درندگی کی حد عبور کر لینا اس مکروہ فوج کی فطرت ثانیہ ہے۔ اور جب کافرانِ اصلی سے معرکہ درپیش ہو تو اپنے انگریز آقاؤں کے حکم کے بموجب بلوں میں گھس جانا ان کی تربیت کا جزو لاینفک ہے۔ اسی سرشت کے موافق اس فوج نے لال مسجد میں نفاذِ شریعت کے مطالبہ کے جرم میں امت کی پاکیزہ ہزاروں بیٹیوں کو کیمیکل ہتھیاروں سے جلا ڈالا۔ قبائلی علاقوں اور مالاکنڈ میں نفاذِ شریعت کا مطالبہ کرنے والے بچوں تک کو قطار میں کھڑا کر کے گولیوں کا نشانہ بنایا اور امریکہ کے حکم پر فضائی بمباری کر کے علاقوں کے علاقے تباہ کر ڈالے اور مساجد و مدارس، عورتوں، بوڑھوں، بچوں کو اپنی درندگی کا نشانہ بنایا اور اب تک بنا رہی ہے اور کافران اصلی امریکہ و برطانیہ کے آگے سجدہ ریز ہوتی ہے۔ اسی طرح بنگلہ دیش کی نام نہاد آزادی کے بعد سے اب تک کثیر تعداد میں غیور مسلمانوں کی موجودگی اور پر امن انداز میں نفاذ شریعت کے مطالبہ کا جواب جس طرح اسلام پسندوں کو پھانسی پر چڑھا کر اور ان کے جنازوں پر پابندی عائد کر کے اور بے حیاؤں اور گستاخوں کو مکمل پروٹوکول اور سیکورٹی دے کر ہند نواز سیکولر حکومت اور اس نظام بد کی محافظ فوج نے دیا ہے وہ اس بات کو سمجھنے کے لیے کافی ہے کہ جس طرح پاکستانی فوج اور سیکولر سیاستدان و بیورو کریٹ اور اللہ کے اتارے گئے قانون کے مقابل قانون سازی کرنے والی پارلیمنٹ اور اس کفریہ قوانین کا نفاذ کرنے والے ججز فرنگیوں، امریکہ و برطانیہ کے بے دام غلام ہیں اور یہ فوج برطانیہ کی تشکیل کردہ رائل انڈین آرمی کا ایک تسلسل ہے، اسی طرح بنگلہ دیش کی فوج اور قانون ساز ادارے بھی اسی فرنگی احکام کے تابع اور ان کے عطا کردہ نظام کے محافظ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ خطوں کے علیحدہ ہونے اور وردیوں کی رنگت میں فرق کے باوجود انڈین آرمی، پاکستانی فوج، اور بنگلہ دیشی فوج سب کا اسلام پسندوں کے خلاف رویہ یکساں ہے۔ کیونکہ سب کی تربیت اسی ایک جگہ سے ہو رہی ہے اور اسلام کے نفاذ میں رکاوٹ بننے میں اور شریعت کا مطالبہ کرنے والے مسلمانوں کے قتل عام میں کوئی کسی سے پیچھے نہیں ہے۔ یہی وہ فوج ہے کہ جو نے محض امریکہ کی خوشنودی کے حصول کے لیے بھارت کی بنگلہ دیش کے خلاف آبی جارحیت کے

باوجود بھارت کو اپنا قریب ترین اتحادی اور دوست گردانتی ہے اور برما کے بے کس و بے بس مسلمان جن پر برما کی زمین بدھوں نے تنگ کر دی ہے ان مظلومین پر یہود و ہنود کی کھینچی گئی لکیروں (سرحدات) کے تحفظ کی خاطر گولیاں چلاتی ہے۔ یہی وہ فرنگیوں کی غلام فوج ہے جو پاکستان کو اپنا دشمن گردانتی ہے مگر اسلام پسندوں کی گرفتاری اور شہید کرنے کی خاطر اسی فوج سے دستِ تعاون دراز کرتی ہے اور قومیت کا جاہلی نعرہ بھی مسلمانوں اور اسلام کی مخالفت کی خاطر بھول جاتی ہے۔ جیسا کہ حال ہی میں پاکستانی آرمی کے ہاتھوں دسیوں بنگالی مجاہد بھائیوں کی شہادت کے وقت ہوا۔ یہی پاکستان دشمن فوج ہے جو مجاہدین کے خلاف پاکستان کے ساتھ بھر پور انٹیلی جنس کے ساتھ تعاون کرتی ہے۔

پس ثابت یہ ہوا کہ مختلف ناموں کے باوجود اسلام دشمنی میں یہ فرنگی فوج ہی کا تسلسل ہے جو پاکستان، بنگلہ دیش اور انڈیا میں اپنے آقاؤں کے حکم کے موافق کام کر رہا ہے۔ پس اہل اسلام اور شریعت کو اپنے وطن میں رائج کرنے کے آرزومندوں کو چاہیے کہ ان یہود کی بنائی ہوئی لکیروں کو پامال کرتے ہوئے بلا تفریق ان غلامان فرنگ سے نبرد آزما ہوں اور یہ خطہ جس پر ۸۰۰ سال اسلامی شریعت رائج رہی دوبارہ اس خطے پر اس جاہلی نظام جس نے ہماری اخلاقیات، معیشت، تعلیم سب کچھ تباہ کر ڈالا ہے کی جگہ قرآن کا پاکیزہ قانون نافذ کر دیں۔

اے ہمارے معزز اساتذہ و علماء کرام !مسئلہ اتنا آسان اور سادہ نہیں ہے جتنا بادی النظر میں ہمیں دکھایا جا رہا ہے۔ مسئلہ صرف خود ساختہ آئین یا قوانین میں جزوی ترامیم کا یا چند چہروں کی تبدیلی کا نہیں ہے جیسا کہ اب تک مسلمانان پاکستان و بنگلہ دیش کو یہ لالی پاپ تھمایا جاتا رہا، کہ یہ سب کچھ کیا دھرا چند افراد کا ہے یا ان مسائل کا حل انتخابی عمل میں شرکت ہے۔ بلکہ اصل مسئلہ اس نظام کی تبدیلی کا ہے جس میں اس قدر پیچیدگیاں رکھی گئی ہیں، کہ جید، متدین، متبحر علماء کے ہاتھ میں بھی زمام اقتدار آجائے تب بھی وہ اس نظام کو نافذ کرنے کی قدرت نہیں رکھتے جو اللہ رب العزت نے اتارا ہے۔ کیونکہ اس نظام جمہوریت کی تو بنیاد میں یہ بات شامل ہے کہ شریعت سمیت ہر چیز العیاذ باللہ عوامی مشیت کے ماتحت ہو گی اور اللہ رب العزت کے اتارے گئے قانون کو بھی قانونی حیثیت تب ملے گی جب پارلیمنٹ میں موجود عوامی نمائندے اسے پاس کر دیں، العیاذ باللہ!

وگرنہ کیا وجہ ہے کہ اللہ رب العزت کے واضح حکم کے باوجود فحاشی بے حیائی اور اسلام مخالف بلاگرز اور لکھاریوں کی ناک میں نکیل نہیں ڈالی جا سکی؟ اور قرآن میں موجود حدود کے بجائے جرائم کے انسداد کے لیے کالے انگریزی قوانین سے ہی مدد لی جاتی ہے۔ جیسا کہ پاکستان اور ہند اور پورے عالم میں یہی جاہلی قوانین نافذ ہیں، العیاذ باللہ؟ کیا اس کی وجہ صرف یہ نہیں کہ اللہ کے اتارے گئے اس قانون کو پارلیمنٹ میں بیٹھے عوامی نمائندوں کی جانب سے پاس نہیں کیا گیا ہے؟(فیا اسفیٰ والی اللہ المشتکیٰ)

اس باطل نظام میں ہر اس شگاف کو پر کر دیا گیا ہے کہ جہاں سے اسلام کے آنے کی ذرہ برابر بھی امید ہو۔ پس اصل مسئلہ اوجب الواجبات، خلافت کی از سر نو بحالی کا ہے۔ مسئلہ تحکیم بغیر ما انزل اللہ کا ہے۔ مسئلہ اس باطل نظام کے انہدام کا ہے جس کا ایک ایک جزء اسلام کے مقابل کھڑا کیا گیا ہے جس نے اسلام کی دی گئی اخلاقیات کے مقابل اپنی متعفن اخلاقیات کی بنیاد رکھی ہے اور ہمارے اوپر مسلط کیا ہے اور میڈیا کے ذریعہ کر رہے ہیں۔ جس نے اسلامی اقتصاد کے مقابل اپنی ساہوکار سودی معیشت ہمارے اوپر مسلط کی ہے۔ جس کا تحفظ یہ طاغوتی فرنگی عدالتیں کر رہی ہیں۔ جس نے مجاہدین اسلام کے مقابل ایسی سیاہ کردار فوج ہمارے اوپر مسلط کی ہے جو روز اول سے ہندوؤں اور انگریزوں کی چاکری کر رہی ہے، پس مسئلہ اپنی نسلوں کے ایمان کے تحفظ کا ہے، مسئلہ مسلم امہ کی بقا کا ہے۔ مسئلہ ہماری خاندانی اقدار کا ہے۔ مسئلہ مسلمانوں اور اسلام کے غلبہ کا ہے۔ کیونکہ درجۂ یقین میں یہ بات ہے کہ جب تک یہ نظام ہمارے سروں پر مسلط رہے گا ہمارے علماء اور واعظین کے پند و نصائح بے سود و بے اثر رہیں گے۔ کیونکہ بے حیائی کا محافظ یہ نظام آزادی کے نام پر فحاشی و بے حیائی کی اشاعت کرتا رہے گا۔ تب ایسے میں واعظین کا وعظ ممکن ہے کہ افراد میں تبدیلی لے آئے مگر معاشرہ اس وقت تک نہیں بدلے گا جب تک اس نظام باطل کو نہ اکھیڑ پھینکا جائے! کیونکہ آپ بھی جانتے ہیں کہ ماحول کی دعوت زیادہ مؤثر ہوتی ہے بنسبت گھر کی تربیت اور وعظ و نصیحت کے۔ آخر کوئی تو وجہ ہے کہ اسلام کے فطری نظام کے نفاذ میں بھی اشاعتِ فاحشہ کو بزور طاقت بند کرنے کا حکم دیا گیا ہے وگرنہ اگر صرف وعظ ہی کافی ہوتا تو قرآن سے زیادہ مؤثر کون سی کتاب ہے اور صحابہؓ سے زیادہ بہتر مبلغ کون تھا؟ پھر جب آزادی کے نام پر یہ باطل نظام ہر ملحد اور زندیق کو نہ صرف یہ کہ تحفظ فراہم کر رہا ہو بلکہ اپنی انحراف عن الدین پر مبنی تبلیغ کے لیے میڈیا کی سہولت بھی اسے حاصل ہو ایسے میں کتنے فیصد ہماری نسلوں کے ایمان کی بقا کی ضمانت دی جا سکتی ہے؟ اس سے ہم بخوبی واقف ہیں کہ یہ پوری فکری ارتداد کی غیر محسوس انداز میں مہم چل رہی ہے، جس کو ہمارے سروں پر مسلط نظام نہ صرف یہ کہ تحفظ فراہم کر رہا ہے بلکہ بڑھاوا بھی دے رہا ہے۔

پس ضرورت اس امر کی ہے کہ ہمارے معزز علماء کرام اپنے بھائیوں اور بیٹوں کے ہاتھ تھامیں، ہماری غلطیوں کی نشاندہی فرمائیں، ہمیں قریب سے دیکھیں، میڈیا کو دیکھ کر ہمارے متعلق رائے قائم نہ کریں، افراط اور تفریط سے ہٹ کر اعتدال کی پگڈنڈیوں پر چلنے میں اپنے بیٹوں کی مدد فرمائیں۔

(باقی صفحہ نمبر:81پر)

نظامِ طاغوت سے برأت

حضرت مولانا صدر الدین اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ

اسلام اور جاہلیت کا فطری تضاد

ہر شئے اپنے ضد کی دشمن ہوتی ہے، اس کا موجود ہونا اس بات کو لازم ہے کہ اس کا ضد معدوم ہو، روشنی وہاں نہیں پائی جاسکتی جہاں تاریکی مسلط ہو، اس کے پائے جانے کے لیے ضروری ہے کہ اس جگہ سے تاریکی کافور ہو جائے۔ یہ عقل اور منطق کے بدیہیّات میں سے ہے۔ اسلام بھی ایک مثبت حقیقت ہے، اور وہ بھی اپنا ایک ضد رکھتا ہے، کس کو اس کی زبان میں جاہلیت، طاغوت اور باطل وغیرہ کے ناموں سے یاس کیا جاتا ہے۔ جب ہر شئے اپنے ضد کی دشمن ہوتی ہے تو عقل کہتی ہے کہ اسلام بھی اپنے ضد کو گوارا نہیں کر سکتا اور اگر دنیا میں ایک چیز بھی ایسی نہیں جو اپنے ضد کے ساتھ ہم سزی کر سکے، اس سے گلے ل جائے اور اس کی موجودگی میں خود موجود رہے تو اسلام کے بارے میں یہ کلیہ ٹوٹ نہیں جائے گا، لازماً جہاں اسلام ہو گا وہاں جاہلیت نہ ہو گی اور جس گوشے میں میں جاہلیت ہو گی وہاں اسلام نہ ہو گا۔ جبر کی بات دوسری ہے۔ معذوریوں کی بحث کو ابھی نہ چھیڑیے، اپنی ذمہ داریوں کا سوال بھی ابھی خارج از گفتگو رکھیے۔ اس وقت کہنا صرف یہ ہے کہ اصولی طور پر اسلام وہیں ہو گا جہاں غیر اسلام نہ ہو گا، جہاں کفر نہ ہو گا، جہاں شرک نہ ہو گا، جہاں الحاد نہ ہو گا، جہاں طاغوت کی پوجا نہ ہو گی، جہاں جاہلیت کی کار فرمائی نہ ہو گی۔ دونوں کا ایک ساتھ پایا جانا بداہتاً غلط اور ناممکن ہے۔ تضاد ان کی عین فطرت میں ہے اور تصادم اس فطرت کا عین مقتضا ہے۔

تضاد کی حدیں

کیا اس تضاد اور تصادم کی کچھ حدیں بھی ہیں؟ کیا کچھ خاص دوائر ہیں کہ صرف انہیں کے اندر یہ دونوں باہم نبرد آزما ہوتے اور اپنے حریف کو نیست و نابود کرنے پر اصرار کرتے ہیں اور باہر کی دنیا میں ایک دوسرے کے وجود یا عدم سے کوئی سروکار نہیں ہوتا؟ کیا ہماری زندگی کے چند گوشے ایسے ہیں جہاں یہ ضدّین، یہ دونوں حریفِ ازل اپنی اپنی ہستی کے لیے کشمکش کرتے ہیں اور باقی ساری زندگی اس کشاکش پیہم سے محفوظ ہے؟ آگے بڑھنے سے پہلے ہمیں اس کا سوال نہایت واضح معلوم کر لینا چاہیے، کیونکہ بڑی حد تک اس جواب پر نتیجہ کی نوعیت موقوف ہے۔ اگر یہ جواب اثبات میں ہے تو فیصلے کی نوعیت بالکل دوسری ہو گی، یعنی ہمیں بلا کسی دلیل و برہان کے یہ مان لینا پڑے گا کہ اسلام اور جاہلیت میں توافق کے کافی امکانات ہیں، زندگی کے چند مخصوص شعبے اگر مسلسل اور ناقابلِ مصالحت تصادم کے میدان ہیں تو کیا ہوا؟ متعدد شعبے ایسے بھی ہیں جہاں ان می کوئی ٹکراؤ نہیں، ایک دوسرے سے نہ کوئی تعرض ہے، نہ اس کی ذات سے کوئی پرخاش۔ لیکن اگر جواب نفی میں ہو تو صورتِ حال یکسر پلٹ جاتی ہے، اور دونوں کا تصادم مقامی محدود نہیں رہ جاتا بلکہ عام اور ہمہ گیر اور حدود نا آشنا ہو جاتا ہے۔

اس "نفی یا اثبات" کا فیصلہ صرف ایک بات پر، بلکہ یوں کہیے کہ ایک سوال کے جواب پر موقوف ہے، اور وہ یہ کہ خود اسلام کیا ہے؟ اس کی حدودِ اثر و عمل کیا ہیں؟ انسانی زندگی کے کتنے گوشوں سے وہ تعلق رکھتا اور بحث کرتا ہے؟ اگر بات یوں ہو کہ اسلام ہماری زندگی کے صرف بعض ہی پہلوؤں سے تعلق رکھتا ہے اور اس کو محض ہمارے تھوڑے سے عقائد مابعد الطبیعی اور چند رسومِ مذہبی سے واسطہ ہے تو مذکورہ بالا بحث کا فیصلہ یقیناً اثبات میں ہے اور ہمیں ماننا ہو گا کہ اسلام اور جاہلیت میں تعاون یا کم از کم پر سکون عدمِ تعرض کا ایک بڑا وسیع میدان موجود ہے۔ لیکن اگر امر واقعہ یوں ہو کہ اسلام ہماری زندگی کا ایک مکمل رہنما اور نگراں ہے، اور وہ ہمیں ایک جامع دستورِ حیات دے کر اس کی مکمل پیروی کا مطالبہ کرتا ہے تو فیصلہ بھی نفی میں ہو گا، اور ہمیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ اسلام اور جاہلیت کی معاندانہ کشمکش نہ کبھی ختم ہونے والی ہے، نہ کسی خاص دائرے تک محدود ہے۔

اب رہی یہ بات کہ اسلام کی حدودِ اثر و عمل کیا ہیں؟ تو جس شخص کی بھی نظر اسلام کے اصل مآخذ، کتاب اور سنت پر ہو گی، وہ یہ ماننے پر مجبور ہو گا کہ اسلام صرف عقائد و عبادات کا نام نہیں بلکہ اس کی وسعتوں میں پوری حیاتِ انسانی، بلکہ ساری کائنات سمائی ہوئی ہے۔ وہ ایک جامع دستور اور مکمل ضابطۂ حیات ہے، جو انسانی زندگی کے جملہ اطراف کو، اس کے عقائد و نظریات کو، اس کے رسوم و عبادات کو، اس کے تمدنی اور معاشرتی معاملات کو، غرض سارے ہی انفرادی و اجتماعی مسائل کو محیط ہے۔ اس کے پاس اپنا ایک نظامِ تمدن اور ایک نظامِ حکومت ہے۔ وہ دنیا میں آیا ہی اس لیے کہ حایتِ انسانی کا پورا نقشہ اسی کے اصول اور خاکے پر مرتب ہو، اور لوگ نہ صرف اسی کے بتائے ہوئے طریقے پر خدا کی پرستش ہی کریں بلکہ اسی کے دیے ہوئے دستور کے مطابق اپنی پوری کی پوری زندگی بسر کریں۔ گھریلو معاملات اس نہج پر انجام پائیں جو اس نے بتایا ہے، لین دین ان حدود کے اندر ہو جو اس نے قائم کی ہیں، بستیوں اور مملکتوں کا نظم سیاست وہ ہو جو اس کے آئین میں موجود ہے، حکومت اس طرح کی بجائے جس طرح اس کی ہدایت کا تقاضا ہے، معاملات کے فیصلے ان قوانین کے مطابق کیے جائیں جو اس کی کتاب میں درج ہیں، وہاں کٹ جاؤ جہاں وہ کٹ جانے کا حکم دیتا ہو اور وہاں جڑ جاؤ جہاں اس کا منشاء ہو کہ جڑا جایا جائے۔ اس کو برحق ماننا یا نہ ماننا ایک الگ مسئلہ ہے، لیکن اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ اسلام اپنے منہ سے ایسا ہی کچھ ہے۔ وہ فی الواقع انسان کی پوری زندگی پر بلا

شرکتِ غیرے فرماں روائی کرنا چاہتا ہے۔ اس کی اس کلیت پسندی پر کوئی جمہوریت کا دلدادہ اگر احتجاج کرنا چاہے تو کرلے، مگر وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ حقیقتِ اسلام کی یہ ترجمانی صحیح نہیں ہے۔ ہمیں جس طرح اسلام کی حقانیت پر یقین ہے اسی طرح اس کی جامعیت کا بھی اِذعان (اقرار) ہے، اور ہم سمجھتے ہیں کہ ہر مسلمان اس اِذعان میں ہمارا برابر کا شریک ہے، اس لیے خاص اس نظریے نہیں، بلکہ عقیدے پر کوئی ثبوت پیش کیے بغیر ہم آگے بڑھیں گے۔ کیونکہ ہمارے خیال میں کم از کم ہر مسلمان کے نزدیک یہ ایک مسلم حقیقت ہے، اس اس پر ثبوت مہیا کرنا آفتاب کو چراغ دکھانا ہے۔ تاہم اگر کچھ لوگ اس کے خلاف گمان رکھنے والے ہوں تو ہم ان سے معذرت کریں گے کہ وہ اس وقت سرے سے ہمارے مخاطب ہی نہیں، بلکہ ہمارا یہ تخاطب تمام تر صرف ان لوگوں سے ہے جو کم از کم اس مسئلے پر ہمارے ساتھ ہیں۔

جب یہ بات معلوم ہے کہ اسلام ہماری پوری زندگی پر حاوی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اسلام اور جاہلیت کا فطری تضاد ہر چہار طرف کار فرما ہو گا، کوئی سمت نہ ہو گی جہاں ان میں تصادم اور مسلسل کشمکش نہ ہو، جہاں اس تضاد و تصادم کے لازمی نتائج نمودار نہ ہوں، اور جہاں ایک وجود یہ معنٰی نہ رکھتا ہو کہ از روئے حقیقت دوسرا معدوم ہے۔ غرض جب اسلام زندگی کے سارے شعبے اپنے زیرِ نگیں رکھنا چاہتا ہے تو کسی شعبے میں اس کے سکے کا نہ چلنا اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ کفر و جاہلیت کا محروسہ ہے، اور ایسا ہونا اسلام کے لیے فطری طور پر ناقابلِ برداشت ہے، ہمیشہ کے لیے ناقابلِ برداشت، خواہ اس کے پست ہمت پیرو مرورِ زمانہ سے اپنے احساس کی لطافت کیوں نہ کھو بیٹھیں، اور رفتہ رفتہ اس نادیدنی صورتِ حال کو معمولی اور قابلِ برداشت ہی کیوں نہ سمجھ لیں۔

جاہلیت کے ساتھ اسلام کی پالیسی:

یہی وجہ ہے کہ اسلام کی پہلی اینٹ بھی نہیں رکھی جاتی جب تک جاہلیت سے کلی علاحدگی اور بے زاری نہ ہو جائے۔ اسلام کی بنیاد توحید پر ہے۔ اس عقیدۂ توحید کا اظہار جن لفظوں میں کیا جاتا ہے وہ لا اِلٰہ اِلا اللہ کے الفاظ ہیں۔ ان الفاظ کا جائزہ لیجیے اور ان کے معانی پر غور کیجیے۔ بات یوں نہیں فرمائی گئی کہ "اللہ ایک ہے" (اللہ احد) بلکہ اس طرح کہی گئی ہے کہ "نہیں ہے کوئی معبود سوا اللہ کے" معلوم ہوا کہ قرآنِ حکیم اسلام کی بنیاد رکھنے سے پہلے جاہلیت کی بیخ کنی ضروری سمجھتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی معبودیت کے اثبات پر ہر غیر اللہ کی نفی کو مقدم ٹھہراتا ہے۔ ٹھیک یہی بات ہے جو اس آیت میں بیان کی گئی ہے کہ:

فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ (البقرہ:۲۵۶)

"جو شخص طاغوت سے کفر کرتا ہے اور اللہ پر ایمان رکھتا ہے۔"

حقیقتِ توحید کی ان قرآنی تعبیرات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ بنائے اسلام و ایمان میں "طاغوت سے کفر" یعنی جاہلیت سے کنارہ کشی کی کیا اہمیت ہے۔ اگر کوئی منفی حقیقت کسی مثبت شئے کی بنیاد ہو سکتی تو بلا خوفِ تردید کہا جاسکتا تھا کہ اسلام کی خشتِ اول جہل و طاغوت کا یہی انکار ہے۔ کیونکہ ایمان باللہ کا ذکر بھی قرآن مجید کفر بالطاغوت کے بعد کرتا ہے، اور یہ ٹھیک اس کلی ضابطے کے مطابق ہے جس کا ہم نے اوپر حوالہ دیا ہے۔ یعنی یہ کہ کسی شئے کے وجود کے لیے اس کے ضد کا معدوم ہونا ضروری ہے، اس لیے ایمان باللہ کا وجود اس امر کو مستلزم ہے کہ ذہن ایمان بالطاغوت کی نجاستوں سے آگاہ ہو چکا ہو۔

یہ تو ہوا اسلام اور جاہلیت کے مکمل تضادِ فطری کا اجمالی بیان، اسی پر تفصیلات کو بھی قیاس کر لیجیے۔ یہ ایک نہایت موٹی سی بات ہے کہ جن دو چیزوں میں بنیادی اختلاف اور فطری تضاد ہو ان کے لوازم، تفصیلات اور جزئیات کے اندر بھی ہم آہنگی نہیں ہو سکتی۔ بنیاد کا اختلاف جتنا گہرا اور سنگین ہو گا، فروع میں ہم آہنگی اتنی ہی زیادہ ناممکن ہو گی۔ اسلام اور جاہلیت میں جو زبردست فطری تضاد ہے وہ آپ پر روشن ہے، ایسی صورت میں یہ کیونکہ باور کیا جاسکتا ہے کہ اسلام جاہلیت کی مختلف صورتوں میں کسی صورت کو اس اس کے بے شمار لوازم میں سے کسی لازمے کو اپنی مرضی سے زندہ رہنے کا اذن دے گا۔ چنانچہ اس نے نہ صرف یہ کہا ہے کہ ان کے قریب نہ جاؤ بلکہ یہ بھی فرمایا کہ ان کے ارتکاب میں معاونت تک نہ کرو، کہ جبینِ ایمانی پر یہ ایک شرمناک داغ ہو گا:

وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (المائدہ:۲)

"گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو"

گناہ اور ظلم و زیادتی کے کام، اور جاہلیت کے کام، دونوں ایک ہی حقیقت کے دورخ ہیں۔ بقول امام بخاری المعاصي من امرالجاهلية (معصیتیں جاہلیت کے کام ہیں)[1] اس لیے اگر اس آیت کا مطلب اس طرح بیان کیا جائے تو کوئی فرق نہ واقع ہو جائے گا "جاہلیت کے کاموں میں کسی کے ساتھ تعاون نہ کرو"۔

اس پالیسی کی عملی مثالیں:

گناہ اور زیادتی کے کاموں میں یا جاہلیت کے کاموں میں تعاون نہ کرنے کے کیا معنٰی ہیں؟ اس کی عملی شرح کیا ہے؟ اسے مثالوں کے ذریعے اور خود ارشاداتِ رسول ﷺ کی روشنی میں دیکھیے۔

سود خوری جو ایک گناہ کا کام ہے اور جاہلیت کا لازمہ، اس کے بارے میں حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ:

[1] بخاري، كتاب الايمان

لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکل الربوا وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء[1]

"اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے لعنت کی ہے سود لینے والے پر، سود دینے والے پر، سودی دستاویزی لکھنے والے پر، اور سودی معاملے کے گواہوں پر، اور فرمایا کہ یہ اس گناہ میں یکساں شریک ہیں۔"

ایک دوسرے گناہ شراب خوری کے متعلق آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

لعن اللہ الخمر و شاربھا و ساقیھا وبائعھا ومبتاعھا وعاصرھا ومعتصرھا و حاملھا والمحمولۃ الیہ۔[2]

"اللہ نے تعالیٰ لعنت فرمائی ہے شراب پر، اس کے پینے والے پر، اس کے پلانے والے پر، اس کے خریدنے والے پر، اس کے نچوڑنے والے پر، اس کے نچڑوانے والے پر، اس کے اٹھا کر لے جانے والے پر، اور اس شخص کے اوپر جس کے یہاں لے جا کر رکھی جائے۔"

ان الفاظ سے اندازہ کیجیے کہ گناہ تو گناہ، اعانتِ گناہ بھی کتنی مہلک چیز ہے! اور اعانت بھی کیسی اعانت؟ بس کسی شرابی کو شراب کا پیالہ تھما دیجیے، یا بازار سے خرید کر لا دیجیے، یا کشید کر دیجیے، کسی سودی دستاویز کو لکھ دیجیے یا اس پر گواہی کا دستخط بلکہ صرف انگوٹھے کا نشان ہی دے دیجیے۔ کیا معاذ اللہ، خاکم بدہن یہ رسولِ خدا ﷺ کا نرا جوشِ خطابت تھا جو آپ نے شراب اور سود کے بارے میں ایسے تیز و تند کلمات ارشاد فرمائے ہیں؟ حاشا و کلا، کہ کسی ایسی بدگمانی کا کوئی مسلمان تصور بھی کر سکے۔ یقیناً آپ نے ان کلمات میں دین کی وہی اصولی حقیقت بے نقاب فرمائی ہے جس کا آیت مذکورہ بالا سے اجمالی تعارف ہوتا ہے۔ درحقیقت ان دونوں حدیثوں کی حیثیت اسی آیت وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ کی مثال کی سی ہے اور انہی پر دوسرے امورِ معصیت کو قیاس کرنا چاہیے۔

یہ گمان نہ ہو کہ چونکہ دوسرے معاصی کا آپ نے اس طرح ذکر نہیں فرمایا ہے۔ اس لیے کیا عجب، جو یہ وعید انہی دو چیزوں کے حق میں مخصوص ہو۔ کیونکہ یہ گمان اسی وقت کیا جا سکتا ہے جب یہ مان لیا جائے کہ احکامِ شرع اور ہدایاتِ رسول میں نیکی، بدی یا نفع و نقصان کا کوئی بنیادی فلسفہ کام نہیں کر رہا ہوتا ہے اور وہ اپنی تہہ میں نہ کوئی سر رکھتے ہیں نہ کوئی علت۔ مگر کون مسلمان ہے جو اللہ اور اس کے رسول کے بارے میں اس گستاخی اور دریدہ دہنی کی تاب لا سکتا ہے۔ پس یہ حقیقت سے بہت بعید ہے، یہ شدت وعید صرف انہی دو چیزوں کے ساتھ مخصوص ہے، اور نہ یہ کسی متعین اصول کے تحت ہے نہ یہ کسی خاص علت کی بنا پر۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ایسا جو فرمایا گیا تو اسی وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ کے اصول کے تحت فرمایا گیا، اور سودی معاملات کی دستاویز میں نویسی اور گواہی جیسی بظاہر بالکل معصوم باتوں کو اگر سزاوارِ لعنت بنایا گیا تو اس لیے کہ اگرچہ وہ بجائے خود معصیت نہیں مگر ان میں ارتکابِ معصیت کی معاونت پائی جاتی ہے۔ اور جب حقیقتِ نفس الامری یہ ہے تو کھلی بات ہے، جہاں بھی علت پائی جائے گی اور جس جگہ بھی یہ اصول تعاون منطبق ہوتا نظر آئے گا وہاں لازماً یہی حکم لگایا جائے گا جو سود و شراب کے سلسلے میں لگایا گیا ہے۔ یہ خفی نہیں بلکہ نہایت جلی قیاس ہوگا۔ ہاں نہ سارے گناہ ایک درجے کے گناہ ہیں، نہ ان کی اعانت ہی یکساں درجے کی معصیت ہے، حتیٰ کہ خود ایک گناہ کی اعانت کی جو مختلف شکلیں ہوتی ہیں، ان سب کی شناعت بھی ہم مرتبہ نہیں۔ شراب پینے والے کے حصے میں جو لعنت آئے گی وہ پلانے والے کے حصہ نہیں ہو سکتی، سود خوار جس غضب الٰہی کا مستحق ہے گواہ اس کا سزاوار نہیں بن سکتا۔ اس طرح جو گناہ شراب نوشی اور سود خوری سے نسبتاً ہلکے گناہ ہیں ان کی سزا بھی ان کے برابر نہ ہوگی، اور نہ ہی ان کے ارتکاب میں تعاون اس درجے کا ملعون فعل ہوگا جس درجے کا ملعون فعل اس کے ارتکاب کا تعاون ہے۔ مگر با ایں ہمہ یہ بات اپنی جگہ ناقابل انکار ہے کہ گناہ خواہ کوئی ہو اس کے ارتکاب میں معمولی سے معمولی تعاون بجائے خود ایک گناہ ہے، جاہلی حرکت ہے، جرم ہے اور اسلام کے خلاف جرم ہے۔

امثلۂ مذکورہ کا سببِ انتخاب:

لیکن اس کے باوجود یہ سوال اپنی جگہ ضرور قابلِ غور ہے کہ وہ کیا خاص بات تھی جس کی بنا پر آنحضرت ﷺ نے تعاون علی الاثم کی تفصیل بیان کرنے کے لیے بطور مثال انہی دو امورِ معصیت کو منتخب فرمایا؟ تو بات دراصل یہ تھی کہ یہ وہ جرائم ہیں جو اہلِ عرب کی گھٹی میں پڑے ہوئے تھے، نسلوں سے لوگ ان کے رسیا چلے آ رہے تھے، ان کے نظام معاش و تمدن میں یہ ریڑھ کی ہڈی بن چکے تھے، اور نوبت یہاں تک پہنچ چکی تھی کہ ان کی بابت فسق و معصیت ہونے کا تصور بھی ذہنوں سے محو ہو چکا تھا۔ سود کے بارے میں ان کا یہ معاشی تبصرہ قرآن میں اب تک محفوظ ہے کہ اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا "بیع و شرا تو سود ہی کے ہم مثل ہیں" (البقرہ: ۲۷۵)۔ رہا شراب کا معاملہ، تو کچھ نہ پوچھیے کہ یہ اُم الخبائث ان کی نگاہ میں کتنی بے شمار اخلاقی اور مادی محاسن کا پیکر تھی۔ رہا تو خیر حدِ اباحت کے اندر ہی تھا اور اسے صرف ایک ناگزیر تمدنی و معاشی ضرورت کا نام دے کر مقبولِ عام بنا دیا گیا تھا مگر اس جام و ساغر نے تو دینی تقدس پر بھی چھاپے مار رکھے تھے۔ شراب خوری عربی اخلاقیات میں اباحت کے مقام سے اٹھ کر استحسان کے مقام تک جا پہنچی تھی، بلکہ اس سے بھی آگے کسی اور بلند درجے پر فائز تھی۔ یعنی وہ ان کے خیال میں مکارمِ اخلاق کا سرچشمہ تھی، اس سے سخاوت، دریا دلی اور غربا پروری کے سوتے پھوٹتے تھے، وہ جسم میں شہامت اور جاں بازی کی بجلیاں بھر دیتی تھی۔ بھلا ایسی مقوی بدن ہی نہیں بلکہ "مقوی اخلاق" شے بھی قابلِ نفرت ہو سکتی ہے! چنانچہ جب قرآن نے ابتداءً اس

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الساقاۃ و المزارعۃ، باب الربا

[2] صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ باب العسب بعصرالخمر

کے مفاسد کی طرف اشاروں ہی اشاروں میں کچھ کہا تو اہل جاہلیت کو نہیں، خود اہل اسلام کو ایک تعجب سا ہوا۔ اور جنابِ رسالت ﷺ میں یہ سوال پیش کر ہی دیا گیا کہ "شراب کے بارے میں آخر شریعت کیا کہتی ہے۔ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ (البقرۃ: ۲۱۹) مطلب یہ تھا کہ شراب صفات عالیہ کا ایک زبردست ذریعہ ہے، خالص دینی نقطۂ نگاہ سے بھی اس میں غیر معمولی فائدے ہیں، پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کے حق میں وحی کے تیور بدلے ہوئے کیوں نظر آتے ہیں۔ ارشاد ہوا کہ "اس میں بلاشبہ بہت سے خیر و منفعت کے پہلو ہیں، دنیوی اور مادی حیثیت ہی سے نہیں بلکہ خالص اخلاقی اور دینی حیثیت سے بھی، مگر ان وجوہِ خیر کے مقابلے میں اس کے اندر جو وجوہِ شر ہیں، وہ ان سے کہیں زیادہ ہیں"۔ اس لیے اس کو ایک مستحسن فعل اور عادت سمجھنے کے فریب میں نہ رہو۔ اسے آج نہیں تو کل چھوڑنا ہی پڑے گا۔ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا "تو کہہ، ان میں گناہ بڑا ہے اور فائدے بھی ہیں لوگوں کو، اور ان کا گناہ فائدے سے بڑا ہے" (البقرہ: ۲۱۹)۔

آپ جانتے ہیں کہ جو برائیاں بھلائیوں کا روپ اختیار کر لیتی ہیں اور سوسائٹی میں ان کو بہ نظر استحسان دیکھا جانے لگتا ہے ان کا رشتہ جذبات سے کتنا گہرا اور مستحکم ہوتا ہے اور وہ کس طرح لوگوں کے رگ و پے میں سرایت کر جاتی ہیں۔ اس لیے ایسی برائیوں کا مٹانا بڑا ہی دشوار کام ہے، اور بڑی حکمتوں سے انجام پاتا ہے۔ چنانچہ شراب اور سود کے بارے میں جو خاص رویہ شارعِ حکیم نے اختیار فرمایا کہ بتدریج اسے حرام کیا، وہ دراصل اسی وجہ سے تھا۔ اور جب پوری سوسائٹی کی اچھی طرح ذہنی تربیت کر لینے کے بعد ان اشیاء کی قطعی حرمت کا آخری فرمان جاری ہو گیا تو ضروری تھا کہ آئندہ کے لیے ان خیر نما مفاسد کی طرف جانے کے سارے دروازے انتہائی مضبوطی کے ساتھ بند کر دیے جائیں۔ اس لیے نبی کریم ﷺ نے، جو معلمِ حکمت بھی تھے اور مزکیٔ نفوس بھی، وہ الفاظ فرمائے جن کا ذکر اوپر آ چکا ہے اور اس طرح کی وعیدیں سنائیں جن کی نظیر نہیں ملتی۔

ایک اصولی نکتہ

مخصوص طور پر شراب اور سود کے بارے میں شارع علیہ السلام کی یہ شدت نکیر اصولِ تشریع کے ایک اہم نکتے کا پتہ دیتی ہے، اور وہ یہ کہ بعض گناہوں کی شناعت اگرچہ بجائے خود بہت زیادہ نہ ہو، مگر بعض خارجی مصالح اور عوارض ایسے ہو سکتے ہیں جن کی بنا پر شناعت المضاعف ہو جائے، یہاں تک کہ وہ ضرب المثل بن جائے۔ مخصوص مصالح سے قطعِ نظر شراب اور سود کا اپنا ذاتی مفسدہ قتل اور زنا جیسے گناہوں سے بہت ہلکا ہے۔ لیکن ان خاص اسباب و عوارض کی وجہ سے ہے، جن کا اوپر ذکر ابھی گزرا، شراب نوشی اور سود خوری کو ایسے مسلم گناہوں سے بھی بدتر معصیت قرار دیا گیا، حتیٰ کہ ایک درھم سود کھانا چھتیس بار زنا کرنے سے بھی زیادہ قبیح فعل ٹھہرایا گیا[1] اور عادی مے نوش کی موت کو اگر اس نے توبہ نہ کی، بت پرست کی موت سے تشبیہ دی گئی[2]۔ ایسا کیوں ہوا؟ محض اس بنا پر کہ ان چیزوں کی بابت یہ تصور ہی بھلا دیا گیا تھا کہ وہ کوئی گناہ کے کام ہیں، اور ایک مدت سے ان کے بارے میں یہ گمان کیا جا رہا تھا کہ یہ تو ناگزیر تمدنی اور معاشی ضرورتیں ہیں اور فی الواقع دین و دیانت کے دائرۂ بحث میں ہیں بھی نہیں، یا پھر یہ مکارم اخلاق کا ذریعہ ہیں۔ گویا اصول یہ ٹھہرا کہ خواہ کوئی اپنی جگہ کم وزن ہی کیوں نہ ہو مگر جب اس کو قبول عام حاصل ہو جائے، اس کو معاشرت اور معاش کی ناگزیر ضرورت کی حیثیت دے دی جائے، اس کو اخلاقی فضائل کا موجب قرار دے دیا جائے تو اس کا وزن اپنی عام فطری مقدار سے کہیں زیادہ ہو جائے گا۔ یہی حال نیکیوں کا بھی ہے، ایک چھوٹی سی نیکی بھی بسا اوقات مدارِ ایمان نظر آنے لگتی ہے، جب اس کو عام طور سے عملاً بے وقار سمجھ لیا جائے۔ ایک مٹی ہوئی سنت رسول ﷺ کا از سر نو زندہ کرنے والا سو شہیدوں کا ثواب پاتے اگر سنا گیا ہے تو اسی بنیاد پر، اور اگر کبھی مسح علی الخفین تک کو ایمانیات کے بیان میں شاملِ فہرست کیا گیا ہے تو اسی اصول کے تحت۔ ورنہ بجائے کہاں راہِ حق میں جانِ عزیز کا سو بار نثار کرنا اور کہاں کسی ایک جزوی سنت کا اتباع! کہاں ایمان کہاں موزوں کا مسح!

'نوائے افغان جہاد' کی ویب سائٹ

الحمد للہ، مجلّہ 'نوائے افغان جہاد' کے تمام شمارے (اگست ۲۰۰۸ء تا شمارۂ ہذا) اور ادارہ 'نوائے افغان جہاد' کے تحت شائع ہونے والی تمام کتب و کتابچے......

اب 'نوائے افغان جہاد' کی ویب سائٹ پر بسہولت پڑھے جا سکتے ہیں اور ڈاؤن لوڈ بھی کیے جا سکتے ہیں۔

پتہ / ایڈریس ہے:

www.nawaiafghan.com

[1] قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درهم ربوا ياكله الرجل وهو يعلم اشد من ستة ثلثين زينة۔ (مسند احمد، المجلد الخامس، صفحه ۲۲۵، سنن الدار القطني، كتاب البيوع، حديث نمبر ۴۵)

[2] قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدمن الخمر ان مات لقى الله تعالى كعابدِ وثن۔ (مسند احمد بن حنبل، المجلد الثانی، ص ۲۷۲)

بغدادی کے قتل اور فتنۂ داعش کے تناظر میں

ہمارے کرنے کے کام

استاد اسامہ محمود حفظہ اللہ

نفرت صرف داعش سے نہیں!

بغدادی کیسے قتل ہوا؟ حقیقتِ حال اللہ جانتا ہے بس اتنا واضح ہے کہ وہ مر گیا اور امریکیوں ہی کے ایک حملہ میں مرا۔ یہ شخص اللہ کے پاس پہنچ گیا اور اس کے متعلق اب ہم یہی کہیں گے کہ اللہ اس کے ساتھ وہ معاملہ کرے جس کا وہ مستحق ہے۔ بغدادی اور اس کے فتنۂ داعش میں مجاہدینِ امت کے لیے عبرت کا بہت بڑا سامان ہے... اگر تو فریضۂ جہاد میں مشغول جہادی جماعتیں یہ اسباق اپنے سامنے رکھیں اور اپنے افراد کے افکار و کردار ان کے مطابق تشکیل دیں تو یہ بہت ہی بڑی خیر کا سبب ہو گا اور اس سے خود ہمارا، تحریکِ جہاد اور پھر امت کا بہت بڑا فائدہ ہو گا۔ لیکن اس کے برعکس داعش کو فتنہ کہہ کر اور اس کے افراد سے نفرت و عداوت رکھ کر بھی اگر ہم اُن برے اخلاق و افکار کی طرف توجہ نہ دیں جن کے سبب یہ جماعت فتنہ وفساد کی علامت بن گئی، تو سچ یہ ہے کہ اشیاء ناموں سے نہیں حقائق سے پہچانی جاتی ہیں، العبرة بالحقائق لا بالأسماء۔ اپنے آپ کو القاعدہ یا کوئی دوسرا نام دے کر بھی ہم جہاد و امت کی کوئی نصرت نہیں کر سکیں گے بلکہ داعش کی نسبت زیادہ نقصان کا ہم باعث ہونگے۔ ہمارے ہاں بعض حلقوں کی نظر میں داعش کا جرم بس اس کا اعلانِ خلافت ہے اور ان کے ہاں اگر بحثیں ہوئی ہیں تو بس اس پر کہ خلافت کا اعلان کرنا چاہیے تھا یا نہیں، اور یہ اعلان کب، کیسے اور کس وقت کیا جاسکتا ہے؟ یہ سوالات بھی یقیناً ضروری ہیں اور ان کے جوابات کا علم بھی ہونا چاہیے، مگر حقیقت یہ ہے کہ اس سے زیادہ اہم اس جماعت کے افکار و اخلاق، اقوال و اعمال اور اس کے جائز و ناجائز اور تحریکِ جہاد کے لیے مفید و مضر کے پیمانے ہیں۔ اگر داعش خلافت کا اعلان نہ بھی کرتی مگر اس کے اخلاق و افکار اِسی طرح مبنی بر غلو ہوتے، جائز و ناجائز کے اس کے پیمانے ابھی کی طرح خود ساختہ ہوتے اور اس کے افراد اسی طرح اپنے سوا سب مسلمانوں کو حریف اور دشمن سمجھتے، تو اعلانِ خلافت چاہے یہ نہ کرتے، تب بھی یہ گروہ جہاد اور امت کا کچھ کم نقصان نہ کرتا اور تب بھی اس کے افراد اہل ایمان کے لیے اُتنے ہی مبغوض ہوتے جتنا کہ آج یہ ہیں۔

لہٰذا جو موضوع اہل جہاد کو زیرِ بحث لانا ضروری ہے اور جس سے جہاد و اہل جہاد کو واقعی کوئی فائدہ بھی ہو سکتا ہے، وہ اس فتنے کے دروس و عبر کا موضوع ہے۔ اس کو جہادی جماعتیں اپنے نظامِ تربیت کا حصہ اگر بنائیں تو ان شاء اللہ بہت فائدہ ہو گا۔ اس سے عالَم کفر کے خلاف یہ جہاد قوی سے قوی تر بھی ہو گا اور امتِ مسلمہ اس کے ثمرات و برکات بھی ان شاء اللہ سمیٹے گی۔

زیرِ نظر تحریر میں ہمارا مقصود فتنۂ داعش کے ایک دو اسباب / اسباق بیان کرنا اور اس کے تناظر میں وہ کام جس کا کرنا انتہائی اہم ہے، کی طرف توجہ دلانا ہے، اس مضمون کے اول مخاطبین خود ہم ہیں، یعنی ہم و ہماری جماعت اور اس کے تمام متعلقین و محبین ہیں... یقیناً سب اہل جہاد سے پہلے ہم خود اپنی اصلاح کے محتاج ہیں اور اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہماری رہنمائی فرمائے اور ہمیں ہدایت و کامیابی کی راہ پر چلنے کی توفیق دے، دوسرے نمبر پر پھر پاکستان و برصغیر کے اندر دعوت و جہاد کی عبادت میں مصروف دیگر جہادی جماعتوں کے ہمارے انتہائی محبوب اور محترم بھائی اس تحریر کے مخاطبین ہیں... اللہ ہم سب سے راضی ہو، ہمیں ایک دوسرے کے خیر خواہ و معاون رکھے اور ہماری مدد و نصرت فرمائے، آمین... موضوع کی طرف بڑھنے سے پہلے حالیہ واقعے، یعنی بغدادی کے قتل کے متعلق دو اہم پہلو قارئین کے سامنے رکھنا ضروری ہیں۔

امریکیوں کی خوشی بالکل بھی قبول نہیں!!

اس شخص کے مارنے پر امریکیوں کا یہ فخریہ اعلان اور اس واقعے کے ذریعے اپنے کبر و طاقت کی یہ نمائش ہمارے لیے کسی بھی طور پر قابل قبول نہیں۔ خوارج امت کا ایک گمراہ ترین فرقہ ہے، ان کے خلاف مجاہدین لڑتے ہیں اور لڑیں گے اس لیے کہ... یہ مسلمانوں کے خلاف لڑتے ہیں، مگر امت مسلمہ کے اندر موجود ایسے ناسوروں کے خلاف یہ جنگ، ہماری داخلی جنگ ہے اور اس میں ہم امریکہ یا کسی اور کافر کی نہ مدد کریں گے اور نہ ہی ان کے ساتھ ان کی کسی خوشی میں شریک ہوں گے[1]۔ خوراج اہل اسلام کے یقیناً دشمن ہیں مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ امریکی

[1] جمہور علماء خوارج کو امت کا انتہائی گمراہ، مبنی بر غلو اور بدترین باغی فرقہ بتاتے ہیں، ان کے لیے احادیث میں جو بدترین وعیدیں آئی ہیں، ان کا ذکر کرتے ہیں مگر اس کے باوجود ان کی تکفیر نہیں کرتے ہیں (بالخصوص اُن خوارج کی جو صحابہ کرام کی تکفیر اور قرآن کی کسی آیت کی تکذیب نہیں کرتے)۔ لہٰذا داعش کے خلاف جنگ امت کا داخلی معاملہ ہے اور چونکہ یہ مجاہدین و مسلمان عوام کے خلاف لڑ رہے ہیں، اس لیے مجاہدین بھی ان کے خلاف برسرِ جنگ ہیں اور اللہ کے اذن سے جلد اس فتنے کی سرکوبی ہو جائے گی۔ خوارج کے خلاف یہ جنگ لڑنے کے باوجود بھی ترجیحات کی ترتیب نظروں میں رہنا ضروری ہے۔ علماء جہاد کے مطابق امریکی اور دیگر کفار و طواغیت ہمارے دشمنِ اول ہیں، ان کے خلاف جنگ ہماری پہلی ترجیح ہے۔ جہاں تک خوارج کے خلاف جنگ ہے، تو یہ بھی ہم لڑتے ہیں اور یہ ہماری اپنی جنگ ہے مگر ان کے خلاف باہر کے کسی کافر کے ساتھ ہم کسی قسم کا تعاون نہیں کرتے ہیں۔

خوارج سے کہیں زیادہ بدتر اور غلیظ ہیں۔ لہٰذا امریکی چاہے ابو بکر بغدادی جیسے ظالم اور فاجر آدمی کو بھی کیوں نہ ماریں، ان کی ایسی کسی خوشی میں نہ ہم ان کے ساتھ شریک ہوں گے اور نہ ہی کبھی اجازت دیں گے کہ وہ اس قسم کے اقدامات کو اسلام کے خلاف جنگ میں بطورِ چال استعمال کریں۔

بغدادی کسی عزت یا ہمدردی کا مستحق نہیں!

ابو بکر بغدادی کا ہٹ جانا، قطع نظر اس کے کہ اسے کس نے مارا، مسلمانانِ عالم کے لیے خوشی وعافیت کا سبب ضرور ہے۔ وہ مجرم تھا، مسلمانوں کا قاتل تھا، اسلام کو بدنام کرنے اور تحریکِ جہاد کو برباد کرنے کا چونکہ ایک بڑا ذریعہ تھا، اس لیے جہاں امریکیوں کی خوشی پر ہم خوش نہیں، وہاں امریکیوں کے ہاتھوں اس کا مرنا، ہماری نظر میں، بغدادی کا کوئی شرف واکرام نہیں ہے۔ ایسا قطعاً نہیں ہے کہ امریکیوں کے ہاتھوں قتل ہونے کے بعد اب وہ کسی ہمدردی یا احترام کا مستحق ہوا ہو۔ کفار کے ہاتھوں محض مرنا کسی خیر کی علامت نہیں... کسی انسان کے اپنے عقائد اگر باطل ہوں، اس کے اپنے اعمال اگر مسلمانوں کے حق میں انتہائی قبیح ہوں اور اس کا وجود اہلِ اسلام اور دعوتِ جہاد پر اگر ایک بہت بھاری بوجھ ہو تو نہ تو اس کے خلاف کفار کا متحد ہو کر لڑنا اس کے حق پر ہونے کی دلیل ہے اور نہ ہی اس کا کافروں کے ہاتھوں مر جانا اس کو شہید کہنے کا موجب ہے۔ امریکیوں نے تو ویتنام کے اندر بھی بہت سے دشمنوں کو مارا۔ اسی طرح جاپان کے بدھ بھی امریکیوں کے ہاتھوں قتل ہوئے...، اب کیا ان مقتولین کو ایک مسلمان احترام و عقیدت کے القابات سے نواز سکتا ہے؟ ہٹلر کے خلاف یورپ کے تمام کفار متحد ہو کر لڑے، اب کیا کوئی صاحبِ ایمان کہہ سکتا ہے کہ ہٹلر حق پر تھا؟ خود قذافی وصدام حسین بھی امریکہ ومغرب کے خلاف رہے ہیں، ان کے ساتھ بھی امریکہ ویورپ کی دشمنی رہی، اب ان میں سے کوئی ایک بھی کیا ہمارے لیے کسی لقب وعقیدت کا مستحق ہو سکتا ہے؟ اصل یہ ہے کہ حق پر ہونے کے لیے باطل کے خلاف محض لڑنا یا باطل کے ہاتھوں صرف قتل ہو جانا قطعاً کافی نہیں ہے، اس کے ساتھ ساتھ یہ دیکھنا بھی مطلوب ہے کہ خود وہ فرد دینِ حق پر ہے کہ نہیں اور اس کے اپنے اعمال وعقائد شریعت کے مطابق ہیں یا نہیں۔ ایک مقتول تب ہی ہمارے لیے احترام، محبت اور عقیدت کا اہل ہو سکتا ہے، صرف اُس وقت اس کے لیے شہید کا باعثِ تکریم لقب استعمال ہو سکتا ہے اور اس کے ساتھ 'رحمہ اللہ' جیسی دعا ہم لکھ وبول سکتے ہیں جب ہم اس کی سعی وعمل کی تحسین وتعریف کرتے ہوں اور اس کے راستے کو اہلِ ایمان کے لیے باعثِ تقلید بھی گردانتے ہوں۔ اب جس کے عقائد اہلِ سنت والجماعت کے خلاف ہوں اور جس کی جنگ مسلمانوں کے خلاف بدترین مظالم اور اہلِ جہاد کے خلاف قبیح ترین جرائم سے عبارت ہو، ایسے فرد کا کردار ہم کیسے باعث تقلید بتا سکتے ہیں اور کیسے ہم اس کے راستے کی تعریف وتحسین کر سکتے ہیں؟ ایسا شخص تو جس کے ہاتھوں بھی مارا جائے، چونکہ اللہ کے رسول ﷺ نے اس کے لیے انتہائی خطرناک انجام اور بدترین عذاب کی وعیدیں سنائی ہیں، اس لیے اس کا کردار بہر صورت ہمارے لیے قابلِ نفرت اور موت باعثِ عبرت ہونی چاہیے۔

داعش کا جرم!

کافروں کو کافر کہنا مطلوب ہے... اگر کوئی واقعی کافر ہی کو بس کافر کہہ رہا ہو تو یہ ظاہر ہے اس کی خوبی ہے۔ اہلِ داعش کافر کو تو کافر کہتے ہیں، مگر ان کی برائی اور بدبختی یہ ہے کہ یہ کافر تو کافر، مسلمانوں کو بھی ساتھ کافر کہتے ہیں۔ شام وعراق سے یہ فتنہ اٹھا اور جہاں جہاں یہ پہنچا، وہاں جس جس نے ان کا ساتھ نہیں دیا، انہیں اس گروہ نے کافر قرار دیا۔ کسی مسلمان کو کافر کہنا، ظاہر ہے کوئی کم خطرناک گناہ نہیں ہے، یہ انتہائی بڑا گناہ ہے۔ اپنے اعمال کی تباہی اور انجام کی بربادی کے لیے یہ ایک جرم بھی کافی ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ان داعشیوں کی خامی یہ نہیں ہے کہ یہ کافروں کے خلاف لڑتے ہیں، ان کی اصل برائی اور عظیم ترین جرم یہ ہے کہ یہ کافروں کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے خلاف بھی لڑتے ہیں اور ان کا ناحق خون بہاتے ہیں۔ کسی ایک مسلمان کے بھی ناحق قتل پر اللہ کی رحمت سے محرومی اور جہنم کی دائمی آگ جیسی رونگٹے کھڑے کر دینے والی وعید ہے، مگر یہاں جس ایمان والے نے بھی ان کے ساتھ اختلافِ رائے رکھا، خواہ وہ کتنا ہی بڑا اللہ کا ولی، مجاہد، عابد اور عالم تھا، اُس کا خون انہوں نے اپنے لیے مباح جانا اور اس کے خلاف ان ظالموں نے محاذِ جنگ کھول دیا۔ ننگرہار (افغانستان) میں امارت اسلامی کے مجاہدین کا انہوں نے خون بہایا اور اب تک اس جنگ میں امارت کے سینکڑوں انتہائی قیمتی مجاہدین شہید ہو چکے ہیں۔ ایسے عظیم مجاہدین کی شہادتوں کا یہاں امارت اسلامی نے نقصان اٹھایا جنہوں نے امریکیوں کو ناکوں چنے چبوائے اور جن کو مارنے کے لیے امریکیوں نے دن رات ایک کر رکھے تھے۔ مگر اللہ کے ان اولیاء کو قتل کرنے کی کالک امریکیوں نے نہیں، بلکہ ان بدنصیب داعشیوں نے اپنے منہ پر مَل لی۔ پھر افغانستان ہی نہیں... یمن، صومالیہ، مالی، شام، عراق، لیبیا، چیچنیا... جہاں جہاں بھی جہاد ہو رہا ہے، وہاں ان داعشیوں نے افتراق واختلاف پیدا کیا اور مجاہدینِ اسلام کا خون بہایا۔ ناحق خون بہانے کی ایسی لت انہیں لگی ہے کہ نہتے مسلمان عوام کو بھی انہوں نے معاف نہیں کیا، بلکہ حیلے بہانوں سے انتہائی بے دردی کے ساتھ مسلمانوں کا بھی انہوں نے بے دریغ خون بہایا۔

محض کفار کے خلاف قتال، حق پر ہونے کی علامت نہیں!

ظالم کفار کو مارنا اور ان کے خلاف قتال کرنا، جبکہ مسلمانوں کے دفاع میں مرنا اور ان کی حفاظت کرنا... دونوں اللہ کے احکامات ہیں اور یہ دونوں فرائض ہیں۔ اب کوئی کافروں کو تو مار رہا ہے مگر ساتھ ہی وہ مسلمانوں کو بھی قتل کر رہا ہو تو یہ ظلم ہے، خواہشِ نفس کی اتباع ہے، شریعت سے بغاوت ہے۔ شریعت کی نظر میں تو مومن وہ ہے جو أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ (کفار کے خلاف سخت) ہو تو ساتھ ہی رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ (مسلمانوں کے لیے انتہائی نرم) بھی ہو۔ قرآن کی نظر میں اچھا مسلمان تو وہ ہے جو أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ (کفار کے مقابل زبردست) صرف نہ

ہو، بلکہ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ (مؤمنین کے لیے رحم دل) بھی ہو۔ اب جو گروہ کافروں کے ساتھ مسلمانوں کو بھی مار رہا ہو، جو کافروں کے ساتھ مسلمانوں کو بھی کافر کہہ رہا ہو، وہ چاہے کفار کے خلاف میدانِ قتال میں بہادری کے جھنڈے گاڑے اور چاہے وہ کفار ہی کے ہاتھوں پھر قتل بھی ہو جائے، تو اس کے ان اعمال کے سبب وہ کبھی بھی اہلِ ایمان کے لیے قابلِ تعریف و تقلید نہیں ہو سکتا۔ وہ ایسا گمراہ اور ظالم ہے جس کی پیروی سے بچنا اور دوسروں کو بچانا اہلِ ایمان کے لیے لازم ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ امریکیوں، اور دیگر کفار و طواغیت کے خلاف صرف لڑنا کسی بھی طور پر قابلِ تعریف نہیں ہے، یہ سب تو آپس میں بھی لڑتے ہیں۔ مطلوب یہ ہے کہ ایک طرف ان کفار کے خلاف لڑا جائے تو ساتھ ہی ساتھ دوسری طرف مسلمانوں کی حفاظت بھی کی جائے اور اہلِ ایمان کے خون کی ایک ایک بوند سے مکمل طور پر دامن بھی بچایا جائے۔ صرف تخریب مطلوب نہیں، بلکہ یہ تخریب، اس تعمیر کی خاطر لازم ہے۔ کفار کے خلاف لڑنے کا ایک مقصد و غایت اہل اسلام کی حفاظت و تقویت ہے۔ جبکہ یہاں اسلام کا نام لے کر اہل اسلام ہی کی جان و مال پر ہاتھ صاف کیا جا رہا ہے اور جہاد کا نام لے کر جہاد ہی کی جڑیں اکھاڑی جا رہی ہیں۔

شر کا علم بھی ضروری ہے!

یہ اہل غلو مسلمانوں کے خلاف بھی کیوں لڑتے ہیں؟ علماء امت سے ان کے اختلاف کا اصل سبب کیا ہے؟ مسلمانوں اور امت کے بہترین لوگوں کی یہ تکفیر کیوں کرتے ہیں؟ یہ وہ سوالات ہیں کہ جن کا جواب اگر ہم اپنے سامنے رکھیں تو خود ہمارا سفر آخرت ان شاء اللہ ٹھیک سمت پر رہے گا اور ہم خود بھی بہت سے ایسے فتنوں سے بچ جائیں گے کہ جن کے باعث تحریکِ جہاد اور امت کا ناقابلِ تلافی نقصان ہو تا رہا ہے۔ ہمیں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے قولِ مبارک پر عمل کرنا چاہیے کہ لوگ آپ ﷺ سے خیر کے بارے میں پوچھتے تھے، جبکہ میں شر کے بارے میں پوچھتا تھا اور اس شر کے بارے میں جاننے کا سبب یہ ہو تا تھا کہ میں اُس میں مبتلا ہونے سے بچ جاؤں[1]۔ اس طرح امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ جو لوگ صرف خیر جانتے ہیں اور شر کی پہچان نہیں کر سکتے ہوں تو قوی خدشہ ہے کہ وہ شر کو خیر سمجھ کر قبول کر لیں گے، یعنی اس میں مبتلا ہو جائیں گے یا دوسری صورت میں اس شر کی وہ اُتنی مخالفت نہیں کریں گے جتنا کہ اسے جاننے والے مخالفت کرتے ہیں[2]۔ لہٰذا اُن اسباب کو سمجھنا ہم مجاہدین کے لیے انتہائی ضروری ہے جن کے سبب داعشی، مسلمانوں کے محافظین کی جگہ ان کے قاتل بن گئے اور جن کی وجہ سے وہ مجاہدین کی صف چھوڑ کر اہل جہاد کو بدنام کرنے والے جہاد دشمنوں کی صورت اختیار کر گئے۔

گمراہی کی بنیاد… خواہش نفس کی پیروی

فتنۂ داعش کے آغاز سے، بلکہ ان کے "اعلانِ خلافت" سے بھی پہلے کے دور سے لے کر آج تک، جبکہ اب ان کا سفر زوال ان شاء اللہ آخری مراحل میں ہے، ان کے فکر و عمل کا آپ بغور جائزہ اگر لیں اور ماضی قریب و بعید کے دیگر تمام اہل غلو کا مطالعہ اگر کیا جائے… تو زمان و مکان کی قیود سے ہٹ کر تاریخ جہاد کے تمام اہل غلو میں بنیادی صفت جو مشترک اور غالب نظر آتی ہے، وہ خواہش نفس کی اتباع ہے۔ اسلام اللہ کی بندگی سے عبارت ہے اور اللہ کی یہ بندگی علمِ شرعی پر عمل کا نام ہے۔ کیا جائز ہے، کیا ناجائز، بلکہ جو کچھ شرعاً جائز ہو، ان میں بھی پھر تحریکِ جہاد کے لیے کیا مفید ہے اور کیا غیر مفید… یہ علم شرعی ہی کا دائرہ ہے[3]۔ اب شریعت جو کہے، دل چاہے یا نہ چاہے، بس اس کے مطابق اپنا عمل ڈھالنا اس دین میں مطلوب ہے۔ مگر یہاں اپنی ہی خواہش کو شریعت کا نام دیا جاتا ہے اور اپنی ناجائز چاہتوں پر عمل ہی کو پھر جہاد کا مفاد باور کرایا جاتا ہے۔ اگر خواہش علمِ شرعی کے خلاف ہو تو خواہش ترک نہیں کی جاتی ہے، عمل تو عین اُس خواہش پر ہی کیا جاتا ہے، مگر ساتھ ہی پھر اس غیر شرعی عمل کو عین شرعی بھی مشہور کیا جاتا ہے۔ ایسے میں اگر علمِ شرعی کی بنیاد اور مصالح جہاد کے پیمانہ پر انہیں کوئی منع کرے تو اُن منع کرنے والوں کی شامت آجاتی ہے۔ یہ اُن کو اپنے لیے سدراہ سمجھ لیتے ہیں، انہیں زیادہ نیک اور بہت 'سمجھ دار' بننے کے طعنے دیتے ہیں، حتیٰ کہ جن کی دعوت و جہاد میں عشروں پر محیط طویل زندگی گزری ہے ان کے بھی علم و تقویٰ اور تجربہ و قربانی سمیت ہر خوبی سے یہ انکار کر دیتے ہیں اور اپنی توپوں کا رُخ ان کی طرف پھیر دیتے ہیں۔

شریعت کی نہیں، اپنی برتری!

یہ نفس و شیطان ہی ہیں کہ جن کے سبب یہ لوگ جہاد و امت کی مصلحت، شریعت کی اتباع میں نہیں، بلکہ جائز و ناجائز کسی بھی طریقے سے قوت اور تسلط حاصل کرنے میں سمجھتے ہیں۔ لہٰذا ہر ذریعہ سے طاقت و اختیار کا حصول اور اپنے تسلط کی دھاک بٹھانا ان اصحابِ غلو کا نصب العین بن جاتا ہے۔ یہ منزل حاصل کرنے کے لیے شریعت کے کتنے واضح اور اہم احکامات پاؤں تلے روندے جائیں، کتنا معصوم خون یہ بہائیں، کتنی عزتیں لٹیں، یہ سب اپنے لیے جائز بلکہ فرض سمجھتے ہیں۔

---

[1] حُذَيْفَةَ بْنَ الْيَمَانِ، يَقُولُ: كَانَ النَّاسُ يَسْأَلُونَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْخَيْرِ، وَكُنْتُ أَسْأَلُهُ عَنِ الشَّرِّ مَخَافَةَ أَنْ يُدْرِكَنِي.(بخاري ومسلم)

[2] مَنْ لَمْ يَعْرِفْ إِلَّا الْخَيْرَ فَقَدْ يَأْتِيهِ الشَّرُّ فَلَا يَعْرِفُ أَنَّهُ شَرٌّ فَإِمَّا أَنْ يَقَعَ فِيهِ وَإِمَّا أَنْ لَا يُنْكِرَهُ كَمَا أَنْكَرَهُ الَّذِي عَرَفَهُ .(مجموع الفتاوى)

[3] کہ سیاست الشرعیہ، علم شرعی ہی کی قسم ہے۔

ہونا تو یہ چاہیے اور مطلوب تو یہی ہے کہ علمِ شرعی جس راستے پر آپ کو لے جانا چاہے آپ بس بے چوں و چرا اسی راہ کو صحیح اور مفید سمجھ کر اس پر آگے بڑھیں اور 'اس علم و عقل کے راستے سے قدم کبھی دور نہ ہٹیں'، یہی فکر آپ کو لاحق ہو۔ لازم تو یہی ہے کہ آپ تقویٰ، علم اور تجربہ رکھنے والے علماء کرام ہی سے پوچھ پوچھ کر قدم بڑھائیں، اور تکبر وہٹ دھرمی کی جگہ تواضع اپنا کر راہ جہاد پر آگے بڑھیں۔ مگر یہاں علمِ شرعی جان کر قدم نہیں اٹھایا جاتا، بلکہ قدم خود سے اپنی خواہش کے مطابق بڑھا کر 'علم شرعی' کو زبردستی اپنے ساتھ لا کھڑا کیا جاتا ہے۔ اہل غلو، مسائل پوچھ کر اور فوائد و نقصانات دیکھ کر کبھی عمل نہیں کرتے ہیں، بلکہ ان کا قول و عمل، دعوت و قتال، سب خواہش نفس... یعنی ہوس و شہوت یا غصہ و انتقام کے تحت ہوتے ہیں اور ایسے قول و عمل کو ہی شرعی ثابت کرنے کے لیے پھر اپنے تئیں دلائل گھڑتے ہیں۔

علماء کرام سے اختلاف کیوں؟

اسلام علم کے بعد عمل کا نام ہے۔ علم شرعی موجود ہے، تاریخ جہاد کے تجارب محفوظ ہیں، ان کی روشنی میں مصالح و مفاسد کتابوں میں مدون ہیں، رہنمائی لینے کے لیے تقویٰ و تجربہ رکھنے والے اہل علم اور اہل جہاد سے بھی میدانِ جہاد الحمدللہ خالی نہیں ہے، مگر ان سے پوچھا نہیں جاتا بلکہ ان کی جان بوجھ کر مخالفت کی جاتی ہے، کیوں؟ اس لیے کہ یہ اہل علم ان کی خواہش کے مطابق مشورہ اور فتویٰ نہیں دیں گے۔ یہ اہل علم چونکہ ان کے مبنی بر انتقام ارادوں کو سندِ جواز فراہم نہیں کریں گے، اس لیے ان کی طرف بالکل بھی دیکھا نہیں جاتا، ان کی کتب و ارشادات پر نظر التفات تک نہیں ڈالی جاتی، بلکہ جو جی میں آئے کر گزرتے ہیں۔ جس کو چاہے یہ مارتے ہیں اور جس کو، جس انداز میں ان کے دل چاہیں یہ قتل کر دیتے ہیں... جس فرد اور طبقہ کے لیے ان کے جی میں آئے اسے 'جہادی اہداف' میں شامل کر لیتے ہیں... مگر یہ سب کچھ کرنے کے بعد بھی، ان کی خواہش و کوشش یہی ہوتی ہے کہ ان کے ان مبنی بر ہویٰ اعمال کو بہر صورت عین شرعی کہا جائے اور جہاد کی جڑیں تک کاٹنے والی ان کی ان حرکتوں کو ہر لحاظ سے عین جہاد کہا جائے۔

گمراہی کا دوسرا سبب "تعصب" ہے!

اہل غلو کی گمراہی کا دوسرا بڑا سبب "تعصب" ہے۔ یہ تعصب حقیقت میں خواہشِ نفس کی پیروی کا ہی نتیجہ ہے، مگر اس کی علیحدہ تفصیل بیان کرنا ضروری ہے۔ تعصب انتہائی غلیظ ترین اور ایمان و عملِ صالح کے لیے مہلک ترین صفت ہے۔ تاریخِ جہاد کے اندر، الجزائر سے داعش تک تحریکِ جہاد کو نقصان پہنچانے والے سب اہلِ غلو میں یہ انتہائی گھٹیا صفت آپ کو بڑی حد تک مشترک ملے گی۔ اسی کے سبب باطل کو حق اور حق کو باطل گردانا جاتا ہے اور اسی وجہ سے ہی حق کے خلاف باطل اور مظلوم کے خلاف ظالم کا ساتھ دیا جاتا ہے۔ اس تعصب کے باعث ہی یہ اہل غلو ہر بڑی خیر سے اپنے آپ کو محروم کر دیتے ہیں اور اسی کے سبب ہی یہ ہر بڑے شر کو اپنے ہی کھاتے میں قبول کرتے ہیں۔ اکثر جگہ یہ تعصب جماعتی اور گروہی ہی رہا ہے اور اسی نے تحریکِ جہاد کو نقصان دیا ہے مگر اس کے علاوہ بھی ہر وہ تعصب جو معاشرے میں کسی بھی صورت میں موجود ہو اور جس کو ختم کرنا نفاذِ شریعت کے داعیانِ کرام کی ذمہ داری ہوتی ہے، یہ اہل غلو الٹا اُس میں اضافہ کرتے ہیں اور اسے اپنی برتری اور مفاد کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ حدیث میں تعصب کی بہت مذمت آئی ہے۔ اس کی طرف دعوت کو جاہلیت کی طرف بلانا کہا گیا ہے اور فرمایا گیا: دَعُوهَا، فَإِنَّهَا مُنْتِنَةٌ، "چھوڑو اس کو، کہ یہ (انتہائی) بدبو دار ہے"۔ اس طرح اس کے تحت جنگ کو اندھے جھنڈے تلے جنگ کہا گیا ہے اور اس کے نتیجہ میں مارے جانے والے کی موت کو جاہلیت کی موت کہا گیا ہے۔ آپ ﷺ کا فرمان مبارک ہے "مَنْ قَاتَلَ تَحْتَ رَايَةٍ عُمِّيَّةٍ، يَدْعُو إِلَى عَصَبِيَّةٍ، أَوْ يَنْصُرُ عَصَبِيَّةً، فَقِتْلَتُهُ جَاهِلِيَّةٌ"[1]۔ "جو کسی اندھے جھنڈے تلے لڑا، (ایسے حال میں کہ وہ) عصبیت کی طرف بلاتا ہو، یا عصبیت کی مدد کرتا ہو، تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہے"۔ گویا تعصب کا آغاز بھی جاہلیت ہے اور انتہاء یعنی اس کی خاطر لڑنا، مارنا اور مرنا بھی جاہلیت ہے۔

تعصب کیا ہے؟!

تعصب دوسروں میں موجود خیر اور خوبی کا انکار ہے جبکہ اپنے اندر پائے جانے والے شر اور خامی کا دفاع ہے۔ اہل غلو افراد بس اپنی جماعت کو ہی صالح اور داعیٔ خیر گردانتے ہیں۔ لہٰذا وہ اپنی جماعت کی خامی کو ہمیشہ خوبی ثابت کرتے ہیں جبکہ جماعت سے باہر دوسروں میں موجود خوبی کو بہر صورت خامی بتاتے ہیں۔ اپنی جماعت میں شامل افراد کے جرائم کی وہ تاویلیں کرتے ہیں، اِن کے قبح کو عین حُسن اور ان کی برائیوں کو عین اچھائیاں ثابت کریں گے جبکہ اپنی جماعت سے باہر دیگر جماعتوں میں موجود ہر خیر کو شر، خوبی کو خامی اور اچھائی کو برائی قرار دیں گے۔ انہیں ہر اُس خیر سے دشمنی ہوتی ہے جو ان کی جماعت سے باہر ہو اور ہر اُس شر سے یہ چشم پوشی کرتے ہیں اور اس کا بہر صورت دفاع کرتے ہیں جو ان کی اپنی جماعت کے اندر ہو۔ اگر کوئی شر ان کے گروہ کے نام، ان کی جماعت کی نسبت اور ان کے جھنڈے کے تعارف سے موجود ہو تو وہ اس کو شر کہنے کے لیے کبھی تیار ہی نہیں ہوں گے۔ شر کے ساتھ یہ نسبت ہی ہے کہ جس کے سبب یہ ہر اُس شخص سے بھی عداوت رکھتے ہیں جو انہیں ان کی جماعت سے منسوب شر کی طرف متوجہ کرتا ہو۔

جنگ خیر کے خلاف بھی!!

اہل غلو کی جماعت سے باہر اگر کوئی گروہ جہاد کرتا ہے، نفاذ شریعت کی کوشش کرتا ہے اور شریعت پر اپنی تئیں عمل کرتا ہے، اب یہ سب امور خیر ہیں، مگر یہ تمام تر خیر بھی ان کے ہاں

---

[1] صحیح مسلم

قابل قبول نہیں ہو گی، اس خیر کی تعریف نہیں ہو گی، اعتراف تک نہیں ہو گا بلکہ خیر کے ان حامل افراد کے خلاف بھی یہ نفرت و عداوت دکھائیں گے۔ کیوں؟ اس لیے کہ یہ خیر ان کی اپنی جماعت، نام اور پہچان سے کیوں نہیں ہے؟ یہ کوشش کرتے ہیں کہ یہ خیر والا گروہ بھی کسی طرح ان کی جماعت میں داخل ہو جائے، لیکن وہ اِن کی جماعت کی بیعت اگر نہیں کرتا تو پھر اُس کے خلاف یہ پراپیگنڈا کرتے ہیں، اس پر ایجنسیوں کا کارندہ ہونے اور منہج کی ٹیڑھ کی تہمتیں لگاتے ہیں اور تھوڑی بہت قوت اگر پاس ہوئی تو اس پر میدانِ جہاد تنگ کرنے کے لیے ہر ممکن حربہ بھی استعمال کریں گے۔ ان کے ہاں اپنی جماعت سے باہر کسی بھی شخصیت کی کوئی خیر قابل ذکر اور قابل تعریف نہیں، ایک شخصیت دین کی خدمت کر رہی ہے، اس سے کسی طرح دین کو فائدہ پہنچ رہا ہے، ہونا تو یہ چاہیے کہ اس میں موجود اس خوبی کی تعریف ہو، مگر نہیں، خوبی کی نفی ہو گی، اس کا مکمل طور پر انکار ہو گا، ہاں اگر اس میں کوئی کوتاہی بھی ہوئی، تو اس کا خوب بڑھا چڑھا کر اعلان ہو گا اور اسے مجسم شر دکھانے کی سعی ہو گی۔

'دوستی اور دشمنی' بس جماعت کی خاطر!

ہونا تو یہ چاہیے کہ جہادی جماعت کی تشکیل کا مقصد غلبۂ دین کے بعد بس مسلمانوں کی نصرت و ہدایت ہو، مگر یہ بدنصیب اپنی جماعت کا جھنڈا مسلمانوں ہی کے مقابل اپنی برتری کے لیے کھڑا کرتے ہیں۔ اپنی محبت و تائید کا دائرہ یہ اس حد تک تنگ کر لیتے ہیں کہ بس ان کے لیے پوری امت ان کی وہ چھوٹی سی جماعت ہی بن جاتی ہے۔ جو ان کی اس جماعت میں ہے تو گویا وہ امت میں ہے، دائرۂ ولاء میں وہ داخل ہے، اور جو خارج از جماعت ہے، وہ گویا امت سے ہی خارج ہے۔ ان کی محبت و ہمدردی بس اُن کے ساتھ ہو گی جو ان کی جماعت سے محبت رکھتا ہو اور ان کی نفرت و عداوت کا وہ فرد بہر صورت حق دار ہو گا جو ان کے اس معیارِ ولاء سے بری ہو۔

ایک مومن کے لیے محبت و نفرت اور دوستی و دشمنی کا معیار اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اور اس کا دین حنیف ہونا ضروری ہے۔ آپ ﷺ کا فرمانِ مبارک ہے، "مَنْ أَحَبَّ لِلَّهِ، وَأَبْغَضَ لِلَّهِ، وَأَعْطَى لِلَّهِ، وَمَنَعَ لِلَّهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْإِيمَانَ"، "جس نے اللہ کی خاطر محبت کی، اللہ کی خاطر نفرت کی، اللہ کے لیے دیا اور اللہ کے لیے روکا تو اس کا ایمان کامل ہوا"۔ مگر یہاں یہ معیار تنظیم اور گروہ ہوتا ہے اور ایمان کی درستگی کا پیمانہ اس خاص جماعت سے تعلق ہوتا ہے (نعوذ باللہ)۔ ایسے لوگ گویا زبانِ حال سے اعلان کر رہے ہوتے ہیں کہ؛ من أحبّ للتنظيم و أبغض للتنظيم ،ومنع للتنظيم، وأعطى للتنظيم فقد...... جس نے تنظیم کی خاطر محبت و نفرت کی اور تنظیم ہی کی خاطر دیا اور روکا تو جیسے (نعوذ باللہ) اس کا ایمان مکمل ہو گا! یہ بس اس تنظیم و جماعت کے باعث ہی لوگوں سے جڑتے ہیں اور اس کی خاطر ہی یہ مسلمانوں سے تعلق توڑتے اور دشمنیاں رکھتے ہیں۔ یوں ایمان کا رشتہ یہاں برائے نام ہی رہتا ہے۔ ایمان کا یہ رشتہ اور دعویٰ بیکار بھی نہیں ہوتا ہے، اسے بھی استعمال کرتے ہیں، مگر اُس وقت جب اس میں جماعت کا مفاد نظر آتا ہو۔ اگر ایمانی تقاضوں اور جماعتی مفاد میں کہیں ٹکراؤ کا سامنا ہو اور دونوں میں سے کسی ایک کا ساتھ دینا ہو تو یہ لامحالہ جماعت کی طرف ہی وزن ڈالتے ہیں۔

ہر نیک و فاجر کو شاملِ جماعت کرنا...!

ایسے لوگ چونکہ اپنے گروہ کی برتری اور غلبہ ہی کو اپنا مقصد و غایت بناتے ہیں، اس لیے ان پر اپنے گروہ کو دیگر کے مقابل زیادہ قوی اور باصلاحیت دکھانے کا خبط سوار ہوتا ہے۔ ان کی چونکہ یہ ظاہر کرنے کی کوشش ہوتی ہے کہ صلاحیت اور وسائل اگر ہیں تو ہمارے پاس ہیں، اس لیے جو بھی ان کے سامنے اپنی صلاحیتیں اور اپنا آپ پیش کرتا ہے، جو بھی ان کی بیعت کرتا ہے، قطع نظر اس کے کہ وہ کتنا بڑا مجرم ہے، کتنا بڑا قاتل ہے، وہ بدترین بھتہ خور اور ڈاکو ہے، بس وہ اگر ان کے گروہ کو مضبوط کرتا ہے، دیگر مسلمانوں کے مقابل ان کے جتھے کو اگر وہ شہرت دے سکتا ہے تو یہ اسے قبول کرتے ہیں۔ ہر نیک و فاجر کو شاملِ جماعت کرنا انہوں نے اپنی مجبوری بنائی ہوتی ہے۔ ظاہر ہے اپنی جماعت "داعش" ہی کو جہاد کا نمائندہ اور اسی کو واحد جہادی گروہ جو دکھانا ہے! جب مقصد یہ ہو تو پھر ایک ہی پرمٹ اور ایک ہی لائسنس بس لازم ہوتا ہے، وہ یہ کہ آپ کی جماعت کو وہ فرد اپنی جماعت کہتا ہو اور آپ کے امیر کو وہ اپنا 'خلیفہ' یا 'امیر' بتاتا ہو۔ کسوٹی بس یہ ہے کہ جس پر افراد کو شاملِ جماعت کیا جاتا ہے۔

سوائے ایک محاسبہ کے کوئی محاسبہ نہیں!

ایسی جماعت کے اندر کسی کا کوئی محاسبہ نہیں ہوتا! کسی کا جماعت سے کوئی اخراج نہیں ہوتا! محاسبہ ہوتا ضرور ہے مگر صرف اس پر کہ امیر جماعت سے بغاوت تو نہیں ہو رہی ہے؟ جماعتی نظم کے مقابل کوئی الگ نظم تو کھڑا نہیں ہو رہا ہے؟ کوئی فرد جماعت چھوڑنے کا تو نہیں سوچ رہا ہے؟ اگر تو ان سوالات کا جواب نفی میں ہے تو پھر مزید کوئی سوال نہیں!! کوئی محاسبہ نہیں ہے، سب قتل قبول... سب مظالم قابل لحاظ... بدترین بداخلاقی بھی باعث عار نہیں... ہر جرم قابل معافی بلکہ پوری جماعت کے لیے قابل دفاع ہے... جماعت کے نام سے کوئی کتنا ہی مسلمانوں کو دھمکیاں دے، جماعت کے پلیٹ فارم سے جتنا بھی مسلمانوں کی تکفیر کرے، کوئی روک ٹوک نہیں، کیوں؟؟ اس لیے کہ روک ٹوک اگر کی گئی تو لوگ جماعت چھوڑیں گے، وہ جماعت کے خلاف ہو جائیں گے اور ظاہر ہے 'جماعت کی وحدت اور تقویت تو مطلوبِ جہاد ہے'... 'دوست و دشمن، اپنوں و پرایوں دونوں کے مقابل چونکہ قوت درکار ہے، اس لیے ہر قاتل اور ہر فسادی کو بھی جماعت میں برداشت کرنا انہوں نے اپنی مجبوری بنائی ہوتی ہے اور اس مجبوری کو ہی جہاد کی مصلحت بھی بتلاتے ہیں۔ یوں یہ اہل غلو تباہی و بربادی کی راہ پر آگے بڑھتے ہیں۔ میڈیا ان کے اقوال و افعال بریکنگ نیوز اور مذاکروں و تجزیوں میں دکھا دکھا کر پوری دعوتِ جہاد کا رد کرتا ہے، دشمنانِ جہاد، جہاد ہی کے نام سے یہ جرائم دیکھ کر خوشی سے پھولے نہیں سماتے اور یوں ان کے اقوال و اعمال کا خمیازہ ساری تحریک جہاد بلکہ پوری امت مسلمہ کو بھگتنا پڑتا ہے۔

’’لَنا عُلمَاؤنا وَ لَکُم عُلماؤکُم‘‘

سفینۂ جہاد جب ڈوبنے لگتا ہے، تو اس میں سوار دیگر جہادی جماعتوں پر کشتی میں سوراخ کرنے والے اِن عاقبت نااندیشوں کو روکنے کی ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے، یہ نہی عن المنکر بھی بلاشبہ فرض ہے۔ لہٰذا اس فرض کی ادائیگی کے لیے دوسرے ہم سفر جب آگے بڑھتے ہیں تو بڑی سختی کے ساتھ انہیں جھڑکا جاتا ہے ’’لنا عُلمَاؤنا وَ لُکم علماؤکُم‘‘ ... ’’تمہارے لیے تمہارے علماء اور ہمارے لیے ہمارے علماء‘‘ کہہ کر انہیں فوراً چپ کرایا جاتا ہے کہ نصیحت صرف اُن کی قبول ہو گی جو ہمارے گروہ کے اندر ہو، جماعت سے باہر والوں کی نہ نصیحت قبول اور نہ ہی فتاویٰ منظور!...یوں ان کا یہ تعصب دین اور شریعت کی بھی حد بندی کر دیتا ہے۔ اب ہر جماعت اور ہر تنظیم کی گویا اپنی شریعت ہو گی!...شریعت تو یہ اپنی جدا کر لیتے ہیں، مگر کاش کہ افعال کے نتائج پر بھی حدیں باندھی جا سکتی ہو تیں۔ کاش کہ اس دنیا میں داعش صرف اپنے بوئے ہوئے ہی کو کاٹتی اور ان کے کیے کا وبال دیگر جماعتوں اور پوری امت پر نہ پڑتا...! مگر نہیں! جہاد میں ایسا کہاں ہوتا ہے؟! یہاں تو ایک گروہ کی خود اجتہادی (یا صحیح معنوں میں خود سری) کی سزا پوری کی پوری امت کو بھگتنی ہوتی ہے۔ ایک جماعت اگر اس کشتی میں سوراخ کر دیتی ہے تو پورے کا پورا سفینۂ جہاد ہی ڈوب جاتا ہے۔ پھر یہ اصحابِ غلو آغاز میں اعلان تو کر دیتے ہیں کہ نصیحت صرف وہ قبول جو ان کی اپنی صف سے ہو مگر نہ یہ خود اپنی جماعت کے اندر کسی ’رجل رشید‘ کی نصیحت قبول کرتے ہیں اور نہ ہی یہ دوسری جماعتوں کو ان کی مبنی بر دلیل رائے کے اظہار کی اجازت دیتے ہیں۔

افسوس کہ صرف یہ حق بھی اگر یہ دوسروں کو دے دیتے کہ وہ جسے حق سمجھیں، اُس کا اظہار بھی کر سکیں! اتنے تحمل سے بھی یہ اگر کام لیتے تو گزارا ہوتا۔ تب جنہیں حق کی تلاش ہوتی، وہ اسے پا لیتے۔ مگر نہیں! اِن کے ساتھ اختلاف اور اِن پر نقد تو بہر صورت جرم ہے! پہلے کہتے تھے ہمارے علماء اور تمہارے علماء، مگر بعد میں پھر دوسروں سے بھی اپنی آراء (خواہشات) کی پابندی کرواتے ہیں اور اپنے عمل سے سب کو گویا یہ پیغام دیتے ہیں کہ جس کو بس ان کی جماعت صحیح سمجھے، وہی صحیح ہو گا، سب نے اسے ہی صحیح کہنا ہے اور اس سے ہٹ کر لب کشائی کی کسی کو بھی اجازت نہیں!

یہ کیسے لوگ ہیں، ہر بزم میں جو کہتے ہیں
وہی صحیح ہے جو بس ہم نوا ہمارا ہو!

ایسے میں پھر بھی کوئی اپنا فرض اگر ادا کرے، اختلاف کی جسارت اگر کرے اور اہل اسلام کے سامنے صحیح کو صحیح اور غلط کو غلط کہہ کر حق و باطل کے بیچ تمیز واضح کرے تو ٹھک سے یہ اُن پر تراجع اور مرجعہ ہونے کی تہمت لگاتے ہیں، جنگ کا محاذ اس کے خلاف کھولا جاتا ہے اور پھر یہ مزید وہ کچھ کرتے ہیں جس سے وہ (کشتی میں سوار دیگر ہم سفر جماعتیں) زِچ ہوں۔

آپ شام و عراق سے افغانستان تک دیکھیے، اول سے آخر تک داعش کا یہی طرز عمل رہا ہے۔ اس فساد کا سبب کیا ہے؟ سبب تعصب ہے، کبر ہے... اور ان دونوں کے پیچھے پھر وجہ وہی خواہش نفس کی پیروی ہے۔ آج کے اہل غلو ہوں یا ماضی کے خوارج، یہ صفت ان سب میں مشترک ہے، اور یہی وجہ ہے کہ امت کے علماء نے بھی خوارج کو ’اہل ہویٰ‘ یعنی خواہشات کے پیچھے چلنے والا فرقہ کہہ کر یاد کیا ہے۔

ایجنسیوں کے لیے بہتی گنگا...!

یہ تعصب ہی ہے کہ جو ایجنسیوں کی سازشوں کو کھلا موقع فراہم کرتا ہے۔ دنیائے کفر کی تمام ایجنسیاں اپنے افراد ایسی جماعت میں بھیجتی ہیں۔ یہ افراد بلا روک ٹوک قبول بھی کر لیے جاتے ہیں اور انتہائی سہولت کے ساتھ وہ آگے جہاد مخالف جرائم بھی انجام دیتے ہیں۔ چونکہ صرف جماعت، جھنڈا اور امیر پر اتفاق ہی یہاں شمولیت کے لیے درکار کوائف ہیں اور افکار و کردار یہاں غیر متعلقہ صفات ہیں، بس جو جس کردار کا بھی ہو اور جیسے بھی وہ ’جہاد‘ کرنا چاہتا ہو، ان امور کا دیکھنا چونکہ غیر ضروری ہے، اس لیے سب کو خوش آمدید کہا جاتا ہے، انہیں ان کی صلاحیت، قوت اور وسائل کی بنیاد پر شاملِ جماعت کیا جاتا ہے۔ ان سے بھرپور ’استفادہ‘ کیا جاتا ہے۔ اور یہ استفادہ کیوں نہ ہو؟ بہر حال اپنی برتری جو دکھانی ہے۔ ’میڈیا میں تسلسل کے ساتھ اپنی جماعت کا نام اگر لانا ہے تو بھرتی کے اصول اسی طرح ’ڈھیلے‘ رکھنے پڑیں گے‘۔ گویا ’صحیح مجاہد‘ اور ’اچھے مسلمان‘ ہونے کے لیے بس خاص اس جماعت کا بننا اور دشمن کے خلاف چند کارروائیاں کرنا ہی کافی ہو جاتا ہے۔ باقی وہ جس مسلمان کو چاہے کافر کہے، مسئلہ نہیں! جس انسان کا چاہے وہ خون بہائے اور جس انداز سے چاہے وہ قتل کرے، پرواہ نہیں! وہ انسانوں کا چمڑہ اتارتا ہو، زندہ سلامت انسانوں کو آگ میں ڈال کر ان کو بھون ڈالتا ہو، مخالفین کو قتل کر کے ان کے جسموں کا تکا بوٹی بناتا ہو، قیدی عورتوں کو لونڈیاں بنا کر ان کی منڈیاں لگواتا ہو، جہاد کے نام پر بدترین اور انتہائی وحشی قسم کے مناظر فلم بند کروا کر جہاد مخالف مہم کو تقویت دیتا ہو... سب بس اس ایک ’خوبی‘ کے صدقہ میں قبول ہیں کہ یہ فرد اپنی ’جماعت‘ میں ہے۔ اپنی جماعت کی سب سیئات حسنات، ساری بدصورتیاں خوبصورتیاں اور تمام جرائم خدمات جو نظر آتے ہیں۔ ایسے میں پھر ’سی آئی اے‘، ’آئی ایس آئی‘، ’را‘، بلکہ دنیا کی ہر اسلام دشمن ایجنسی اس بہتی گنگا میں ہاتھ دھونے کیوں نہ دوڑے؟ کیوں نہ یہ ایجنسیاں وہ سب کچھ جہاد کے نام سے کروائیں جن سے اسلام بدنام اور جہاد قابل نفرت ٹھہرتا ہو! جہاد کے نام پر پھر ہر طرح کے جرائم ہوتے ہیں اور ان پر ’خلیفۃ المجرمین‘، اس کے ’وزراء و جنود‘ ... اپنی جگہ خوش اور ایجنسی کے فریب کار طواغیت اپنی جگہ خوش! سب کے وارے نیارے۔ تباہی اور آزمائش اگر آتی ہے تو تحریکِ جہاد اور مظلوم و مقہور امت مسلمہ کے حصے میں۔

ذمہ داری ہر کارروائی کی جبکہ... مذمت کسی کی نہیں!

داعش کے نام سے کون سا جرم ہے جو نہیں ہوا؟ جہاد کو بدنام کرنے والی کون سی حرکت ہے جو یہاں ہوئی نہیں ہے؟ ہر وہ کچھ ہوا جس کا یہود و ہنود اور ان کے ہمنوا کبھی خواب دیکھتے تھے۔ وہ سب ہوا اور جہاد کے نام سے ہوا۔ اب کیا کسی ایک ایسے جرم کی کبھی مذمت ہوئی ہے؟ ایسی کسی ایک حرکت پر کسی ایک فرد کا محاسبہ ہوا ہے؟ نہیں، کبھی نہیں! داعش ہو یا اس سے پہلے الجزائر کا غلو پر مبنی گروہ، ان کی تاریخ دیکھیے، یہاں کرنے کی ذمہ داریاں تھوک کے حساب سے ملیں گی، مگر نہ کرنے، یا مذمت و برأت کے عنوان سے شاید ہی کوئی ایک کاوش بھی ملے! یہاں بس رفتار بڑھانے کے لیے چیخ و پکار تو بہت ہے مگر اس بھیڑ میں 'سپیڈ بریکر' اور ڈرائیونگ کے اصول کہیں نہیں ہیں۔ جرائم کی مذمت و برأت یہ خود بھی ضروری نہیں سمجھتے، جماعت کے نام سے کچھ نہ کچھ ہونے اور میڈیا میں زندہ رہنے کا شوق... سب جرائم بھی جہاد کے کھاتے میں قبول کرنے پر انہیں مجبور کرتا ہے۔ پھر کسی غلط حرکت کی مذمت و برأت اگر کریں تو خود اپنے ساتھیوں کی ناراضگی کا خطرہ کیوں مول لیں؟ 'وسائل اور افراد اگر خرچ ہوئے ہیں تو ذمہ داری لینا بھی جماعت کا حق ہے'، چاہے یہ ذمہ داری دعوتِ جہاد کے خلاف ہی کیوں نہ ثابت ہو!... پھر یہاں کون دیکھتا ہے کہ کارروائی اپنوں نے ہی کی ہو تو ذمہ داری لی جائے؟ کارروائی اگر ہوئی ہے تو اس کی ذمہ داری لینا اور اسے جہاد اور اپنی جماعت کے کھاتے میں ڈالنا بہر صورت لازمی ہے، اب چاہے کوئی کارروائی ایجنسیوں کے اہلکاروں نے ہی کیوں نہ کی ہو، مسئلہ نہیں! ذمہ داری جماعت ہی کے نام سے لی جائے گی۔ کیوں؟ اس لیے کہ خبروں میں زندہ رہنا ہے! ایسی ذمہ داریوں سے بھی 'جماعت' کو تقویت تو ملتی ہے! جہاد اور دعوتِ جہاد کو تقویت ملے یا نہ ملے، جماعت کو 'شہرت' ضرور ملتی ہے!

فساد کا سبب داخلی ہے یا... خارجی؟

یہ سب کچھ دیکھ کر نہ یہ کہنا درست ہے کہ جہاد کے نام پر یہ سب جرائم بس ایجنسیوں نے کیے اور داعش کے یہ سب مجرمین بس 'سی آئی اے' کے ایجنٹ ہیں، اور نہ ہی یہ کہنا صحیح ہے کہ مشرق سے مغرب تک جاری داعش کے نام پر یہ سارا فساد بس ان خارجی صفت اصحابِ غلو نے ہی کیا اور ایجنسیوں کا اس میں کوئی دخل نہیں۔ دونوں باتیں درست نہیں ہیں۔ داعش ہو یا اس سے پہلے کوئی اور مبنی بر غلو جماعت، حقیقت یہ ہے کہ ایسی جماعت جہاد اور اسلام کے نام پر ہی اٹھتی ہے، اس کی قیادت کا براہ راست ایجنسیوں کے ساتھ تعلق قطعاً ضروری نہیں ہے۔ یہ خواہشِ نفس اور تعصب ہی ہیں کہ جو ہر گندگی کو جماعت میں در آنے کا راستہ دے دیتے ہیں۔ ان کے سبب ہر ظلم کو یہاں عدل گردانا جاتا ہے اور ہر باطل کو اپنی صفوں میں 'برداشت' کیا جاتا ہے۔ اس تعصب، جہالت اور خواہشِ نفس کے سبب ہی جماعت میں شامل افراد کے افکار اور اخلاق بد سے بدتر ہو جاتے ہیں۔ ایک طرف انتقام، اندھے جذبات اور جہالت کے تحت اس جماعت ہی سے منسلک افراد مظالم ڈھاتے ہیں اور دوسری طرف قیادت اپنی جماعت کو 'قوی' دکھانے کے شوق میں ان جرائم کو جہاد کے عنوان سے قبول بھی کرتی ہے۔ ایسے میں ایجنسیاں ایسی جماعت سے پھر بھرپور استفادہ کرتی ہیں۔ اگر بعض جرائم کی طرف گروہ کے افراد کا دھیان نہ جاتا ہو، تو ایجنسیاں ہی اپنے اہلکاروں سے وہ جرائم کرواتی ہیں اور جماعت کی قیادت ہاتھوں ہاتھ، فی الفور ایجنسیوں کے ان جرائم کی بھی اپنے نام سے ذمہ داری قبول کرتی ہے۔ گویا ان ایجنسیوں کو سازش و فساد کا موقع خود جماعت کا خراب منہج ہی فراہم کرتا ہے اور یوں اس مبنی بر غلو گروہ کے اپنے افراد اور ایجنسیاں دونوں دعوتِ جہاد کی تباہی میں (کہیں بالواسطہ اور کہیں بلاواسطہ) معاون ثابت ہوتے ہیں۔

کرنے کا کام...؟

رہیں جذبات تابع عقل کے، اور عقل شرع کے\
ہے اک سازش کہ تم جذبات میں بہہ کر نکل جاؤ

دعوت و جہاد کے اس سفر میں سب سے پہلا کام جس کا کرنا بہر صورت ضروری ہے، وہ یہ کہ:... خواہشِ نفس اور تمام تر جذبات کو عقل کے تحت کیا جائے اور پھر اس عقل کو مکمل طور پر علم شرعی کے تابع رکھا جائے۔ علم شرعی سے مراد جائز و ناجائز کا علم ہے، اور اس کے ساتھ سیاست الشرعیہ کا علم... یعنی جائز امور میں پھر تحریکِ جہاد کے لیے کیا مفید ہے اور کیا مضر ہے؟ اس کا علم بھی ضروری ہے۔ پس لازم ہے کہ پورا جہادی عمل، دعوت اور قتال، علم شرعی ہی کے تابع ہو۔ پھر محض جائز و ناجائز کو بھی نہ دیکھا جائے، بلکہ اہتمام ہو کہ جائز امور میں بھی صرف وہ عمل کیا جائے جو دعوتِ جہاد کی تقویت کا باعث ہو اور جس کے سبب مجاہدین کے مبنی بر عدل پیغام کو نکھار ملے۔

دوسرا... تمام تر تعصبات سے دلوں کو پاک کرنا اور للّٰہیت کے تحت صرف خیر و صلاح کی محبت کو سینوں میں بسایا جائے۔ تعصب جماعتی ہو یا کوئی اور... بہر صورت یہ مضر ہے۔ یہ ہر شر کی جڑ اور فتنہ و فساد کا دروازہ ہے، جبکہ اسی کے سبب خیر و برکت کے دروازے خود اپنے ہاتھوں بند کیے جاتے ہیں۔ یہ تعصب ہی ہے جو افتراق و اختلاف اور نفرت و عداوت کی آگ بھڑکاتا ہے اور محبت و مودّت، وحدتِ عمل و وحدتِ صفوف اور اتفاق و اتحاد کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کرتا ہے۔ لہٰذا تعصب کو قول و عمل میں جگہ نہیں دینا اور صرف حق و خیر کا ساتھ دینا مطلوب ہے۔ خیر جہاں سے بھی ملے اسے قبول کرنا اور شر جدھر بھی پایا جائے اس کو رد کرنا شریعت کا تقاضہ ہے... کسی گروہ میں، مَیں نہیں ہوں، مگر اس میں خیر ہے، تو اس کی اس خیر کا کھلے دل سے اعتراف کرنا، اس پر خوش ہونا اور اس کے ساتھ اس خیر کے بقدر محبت ضروری ہے... دوسری طرف اپنی خامیوں اور کوتاہیوں کا اعتراف اور ان کی اصلاح کی کوشش کرنا بھی فرض ہے، اس کی ادائیگی ضروری ہے۔ ہماری محبت و مودّت کا پیمانہ بس کسی میں موجود خیر و صلاح کی مقدار ہو۔ جتنی خیر اُتنی محبت اور جتنا شر اُتنی نفرت۔ یہ سب ہوگا تو یاد رکھیے جماعتوں کی بیچ یہ حد

بندیاں بھی باقی نہیں رہیں گی اور خیر کی یہ محبت ہی تمام دیگر امتیازات اور فاصلوں کو ان شاء اللہ ختم کر دے گی۔

تیسرا... امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا احیاء انتہائی ضروری ہے۔ جہادی جماعتوں کے اندر اس فرض کا احیاء دیگر جماعتوں اور دینی شعبوں کی نسبت زیادہ ضروری ہے۔ جماعت سے منسلک افراد کے اقوال وافعال کی مسئولیت جماعت کا ہر فرد محسوس کرے اور کسی بھی مبنی بر غلو فکر اور عمل کو ٹھنڈے پیٹوں برداشت نہ کرے۔ اسی طرح تعلیم وتربیت کا بندوبست کرنا، اور اس میں تزکیہ واحسان اور اخلاق کی درستی پر بھرپور توجہ ہو۔

چوتھا... افراط وتفریط سے پاک صحیح منہج وراستے کی پہچان، اس کے لیے افراط اور تفریط دونوں پر مبنی جماعتوں کے افکار واخلاق سے آگاہی اور ان کا رد اپنے نظام تربیت کا حصہ بنانا اور اس کی روشنی میں اہتمام کے ساتھ اپنے تمام اعمال جہاد انجام دینا۔

پانچواں... جہادی صفوں میں اتفاق واتحاد پیدا کرنے کی بھرپور کوشش ہو، مگر اس کا ہدف محض جماعت کا نام، جھنڈا اور امیر کا ایک کرنا قطعاً نہ ہو۔ اگر جماعت کا نام، جھنڈا اور امیر تو ایک ہوں مگر اس ایک 'اتحاد' کے اندر بھی افکار واہداف، اقوال واعمال اور دوست ودشمن کی پہچان میں اختلاف ہو، تو یہی وہ 'اتحاد' ہے جس نے تاریخ جہاد میں جہاد وامت کو ہمیشہ نقصان دیا ہے۔ لہٰذا اتفاق واتحاد کا محور اُصول ہوں، منہج ومفاہیم ہوں، خیر وشر، جائز وناجائز اور تحریک جہاد کے لیے مفید ومضر کا تصور اور اس پر عمل کا عزمِ مصمم ہو۔ اگر اس کی خاطر کوشش ہو اور اس کے نتیجے میں جہادی جماعتیں قریب ومتحد ہو جائیں تو ان شاء اللہ دعوتِ جہاد کا حقیقی فائدہ ہو گا اور تحریکِ جہاد اللہ کے اذن سے ہر آنے والے دن کے ساتھ قوی سے قوی تر ہو گی۔

اوپر ذکر کردہ نکات پر عمل کے ساتھ ساتھ اللہ سے ہدایت وتوفیق طلب کرنے کی پرخلوص دعا بھی ہو گی تو اللہ کے اذن سے خود ہمارا جہاد بھی ضائع ہونے سے بچ پائے گا اور امت مسلمہ اور دعوت وجہاد کو بھی ہم فائدہ دے سکیں گے۔ اللہ ہم سے راضی ہو، ہمیں ظاہری اور باطنی گناہوں سے پاک کرے اور اللہ ہمیں مسلمانوں کے لیے رحیم وکریم جبکہ اپنے دشمنوں کے کے لیے سخت بنائے، آمین یارب العالمین۔

وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقه محمد وآله و صحبه اجمعین!

بقیہ: پاکستان سے بنگلہ دیش...... ایک سے مسائل، ایک ہی حل!

کیونکہ اگر آپ نے اپنی ذمہ داری کا احساس نہیں کیا تو پھر اس میدان کی افراط اور تفریط ”دولۃ“ (داعش) جیسا فتنہ لے کر آتی ہے۔ خدا ہمیں اور ہمارے عراقی بھائیوں کو اس طرح کے فتنے سے محفوظ فرمائے، آمین۔[1]

ممکن کہ آپ ہمارے تمام خیالات سے متفق نہ ہوں، مگر مسلم امہ کی زبوں حالی ہمارا مشترکہ مسئلہ ہے۔ ہمارا دشمن ایک ہی ہے۔ اسلامی شرعی نظام ہماری مشترکہ آرزو ہے۔ پس ان مشترکات کی بناء پر ہمیں ایک دوسرے سے لاتعلق رہنا قطعاً مناسب نہیں۔ اس سے دشمن کو ہمارے مابین خلیج کو وسیع سے وسیع تر کرنے کا موقع ملے گا اور یہ ہمارے مشترکہ دشمن کی دیرینہ آرزو ہے کہ علم اور جہاد کا آپس میں رشتہ قطع کر دیا جائے۔ پس خدارا دشمن کو خوش ہونے کا موقع مت دیں یہ خط وکتابت بوجہ بُعد (دوری) کے ایک بہترین اور کھلا فورم ہے۔ آپ کی رائے سننے اور ٹھنڈے دل ودماغ سے غور کرنے کا اور اس پر عمل کرنے کے ہم متمنی ہیں......یقین جانیں آپ کا مشورہ اور آپ کی رائے ہمارے لیے انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔ پس اس سلسلے کو ٹوٹنے مت دیجیے اور اپنے قیمتی اوقات میں سے کچھ وقت نکال کر اسلامی نظام کی تمنا میں، موت کو گلے سے لگانے ولے بھائیوں کی راہنمائی فرمایئے۔ اپنے خطبات ومواعظ میں ان متروکہ موضوعات کو بھی جگہ دیجیے۔ امت پر اس نظام بد...... جمہوریت جسکا نام ہے کی قباحتیں آشکارا کیجیے۔ اسلامی نظام عدل وانصاف سے امت کو روشناس کروایے اور امت کو اس نظام بد کی دلدل سے نکالنے میں مجاہدین کی مدد کیجیے۔

اللہ رب العزت اپنا قیمتی وقت نکالنے پر آپ کو بہترین جزاء عطا فرمائے۔ کوئی بات اگر طبیعت کو ناگوار گزری ہو تو پیشگی معذرت قبول فرمائیں۔ اللہ رب العزت چہار اطراف سے اور ہر قسم کے شرور سے آپ کی حفاظت فرمائے (آمین)۔ اپنی دعاؤں میں ہمیں ضرور یاد رکھیں۔

والسلام

محبکم فی اللہ آپ کا بھائی

ابو محمد اشتیاق اعظمی

مؤرخہ: ۳۰ شعبان المعظم ۱۴۳۶ھ، بمطابق: ۱۸ جون ۲۰۱۵ء بروز بدھ

[1] اللہ پاک اس فساد کو عراق وشام، یمن وپاکستان اور افغانستان میں نیست ونابود فرمائیں۔ اللہ پاک امارتِ اسلامیہ افغانستان کے لشکروں کی نصرت فرمائیں جو ننگرہار میں اس وقت داعش سے نبرد آزما ہیں، آمین۔ (ادارہ)

داعش سوالات کا سامنا کیوں نہیں کرتی؟

ابو العباس الحضرمی

مجاہد ابو العباس الحضرمی کا تعلق تنظیم قاعدۃ الجہاد جزیرۃ العرب سے ہے اور اس مضمون میں انہوں نے داعش کے چند بنیادی مسائل پر روشنی ڈالی ہے۔ گو کہ یہ مضمون یمن کے تناظر میں لکھا گیا ہے، لیکن داعش یہی اسلوب اور منہج پاکستان، افغانستان، عراق، شام، صومالیہ اور دیگر جگہوں پر رکھتی ہے۔ اس مضمون پر پوری داعش کو قیاس کیا جا سکتا ہے، خاص کر کہ جب اسی مضمون کے آخر میں داعش کی مرکزی 'قیادت' کو بھی دعوتِ مناظرہ موجود ہے، جس کا جواب تا دم تحریر نہیں دیا گیا۔ اللہ پاک سب کو فہمِ سلیم عطا فرمائیں، آمین۔ (ادارہ)

الحمدللہ رب العالمین، والصلوٰۃ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین، نبینا محمد و علی آلہ صحبہ اجمعین، ثم اما بعد

ہم اس مناظرہ کے بارے میں کچھ گفتگو کریں گے جس کے بارے میں کافی چہ مگوئیاں ہو رہی ہیں، جب سے شام کا فتنہ شروع ہوا جس کی وجہ سے تمام جہادی محاذ اور امت، ابتلاء کا شکار ہوئی، یہ معاملہ مشکل سے جننے والی اونٹنی کی طرح ہے... اس کی کوکھ سے ایک روشن صبح ان شاء اللہ خلافت علی منہاج النبوۃ کی خوشخبری لے کر بر آمد ہو گی۔ آج یہ جھوٹا دعویٰ ہر داعشی کی زبان پر ہے کہ ہم نے آپ سے مناظرہ کرنے کا مطالبہ کیا لیکن آپ لوگ بھاگ گئے۔

سو اب ہم مکمل قصہ بیان کریں گے......

جب یمن کی سرزمین پر یہ مشکل درپیش آئی تو کوئی داعی مصلح اور مشائخ حضرات نوجوانوں کو سمجھانے اور میدان جہاد میں در آنے والی اس مشکل کو حل کرنے نکلے، اور میدان کی جانب نکلنے والے حضرات میں شیخ حارث النظاری اور شیخ ابراہیم الربیش اور دیگر مشائخ اس خطرے میں کود ے اور نوجوانوں کو دعوت دی۔ سو سب سے بڑی دعوت جو ہماری طرف سے دی گئی وہ اس مناظرہ کی دعوت تھی، کہ تم ہمارے ساتھ عوام الناس کے سامنے مناظرہ کرو تاکہ مسلم نوجوانوں کے سامنے حق و باطل ظاہر ہو جائے۔

اس کے بعد ہم ولایتِ شبوہ گئے اور انہیں دعوت دی کہ ہمارے ساتھ مناظرہ کرو، جس کی ویڈیو ریکارڈنگ ہو اور تمام لوگ اسے دیکھیں اور حق پہچانیں۔ انہوں نے ہمارے سامنے کچھ عذر پیش کیے اور ہم سے مہلت مانگی، ہم نے ان کی طرف بھائی ابو سالم السعیدی اور عطاب السعیدی کو بھیجا، جو کہ شبوہ کے عولقی قبیلے سے تھے اور ان کے اور ہمارے درمیان واسطہ بھائی ابو علی العولقی تھے۔

اس کے بعد ہم مآرب میں گئے، اور بھائی عبد الرحمٰن الحتیکی اور بھائی منصور الحتیکی جو کہ مآرب کے قبیلہ عبیدۃ سے تعلق رکھتے تھے، کو ان کی طرف بھیجا۔ پھر بھی انہوں نے مصروفیات اور عذر پیش کیے اور ساتھ ساتھ کثرت سے مناظرہ مناظرہ مناظرہ کی رٹ لگتی رہی، اور اس چیلنج بازی کی وجہ ان کے اپنے لوگوں کی جانب سے مشکل تھی کہ اگر صالح دلیل ہے، حق پر ہو، کسی بنیاد پر کھڑے ہو، تو ان سے مناظرہ اور بحث و مباحثہ کرو! صاف بات بیان کرو کیوں ان سے مناظرہ کرنے سے خوفزدہ ہو؟

اس کے بعد انہوں نے پینترا بدل کر ایک نیا مطالبہ کیا...... یہ سمجھ کر کہ یہ کوئی بہت مشکل کام ہے اور انہیں معلوم تھا کہ ہمارے درمیان معاملہ امت کے فائدے کے لیے ہے اور ہم نے اس معاملے میں کسی انس اور جن شیطان کو داخل نہیں ہونے دیا۔ اب انہوں نے کہا کہ آپ شیخ ابو البصیر ناصر الوحیشی سے ایک رسمی پرچہ لائیں۔ سو ہم شیخ کی طرف گئے انہیں پیغام بھیجا، شیخ مرحوم نے لبیک کہا اور ایک پرچہ لکھ کر دیا جو ہم نے انہیں بھیجا کہ ہمارے سامنے آ کر بات کریں اور ہم ان کو شیخ کا یہ پرچہ بھی دکھائیں (اللہ شیخ ابو بصیر پر رحم فرمائیں اور انہیں شہداء کی صف میں شامل فرمائیں)۔

چنانچہ ولایت شبوہ میں سعید کے مقام پر ان سے ملنے ایک مسجد میں جمع ہوئے اور انہیں مجاہد ساتھیوں کی جانب سے موثوقہ پرچہ پیش کیا، اس پر دستخط کیے (اس کی ویڈیو بھی موجود ہے جو ساتھیوں نے نشر کر دی ہے یا عنقریب نشر کریں گے)۔ ابو مصعب المہاجر جماعت بغدادی کی طرف سے مناظرہ کی دعوت قبول کرنے کا مجاز ہے اور یہ پرچہ ہمارے پاس آیا، اس پر دستخط کنندہ تاریخ ۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۶ھ انہیں کی طرف سے لکھی گئی ہے۔ پھر ہم نے انتظار کیا ایک دن، دو دن، ہفتہ، دو ہفتے، مہینہ اور ابھی تک انتظار کر رہے ہیں۔ اس ویڈیو کے نشر ہونے تک اس لمحے تک ہم ان کو سب کے سامنے مناظرہ کرنے پر بلاتے ہیں، اگر وہ حق اور حجت والے ہیں تاکہ ہم اس جہادی صف کو بکھرنے سے بچا سکیں! ہم کیوں بکھر رہے ہیں؟ کیوں ایک مٹھی کی مانند نہیں ہو جاتے؟ اسلام، مسلمانوں، اسلامی سرزمینوں کے دفاع کے لیے، اللہ کی زمین کے لیے اور اللہ کی زمین پر اس کے نظام کے قیام کے لیے ایک قوت کیوں نہیں بن جاتے؟

ان تہمتوں سے کس کو فائدہ پہنچ رہا ہے کہ یہ کافر ہے اور اس کا منہج تبدیل ہو گیا ہے، اسی وجہ سے اس کا خون حلال ہے...... یہ کمزوری در کمزوری بڑھتی رہے گی یہاں تک کہ اس سے دین کے دشمن روافض، صلیبی اور ان کے کٹھ پتلی فائدہ اٹھائیں گے۔ لہٰذا آپ پر، تمام لوگوں پر جو سچے اللہ کے دین کی نصرت کے طالب اور قربانی دینے والے ہیں...... ان پر لازم ہے کہ اس پکار پر لبیک کہیں اور اس کی جانب اگر یہاں یمن میں 'جند الخلافۃ' مناظرہ پر راضی نہیں تو ہم عراق اور شام میں اعلانیہ مناظرہ کرنے کی دعوت دیتے ہیں، یہ جس اسلوب اور جس بھی طریقے سے ہو۔ پس آپ کو چاہیے کہ اللہ سے اپنے بارے میں ڈریں اور اس کام کی جانب قدم بڑھائیں،

اس لیے کہ یہ مناظرہ ایک مؤدب اسلوب ہے۔ ہم جو عوامی رابطے کی ویب سائٹ، فیس بک، ٹویٹر، واٹس ایپ وغیرہ استعمال کرتے ہیں، وہاں ہم بول نہیں سکتے بلکہ وہاں تو ایک ہر ایک شبہات ڈالتا ہے۔ پھر یہ چھوٹی عمر کے لڑکوں، کم سوچ اور فکر والے نئے نئے ساتھیوں اور جہادی ذہن اور نصرتِ دین کا شوق رکھنے والے جوانوں کے دل میں وہ جڑ پکڑ جاتے ہیں۔ جب کہ انسان تو ایسی چیز ہے جسے علم و فہم کی ہر دم ضرورت ہوتی ہے، ایسا نہیں ہے کہ جو اللہ کے راستے میں اسلحہ اٹھالے وہ عالم اور مفتی بن جاتا ہے اور جس وقت جیسے چاہے بغیر قواعد وضوابط، بلا قید اور شرط کے تکفیر پر قادر ہو جاتا ہے!

یہ کام ہرگز درست نہیں اور ان ظاہری باتوں سے ہمیں دور رہنے اور بچنے کی ضرورت ہے، اسی وجہ سے ہم حق کو ظاہر کرنے اور دینِ حق کی نصرت کے لیے اعلانیہ مناظرے کی جانب دعوت دیتے ہیں تاکہ مجاہدین کے درمیان نازل ہونے والی اس مصیبت کو ہم دور کر سکیں۔ مجھے یقین ہے کہ مناظرہ ہونے سے یہ مشکل رفع ہو جائے گی، اللہ کے فضل سے یہ تمام لوگوں کے سامنے ہو اور ہر ایک اپنی دلیل پیش کرے تاکہ تمام شبہات ختم ہو جائیں۔

جماعت الدولۃ کیوں مناظرہ نہیں کرتی آخر سبب کیا ہے؟

بھائیو! وجہ یہی ہے کہ مناظرے سے اکثر شبہات ختم ہو جاتے ہیں اور ان سے خلاصی ہو جاتی ہے، کیا یہ مناظرہ اور دوسری طرف والے (داعشی) عوام الناس کے سامنے یہ کہنے کی قدرت رکھتے ہیں کہ میں طالبان کی تکفیر کرتا ہوں؟ صلیبیوں کو شکست دینے والے، بتوں کو گرانے والے طالبان کی تکفیر دولہ کا منہج ہے؟! کوئی عقل مند تو ایسی جرأت نہیں کرے گا، اسی لیے یہ مناظرہ کرنے نہیں آتے۔

اگر ثابت کریں اور طالبان کو مرتدین ہی کہہ دیں تو یہ امت کے نوجوانوں کے سامنے ان کی بدنامی کا سبب ہے، اور اگر ان کا دعویٰ نفی میں ہو کہ ہم طالبان کی تکفیر نہیں کرتے تو یہ ان کے اپنے افراد کے درمیان گڑبڑ کا سبب ہے کہ تم ہمیشہ یہ رٹ لگاتے ہو طالبان نے یہ کیا اور وہ کیا، فلاں نواقض کا ارتکاب کیا اور اب مناظرے میں اس کی تردید کر رہے ہو کہ ہم طالبان کی تکفیر نہیں کرتے، تو آخر چاہتے کیا ہو؟

ایک بات سے دھوکہ دیتے ہو اور پھر دوسری بات لے آتے ہو۔ اسی طرح ہم حکم شرعی چاہتے ہیں کہ شرعی حکم اور دولہ کی لجنۃ الشرعیہ کا اس بارے میں کیا فتویٰ ہے اور جنگ کے بارے میں کہ وہ اس جنگ کو کیا سمجھتے ہیں یہ علی الاطلاق مرتد گروہ کی جنگ ہے؟ جیسا کہ ہم نے کافی لوگوں سے سنا ہے۔ ہم اس پر اللہ کا حکم طلب کرتے ہیں اور دولہ کی لجنۃ الشرعیہ کا فتویٰ طلب کرتے ہیں کہ جنوب (یمن) کی تحریکیں کیا علی الاطلاق مرتدین ہیں جیسا کہ ان کے جذباتی نوجوان کہتے ہیں۔ اسی طرح بہت سارے مسائل ہیں جو ان کے لیے مشکل کا باعث بنتے ہیں۔

اگر وہ اس کا جواب اثبات میں لوگوں کے سامنے دیں یا اپنے لوگوں کے درمیان نفی سے دیں تو انہی دونوں حالتوں میں مناظرہ کرنے کی ہمت نہیں ہوتی۔ یہ ان اہم اسباق میں سے ہے جس کی وجہ سے وہ مناظرے سے چھپتے پھرتے ہیں۔ اسی طرح مناظرے سے فرار کا ایک سبب مرجعیۃ (اہلِ علم) کا نہ ہونا ہے، کیونکہ اس جماعت کے پاس شرعی اہلِ علم ہی نہیں ہیں، یہ معاملہ صرف یمن تک ہی محدود نہیں بلکہ ساری جماعت کا یہی حال ہے۔ جب ہم یمن کی شاخ سے پوچھتے ہیں کہ تمہارے فلاں اور ابو فلاں شرعی کہاں ہیں؟ تو یہ کہتے ہیں، ہم نے اسے سزا دے دی ہے۔ جب ہم کہتے ہیں تمہارے فلاں قاضی القضاۃ اور قاضی العام نے یہ کہا ہے، تو کہتے ہیں ہم نے اسے معزول کر دیا ہے، جب ہم کہتے ہیں کہ فلاں شخص نے القاعدہ جزیرۃ العرب کو مرتدین کہا ہے تو کہتے ہیں ہم نے اسے سزا دے دی ہے، تو پھر کون ہے جس کے علم پر وہ اعتماد کرتے ہیں اور کون سی لجنۃ الشرعیہ ہے جس کے فتاویٰ سے جماعت چل رہی ہے؟

جبکہ ہم نے القاعدہ برائے جزیرۃ العرب میں ابتداء سے ہی دیکھا ہے، ہمارے پاس شیخ ابراہیم الربیش ہیں، شیخ حارث النظاری ہیں، شیخ عادل العباب ہیں ان کے علاوہ بھی دیگر مشائخ ہیں جو کہ اہلِ ثقہ ہیں اور ان کو پوری جماعت میں عزت و احترام سے دیکھا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ امیر جماعت بھی جب لجنۃ الشرعیۃ سے کوئی بات سنتے ہیں تو رک جاتے ہیں، اور آج کل تو اللہ کے فضل سے شیخ خالد باطرفی، ابو عبد اللہ المبارک، شیخ حمد العثمان اور ان کے علاوہ جہادی علماء اور قیادت ہے۔

یہ تو صرف یمن کی سطح تک ہیں اور اسی طرح ساری دنیا کے مجاہدین کی بات کریں تو ان کے پاس ان کے بڑے بڑے علماء، فضلاء اور مشائخ موجود ہیں، جو ان کے لیے مرجع کی حیثیت رکھتے ہیں۔ رہی جماعت الدولۃ تو اس کے لیے آج کے دن تک کوئی مرجع نہیں ہے، نہ تو یمن میں اور نہ ہی پوری جماعت کی سطح پر۔ آخر جسے تم 'خلافت' کہتے ہو اس کا مرجع عالم اور مفتی کون ہے؟ ہمیں بتائیں، اُمت کو بتائیں!

مسلمانوں کی خلافت جس کا وعدہ اور بشارت رسول اللہ ﷺ نے ہمیں دی اس کے پاس علماء ہی کوئی نہیں؟! ہم بغدادی اور عدنانی کے سوا کسی سے واقف نہیں۔ پس ہمیں چاہیے کہ اپنی عقلوں اور دلوں کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف متوجہ کریں اور حجت، دلیل اور حق کو طلب کریں۔ میدان مناظرہ میں اتریں، اور جب دلیل و حجت ظاہر ہو جائے گی تو اس کے آگے اللہ کے فضل سے کوئی بھی نہیں ٹھہر پائے گا۔ ہماری طرف سے یہی بات ہے اور اللہ کے پاس سب سے زیادہ علم ہے۔

وصلی اللہ علی محمد وعلی آلہ و صحبہ اجمعین۔

بشارت ہے صبر کا دامن تھامنے والوں کے لیے!

(خطوط از اَرضِ رِباط)

مولانا قاری عبد العزیز شہید رحمۃ اللہ علیہ

خطوط کا انسانی زندگی، زبان و ادب اور تاریخ پر گہرا اثر ہے۔ یہ سلسلہ ہائے خطوط اپنے انداز میں جدا اور نرالے ہیں۔ ان کو لکھنے والے القاعدہ برِّ صغیر کی لجنۃ مالیہ کے ایک رکن، عالم و مجاہد بزرگ مولانا قاری ابو حفصہ عبد الحلیم رحمہ اللہ ہیں، جنہیں میادین جہاد 'قاری عبد العزیز' کے نام سے جانتے ہیں۔ قاری صاحب سفید داڑھی کے ساتھ کبر سنی میں مصروفِ جہاد رہے اور سنہ ۲۰۱۵ء میں ایک صلیبی امریکی چھاپے کے نتیجے میں مقامِ شہادت پر فائز ہو گئے، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ قاری صاحب نے میدانِ جہاد سے وقتاً فوقتاً اپنے بہت سے محبین و متعلقین (بشمول اولاد و خاندان) کو خطوط لکھے اور آپ رحمہ اللہ نے خود ہی ان کو مرتب بھی فرمایا۔ ادارہ 'نوائے افغان جہاد' ان خطوط کو شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ اللہ پاک ان خطوط کو لکھنے والے، پڑھنے والوں اور شائع کرنے والوں کے لیے توشۂ آخرت بنائے، آمین۔ (ادارہ)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

برادرانِ عزیز......السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

امید ہے کہ آپ سب ایمان وصحت کی بہترین حالت میں ہوں گے۔ ہم بھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور آپ کی نیک دعاؤں سے خیریت سے ہیں۔ آج ہمیں بڑی خوشی ہو رہی ہے کہ آپ لوگوں سے بذریعۂ خط مخاطب ہونے کا شرف حاصل ہو رہا ہے۔ یقین کیجیے اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے اس کے دین کی محبت میں ایک دوسرے سے جوڑے رکھا ہے اور ایک دوسرے کے دلوں میں یاد تازہ کر رکھی ہے، اُسی کے لیے تمام تعریفیں ہیں۔ ہم گفتگو سے پہلے ایک بار پھر اس اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرتے ہیں اور اسی کا شکر ادا کرتے ہیں جس نے ہمیں دنیا کی سب سے بڑی نعمت "ہدایت کی نعمت" سے سرفراز فرمایا اور اس نے ہمیں اپنے راستے کے لیے منتخب فرمایا: ﴿هُوَ اجْتَبٰىكُمْ﴾ "اس نے تمہیں (اپنی راہ کے لیے) منتخب کیا ہے" ورنہ ہم اس قابل نہ تھے کہ ہم اپنی کوششوں سے اس کی منتخب کردہ راہ اختیار کر سکتے۔ اس کے بعد ہزاروں درود و سلام ہوں اس ہستی پر جس کے طفیل راہِ ہدایت کا سرا ہم تک پہنچا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور اس کے رسول پر درود و سلام کے بعد چند باتیں تذکیر کے طور پر پیشِ خدمت ہیں تاکہ ہمیں یاد دہانی حاصل ہو۔ جب کوئی انسان کسی معرکے کو سر کرنے کا ارادہ کرتا ہے اور اس کے لیے نکل کھڑا ہوتا ہے تو لازمی طور پر اس کا پیر غبار آلود ہوتا ہے۔ یہ بات یقینی ہے کہ کسی گھر بیٹھنے والے کا پیر کبھی غبار آلود نہیں ہوا اور نہ ہی کبھی ہو گا۔ اسی طرح جب بندۂ مؤمن اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے لیے اس کی پسندیدہ راہ میں نکل کھڑا ہوتا ہے تو اس کے پیر غبار آلود بھی ہوتے ہیں اور ان کو تپش بھی لگتی ہے۔ یہ تپش کبھی اسے پریشان بھی کرتی ہے تو یہ کبھی طمانیت و سکون کا باعث بھی بنتی ہے۔ یہ راہ چلنے والوں پر ہے کہ وہ کیا محسوس کرتے ہیں؟ آیا وہ راستے کی معمولی تکلیف پر گلہ و شکوہ کرنے لگتے ہیں اور راستے ہی میں ڈھیر ہو جاتے ہیں یا راستے کی معمولی تکلیف کو خاطر خیال میں نہ لا کر خندہ پیشانی سے برداشت کرتے ہوئے راستے کو سر کر لیتے ہیں۔ کامیاب وہ ہیں جو راہ چلتے ہوئے تکالیف کو بلا کسی گلے شکوے کے خندہ پیشانی سے برداشت کرتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت و خوشخبری ہے۔ ﴿وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ﴾ "(اے نبی ﷺ!) صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دو"

اس راہ میں جو جتنا صابر ہو گا وہ اتنی ہی بشارت کا مستحق ہو گا۔ البتہ اخلاص ہی ایک ایسی چیز ہے، جو بندۂ مؤمن کو اللہ تعالیٰ کی بشارت میں کوئی کمی آنے نہیں دیتی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش بندۂ مؤمن کے لیے رحمت ہے۔ ہماری یہ کوشش ہونی چاہیے کہ ہم اس کی رحمت کو ایک لحہ ضائع کیے بغیر کیش (cash) کریں اور جنت کے اعلیٰ ترین درجات کو ہی حاصل کرنے کی تگ و دو میں مصروف رہیں۔ بندۂ مؤمن کے لیے یہ راستہ آسان نہیں۔ یہ تو جنت کا راستہ ہے اور جنت کو مشقتوں اور آزمائشوں سے گھیر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو مؤمنوں سے ان کی جان و مال جنت کے عوض خریدی ہوئی ہے۔ یہ راستہ ہی کچھ ایسا ہے جس کے راہیوں پر طرح طرح کی مشکلات آتی ہی ہیں الا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا دامنِ رحمت وسیع کرتے ہوئے کسی پر خصوصی کرم فرمایا ہو اور اسے کسی مشقت میں ڈالے بغیر ہی جنت تک رسائی دی ہو۔ ہاں وہ ذاتِ باری تعالیٰ ایسا بھی کرتی ہے اور اس نے ایسا بھی کیا ہے جو ہمارے سامنے ہے اور تاریخ اسلام بھی اس کی گواہ ہے۔ اس برتر ذات نے ہزاروں پاک نفوس کو مختصر وقت کے اندر اُن سے تھوڑے کام لے کر قبولیت اور مقبولیت سے سرفراز فرما کر اپنے پاس بلایا ہے۔ وہ مستقبل میں بھی ایسا کرنے پر قادر ہے۔

اس راہ میں اللہ تعالیٰ کا معاملہ اُن لوگوں کے بارے میں بالکل مختلف ہے جن سے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو اس دنیا میں قیادت کا کام لینا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جن سے اس دنیا میں قیادت کا کام لیا ہے انہیں اس نے ہر طرح سے آزمایا اور انہیں طرح طرح کی تکلیفوں اور مشقتوں کی بھٹیوں میں ڈال کر کندن بنایا۔ تاریخ میں اولو العزم پیغمبروں، اولیاء اللہ اور پر عزم اہلِ ایمان لوگوں کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام جنہیں اللہ تعالیٰ نے کئی آزمائشوں سے گزارا، آتشِ نمرود میں ڈالا، ہجرت کی راہ سے گزارا اور لختِ جگر کی قربانی مانگ کر آزمایا۔ پھر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے فضل سے اِن تمام آزمائشوں میں سرخرو ہوئے تب اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی

نعمتوں کی بارش کر دی اور ﴿إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا﴾ ''میں آپ کو تمام انسانوں کا امام بنانے والا ہوں'' کہہ کر دنیا میں منصبِ امامت عطا کیا۔ دنیا میں اس سے بڑی نعمت اور کوئی نہیں ہو سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دنیا کی گندگی سے بچا کر قید و بند کی مشقت سے گزارا پھر انہیں مصر کی قیادت عطا کی۔ اللہ تعالیٰ نے ایک طرف انہیں اپنے ہی بھائیوں کے شر اور وقت کے ظالموں سے محفوظ فرمایا دوسری طرف ان کے والد محترم حضرت یعقوب علیہ السلام کو غم و آلام میں مبتلا کر کے ان کے درجات بلند کیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿لَقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ وَإِخْوَتِهِ آيَاتٌ لِّلسَّائِلِينَ﴾ ''یقیناً یوسف (علیہ السلام) اور ان کے بھائیوں (کے درمیان) میں سوال کرنے والوں کے لیے (بہت سی) نشانیاں ہیں''۔

واقعی اس واقعے میں اہل ایمان کے لیے سبق ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو ان سے مال و اولاد چھین کر اور سخت بیماریوں میں مبتلا کر کے آزمایا۔ جب آپ علیہ السلام اس امتحان میں سرخرو ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی کھوئی ہوئی تمام چیزیں بڑھا چڑھا کر لوٹا دیں۔

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی بابت فرمایا ﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ﴾ ''ہم کسی قدر خوف، بھوک، جان و مال، اور آمدنی کے گھاٹے میں مبتلا کر کے تمہاری ضرور آزمائش کریں گے'' (سورۃ البقرہ: ۱۵۵)۔

یہ راستہ خالص انبیاء علیہم السلام کا راستہ ہے۔ اس راستے میں ضرور مشکلات آتی ہیں۔ مگر یقین کیجیے کہ یہ مشکلات دائمی نہیں ہوتی ہیں بلکہ یہ عارضی ہوتی ہیں۔ اللہ رب العزت کو صرف یہ دیکھنا مقصود ہے کہ میرے بندوں میں سے کون سچا ہے اور کون جھوٹا ہے۔

ارشادِ ربانی ہے ﴿أَحَسِبَ النَّاسُ أَن يُتْرَكُوا أَن يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ ۔ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ﴾ ''کیا لوگوں نے سمجھ لیا کہ وہ ایسے ہی چھوڑ دیے جائیں گے صرف یہ کہنے پر کہ 'ہم ایمان لائے' اور آزمائے نہیں جائیں گے۔ اور جو لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں ہم نے ان کو بھی آزمایا تھا (اور ان کو بھی آزمائیں گے) سو اللہ تعالیٰ ان کو ضرور معلوم کرے گا جو (اپنے ایمان میں) سچے ہیں اور ان کو بھی جو جھوٹے ہیں'' (سورۃ العنکبوت: ۱ تا ۲)۔

اس راستے میں بعض انبیاء علیہم السلام آری سے چیرے گئے اور زبردست ہلا مارے گئے، وقت کے رسول اور ان کے ساتھ اہل ایمان پکار اٹھے ''اللہ کی مدد کب آئے گی؟''۔

قرآن پاک گواہی دیتا ہے ﴿مَّسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوا حَتَّىٰ يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَىٰ نَصْرُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ﴾ ''ان کو بڑی بڑی سختیاں اور تکلیفیں پہنچیں اور وہ (صعوبتوں میں) ہلا مارے گئے۔ یہاں تک کہ پیغمبر اور اہل ایمان جو ان کے ساتھ تھے سب پکار اٹھے کہ کب اللہ کی مدد آئے گی؟ (ان سے کہا گیا) اطمینان رکھو اللہ کی مدد عنقریب آیا ہی چاہتی ہے۔'' (سورۃ البقرہ: ۲۱۴)۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ آزمائش کے ذریعے صرف کھرے اور کھوٹے سکّوں کی جانچ پڑتال ہی نہیں کرتا بلکہ اس کے علاوہ اپنے محبوب بندوں کو اس کے ذریعے دنیا کی تمام کثافتوں سے بچا کر ان کے درجات بلند کرتے ہوئے اپنی قربت عطا کرتا ہے۔

میرے پیارے بھائیو!

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی حقیقی معرفت کے حصول کے دو ہی بہترین میدان ہیں، جن میں بندۂ مؤمن خوب خوب اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرتا ہے۔ ان دو میدانوں میں سے ایک قیدِ تنہائی ہے۔ اس میں بندۂ مؤمن کے لیے تمام دروازے بند کر دیے جاتے ہیں مگر ایک دروازہ اس کے لیے ہمیشہ کھلا رہتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا دروازہ ہے، اس کو کوئی مائی کا لعل بند نہیں کر سکتا ہے سوائے بندۂ مؤمن کے، کہ اگر وہ اس قیدِ تنہائی میں غفلت برت کر خود ہی اس کو اپنے لیے بند نہ کر لے۔ یہ قید خانہ در اصل بندۂ مؤمن کے لیے قید خانہ نہیں بلکہ یہ معرفتِ الٰہی کے حصول کے لیے تعلیم گاہ ہے۔ دوسرا بہترین میدان، میدانِ کارزار ہے۔ یہ بھی معرفتِ الٰہی کے حصول کے لیے تعلیم گاہ ہے بلکہ میں تو کہوں گا کہ میدانِ کارزار سے زیادہ اچھا میدان معرفتِ الٰہی کے حصول کے لیے اور کوئی نہیں ہو سکتا ہے۔ اب بندۂ مؤمن کا کام ہے کہ وہ کس حد تک ان دونوں میدانوں میں سے اپنے حصے کے موتی سمیٹے۔

تو میرے پیارے بھائیو!

اپنے میدان سے خوب فائدہ اُٹھائیے اور کسی چیز کی پروا نہ کیجیے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر درخت کا ایک پتہ بھی نہیں گرتا اور کوئی کسی کا ایک بال بھی بیکا نہیں کر سکتا جب تک اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو منظور نہ ہو۔ اس سلسلے میں یہ بھی ہے کہ ہمارے چاہنے سے کچھ نہیں ہو سکتا جب تک رب تعالیٰ نہ چاہے۔ ارشادِ ربانی ہے ﴿مَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ﴾ ''تمہارے چاہنے سے کچھ نہیں ہو گا جب تک اللہ رب العالمین نہ چاہے'' البتہ ہماری خواہش اور ہماری دعا یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ جلد آپ سے ہماری ملاقات کروائے، آمین! ثم آمین!!

ہاں دُعا اور صلہ رحمی ایک ایسی چیز ہے جو تقدیر بھی بدل سکتی ہے اس لیے ہم آپ لوگوں سے یہی استدعا کریں گے کہ آپ ایک ایک لمحے کو غنیمت سمجھیے، وقت ضائع کیے بغیر اللہ تعالیٰ سے لو لگائیے، صبر سے کام لیجیے، جنّت کے بلند درجات کو حاصل کرنے کی کوشش کیجیے۔ آپ لوگوں کے سینے میں قرآن عظیم الشان محفوظ ہے۔ یا آپ لوگ قرآنِ پاک ناظرہ سے پڑھ سکتے ہیں۔ اس کی خوب آبیاری کیجیے، اس کو خوب یاد کیجیے اور اس کو سمجھیے۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی و منشاء پر راضی برضا رہیے اور اسی پر توکل کیجیے۔ صبح و شام کے اذکار کا اہتمام کیجیے۔ اگر ہو سکے تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی رحمت کے لیے..... (بقیہ صفحہ نمبر: 61)

ترانہ البم: 6

ہم شریعت کے علم بردار!

1. جاگ اُٹھا ہے مسلماں وادئ کشمیر کا!
2. ہم لائیں گے اس ملک میں اسلام کا دستور!
3. جو گزری تری یاد میں زندگی ہے
4. ہم شریعت کے علم بردار!
5. کشمیر جاگ اُٹھا ہے!
6. صحرائی ہوں!
7. ڈرون حملے!
8. یہ کس کی فوج ہے؟

عنقریب اِن شاء اللّٰہ

بآواز:
شھید اسامه ابراھیم غوری
داؤد غوری
عمر یوسُف

#NidaeJihad

خیالات کا ماہنامچہ

ذہن میں گزرنے والے چند خیالات: نومبر ۲۰۱۹ء

معین الدین شامی

اللہ تبارک و تعالیٰ کا نہایت فضل و احسان ہے کہ انہوں نے ہمیں مسلمان بنایا اور مسلمانوں میں بھی رسولِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونے کا شرف و اعزاز بخشا۔ اللہ پاک تادمِ آخریں اپنی بندگی والے کاموں میں مصروف رکھیں اور خاتمہ بالخیر عطا فرمائیں، آمین یا ربّ العالمین۔

کشمیر... اور ہری سنگھ کے وارث!

وہی ہوا جس کی پیش گوئی ہم نے کئی دردمند حلقوں سے سنی تھی۔ کشمیر کا 'ایشو' بیک برنر پر چلا گیا۔ بلکہ بیک برنر بھی کیا، سید ھا ردی کی ٹوکری میں گیا۔ بعض میڈیا ادارے جس طرح اس مسئلے کے فروغ میں لگے تھے وہ اب ایسے خاموش ہیں گویا کچھ ہوا ہی نہیں۔ کیا ان سب حالات میں کچھ بھی تبدیلی واقع ہوئی ہے جو کشمیر کو پسِ پشت ڈال کر میڈیا اور حکومتی ایوانوں اور دیگر سیاسی اکھاڑوں میں نئے پہلوان اور نئی گیم شروع ہو گئی؟!

کچھ بھی نہیں بدلا۔ کرفیو تا دمِ تحریر جاری ہے۔ نوجوانوں کو گھروں سے اٹھا کر، سڑکوں اور چوراہوں پر سرِ عام پیٹا جا رہا ہے اور ان کی چیخیں لاؤڈ سپیکروں پر سنائی جا رہی ہیں۔ لکھنے والوں نے لکھا ہے کہ آر ایس ایس کے غنڈے مسلمان بہن بیٹیوں کی عصمت ریزی کے لیے ہندوستان سے اِمپورٹ کیے گئے ہیں، حالانکہ نو لاکھ فوج اور پولیس کے غنڈے ہی کم نہ تھے۔

سب مکّے، نعرے اور شعلہ بیانیاں، وہ اپوزیشن کی طرف سے ہوں یا حکومتی حلقوں کی جانب سے، ہوا میں گم ہو چکی ہیں۔ ''......اقوامِ متحدہ میں جا کر کَسَر نکال دوں گا!''، عمران خان منمنایا تھا۔ پھر اقوامِ متحدہ گیا اور واپسی پر 'سفیرِ کشمیر' کا استقبال ہوا۔

سفیرِ کشمیر کس کام میں مصروف ہے؟ کرتارپور راہداری بنانے میں۔ یہ کرتارپور کیا ہے؟ یہاں سکھوں کے لیے گردوارہ بنایا گیا ہے۔ کون سکھ؟ وہی سکھ جن کے چند مہاراجوں میں گلاب سنگھ، رنبیر سنگھ، پرتاپ سنگھ، ہری سنگھ اور کَرَن سنگھ شامل ہیں...... اور یہ چار پانچ سنگھ کون ہیں؟ جی یہ سب کشمیر کے مہاراجے ہیں اور سب ہی سکھ تھے۔ یہ وہ ہیں جنھوں نے کشمیری مسلمانوں پر ستم ڈھائے، ظلم کی بھٹیاں بھڑکائیں اور پھر جنھوں نے چند لاکھ روپے میں کشمیری مسلمانوں کا سودا کر دیا۔ انہی سکھوں کے لیے 'سفیرِ کشمیر' نے راہداری کھولی ہے۔

عمران خاں واقعی سفیرِ کشمیر ہے لیکن اس کشمیر کا سفیر ہے جو سکھ مہاراجوں کے زیرِ تسلط تھا، تبھی تو 'راہداریاں' بنوا رہا ہے!

کاف کنگنا...... آئی ایس پی آر سپانسرڈ فلم

۶۵ء کی پاک بھارت جنگ کیسے 'جیتی' گئی تھی؟ گانوں سے!

جیت کر کس نے دی تھی؟ 'میڈم' نور جہاں نے!

پاک فوج نے اس بار سوچا کہ صرف گانوں سے ۶۵ء میں لڑائی جیت لی تھی، اس بار کشمیر جیتنے کی 'ٹرائی' کرتے ہیں۔

اس لیے صرف گانے چھوڑے اور بنوائی فلم 'کاف کنگنا'۔ اس میں رکھے آئٹم نمبر! ڈی جے[1] آئی ایس پی آر اور فوج کے واجا باجا[2] نے سوچا کہ گانا تو ہونا ہی چاہیے، ساتھ میں اگر 'دھواں دار' مجرا بھی ہو جائے تو شاید کشمیر جلدی مل جائے۔ اس لیے مجرا کروایا اور میرے وطن کے بانکے سپاہیوں کے ترجمان (ڈی جے آئی ایس پی آر) نے اس مجرے اور ناچنے والی کا دفاع کیا۔ ناچنے والی بھی بولی کہ 'پاکستان کے لیے میری جان بھی حاضر ہے!'۔ یہ جیت پاک فوج کو مبارک ہو!

رکشا ان اسلام آباد

اسلام آباد میں رکشے پر پابندی ہے۔ لیکن اگر ہمارے سابقہ بادشاہان اور ان کی اولادیں پاکستان آ جائیں اور اسلام آباد میں رکشے پر سوار ہونا چاہیں تو بھاڑ میں گیا آئین اور چولہے میں گیا قانون۔ آلودگی والودگی کا کوئی مسئلہ نہیں۔ اسلام آباد میں چلے گا رکشا۔ ایسا ہی ہوا۔ شہزادہ ولیم اور شہزادی کیٹ جب یہاں آئے تو رکشے میں بیٹھ کر 'یادگارِ پاکستان[3]' پہنچے۔ پھر صرف انہوں نے رکشے پر سواری نہیں کی، بلکہ تمام مدعو 'مہمان' بھی اسی پر تشریف لائے۔

جن بعض مہمان وفاقی وزراء اور بیوروکریٹ افسروں نے رکشے میں بیٹھنے سے انکار کیا ان کو نکال باہر کیا گیا۔

حدِ ادب، گستاخ...... ملکہ 'معظمہ الیزبیتھ کی اولاد کا احترام نہیں کرتے، نکلو یہاں سے۔ شاہ اگر گدھے کو شاہی سواری بنا دے تو یہ ترکی النسل گھوڑے سے بہتر ہے!

---

[1] DJ: ڈسک جاکی/Disc Jockey

[2] جب قمر جاوید باجوہ آرمی چیف بنا تو اس کے باپ کے زمانے کے کچھ بوڑھے ریٹائرڈ افسروں نے اس کو عزت دینی چاہی اور ادب سے مخاطب کیا۔ جواباً 'چیف صاب' بولے ''آپ لوگ مجھے چیف نہ کہا کرو، میں وہی آپ کی جوانی کا اور اپنے بچپن کا 'واجا باجا' ہوں، مجھے واجا باجا ہی کہو!''۔ اس کے راوی جنابِ 'فاختہ' امیر حمزہ صاحب ہیں۔

[3] Pakistan Monument

لاہور میں ٹریفک جام

غلامی بھی کیسی بری چیز ہے۔ شہزادہ شہزادی پاکستان آئے، لاہور کی سیر کرنے کو پہنچے تو ڈیڑھ کروڑ لاہوریوں کو پابند کر دیا گیا کہ کوئی باہر نہ نکلے۔ شہر لاہور کی شاہ راہ، کینال روڈ یعنی نہر والی سڑک کو بند کر دیا گیا۔ کوئی لاہور کو جانتا ہو اور اس کو خبر ملے کہ نہر والی سڑک بند کر دی گئی تو کچھ ثانیوں کے لیے اس کا دماغ بند تو ہونا چاہیے کہ یا خدا! جاؤں گا تو کہاں جاؤں گا اور جانے کی ٹھان ہی لی تو کیسے جاؤں گا؟ دیگر شہروں میں بھی شاہ راہیں ہوتی ہیں لیکن نہر والی سڑک تو گویا شاہ رگ ہے۔ یہ بند تو سارا لاہور بند۔ لیکن......

باادب! باملاحظہ! ہوشیار! سابقہ ملکۂ عالیہ پاکستان، ملکہ الیزبیتھ دوئم کی اولاد کی اولاد تشریف لا رہی ہے......

محمد حنیف ذہنی مریض ہے!

بی بی سی اور دیگر مغربی ذرائع ابلاغ سے وابستہ صحافی محمد حنیف، پرلے درجے کا جاہل اور گنوار انسان ہے، جس کا کل کمال انگریزی آنا اور پھٹی ہوئی جینز کے ساتھ 'سیکولر گٹکا' چبانا ہے، جب جب شعائرِ دینی کے متعلق لکھتا ہے، تو اس کو سمجھ میں نہیں آتا کہ کیسے اپنے خبث باطن کو الفاظ کا روپ پہنائے؟!

دو چار ہفتوں قبل اس نے ایک کالم لکھا 'حوروں کی ہڑتال'۔ کالم میں اپنے ایک 'سرخے' خالو کا ذکر تھا جو سرخی منہ سے تھوکتے تھوکتے مر گیا۔ اب اس سرخے کو پہنچایا گیا جنت میں اور وہاں بنوا دی لیبر یونین۔ ٹھٹھا اڑایا حوروں کا بھی۔

دیکھیے، اس قبیل کی عورتیں، جن میں کچھ عورت (یعنی چھپا ہوا) نہیں، کہ بارے میں کوئی دو لفظ کہہ دے تو یہ نسل مچل اٹھتی ہے۔ ویسے اس قبیل کو آپ دیکھیے تو سرکردہ ناموں میں عاصمہ جہانگیر، ماروی سرمد، فرزانہ باری، عتیقہ اوڈھو، شرمین عبید چنائے اور اس قسم کی بڑی عینکیں اور موم بتی مافیاءِ کھتی ہے...... ان کی مٹی میں ملی غیرت و اقدار کو دیکھیے اور ان پر ایک حرفِ ناقدانہ کہیے تو فوراً نجانے ان کے کن کن 'رائٹس' پر حملہ ہو جاوے۔ لیکن جن حوروں کی پاکیزگی قرآنِ عظیم الشان میں خود ربّ تعالیٰ بیان کرے، ان کی 'عزت' کی پامالی کے یہ ہر لمحے درپے رہتے ہیں۔ دراصل حوروں اور مولویوں کے متعلق ابلتے ان گٹروں کو اصل تکلیف حور اور مولوی سے نہیں، بلکہ اس دین اور شریعت سے ہے جس سے مولوی اور حور کی نسبت ہے۔

سچ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، الدنیا سجن المؤمن وجنت الکافر، کہ دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت ہے۔ اب کفر کے دلدادہ یہ چار پیسے کے لوگ اس دنیا میں عورت کے پیچھے کیا کیا نہیں کرتے؟ اپنی بے راہ روی کی خاطر انہوں نے عورت کو فیمن ازم، آزادی، مساوات، حقوق اور نجانے کس کس خرافات کے پیچھے لگا دیا...... تاکہ یہ اس عورت تک رسائی حاصل کر سکیں، تاکہ کھلے ماحول میں 'ہر' عورت کے ساتھ کھل کر 'فلرٹ' کیا جا سکے اور جب چاہیں اسے اپنے دامِ فریب میں پھنسا کر، جیسے چاہیں اس کا استحصال کریں۔

جبکہ مومن عفت و حیا کے ساتھ زندگی گزارے اور اس کے انعام میں اللہ اس کو عفت و حیا والی حور عطا کرے تو ان کو تکلیف ہے۔

یہ آزادی نہیں چاہتے یہ ذہنی مریض بس کفر کی آزادی کے قائل ہیں!

خیبر پختون خوا اسمبلی میں بل

عورتوں پر تشدد کی روک تھام کے لیے صوبہ خیبر پختون خوا کی اسمبلی میں جو بل پیش ہوا سب ہی اس سے واقف ہیں۔ اس بل میں جو قیود لگائی گئیں اور جن جن افعالِ حلال پر پابندی لگائے جانے کی تجویز ہے، ان سب کا ایک مقصد ہے۔ بے راہ روی کا فروغ۔ اس خاص معاملے میں، اس آئین کا اجمالی سا ارتقاء ملاحظہ ہو:

1. مارچ ۱۹۶۱ء میں ایوب خان کے عائلی قوانین کے ذریعے، مرد پر پابندی لگائی گئی کہ وہ دوسری شادی تب تک نہیں کر سکتا جب تک پہلی بیوی اجازت نہ دے۔ ہاں زنا کرنا چاہے تو بیوی سے اجازت کی ضرورت نہیں!
2. نومبر ۲۰۰۶ء میں پرویز مشرف نے حقوقِ نسواں بل جسے پاکستان کے تمام اہلِ دین نے بالاجماع 'زنا بل' سے تعبیر کیا، اس کو پاس کروایا گیا اور 'زنا بالرضا' جیسی ایک لغو اصطلاح کے ساتھ 'زنا' کو اس آئینِ پاکستان کے ذریعے حلال کیا گیا، جس آئین کے شروع میں قراردادِ مقاصد درج ہے۔ وہ قرارداد جس کے ذریعے ریاست نے کلمہ پڑھا اور اب یہ کبھی کافر نہیں ہو سکتی۔
3. جولائی ۲۰۱۹ء میں اسلام آباد ہائی کورٹ کے چیف جسٹس اطہر من اللہ نے کہا کہ دوسری شادی کے لیے پہلی بیوی ہی نہیں بلکہ یو سی ناظم کی بھی اجازت کی ضرورت ہو گی، جبکہ کچھ بھی اور کرنے کے لیے جیسا کہ پہلے کہا کسی کی اجازت کی ضرورت نہ ہو گی۔
4. اکتوبر ۲۰۱۹ء میں خیبر پختون خوا کی اسمبلی میں خواتین کے خلاف تشدد روکنے کا بل پیش ہوا۔ اس میں میاں بیوی کے عین حلال تعلق، جس کو ہر آسمانی شریعت اور ہر عقلی نظام (جو چاہے کافرانہ ہی کیوں نہ ہو لیکن جس کا عقلی ہونا شرط ہے، فقط انسان کا بنایا ہوا ہونا کسی نظام کے معقول ہونے پر دلالت نہیں کرتا) نے جائز اور مستحسن کہا...... آج اس پر بات کی جا رہی ہے اور ہر ہر فعل کو آئین کا پابند بنایا جا رہا ہے۔

پہلے بات تھی دوسری شادی کی، اب پہلی شادی کے انتہائی نجی معاملے میں بھی ریاست کے مطابق چلیں گے۔ گویا جو ریاست آپ کو ذاتی زندگی میں آزادی دینے کی دعوے دار ہے وہ

آپ کی خواب گاہ میں بھی آپ کو پابند کرے گی۔ اور آپ حرام سے بچ کر حلال راہ پر اپنے جذبات کو ڈالیں اور کسی معمولی اونچ نیچ کی وجہ سے 'خواتین پر تشدد کے خلاف بِل' کے 'صدقے' فریقِ مخالف 'ریاست' کے 'تھانے' میں پرچہ کٹوادے۔ یہ ہے اس 'اسلامی' آئین، اس 'اسلامی' ریاست، اس 'اسلامی' جمہوریت اور اس سب میں 'اسلامی' سیاست کرنے والوں پر سوالیہ نشان؟

کاش کہ کوئی سوچے، سمجھے......

پاک فوج اب تک کتوں کی رکھوالی

راولپنڈی میں ایک کینائن سنٹر ہے، یعنی 'کتا گھر'۔ یہاں کتے ٹرین کیے جاتے ہیں۔ کون کرتا ہے کتے ٹرین؟ پاک فوج اور برطانوی فوج مل کر یہ کتے پالتے ہیں۔ ابھی جب شہزادہ ولیم اور شہزادی کیٹ اس 'کتا گھر' میں پہنچے تو ان کی تصویریں 'وائرل' ہوئیں۔ تصویر میں دیکھا جا سکتا ہے کہ شہزادہ شہزادی اپنی دنیا میں مست ہیں اور نیچے ایک پاکستانی فوجی کتا سدھار رہا ہے۔ جی ایسٹ انڈیا کمپنی کے زمانے سے آج تک 'اپنی' فوج یہی کر رہی ہے۔

کتوں سے ان کے عشق کا عالَم نہ پوچھیے
کتے تھے گود میں کبھی، کتے کی گود میں

تہذیب کا بوجھ صرف عورت کے کندھوں پر نہیں!

صرف سلیم العقل لوگ یہ پڑھیں، امریکی مار کہ 'عقل' کو یہ سمجھ میں نہیں آئے گا۔

بی بی سی اردو نے اس بات کا ٹرینڈ سوشل میڈیا پر خوب چلوایا کہ 'تہذیب کا بوجھ صرف عورت کے کندھوں پر کیوں؟'۔ یہ ٹرینڈ اس لیے چلایا گیا کہ برطانوی شہزادی کیٹ مڈلٹن نے پاکستانی لباس، اپنے دورۂ پاکستان کے دوران پہنا۔ کہا گیا کہ اگر پاکستانی عورت مغرب میں جا کر وہاں جیسا لباس پہنے تو سوال اٹھایا جاتا ہے۔

تو بات یہ ہے کہ یہ بوجھِ تہذیب صرف عورت کے کندھوں پر نہیں ہے، پہلے مرد کے کندھوں پر ہے۔

1. ہر چیز کا ایک مقام ہوتا ہے۔ اب کوئی کموڈ یعنی ٹائلٹ یا بیت الخلا کی سیٹ کو اپنے ڈرائنگ روم میں لگائے تو کیا آپ اس کو دادِ تحسین دیں گے؟ یا ڈرائنگ روم کا نرم و دبیز اور نفیس صوفہ بیت الخلا میں نصب کر کے اس پر کوئی قضائے حاجت کے لیے تشریف رکھ دے تو یہ بڑا فخر کا کام ہوگا کیا؟ ہر سلیم العقل اس کو غلط کہے گا۔
2. مسئلہ پھر یہ بھی ہے کہ 'ہمارے' اخلاق، اپنے کوئی نہیں! مغرب سے برآمد ہر چیز 'ہماری' کہلانے لگی ہے......اخلاق بھی، اطوار بھی، رہن سہن کے طریقے بھی اور اب کپڑے بھی۔ اب اگر برطانوی شہزادی آ کر یہاں رائج لباس پہن سکتی ہے، تو ہم تو ہوئے ان کے مقلد، ہمارا اپنا تو اصول نہیں لہٰذا ہماری عورتوں کو بھی اُدھر جا کر ان کی طرح (نیم یا مکمل) بے لباس ہونا چاہیے۔
3. سیکولر جاہل، بے پیندے کے لوٹے اور رنگ بدلتے گرگٹ اصل میں ہر مسئلے کو چونکہ شہوانی عینک سے دیکھتے ہیں، اس لیے انہیں ہماری عورتوں کے اُدھر جا کر 'لباس' میں رہنے پر صرف 'خارش' نہیں ہے، انہیں تو اِدھر بھی ان کا باپردہ رہنا تنگ کرتا ہے! Freedom of Expression کے یہ علمبردار تو ہماری عورت کو یہاں بھی Freedom کے ساتھ برقعہ اوڑھنے نہیں دیتے اور ہر وقت حجاب کے متعلق اپنے منہ کے گٹر کھولے رکھتے ہیں۔ لہٰذا اصل میں تو یہ یہاں بھی نہ چادر چاہتے ہیں اور نہ چار دیواری کی رکاوٹیں!
4. ان جاہلوں کو کون سمجھائے کہ تہذیب اصل میں دینی تصور سے پنپتی ہے اور اسی کے مطابق فروغ پاتی ہے (یعنی انسانی معاشرے پر پہلا دائرہ شریعت کا ہوتا ہے، پھر جو عرف اس سے باہر نہ نکلے تو وہ تہذیب ہے)۔ اب اگر دینی تصور ہی ایک ہو (یعنی بے دینی بلکہ سیکولرازم یعنی لادینی) تو پھر تو مسئلہ ہی نہیں......ہر تہذیب پھر اپنی۔ یہی وجہ ہے کہ یہ سیکولر یہاں بھی اور وہاں بھی اُن بے لباسوں سے کوئی مختلف نہیں۔ بالفرض اگر یہ یہاں بالباس نظر بھی آتے ہیں تو ان کے ذہن ہر وقت عریاں ہی رہتے ہیں۔ مثال کے طور پر ہمارا انگوٹھا چوس فلسفی سیکولر 'حسن نثار' ہے، جس کے مطابق 'مغرب میں عریانی ستر ہے!'۔

اسی طرح لباس کا بھی محل ہے، بلکہ یوں کہیے کہ بے لباسی کا بھی محل ہوتا ہے، کوئی کپڑے پہن کر نہائے یا قضائے حاجت کرے تو داد دیں گے؟ ہاں ایسے شخص کو آسکر یقیناً مل سکتا ہے!

اب دیکھیے، جیسا لباس آپ اپنے محرم اور محرموں میں بھی قریب کے لوگوں کے سامنے زیبِ تن کر سکتے ہیں کیا آپ وہی لباس پہن کر کسی صاحبِ عزت و شرف والے کے پاس جائیں گے؟ سب چھوڑیں......لاہور کا جم خانہ ہو یا اسلام آباد کلب، کیا آپ وہاں کے ڈریس کوڈ کی خلاف ورزی کر کے وہاں داخل ہو سکتے ہیں؟

بس سمجھنے کی بات یہ ہے کہ ہر جگہ کا ایک اصول اور ہر کام کا ایک محل ہوتا ہے۔

جب عورت جس کے وجود سے تصویرِ کائنات میں رنگ ہے، اس کو بے لباس کر کے یا ایسے لباس میں آپ کسی ایسی جگہ لے جائیں گے جہاں عورت دیکھنے کو سب ترسیں، تو کیا اس جگہ آپ اپنی عورت کو لے جائیں گے؟ اول جواب ہے نہیں۔ دوئم یہ کہ ضرورت ہوگی تو ڈھک چھپا کر لے جائیں گے۔

مٹھائی کو بناڈھانپیں رکھیے اور جب مکھی اس پر آئے تو مکھی کو کاہے کا کوسنا؟

مسئلہ لباس کی صورت مثلاً قمیض شلوار، غرارہ، لہنگا، سکرٹ اور ساڑھی کا نہیں، ان کے محل کا ہے۔ بے محل ہر چیز بری ہوتی ہے اور برمحل ہر چیز اچھی۔

فوج مافیا اور ٹرک مافیا!

اگر آپ کا کبھی پاکستان میں 'ٹرک' والوں سے واسطہ پڑا ہے تو آپ یقیناً جانتے ہوں گے کہ جس طرح ہمارے معاشرے کے ہر شعبے میں 'مافیا' کا وجود ہے، اسی طرح ایک ٹرک مافیا بھی ہے۔ لیکن موضوع ٹرک مافیا نہیں فوج مافیا ہے۔

چند ہفتے قبل، کراچی حیدر آباد موٹروے پر جب بعض ٹرک والوں نے اپنے ٹرک 'اوور لوڈ' کر کے موٹروے پر چلانے چاہے تو ان کو اجازت نہ ملی۔

خیر پہلے ایک لطیف سی بات...... آپ یقیناً جانتے ہی ہوں گے پاکستان میں سب سے بڑا انڈسٹریل یا صنعتی گروپ کون سا ہے؟ اگر نہیں جانتے تو عسکری بینک، عسکری سیمنٹ، فوجی فاؤنڈیشن، این ایل سی، ڈی ایچ اے، فوجی کارن فلیکس، فوجی فرٹیلائزرز، عسکری انوسٹمنٹ، عسکری انشورنس کے مالکان کا نام جان لیں۔

خیر اصل بات کی طرف آتے ہیں۔ جب ٹرک والوں کو اجازت نہ ملی تو موٹروے کے مالکان نے جانتے ہیں کیا کیا؟ بلکہ پہلے موٹروے کے مالکان کو تو جان لیں......مالکوں کا نام ہے 'ایف ڈبلیو او' یعنی فرنٹیئر ورکس آرگنائزیشن۔ یہ آرگنائزیشن بھی عسکری اور فوجی بھائی کی چھوٹی بہن ہے۔ بس عسکری اور فوجی بھائی کی انتظامیہ بپھر گئی۔

آواز آئی 'بلڈی سولین'، پھر گولی چلی۔ دو ٹرک والے سامنے کھڑے تھے تو فوراً ٹھک گئے۔ ایک بے چارہ ٹرک کے نیچے جان بچانے کے لیے گھسا تو میڈم نور جہاں کے گانوں کے محور ایک چاق و چوبند فوجی 'بھائی' نے تاک کر نشانہ باندھا اور 'ڈھز'...... مر گیا بلڈی سولین۔

اگر ختمِ نبوت تحریک کے دس ہزار شہیدوں، بنگال کے ہزاروں نوجوانوں، سیکڑوں بلوچ نوجوانوں، جامعہ حفصہ کی سیکڑوں بہنوں، خروٹ آباد کی چیچن عورتوں، کراچی کے سرفراز شاہ اور ساہیوال کے مظلوموں کا سوچا ہوتا اور اس 'صنعتی گروپ' کی خبر لی ہوتی تو یہ تین مزید ٹرک ڈرائیور نہ مرتے۔ وقت گیا نہیں ہے، اس صنعتی گروپ کی خبر لیجیے، اپنے لیے، اپنے اور قوم کے بچوں کے مستقبل کے لیے۔

افغانستان الیکشن نتائج

جمہوریت کی حسینہ کے جلوے کے لیے سترہ ستمبر کو کابل حکومت نے پرچیاں ڈالنے کا کھیل ترتیب دیا۔ اگلے روز اعلان کیا کہ جلوۂ حسنِ جمہورت وسطِ اکتوبر میں ظاہر ہو گا۔ وسطِ اکتوبر آیا تو کہا کہ تاریخ نہیں دے سکتے، صدارتی الیکشن کے نتیجے کا اعلان بعد میں کریں گے۔

جس نے کہا ابھی
وہ نہ آئی کبھی

جس نے کہا کل
وہ گئی ٹل

جس نے کہا پرسوں
وہ نہ آئی برسوں

آفاقی حقیقت ہے کہ حُسن کی عمر بہت کم ہوتی ہے۔ لیکن جمہوریت کا حُسن ایسا ہے جس کا صرف چرچا ہے یہ کبھی نہیں آتا۔

جب اشرف غنی، عبد اللہ عبد اللہ اور گلبدین کی ڈِیل ہو رہے گی، بلکہ ہو کیا رہی ہو گی، کوئی کیری یا لوگر ان کی ڈیل کروائے گا تو اس بد صورتی کو حُسن کا نام دے کر کابل کی صدارتی 'پیڑی' پر بٹھا دیا جائے گا۔

سعودی عرب میں خواتین کی ریسلنگ

خرد کا نام جنوں پڑ گیا، جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

یا یوں کہہ لیں:

اندھے پن کا نام 'وژن' پڑ گیا، وژن کا اندھا پن
جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

محمد بن علمان[1] کا وژن ۲۰۳۰ء کیا کیا گل کھلائے گا؟

جس کی ہمت دیگر اسلامی ممالک نے نہیں کی، وہ بے حیائی ابنِ علمان سعودی عرب میں برپا کر رہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جزیرے میں عورتوں کی ریسلنگ۔ یا خدا! جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کافر کے متعلق کہا ہم بھی اس ابنِ علمان کے متعلق تیرے سامنے دست بدعا ہیں کہ اس پر اپنے کتوں میں سے کوئی کتا مسلط کر دے۔

کفر و نفاق اور عریانی و فحاشی کی طرف ابنِ علمان کی اس دوڑ کا ایک نہایت مثبت پہلو ہے۔ گیدڑ کی موت آتی ہے تو شہر کا رخ کرتا ہے۔ ان کی موت قریب ہے اس لیے ایسی ہذیانی حرکتیں کر رہے ہیں اور اس جگہ کو کافروں اور منافقوں اور عریانی و فحاشی کا اڈہ بنا رہے ہیں جو دنیا میں سب سے زیادہ باعثِ شرف اور سب سے زیادہ مقدس ہے۔

[1] علمان = سیکولر

دنیا کے بچاؤ کا راستہ اور پنجاب بھر و سندھ کے کچھ علاقوں میں چھائی 'سموگ'

ہم خبروں میں بھی سن رہے ہیں اور سموگ سے گزر بھی رہے ہیں۔ اب تو یہ بات بتانا تقریباً بے کار ہے کہ سموگ کسے کہتے ہیں؟ بہر حال سموگ انگریزی زبان کا لفظ ہے اور دو الفاظ جمع کر کے بنایا گیا ہے۔ fog یعنی دھند اور smoke یعنی دھواں، دونوں کو جمع کیا تو بنی smog۔ سموگ بقولے شخصے 'دھند ھواں'۔

محسنِ امت شیخ اسامہ بن لادن رحمہ اللہ کا ایک بیان ہے "دنیا کے بچاؤ کا راستہ"۔ حضرتِ شیخ رحمہ اللہ کا یہ بیان دنیا میں آنے والی ماحولیاتی تبدیلیوں یا climate change سے متعلق ہے۔ پہلے ہم اسی سے اخذ کردہ نکات پیش کریں گے اور اس کے بعد سموگ پر اپنا تبصرہ۔

1. شیخ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس ماحولیاتی تبدیلی کی پہلی وجہ دلوں کی خرابی اور گناہوں کی کثرت ہے۔ ماحولیاتی خرابی جڑی ہے دلوں اور اعمال کی خرابی سے اور ان دونوں کے درمیان بہت قریبی تعلق ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ اللہ جل جلالہٗ نے لوگوں کو قلب و عمل کے فساد اور اپنی نافرمانی کے باعث سونامیوں کے ذریعے عذاب دیا ہے اور ان عذاب پانے والوں میں فرعون اور اس قوم سرِ فہرست ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُم بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ○ (سورۃ الروم: ۴۱)

"لوگوں نے اپنے ہاتھوں جو کمائی کی، اس کی وجہ سے خشکی اور تری میں فساد پھیلا۔ تاکہ انہوں نے جو کام کیے ہیں اللہ ان میں سے کچھ کا مزہ انہیں چکھائے، شاید وہ باز آجائیں۔"

پس کامیاب و کامران وہ ہے جو اللہ کے آخری پیغام کے ذریعے عبرت حاصل کرے، اللہ سے مغفرت طلب کرے اور اپنے آپ کو اللہ وحدہٗ لا شریک کی عبادت کے لیے خالص کر لے۔

2. دوسری وجہ اور اس کا حل یہ ہے کہ ہم اپنے مالی معاملات میں میانہ روی اختیار کریں اور تعیشات کو ترک کر دیں۔ نعمتوں کو ضائع ہونے سے بچائیں خصوصاً کھانے، پینے، پہننے، رہنے اور دیگر توانائیوں کے ضیاع سے بچیں۔

3. فیکٹریوں کا فُضلہ اور دھواں بند ہو گا اگر فیکٹریاں بند ہو جائیں اور فیکٹریاں بند کرنے کا طریقہ آسان ہے اور آپ کے اپنے ہاتھ میں ہے۔ امریکی معیشت کا پہیہ ایک سائیکل کے پہیے کی طرح ہے۔ اگر اس کی چین یا زنجیر کی ایک کَڑی نکل جائے تو یہ چلنا بند ہو جاتی ہے۔ امریکی معیشت کے پہیے کو چلانے والی کَڑیاں خام مواد، بیسہ اور صارفین ہیں۔ ہم ان ساری ہی کَڑیوں کو متاثر کر سکتے ہیں لیکن ان میں آخری سب سے کمزور ہے اور اس پر اثر انداز ہونے کی صلاحیت ہم میں سب سے زیادہ ہے۔ سو اگر دنیا کے لوگ امریکی اشیاء کو استعمال کرنا چھوڑ دیں تو 'صارفین' والی یہ آخری کَڑی اور بھی کمزور ہو جائے گی جو کم 'زہریلی گیسوں' کے اخراج کی صورت منتج ہو گی۔

4. بڑی بڑی سرمایہ دار کارپوریشنوں اور ان کی سیاسی پراکسیوں (proxies) کا احتساب اور ان کے لیے سزائیں ہونی چاہئیں تاکہ وہ انسانیت کے خلاف اپنے جرائم سے باز آجائیں۔ یہ کام امریکیوں کے لیے آسان ہے۔ خصوصاً ان لوگوں کے لیے جو 'کترینہ' جیسے طوفانوں سے متاثر ہوئے، جن کے پاس ملازمتیں نہیں ہیں جو نتیجتاً ایک معاشی بحران کا سبب ہے۔ یہ کرنا امریکیوں کے لیے اس لیے بھی آسان ہے کہ ان جرائم کے مرتکب لوگ ان کے درمیان رہتے ہیں خصوصاً واشنگٹن، نیو یارک اور ٹیکسس میں۔ ڈنمارک میں منعقدہ کانفرنس میں ان کا موقف بالکل واضح نظر آیا جہاں انہوں نے ان ماحولیاتی تبدیلیوں کے لیے کوئی بھی سنجیدگی نہ دکھائی اور متاثرین کے بارے میں اپنی ذمہ داریوں سے انحراف کیا۔ اس پر مستزاد یہ کہ وہ دولت کے حصول کی خاطر ماحول کے ساتھ مستقل چھیڑ خانی کر رہے ہیں چاہے اس کی قیمت ہمارے بچوں کی موت ہی کیوں نہ ہو۔

5. شیخ فرماتے ہیں، جس قدر ممکن ہو ہمیں ڈالر کے ذریعے کاروبار سے انکار کر دینا چاہیے۔ میں جانتا ہوں کہ اس کے نتائج بہت سنگین ہو سکتے ہیں جو بھگتنے پڑیں لیکن یہ ایک اہم راستہ ہے جس کے ذریعے ہم انسانیت کو امریکہ اور امریکی کارپوریشنوں کی غلامی سے آزادی دلا سکتے ہیں۔ ان نتائج کے بارے میں جو مرضی کہا جائے لیکن حقیقت یہ کہ اس غلامی میں رہنا ان نتائج سے کہیں زیادہ بڑے اور سنگین نتائج کی جانب لے جا سکتا ہے۔ اولاً انفرادی سطح پر یہ موقع دینا چاہیے کہ افراد ڈالر اور اس سے متعلقہ کرنسیوں سے چھٹکارا حاصل کریں، جہاں تک کہ ایسی ریاستیں خصوصاً مشرقی ایشیائی ریاستیں جہاں ڈالر کے بڑے بڑے ذخائر ہیں ان نتائج کو برداشت کر سکتی ہیں۔ یہ کوئی راز کی بات نہیں رہی کہ ڈالر نے یورو کے مقابلے میں اپنی ۸۰ فیصد حیثیت کھو دی ہے۔ یہ معاملہ ڈالر سے وابستہ کرنسیوں کا ہے۔ مزید یہ کہ نو گیارہ کے بعد سونے کی قیمت ڈالر کے مقابلے میں ۴۰۰ فیصد سے زیادہ بڑھی ہے اور ڈالر کی قیمت بفضل اللہ مستقبل گرتی جا رہی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ڈالر کی قیمت یورو کے مقابلے میں سو فیصد گر جائے گی۔ یہ بات ان افراد کے کے لیے بالکل بھی راز کی نہیں جو عسکری، سیاسی، معاشی یا عمرانی علوم / سوشل سائنسز سے واقف ہیں کہ امریکی چاند مستقل ڈھلتا چلا جا رہا ہے۔ اس کی

معیشت سوکھتی جارہی ہے اور ڈالر کا جہاز ڈوبتا جارہا ہے۔ پس کامیاب ہے وہ جو لوگوں کی غلطیوں سے سبق حاصل کرے۔

ان پانچ نکات کے بعد شیخ فرماتے ہیں کہ دنیا کی اصلاح کا بوجھ صرف مجاہدین پر ڈالنا نہ تو انصاف ہو گا، نہ عقل مندی اور نہ ذہانت۔ یہ دنیا کے تمام باسیوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے اس بوجھ کو اٹھائیں۔ امریکہ کا بہر لحاظ بائیکاٹ کریں تاکہ اپنے آپ کو، اپنی دولت کو اور اپنے بچوں کو امریکی غلامی سے بچا سکیں جس کا نتیجہ ماحولیاتی تبدیلی ہے اور امریکی بائیکاٹ کا نتیجہ آزادی اور عزت کی زندگی ہے۔

حضرتِ شیخ کے بیان میں اور بھی بہت سی حکمت و دانائی سے بھرپور باتیں ہیں لیکن ان کو بیان کرنا مزید وقت اور جگہ کا متقاضی ہے۔ ہم اپنے اصل موضوع یعنی سموگ کی طرف لوٹتے ہیں۔

چند روز قبل بی بی سی پر سنا کہ پنجاب و سندھ میں چھائی سموگ کی وجہ ہندوستانی پنجاب میں دھان کی فصل کی باقیات کو جلانا ہے۔ اس میں ایک تو پاکستانی حکومت و فوج کا پراپیگنڈہ بھی شامل ہے کہ وہ ہر چیز کو ہی ''انڈین ایجنٹ'' قرار دے دیتے ہیں، لیکن یہاں یہ بات واقعی حقیقت ہے مگر بہر حال یہ انڈیا کی پاکستان کے خلاف سازش نہیں کیونکہ ہندوستانی علاقوں میں رہنے والے لوگ اس سے ہم سے زیادہ متاثر ہو رہے ہیں اور اس کی ایک واضح مثال دِلّی میں سموگ کا چھانا ہے۔ جب ماہرین سے دریافت کیا گیا کہ کاشتکار تو صدیوں سے دھان کی فصل کی باقیات کو جلا کر ہی تلف کر رہے ہیں تو اب ایسا کیا ہو گیا ہے کہ چند سالوں سے یہ سموگ بننا شروع ہو گئی ہے ؟ تو اس کا جواب تھا جو راقم کی بات کے اضافے کے ساتھ ہے کہ چند سالوں سے دھان کی کاشت کے لیے جو بیج استعمال ہوتا ہے وہ جنیاتی طور پر تبدیل شدہ یا Genetically modified ہے۔ اس بیج سے اگنے والے پودے کا تنا یا stem اصل دھان کے پودے کے تنے سے موٹا ہوتا ہے۔ نیز اس تنے کے اجزاء ایسے ہیں جو جلتے بھی دیر سے ہیں اور جلنے سے خاص قسم کا گندہ دھواں بھی پیدا کرتے ہیں۔

اب دیکھیے، زیادہ دھان کی فصل، زیادہ بکری، زیادہ دولت کے نشے میں عالمی بدمعاش امریکہ سے لے کر دولت ہی کو اوڑھنا بچھونا بنانے کی تحریک سے متاثر ایک عام کاشتکار تک صرف دولت کو مطمح نظر بنا کر بس جو پیسہ دے تو وہ کاشت کیے جا رہا ہے، کسی کو اپنے اس عارضی گھر 'دنیا' نامی سیارے اور اس پر بسنے والے انسانوں کی کوئی فکر نہیں۔ بلا شبہ شیخ اسامہ رحمہ اللہ کی نصیحتوں میں ہمارے لیے لائحۂ فکر و عمل ہے۔

★★★★★

انقلاب کا طریقہ

حضرت شاہ صاحب (مولانا شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی) عدمِ تشدد اور اہنسا کے قائل نہیں تھے۔ وہ عسکری قوت سے انقلاب کے حامی تھے۔ مگر وہ فوجی قوت جس کی تربیت جہاد کے اصول پر ہوئی ہو، جس کی حقیقت دشمن کشی اور غارت گری نہیں بلکہ اس کی حقیقت ہے محنت، جفاکشی، صبر و استقلال، ایثار اور قربانی یعنی اپنی ذات اور ذاتی مفادات کو ختم کر کے اعلیٰ مقاصد کی تکمیل کو اپنی زندگی کا مقصد بنالینا۔ پھر اس مقصد کے لیے اپنی ہر چیز حتیٰ کہ اپنی زندگی کو بھی داؤ پر لگا دینا۔

ایسا جہاد پیشہ ور سپاہیوں کی فوجوں سے نہیں ہوتا بلکہ ان رضاکاروں کے ذریعے ہو سکتا ہے جن کی تربیت خاص طور پر کی گئی ہو۔ جو نصب العین کو سمجھیں۔ نظریات کو اپنے جذبات بنالیں اور اصول کے سانچے میں ان جذبات کو ڈھال لیں۔ پھر ان کو کامیاب بنالینے کے لیے اپنے آپ کو تج دینا ان کی زندگی کا آخری اور محبوب ترین مقصود ہو جائے۔

(تحریکِ ریشمی رُومال از مولانا سیّد محمد میاں رحمہ اللہ، ص ۸۱)

پاکستان کا زیرو پوائنٹ کی طرف سفر

(ایک طالبِ علمانہ تجزیہ)

(مجاہد عالم دین) مولانا مفتی ابو ہشام محسود حفظہ اللہ

پیغامِ پاکستان کے حق میں مختلف بڑی بڑی کانفرنسوں اور اس میں جید علماء کے پُر جوش بیانات، تائیدات کو دیکھ کر ۱۴، اگست ۱۹۴۷ء کے ارد گرد کا زمانہ میرے تصورات پر چھا گیا۔ اس وقت کے جلسے جلوس اور پُر جوش تقاریر کی آڈیو، ویڈیو کا منظر جو دل و دماغ کی اسکرین پر آرزو کی شکل میں پڑا تھا کہ نہ جانے وہ کیسا منظر ہو گا، پیغامِ پاکستان کی کانفرنسوں نے ایک حد تک وہ آرزو پوری کر دی۔ بس فرق یہ ہے کہ اس وقت اپنے دین ایمان، عزت و آبرو کے تحفظ کی خاطر ایک الگ ریاست "پاکستان" کی جدوجہد تھی، جلسے جلوس اور پُر جوش تقاریر کا سماں تھا، ایک شرعی ملک کے تصور نے ہر ایک کو مخمور کیا ہوا تھا۔ اور آج اس ملک کی بقاء کی خاطر وہی پُر جوش تقاریر اور کانفرنسیں ہو رہی ہیں، یعنی جہاں سے اس ملک نے سفر شروع کیا تھا، منزل تک پہنچنے کی بجائے تقریباً ۸۰ سال بعد اسی پوائنٹ پر واپس آ پہنچا۔ ایسا کیوں ہوا؟ اس سوال کا جواب یہ فقیر ان حضرات سے بہتر نہیں سمجھ سکتا ہے، جن کے سامنے یہ ملک بنا اور پھر آج تک کی ساری داستان بھی ان کے سامنے ہے اور ہم سے زیادہ صاحبِ بصیرت بھی ہیں اور قیامِ پاکستان کا مقصد بھی ہم سے خوب جانتے ہیں اور ان ۸۰ سالوں میں جن مقاصد کے حصول کی خاطر، اس ملک پر حکمرانیاں کی گئیں، وہ بھی ان کے سامنے ہیں۔ کن لوگوں نے اس ملک کو کس نام پر آزاد کیا اور پھر کن لوگوں نے اُن حضرات کو اپنے مفاد کی خاطر استعمال کر کے، سمندر کے کنارے لا کھڑا کر دیا، اس صورتِ حال سے بھی یہ حضرات بخوبی واقف ہیں اور آج کشتی کے ڈوبنے وقت پھر ان ہی حضرات کو پکارا جا رہا ہے، جن کو ۸۰ سال تک مسلسل دھوکے میں رکھا گیا اور ان کی قربانیوں کا صلہ شہادتوں، گرفتاریوں اور بدنامیوں سے دیا گیا۔

یہاں آ کر بندۂ عاجز یہ نہیں سمجھ پا رہا، کہ آیا ہمارا دیندار اور اسلام پسند طبقہ اتنا شفیق اور وسیع النظر ہے، جتنا باپ اپنے اکلوتے بیٹے پر شفیق اور مہربان ہوتا ہے کہ بیٹا اپنا کھلونا توڑ کر باپ کے حوالے کر دیتا ہے، باپ پھر سے کھلونے کو درست کر کے بیٹے کو حوالے کر دیتا ہے اور بچہ کھیلتے کھیلتے پھر اس کو توڑ دیتا ہے، یہی سلسلہ اسی طرح جاری رہتا ہے......یا ہمارا حافظہ اس قدر کمزور پڑ چکا ہے کہ جس مقصد کی خاطر، بڑی مشکلات و قربانیوں اور جدوجہد کے بعد اس خطے کو حاصل کیا تھا، وہ مقصد ہم بھول گئے اور تقریباً ۸۰ سال تک ان سیکولر لوگوں نے، جس طرح ہمیں دھوکہ دے کر اس ملک پر اپنا قبضہ جمائے رکھا...... تو اس کارگزاری کے ادراک کی صلاحیت ہم کھو چکے ہیں؟ کیا اس بات کو سمجھنے سے ہم قاصر ہیں کہ خاص دنیاوی، الحادی خواہشات کی تکمیل کی خاطر پاکستان کے نام پر ریاست کے حصول کے لیے صرف اور صرف ہمیں استعمال کیا گیا اور آج پھر جب ان کی خواہشات کی دنیا اُجڑنے لگی، تو پھر اس کو نئے سرے سے اپنی خواہشات کی خاطر آباد کرنے کے لیے ہماری ضرورت پڑ گئی، اور آج پھر ہمیں استعمال کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ تو یہ فرماتے ہیں کہ "المؤمن لا يُلدغ من جحر واحد مرتين" تو لاکھوں مسلمانوں کے ایمان و اعمال دنیا اور آخرت کو برباد کرنے کے لیے، ان ظالموں کے ہاتھ سے گِرا ہوا آلہ، دوبارہ ان کے ہاتھ میں پکڑوانے کا معلوم نہیں، کیا شرعی حکم ہو گا؟

اس احقر کے نزدیک تو یہ بہترین موقع ہے کہ ان حکمرانوں اور جرنیلوں کو بٹھا کر قیامِ پاکستان کا مقصد سمجھایا جائے......کہ حضرات یہ ملک آپ کی خواہشات کی تکمیل کی خاطر وجود میں نہیں آیا تھا، بلکہ یہ مسلمانوں کے دین و ایمان اور عزت و آبرو کے تحفظ کی خاطر وجود میں آیا تھا! سو پہلے بیٹھ کر اسلام کے خلاف تمام قوانین کو ختم کرتے ہیں، پھر آگے ملک کے تحفظ کی بات کرتے ہیں، ورنہ میرے خیال میں ہم پھر ۱۹۴۷ والی غلطی دوبارہ دہرائیں گے، جس کا ازالہ پھر ناممکن ہو گا۔

اس وقت تو ہمیں معلوم نہیں تھا کہ یہ مادر پدر آزاد طبقہ ہمیں کیسے نظر انداز کرے گا، اسلام اور مسلمانوں کا کیسے ستیاناس کرے گا۔ اب تو ہمارا تجربہ ہوا کہ، ۸۰ سال تک انہوں نے ہمارا خون کیسے چوسا، ہمارا گوشت ہڈیوں سے کیسے نوچا، کیسے ہماری حق کی آواز کو بند کیا گیا، کیسے بے دردی کے ساتھ ہمیں شہید کیا گیا؟ اب تو میرے خیال میں، اپنا ملک اپنے ہاتھ میں لینے کا سنہری موقع ہاتھ آیا ہے، ہمارے ذریعے ملک کو بحران سے نکال کر، ان ظالموں نے ہمیں پھر بھی مارنا تو ہے ہی اور ہمارے مدارس کو اغیار کے ایماء پر ڈھانا ہے ہی، تو کیوں نہ ہم حکومت کی اس مجبوری کو غنیمت سمجھ کر مرنے سے پہلے ہی حصولِ مقصد کی خاطر کچھ کر لیں۔

مولانا فضل الرحمٰن خلیل صاحب کی خدمت میں تو بالخصوص یہ عرض ہے کہ مجاہدین کی غلطیاں تو ان کو گن گن کر یاد رہیں اور یہ بغیر سوچے سمجھے ان پر اغیار کے ایجنٹ کا فتویٰ لگا رہے ہیں......چند گنے چنے ان لوگوں کے افکار، جو مجاہدین کی شکل میں حکومت کے ایجنٹ تھے، کو دلیل بنا کر ان مخلص مجاہدین کو بدنام کرتے ہیں، جنھوں نے پاکستان ہی کے علماء کے فتوے پر جہاد شروع کیا تھا اور آپ جیسے حضرات ہی نے ان کو جہاد کا فتویٰ دیا تھا۔ دوسری طرف حضرتِ والا نے پاکستان کا وہ اعلان نسیاً منسیا ہی کر دیا کہ "آج تک ہم نے پرائی جنگ لڑی ہے"۔ حضرت صاحب! پاکستان کے اغیار کے لیے، پاکستانی مسلمانوں کا اور بالخصوص قبائل کا قتلِ عام بھول گیا، حضرت کو شاید یہ علم نہیں کہ پاکستان نے اپنی ائیر بیسیں (air bases) امریکہ کے حوالے کر کے یہاں سے معصوم افغانیوں پر ۵۷۰۰۰ حملے کروائے۔

حضرت صاحب! اپنے بیوی بچوں کے بیچ میں خوش و خرم رہ کر ان قبائلی گھرانوں سے بے خبر ہیں، جن کے چراغِ زندگی کو پاکستانی جیٹ طیاروں نے گل کر دیا! جہاں کہیں ایک آدھ بیوہ اگر بچ بھی گئی ہے تو وہ بھی بھیک مانگ مانگ کر جیون سے تنگ آچکی ہے۔ حضرت صاحب اپنے ہنستے بستے بچوں کو دیکھ کر ان یتیم بچوں سے غافل ہیں، جو ننگے سر اور ننگے پاؤں پھرتے ہوئے ایک ٹکڑا روٹی کے لیے ترستے ہیں! حضرت کی خدمت میں گزارش ہے کہ یہ مجاہدین جن پر آپ صاحب اغیار کے ایجنٹ کا فتویٰ لگاتے ہیں یہ ان اجڑے ہوئے گھرانوں کے چشم و چراغ ہیں، جو اپنے کھنڈر گھر اور بیوی بچوں کے بکھرے ہوئے اعضاء دیکھنے کے بعد پاکستان (فوج) کا ستیاناس ہی کریں گے اور ان کو یہ حق ہے کہ پاکستان (فوج) کا ستیاناس کریں۔

حضرت صاحب! گستاخی معاف، یقیناً یہ بہت بڑی بے مروتی ہے کہ اسلام اور جہاد کے نام پر آپ حضرات، جیسے علمائے کرام نے مجاہدین کو اُٹھایا، جہاد کے فتوے دیے اور اب مخلوق کے خوف سے ان مخلص مجاہدین کو آدھی راہ میں چھوڑ کر، ان پر اغیار کے ایجنٹ کے فتوے لگاتے ہیں! تعجب کی بات ہے کہ امریکہ سے کھربوں ڈالر لے کر مسلمانوں کا قتلِ عام کرنا، اغیار کی ایجنٹی نہیں ہے، لیکن شاید آپ کے نزدیک، اپنے ہی دفاع کی خاطر، ظالم کے خلاف لڑنا اغیار کی ایجنٹی ہے۔

یقیناً یہ منطق سمجھ سے بالاتر ہے اور یہ کتاب جس میں یہ فتویٰ درج ہے، اس کا مل جانا ناممکن ہے۔

ہمارے اوپر اغیار کے ایجنٹ ہونے کا فتویٰ لگاتے ہوئے، یقیناً آپ نہیں ڈرتے ہوں گے جیسے آپ خود ہی فرماتے ہیں اور ڈرنا بھی نہیں چاہیے، کہ خوف ایک خدا کا ہی بہتر ہے، مگر اتنا بڑا الزام لگا کر خدا سے تو ڈرنا چاہیے۔ ہاں اگر آپ ان جرنیلوں کے سامنے حق کہنے سے نہ ڈرتے، تو یہ ایمان کا ایک بہت ہی بڑا درجہ ہوتا، مگر افسوس کہ ایسا نہیں ہے۔

بہر حال علمائے کرام کی خدمت میں یہ عرض کرتے ہیں کہ آپ ہمارے بڑے ہیں، پاکستان کے اتار چڑھاؤ سے آپ حضرات بخوبی واقف ہیں، ہمارے اوپر خوارج اور ایجنٹی کے فتوے لگانے کی بجائے، اسلام اور مسلمانوں کے خون سے رنگین پاکستان کو دوبارہ، ان ظالم جرنیلوں اور حکمرانوں کے ہاتھ میں نہ دیجیے، بلکہ عوام کو اپنے گرد جمع کر کے پاکستان کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لیجیے تاکہ حصولِ پاکستان کا مقصد پایۂ تکمیل تک پہنچ سکے۔

★★★★★

بقیہ: خود آستیں میں پالے ہیں

نیز فرمایا، 'سرکاری نوکریوں کا سوچنے والے نوجوان بے وقوف اور آرام طلب ہیں'۔ بالفاظِ دیگر سرکاری ملازم بے وقوف اور آرام طلب ہوتے ہیں؟ اور سرکاری وزیر؟ بے وقوفوں کے سردار؟ ایک کروڑ نوکریوں کا وعدہ تو آپ ہی نے فرمایا تھا! اب وزیر موصوف کہہ رہے ہیں: لوگ نجی سیکٹر کی طرف دیکھیں۔ جس کی تفصیل جہانگیر ترین نے دی ہے۔ تحریک انصاف کے مرکزی رہنما جن کی پانچوں گھی میں اور سر کڑاہی میں ہے۔ کہتے ہیں: 'لوگ گھر گھر مرغی اور چوزے پال لیں تو ملکی معیشت بہتر ہو سکتی ہے۔ روزگار بھی بڑھے گا۔ کے پی کے مختلف علاقوں میں گھریلو مرغبانی کے منصوبے شروع کر رہے ہیں۔ ابھی ہمارے پاس 4 سال موجود ہیں۔' (اتنے عرصے میں مرغیوں کی ریل پیل ہو جائے گی۔ عوام بھی موصوف کی طرح نجی طیاروں کے مالک بن جائیں گے!) چوزے بڑے ہونے تک عوام حکومتی لنگروں شیلٹروں سے استفادہ کریں۔ شور نہ مچائیں۔ ریلیاں دھرنے پلان کر کے ہمارا تراہ نہ نکالیں! ہمارا صرف معاشی نہیں اخلاقی دیوالیہ بھی پٹ چکا ہے۔ اعلیٰ تعلیم کے اعلیٰ اداروں میں (بلوچستان یونیورسٹی کے) اعلیٰ اہلکار قوم کو ترقی کی منزلیں سر کرواتے کن شرمناکیوں میں ملوث پائے گئے ہیں؟ خفیہ کیمروں کی مدد سے ناگفتہ بہ ویڈیوز طالبات کی بنا کر بلیک میلنگ سکینڈل۔ یہ روشن خیالی کے زہریلے انڈے بچے ہیں جو چہار جانب طوفان بدتمیزی برپا کیے ہوئے ہیں۔ سیکولر، لبرل معاشرہ بناتے، اسلامی اقدار و نظریۂ پاکستان کا قلع قمع کرتے تعلیمی اداروں میں نسلوں کی تباہی کے سامان جابجا سامنے آرہے ہیں۔ چلیے یہ کم از کم دہشت گرد اور انتہا پسند تو نہیں ہیں! سیکولر لبرل فاشزم کی فتوحات ہیں یہ ساری۔ جب آزادئ کشمیر کا چیلنج ہمارے سر پر کھڑا ہے تو دور دور ملک و ملت کے لیے، ظلم و حشت جبر کی چکی میں پستی عورتوں، بچوں کے لیے شجاعت، عزیمت اور غیرت کے پیکر نوجوانوں کی جگہ نچیئے گویئے ریوڑ تیار ہیں۔ نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے... یہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں! یہ گٹار اٹھائیں گے، لہرائیں گے ناچیں گے۔ فیشن ریمپ پر اٹھلائیں گے۔ بھاری امتحان سر پر کھڑے ہیں۔ اللہ کو تو دیکھنا ہے چھانٹنا ہے، حق و باطل کی صفوف میں کون اپنی جگہ کہاں بنانا چاہتا ہے؟! وہ دن تو احادیث کے مطابق آنا ہے جب حق کے خیمے میں ایمان کے سوا کچھ نہ ہو گا اور باطل کے خیمے میں کفر و نفاق کے سوا کچھ نہیں۔ مشرق وسطیٰ میں اسی تیاری پر دجل کمربستہ ہے۔ امریکہ، سعودی عرب مزید لدی پھندی امریکی فوج، آرامکو پر حملے کی آڑ میں داخل کر رہا ہے۔ 'سعودی عرب ہمارا بہت اچھا اتحادی ہے وہ ہم سے اربوں ڈالر کے مال و اسباب خریدتے ہیں۔ بلکہ لاکھوں ملازمتیں بھی (امریکی) حاصل کرتے ہیں'۔ ٹرمپ کی یہ خوشی ملاحظہ ہو! ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں ہو۔ شام، ترکی کے حالات، افغانستان میں بے دریغ کارپٹ بمباریاں۔ کفر ملتِ واحدہ بنا امت اجاڑ رہا ہے۔

★★★★★

مجرم تو میں اور آپ ہیں!

ضرغام علی حبیب

کسی بھی عادل مسلمان سے اگر پوچھا جائے کہ وہ کیا چاہتا ہے تو اس کا جواب یقیناً یہی ہو گا "دنیا کی بھلائی اور آخرت کا شرف"۔ درحقیقت یہی وہ انعام ہے جو اسلام ہر کلمہ گو کے لیے لے کر آیا۔ اسی لیے تو نبی ﷺ نے ابوسفیانؓ سے اس وقت کہا تھا جب وہ اسلام نہیں لائے تھے کہ

"یا أبا سفیان، جئتکم بخیر الدنیا وکرامة الآخرة"

"اے ابوسفیان! میں تمہارے پاس دنیا کی بھلائی اور آخرت کا شرف لے کر آیا ہوں۔"

اور یہی وہ پیکج (package) ہے جس کی خاطر ہم میں سے ہر کوئی کلمہ پڑھتا اور مسلمان کہلاتا ہے۔ یعنی دنیا اور آخرت کی بھلائی مل جائے، دنیا کی زندگی پاکیزہ ہو جائے، گزرے ہوئے پر ملال اور آئندہ کا خوف نہ رہے اور آخرت میں نبی ﷺ کے ہاتھوں جام نصیب ہو جائے۔

لیکن آج کا منظر بڑا عجیب ہے۔ کلمہ گو ہیں لیکن حیاۃ طیبہ... زندگی پاکیزہ نہیں! ماضی قریب کا ہر فیصلہ کاٹ کھانے کو آتا ہے، پاکستان بنالیا امن پھر بھی نہ ملا، انصاف تو دور کی بات انصاف کے دروازے تک جاتے ہوئے بھی سو طرح کے وسوسے آتے ہیں۔ انگریز کی غلامی کے خلاف لڑے، قربانیاں دیں، اپنوں سے بچھڑے لیکن غلامی جوں کی توں نظر آتی ہے۔ ہندو بنیے جیسے دشمن سے بچنے کے لیے اتنی بڑی فوج کی پرورش اپنے منہ کے نوالوں سے کی لیکن خوف بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے، بلکہ اب تو صرف بھارت نہیں بلکہ امریکہ، اسرائیل اور بھارت کے جوائنٹ آپریشن کی باتیں ہو رہی ہیں اور فوج کی بندوقوں کا رخ تو پھر ہی کہیں اور گیا ہے۔ ایٹمی اثاثے تعمیر کیے کہ چلیں تعداد و وسائل نہ سہی ایٹم بم کے رعب ہی سے دشمن ڈر جائیں، لیکن آج عوام کی بجائے انہی اثاثوں کی حفاظت مسئلہ بنی ہوئی ہے۔ صنعتی ترقی کے لیے امریکہ سے معاہدے کیے، آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک سے قرضے اٹھائے لیکن بجلی اور گیس ہی نہیں، صنعتیں کیسے چلیں؟ پھر قرض اتارنے کے لیے 'قرض اتارو، ملک سنوارو'، جیسی مہموں میں حصہ لیا مگر کشکول ابھی بھی دراز ہے[1]۔ اعلیٰ تعلیمی ادارے اور سکیمیں شروع کیں لیکن اس کا بوجھ بھی گردن پر محسوس ہو رہا ہے، پڑھے لکھے بے روزگاروں کی لائنیں لگی پڑی ہیں۔ بڑا لمبا سلسلہ ہے...... خوش آئند فیصلوں اور ان کے نتائج بد کا...... آخری مثال دہشت گردی کی جنگ میں شرکت، ان لائٹنڈ ماڈریشن کے نعرے، آج کی بیچارگی اور ٹرمپ سرکار کی طرف سے نت نئی بندشیں ہیں۔

سوچنا چاہیے کہ ہوا کیا؟ مسئلہ کہاں آیا؟ ستر بہتّر سال، بیش بہا تجربات، قیادت کی بارہا تبدیلی، مارشل لاء اور جمہوریت کا ادل بدل، سب کچھ ناکام کیوں؟ غم اور خوف کے گرداب نے کیوں کر اس بری طرح گھیر رکھا ہے؟ ساری کوششوں کا نتیجہ غلامی کے مزید سے مزید تر ہونے کی صورت میں کیوں؟ ساری صورتحال کا قصوروار کسے ٹھہرایا جائے اور طبیب کسے سمجھا جائے؟

اگر نظر کا زاویہ درست ہو تو جواب بہت آسان ہے، ایمان تو ہم اس بات پر لائے کہ دنیا و آخرت کی بھلائی اسلام میں ہے۔ لیکن ہمارے درمیان اسلام کہاں ہے؟ جو اسلام پر چلنے والے ہیں ان کو تو ہم نے تقلید مغرب کے نشے میں شدّت پسند، دہشت گرد، بیک ورڈ اور پتہ نہیں کیا کچھ کہہ کر خود سے جدا کر دیا۔ ایک بار خود سے یہ تو پوچھ لیتے کہ خلافت کے تیرہ سو سال جس شان سے گزارے کیا اس میں طور طریقے امریکہ نے سکھائے تھے؟ کیا اس وقت ماڈریٹ اسلام تھا (جس میں ہر چیز حلال ہے سوائے حلال کے)؟ کیا اس وقت قاضی القضاۃ رانا بھگوان داس، افتخار چودھری اور ثاقب نثار جیسے تھے؟ کیا اس دوران سپہ سالار کیانی اور مشرف جیسے موہوم المذہب ہوتے تھے؟ کیا اس وقت جمہوری نظام تھا؟ کیا عالمی سرمایہ دارانہ نظام نے ہندوستان کو سونے کی چڑیا بنایا تھا؟ کیا حکومت میں آنے والی خرابیاں جمہوری عمل سے ٹھیک ہوتی تھیں؟ حقیقت یہ ہے کہ اس دور کی خرابی بھی آج کے دور کی اصلاح سے بہتر تھی۔ اس لیے کہ اس وقت خرابی کو خرابی اور گناہ کو گناہ کہا جاتا تھا لیکن اب تو اصلاح کے راستے سے خرابی لائی جاتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ فیصلہ تو ہمیں اپنی اصل کی طرف لوٹنے کا کرنا ہے، اسلام کو انفرادی و اجتماعی سطح پر اپنانے کا۔ مثال چاہیے تو پڑوس میں طالبان کی حکومت کو دیکھ لیں۔ زور آور کہلانے والوں اور ان کے رخ پر بہنے والوں کے سر ندامت و شکست کے احساس سے جھکے ہوئے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے یہ شیر جس شان سے ابھرے تھے اسی پر قائم پھر سے افغانستان میں شریعت کا نظام لا رہے ہیں، بلکہ بیت المقدس تک کہ مسلمان ان کی طرف سے آنے والے کالے جھنڈوں کی راہ تک رہے ہیں۔ کشمیر میں 'اب ہمارے حکمران... طالبان طالبان' کی بازگشت ہے۔ اس سب سے بھی اگر میں اور آپ نہیں سمجھے تو پھر میں اور آپ ہی اس صورتحال کے مجرم ہیں۔

---

[1] بلکہ جس سائز کا کشکول آج کل عمران خاں کی حکومت لائی ہے ایسی مثال ماضی میں نادارد!

خود آستیں میں پالے ہیں

محترمہ عامرہ احسان صاحبہ

دشمن شہ رگ دبوچے ہماری سالمیت پر حملے جاری رکھے ہوئے ہے۔ بات صرف اتنی نہیں کہ مسلسل بھارتی فائرنگ اور گولہ باری سے ہمارے سرحدی دیہات غیر محفوظ ہو چکے ہیں۔ دو سال میں 1970 مرتبہ یہ حملے ہوئے۔ دوسری جانب کشمیر ڈھائی ماہ سے کرفیو اور ہمہ نوع پابندیوں کی زد میں ہے۔ سری نگر میں بنیادی حقوق کی بحالی کے لیے خواتین پرامن مظاہرین پر بھارتی فوج نے دھاوا بول دیا۔ آنسو گیس، تشدد، خواتین بے ہوش ہوئیں۔ درجنوں گرفتار کر لی گئیں۔ نوجوان جیلوں میں بدترین تشدد کی زد میں ہیں۔ زندگی مفلوج، تجارتی سرگرمیاں، دفاتر، تعلیمی ادارے، ٹرانسپورٹ بند۔ دنیا مہر بلب۔ مودی پوری ڈھٹائی سے ہمیں کشمیر پر غاصبانہ تسلط کے اگلے قدم کی دھمکی دے رہا ہے۔ 'پاکستان کی طرف بہنے والے دریاؤں پر ہمارا حق ہے۔ پانی روک کر رہوں گا۔ ایک ایک قطرہ ہم استعمال کریں گے'۔ کشمیری بھائیوں کے لیے، سرحدی خلاف ورزیوں اور پانی پر قبضے جیسے عزائم کے ضمن میں ہم کیا کر رہے ہیں؟ کشمیریوں کے زخموں پر نمک چھڑک رہے ہیں! ملک بھر میں گزشتہ پانچ دن ہمارے آقاؤں کے بچے آئے ہوئے تھے۔ وہی برطانوی آقا جو کشمیر کی موجودہ حیثیت اور مسائل کے ذمہ دار ہیں۔ برطانوی حکومت نے مودی اقدامات پر مذمت تو کجا تشویش تک کا اظہار نہ کیا۔ شاہی جوڑا آرہا تھا تو ہم سمجھے شاید اب یہ ہمارا درد بانٹنے آئے ہیں۔ لائن آف کنٹرول پر جا کر بیٹھیں گے۔ احتجاج کرنے والوں کے ساتھ اظہار یک جہتی ہو گا۔ ہمارے وزیر اعظم سے ان کا سابقہ سسرالی اور دوستی کا رشتہ ہے۔ ان کے بچے، نیز 15 لاکھ کشمیری اور پاکستانی آبادی ان کی رعیت میں شامل ہے۔ اس دکھ میں شراکت تو بنتی تھی۔ سرحد پر جاری خوں رنگ آتش بازی دیکھی ہوتی۔ کشمیری جس بلا میں گرفتار ہیں اس پر تصویری نمائش، سیمینار ہوا کرتے ہیں۔ ہم سمجھ رہے تھے کہ یہ دورہ برائے کشمیر ہے۔ یوں بھی برطانیہ خود بھی بریگزٹ میں پھنسا کسی جشن منانے کی کیفیت کا متحمل کہاں ہو سکتا تھا۔ لیکن مجھے پیدا کیا اس دیس میں تو نے، جس دیس کے بندے ہیں غلامی پہ رضامند۔ سو فدویوں کی خوئے غلامی کا ایک اندوہناک ایکس رے ان دنوں سامنے آیا۔ یہ تو ٹیکسوں، بجلی گیس، مہنگائی، شاپنگ بیگ کی جدائی، چوریوں، ڈکیتیوں، کراچی کے کچرے اور آوارہ کتوں سے بلبلائے عوام کے آنسو پونچھنے کو حکومت نے ولایت سے رنگین جھنجھنا منگوایا تھا۔ دن رات بجا کر، سوشل میڈیا پر پوری قوم کو ملکی افراتفریوں اور کشمیر کی گھمبیر تا بھلانے کا سامان تھا۔ سو یہ غنیمت ہے کہ کشمیری ابلاغی ناکہ بندی کی بنا پر نہایت رنگین کھلکھلاتے دنوں میں غرق اپنے پاکستانی بھائیوں کو نہ دیکھ پائے ہوں گے۔ ورنہ ان کے زخموں میں نمک بھر جاتا۔ خیر ہمیں مثبت رہنا چاہیے۔ سو نمک کے فوائد بیان کیے دیتے ہیں۔ تاکہ منفیت کا طعنہ ہمارے حصے نہ آئے۔ آپ بھی گوگل سے پوچھ دیکھیے۔ نمک (خصوصاً کھیوڑہ کا گلابی ہمالیائی نمک) دوران خون بڑھاتا ہے۔ خلیوں کی مرمت کا کام کرتا ہے۔ جلد کو ملائم کرتا، اس کے سمّیات دور کرتا اور بحالی میں مدد دیتا ہے۔ زخموں کو نمک ملے پانی سے دھونا مفید ہوتا ہے۔ اگر مگرمچھ کے آنسو بھی نہ میسر ہوں تو اسی پانی کے چند قطرے ساون بھادوں رلا سکتے ہیں جن سے ہم اپنی محبت اور غم میں شراکت کی یقین دہانی کروا سکتے ہیں۔ آخر ہم ہر جمعے اظہار یک جہتی بھی کرتے ہیں اور کشمیر پر کڑک دار بیان بھی جاری کرتے رہتے ہیں۔ چند دن ٹینشن دور کرنے کو اگر قوم شاہی جوڑے کے جوڑے ہی دن بھر اخباروں، سوشل میڈیا پر شیئر کرتی رہی تو مارجن دیں اسے۔ برطانوی میڈیا نے کہا تھا اس سے پاکستان کی ساکھ بحال ہو گی۔ سو پوری قوم ساکھ بحال کر رہی تھی۔ اس ضمن میں شاہی جوڑے کے ملبوسات کی مفصل رپورٹیں لحہ بہ لحہ آتی رہیں۔ انگریزی معاصر اخبار کے مطابق فخر انگیز حب الوطنی کی لہریں دوڑتی رہیں کہ ان کے لباس تیار کرنے کا اعزاز پاکستانی ڈیزائینرز کو حاصل ہوا۔ یہ غم ضرور تھا کہ 'المیہ یہ ہے کہ ''اخلاقی بریگیڈ'' کو دوپٹے کی پڑی ہوئی تھی'۔ اس خبط کی بنا پر شہزادی کو دوپٹہ اوڑھنا پڑا! آزاد قوموں کے آزاد شہری غیور ہوا کرتے ہیں۔ اپنے حقوق کی سوداگری پر کمر بستہ نہیں رہتے۔ اس کی متقابل مثال ملاحظہ فرمائیے۔ ایک امریکی سفارتکار کی بیوی این سکولاز نے برطانیہ میں اپنی گاڑی کی ٹکر سے برطانوی لڑکا ہیری ڈن حادثتاً مار دیا۔ اور سفارتی تحفظ کی آڑ میں امریکہ چلی گئی۔ اس پر برطانوی وزیر اعظم نے امریکہ سے مطالبہ کیا کہ وہ سکولاز کو واپس برطانیہ بھیجے تاکہ وہ قانون کا سامنا کرے۔ مسئلہ حل کرنے کے لیے لڑکے کے والدین کو وائٹ ہاؤس کی دعوت پر امریکہ لایا گیا۔ ٹرمپ کے دفتر میں لیجایا گیا کہ اس پر بات چیت ہو۔ ٹرمپ کے سکیورٹی مشیر نے والدین کو وہاں سکولاز کی موجودگی کا بتا کر ملاقات کروا کر معاملہ رفع دفع کرنا چاہا۔ برطانوی جوڑا سیخ پا ہو کر انکاری ہو گیا۔ کہ کیا تم میڈیا کے سامنے ہمیں گلے ملوا کر ہمارے زخموں پر نمک چھڑکو گے؟ یہاں نہیں ہم سکولاز کے برطانیہ میں آکر پولیس کے آگے پیش ہونے کا مطالبہ رکھتے ہیں۔ اپنے بیٹے کے خون پر امریکہ جیسے دوست، مائی باپ ملک کے صدر کے دفتر میں سوداگری پر راضی نہیں۔ یہاں ریمنڈ ڈیوس (جو سی آئی اے کا ادنیٰ اہلکار تھا) کے ہاتھوں قتل اور اس پر پاکستان کا شرمناک فدویانہ رویہ یاد کر لیجیے۔ زندہ، آزاد، غیور قوموں کی خوبو ہمارے کشکول کے ہاتھوں تلف ہو گئی۔ 'نوکر کہیہ تے نخرہ کہیہ' ہمارا شعار ہے۔ قوم سارا وقت وزیروں کی ڈانٹ ڈپٹ، لارے لپے یا بہلاووں کی زد میں رہتی ہے۔ فواد چودھری تو عوام کی عزتِ نفس سے کھیلنے میں طاق ہیں۔ فرماتے ہیں: 400 ادارے ختم کر رہے ہیں۔ عوام نوکریاں نہ مانگیں۔ نوکریاں دیں گے تو معیشت بیٹھ جائے گی (عوام بھوکے مریں گے تو معیشت مضبوط ہو جائے گی؟)۔ (باقی صفحہ نمبر: 95 پر)

مولانا عبد الرشید غازی سے مولانا فضل الرحمٰن تک

اوریا مقبول جان

محترم کالم نگار کے زیرِ نظر مضمون میں سے بعض جملے ادارہ 'نوائے افغان جہاد' کی ادارتی پالیسی کے تحت حذف کر دیے گئے ہیں، نیز ایک آدھ اضافے کو '[ ]' میں بند کر دیا گیا ہے۔ (ادارہ)

عبد الرشید غازی جو بعد میں مولانا کہلائے، قائد اعظم یونیورسٹی سے 1988ء میں انٹرنیشنل ریلیشنز میں ایم اے کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد اقوامِ متحدہ کی تنظیم یونیسکو میں ملازم ہوگئے۔ ان کے والد لال مسجد اسلام آباد کے خطیب مولانا عبد اللہ غازی تھے۔ جن دنوں سوویت یونین کے خلاف افغان جہاد چل رہا تھا تو ان کی مسجد اسلام آباد میں اس جہاد کی نقیب اور اس میں حصہ لینے والوں کا ایک مرکز و محور ہوتی تھی۔ عبد الرشید غازی جب ایم اے کی ڈگری حاصل کر کے عملی زندگی میں آئے تو روس افغانستان چھوڑ چکا تھا اور مجاہدین کے مختلف گروہ آپس میں برسرِپیکار تھے اور پورا افغانستان خانہ جنگی کی آگ میں جل رہا تھا۔ پاکستان میں موجود علمائے کرام بھی اپنی پسند اور اپنی نیابت والے مجاہدین کا ساتھ دیتے تھے۔ قاضی حسین احمد، مولانا سمیع الحق اور مولانا فضل الرحمٰن کے اپنے اپنے محبوب افغان مجاہدین کے گروہ تھے۔ اسی دوران افغان سرزمین کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ملا عمر مجاہد جیسا فرزند عطا فرمایا جس نے 1994ء کے آخر میں اس خانہ جنگی اور تشدد کے خلاف جہاد کا اعلان کیا اور صرف چند مہینوں میں ایک پر امن حکومت قائم کر کے دکھائی۔

ایسی حکومت جس نے افغانستان کو عدل وانصاف سے بھر دیا۔ مولانا عبد اللہ غازی اپنے اس جدید تعلیم یافتہ بیٹے عبد الرشید غازی کو ہمراہ لے کر ملا محمد عمر مجاہد سے ملاقات کے لیے اکتوبر 1998ء میں قندھار چلے گئے۔ اس دوران انکی ملاقات اسامہ بن لادن سے بھی ہوئی۔ عبد الرشید غازی کو افغانستان میں امن وامان، خوشحالی اور انصاف نے اس قدر متاثر کیا کہ انہوں نے اقوامِ متحدہ کی نوکری چھوڑ کر شریعت کے نفاذ کے لیے زندگی وقف کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

ملاقات کے دوران اسامہ بن لادن ایک گلاس سے آہستہ آہستہ پانی پی رہا تھا۔ عبد الرشید غازی نے اس کا گلاس اٹھایا اور اس میں سے بچا ہوا پانی پی لیا۔ اسامہ نے سوال کیا "تم نے ایسا کیوں کیا؟" تو عبد الرشید غازی نے جواب دیا "تاکہ اللہ تبارک و تعالیٰ مجھے آپ جیسا مجاہد بنا دے"۔ پاکستان واپسی پر عبد الرشید غازی کے سر پر عمامہ تھا اور داڑھی بڑھ چکی تھی۔ لیکن پاکستان واپسی کے صرف ایک ہفتے بعد ان کے والد مولانا عبد اللہ غازی کو شہید کر دیا گیا۔ اب عبد الرشید غازی کی زندگی بدل چکی تھی۔ یونیسکو کی ملازمت ترک کر کے وہ لال مسجد کا مکین ہو گیا۔ ادھر پوری دنیا ملا محمد عمر کی افغانستان میں حکومت کے خاتمے کے درپے ہو چکی تھی۔ گیارہ ستمبر 2001ء کا ورلڈ ٹریڈ سنٹر پر حملہ ایک بہانہ تھا جس نے افغانستان پر چڑھ دوڑنے کا راستہ ہموار کیا[1]۔ پاکستان پر اس وقت مشرف کی حکومت تھی جس نے افغان مسلمانوں کے خلاف اس عالمی اتحاد اور امریکہ کا بدترین انداز میں ساتھ دیا۔ مشرف کے اس فیصلے کے خلاف پہلی آواز مولانا عبد الرشید غازی نے بلند کی۔ حکومت امریکی حملوں میں مدد و معاونت میں اس قدر مصروف تھی، کہ اس نے اس آواز کو دبانے پر فوری طور پر دھیان نہ دیا۔ ظاہر ہے جو ملک چھ سو کے قریب مسلمان پکڑ کر امریکہ کے حوالے کر کے پیسے کمائے اور جس ملک کے تین ہوائی اڈوں سے 57 ہزار امریکی ہوائی جہازوں نے اڑان بھر کر افغانوں پر بم برسائے ہوں، اسے امریکی ہمراہی کے نشے میں فرصت ہی کہاں تھی۔ تین سال بعد جب افغانستان میں حملوں کی گرد بیٹھی تو اگست 2004ء میں عبد الرشید غازی کے بارے میں حکومت نے اعلان کیا کہ وہ صدر مشرف، پارلیمنٹ اور فوج پر حملے کی منصوبہ بندی میں ملوث ہے۔ عبد الرشید غازی کے خلاف اعلان کی وجہ یہ تھی کہ انہوں

> جمہوریت کا کمال یہ ہے کہ یہ ہر اس شخص کی رگوں میں بیٹھے زہر کی طرح سرایت کرتی ہے جو کسی بھی نظریے کے تحت انقلاب کا نقیب ہوتا ہے، سٹیٹس کو (status quo/ موجودہ صورتِ حال) توڑنا چاہتا ہے، مروجہ نظامِ معیشت و سیاست و معاشرت کو بدلنا چاہتا ہے۔ کمیونسٹ تو کہا کرتے تھے کہ جمہوریت، انقلابی سوچ کے غبارے میں چھوٹا سا سوراخ کر کے اس میں سے آہستہ آہستہ ہوا نکال دیتی ہے، جس کی وجہ سے وہ ایک دم طاقتور قوتوں کے منہ پر نہیں پھٹتا۔

---

[1] اس زمانے میں امریکی حکومت کے بعض اہلکاروں کے بیانات ریکارڈ پر موجود ہیں (یعنی نائن الیون سے پہلے کے) کہ امریکہ امارتِ اسلامیہ افغانستان کو تہہِ تیغ کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا اور اپنے عسکری منصوبے کو آخری شکل دے رہا تھا اور ان کے مفکرین یہ سوچ رہے تھے کہ افغانستان پر حملہ کس موسم میں کیا جائے۔ یہی بات شیخ اسامہ بن لادن اور ان کے ساتھیوں کے سامنے بھی تھی کہ آیا وہ امریکہ پر اقتصادی و عسکری حملہ، امریکہ کے افغانستان پر حملے سے پہلے کریں یا اس کے بعد، اور شیخ رحمہ اللہ اور ان کے ساتھیوں نے امتِ مسلمہ کے دفاع میں امریکہ پر پہلے حملہ کرنے کو ترجیح دی۔ نیز شیخ اسامہ اور ان کے ساتھیوں کے مطمحِ نظر یہ بھی تھا کہ اگر امریکہ نے افغانستان پر پہلے حملہ کر دیا تو جواب میں نائن الیون کی کارروائی زیادہ مؤثر ہو سکتی ہے، لیکن ساتھ ہی یہ نکتہ بھی ملحوظ تھا کہ امریکہ کہ افغانستان پر حملے کے بعد افغانستان میں مجاہدین کو جو مرکز (بیس کیمپ) میسر تھا وہ چھن سکتا ہے، اور مرکز کے چھن جانے کے بعد ایسا حملہ کرنا مشکل ہو سکتا ہے۔ کارروائی کے لیے ساتھی امریکہ میں پہلے سے پہنچ چکے تھے اور افغانستان میں امریکی حملے کے بعد خدشہ تھا کہ امریکہ 'ہوم لینڈ' کو زیادہ محفوظ کرنے کے لیے اقدامات اٹھائے گا اور یوں پچھلی منصوبہ بندی ناکام ہو سکتی تھی، اس لیے بھی شیخ اسامہ اور آپ کے ساتھیوں نے پہلے حملہ کرنے کو ترجیح دی۔ (ادارہ)

نے آمنہ مسعود جنجوعہ اور خالد خواجہ کے ساتھ مل کر 2004ء میں لاپتہ افراد کی بازیابی کے لیے ایک تنظیم بنائی تھی۔ یہ وہ احتجاج تھا جو مشرف اور اس کے ملکی و غیر ملکی ساتھیوں کو ہضم نہیں ہو رہا تھا۔ اس کے بعد جو ہوا وہ ایک تاریخ ہے۔ لال مسجد اور جامعہ حفصہ کا آپریشن اس مملکت خداداد کا سیاہ ترین باب ہے۔ آپریشن کے بعد مشرف نے سوالات سے تنگ آکر کہا تھا کہ "کیا قتل و غارت کا شور مچایا ہوا ہے صرف نوے لوگ ہی تو مرے ہیں"۔ انسانی جانوں کی یہ تذلیل اس سانحہ کا بدترین منظر تھا۔ جس دوران لاپتہ افراد کی بازیابی سے اٹھنے والی عبد الرشید غازی کی اس تحریک کے نتیجے میں حکومت لال مسجد پر ایکشن کر رہی تھی تو مولانا فضل الرحمٰن کی جے یو آئی اور قاضی حسین احمد کی جماعت اسلامی کا باہم اتحاد متحدہ مجلس عمل کی صورت اسمبلی میں براجمان تھا اور سرحد کی حکومت کے مزے لوٹ رہا تھا۔ اپریل 2007ء میں جب تمام اپوزیشن پارٹیوں کے ساتھ ساتھ سیکولر لبرل میڈیا کے ہر اینکر نے مشرف کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر لال مسجد کے خلاف محاذ بنایا تو اس وقت مولانا فضل الرحمٰن ایسے خاموش ہوئے کہ انہوں نے اپنا ٹیلی فون کسی عبد الستار نامی شخص کو تھما دیا جو ہر صحافی اور میڈیا کے آدمی کو یہ جواب دیتا تھا کہ "مولانا جامعہ حفصہ اور لال مسجد پر کوئی بیان نہیں دیں گے"۔ پھر ان کی اس بدترین خاموشی کے دوران جب ایک دن لال مسجد پر آپریشن ہو رہا تھا تو اس لمحے مولانا جمہوریت کی بقا، آئین کے تحفظ اور سسٹم کے تسلسل کے لیے خاموشی سے ملک سے ہی باہر چلے گئے تھے۔ آج بارہ سال بعد مولانا نے ایک کوشش کی کہ شریعت، تحفظِ ناموس رسالت اور ختم نبوت کے نام پر لوگوں کو اکٹھا کر سکیں۔ لال مسجد کے مولانا عبد العزیز جیسا نعرہ مستانہ بھی لگایا۔ لیکن بلاول زرداری کی سرعام ڈانٹ اور شہباز شریف کی پراسرار خاموشی کے بعد دبک کر بیٹھ گئے اور واپس اسی جمہوریت کی بقا، آئین کے تحفظ اور حکمرانوں سے نجات پر تحریک چلانے کے لیے راضی ہو گئے۔ ظاہر ہے جس دستر خوان سے آپ نے پچاس سال کھایا، جس سسٹم کی مراعات پر آپ کا گزر بسر ہوا، جس سسٹم نے آپ کو عوام الناس، میڈیا اور سیاست میں پہچان عطا کی، اب اسے کون چھوڑنے دے گا۔ جمہوریت کا کمال یہ ہے کہ یہ ہر اس شخص کی رگوں میں میٹھے زہر کی طرح سرایت کرتی ہے جو کسی بھی نظریے کے تحت انقلاب کا نقیب ہوتا ہے، سٹیٹس کو (status quo/موجودہ صورتِ حال) توڑنا چاہتا ہے، مروجہ نظام معیشت و سیاست و معاشرت کو بدلنا چاہتا ہے۔ کمیونسٹ تو کہا کرتے تھے کہ جمہوریت، انقلابی سوچ کے غبارے میں چھوٹا سا سوراخ کر کے اس میں سے آہستہ آہستہ ہوا نکال دیتی ہے، جس کی وجہ سے وہ ایک دم طاقتور قوتوں کے منہ پر نہیں پھٹتا۔ جمعیت علماء اسلام گزشتہ ستر سال سے پاکستان میں سیاست کر رہی ہے۔ اسے معلوم ہے کب اسٹیبلشمنٹ کے جھولے پر جھولنا ہے اور کب جمہوریت کی بس پر سوار ہونا ہے۔ مولانا کو بخوبی علم ہے کہ جمہوریت کی بس کا انجن اسٹیبلشمنٹ کی مشینری سے تیار ہوتا ہے اور اسے وہی ڈرائیور چلا سکتا ہے جو مقرر سپیڈ سے آگے نہ جائے۔ اگر کوئی ڈرائیور سپیڈ سے آگے بڑھنے لگے یا مقررہ روٹ سے کسی دوسری سمت گاڑی کو موڑ لے تو اول تو گاڑی کے مسافر ہی اسے بدل دیتے ہیں۔ اگر ایسا ممکن نہ ہو سکے تو گاڑی کے ارد گرد رکاوٹیں کھڑی کر کے ڈرائیور کو مجبور کیا جاتا ہے کہ وہ راستہ بدلے اور نہ ہی سپیڈ بڑھائے۔ اگر ایسا بھی ممکن نہ ہو تو گاڑی کو روکنے کے لیے ہجوم اس کے سامنے لا کھڑا کیا جاتا ہے جو تیز رفتار گاڑی کے پہیوں تلے کچلا جاتا ہے۔ لیکن تھوڑی دور جا کر گاڑی بھی خراب ہو کر رک جاتی ہے۔ پھر نئی گاڑی، نیا انجن، نیا ڈرائیور، نیا روٹ۔ مولانا کو گاڑی کے سامنے لا کر کھڑا کر دیا گیا ہے۔ [جامعہ حفصہ اور لال مسجد کے مولانا عبد العزیز اور عبد الرشید غازی کے ساتھ] تصادم ہوا اور عبد الرشید غازی اور ان کے ساتھی اللہ اور اس کے رسول کے دین کی سربلندی کے نعرے لگاتے اگلے جہان جا پہنچے۔ ان نعروں کو میرا اللہ پہچانتا ہے اور عرش والے بھی خوب جانتے ہیں۔ لیکن مولانا فضل الرحمٰن کے جمہوریت، آئین اور سسٹم کی بقا کے نعروں کو بھی عرش والے خوب جانتے ہیں۔ ہر کوئی روز قیامت اسی پرچم تلے اٹھایا جائے گا جس کے لیے اس نے جان دی تھی۔ اللہ مولانا فضل الرحمٰن پر رحم کرے۔

★★★★★

بقیہ: سلطانیٔ جمہور

'اور وہ تبدیلی بہتری کے لیے ہی ہو گی'، ابو بکر صاحب بولے۔

'چلو یہ تجربہ بھی کر کے دیکھ لیتے ہیں'، اباجی دلچسپی سے بولے، 'گویا کہ ع سلطانیٔ جمہور کا آتا ہے زمانہ.....'۔

(جاری ہے ان شاء اللہ)

جہاد اور علمِ دین کا تعلق

"حق تو یہ ہے کہ جہاد اور تحصیلِ علمِ دین کا تعلق بہت ہی قریبی تعلق ہے اور یہ ایک دوسرے کو مکمل کرتے ہیں۔ مجاہد فی سبیل اللہ کے لیے لازمی ہے کہ وہ شریعتِ مطہرہ کے علم کی طرف رجوع کرے بالکل اسی طرح جیسے ایک طالبِ علم سے یہ بات مطلوب ہے کہ وہ اللہ کے راستے میں جہاد کرے۔ اگر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرف دیکھیں تو ہم تمام کے تمام صحابہ کو اس بات پر پائیں گے کہ وہ علماء اور طلبائے علمِ دین کے ساتھ ہوتے ہیں اور اللہ عزّ وجل کے راستے میں ساتھ ساتھ جہاد کرتے ہیں۔"

محبوب المجاہدین شیخ ابراہیم الربیش شہید رحمہ اللہ

The True American

★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★

(سچا امریکی)

سیلاب خان

زیر نظر تحریر میں کئی مقامات پر سید قطب شہیدؒ کی تصنیف[The America I Have Seen": In The Scale of Human Values"]، سے استفادہ کیا گیا ہے جو انہوں نے سنہ ۱۹۵۱ء میں اپنے ذاتی تجربات کی بنیاد پر لکھی۔ یہ تصنیف اصلاً عربی میں ہے، عربی سے انگریزی ترجمہ سے راقم نے استفادہ کیا ہے۔ سید قطب شہیدؒ کی یہ تصنیف، امریکی ذہنیت کو سمجھنے کے لیے پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ (سیلاب خان)

ڈونلڈ ٹرمپ ایک سچا امریکی ہے۔ ایک امریکی میں جس قدر 'اوصاف' ہو سکتے ہیں وہ سب اس میں پائے جاتے ہیں۔ اندازِ تکلم، بود و باش، معاشرت، معاش، نظریہ، چال ڈھال...الغرض ٹرمپ ہر اعتبار سے امریکی ہے۔ اگر ہم ٹرمپ کو سمجھ جائیں تو اس 'جدید' قوم یعنی امریکیوں کو بھی سمجھ جائیں گے، خاص کر ان کے مقتدر طبقے کو۔

جسے دنیا کھرا اور صاف گو (Straight forward) کہتی ہے اس کے لیے اصل اصطلاح 'منہ پھٹ' ہوتی ہے۔ کاروباری نہیں، غریب کا استحصال کرنے والا، سرمایہ دار۔ پُر اعتماد نہیں، متکبر۔ حالات کا مقابلہ کرنے والا نہیں، ردِّ عمل کا شکار...reactionary۔

پہلے پہل جو لوگ امریکہ آئے تو انہیں امریکہ میں بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ انہی مشکلات میں سے ایک قدرت یا نیچر تھی۔ حالات سخت تھے، موسم سخت تھا، آب ہوا موافق نہ تھی اور یوں 'امریکی انسان' اس نیچر کو اپنا دشمن سمجھ بیٹھا اور اس کے خلاف لڑتا رہا اور تادمِ زندگی لڑتا رہتا ہے۔ ان مشکلات نے اس کو آسانی کا طالب بنا دیا، ایسی آسانی جس کی کوئی حد نہیں، ایسی آسانی اور سہولیات جن کو حاصل کرنے کے لیے ہر فعل جائز اور عمل حلال ہے۔ آسانیوں اور سہولیات کو اس 'امریکی انسان' نے دولت کے ساتھ جڑا دیکھا اور اس دولت کے پیچھے اس نے اپنی ساری زندگی کھپا دی۔ شروع کے امریکی (یعنی جو بعد میں امریکی کہلائے)، سلطنتِ برطانیہ کے وہ شہری تھے جن میں سے اکثر چور، ڈکیت اور جرائم پیشہ افراد تھے۔ ان مزدوری کے لیے لائے گئے لوگوں میں سے اکثر کو جیلوں سے نکال نکال کر لایا گیا اور یہی جرائم پیشہ لوگ پھر اس دنیا کے مستقبل کا ایک بڑا حصہ بن گئے۔

امریکہ کی اقدار کیا ہیں؟ ان کی ایک بڑی 'قدر' آزادی ہے۔ آزادی کا مطلب ہے بلا حدود آزادی۔ ایسی آزادی جس میں کوئی قید نہیں۔ چند ماہ پہلے عورت مارچ نامی جب کچھ 'چوپایوں' کی کراچی میں منڈی سجی اور اس منڈی میں جو موضوعات اٹھائے گئے وہ مذکورہ قسم کی امریکی آزادی ہی کا مطالبہ تھے۔ امریکیوں کی 'قدر' ہے کہ جب، جو، جہاں، جیسے چاہے آ سکتا ہے۔ لباس کی کوئی قید نہیں۔ چاہیں تو آپ ایسے سوٹڈ بوٹڈ (suited-booted) ہوں کہ گلے کا بٹن بند کر کے اس پر ٹائی باندھیں اور نیچے بوٹ پہنیں یا ننگ دھڑنگ کسی جگہ پہنچ جائیں، یہ آپ کا حق ہے، آپ آزاد ہیں۔

امریکیوں کی عادت ہے کہ وہ ہر قسم کے اصولوں کو پامال کرتے ہیں، اقدار کی کوئی اوقات نہیں، ذاتی زندگی، خاندانی زندگی اور معاشرتی زندگی میں میں اخلاق کی کوئی حیثیت نہیں۔ سوائے یہ کہ انہیں کوئی دفتری کام ہو یا جہاں پیسہ دخیل ہو یا پھر کوئی اور کاروباری نوعیت کا معاملہ۔ امریکیوں کے یہاں اصولوں کی ایک دو مثالیں کھیل کے میدان سے ملاحظہ کیجیے۔

'فٹ بال' کیسے کھیلتے ہیں...یعنی ہاتھ سے یا پاؤں سے؟ آپ بھی کہیں گے کہ کیا بچکانہ سوال ہے۔ دراصل جب 'فٹ بال' امریکہ پہنچی تو اس کو کھیلنے کے لیے ہاتھ میں اٹھا لیا گیا۔ بھی اس کو 'گول' تک پہنچانے کے لیے ہاتھ میں اٹھائے اٹھائے دوڑ لگائی گئی۔ دوسری ٹیم والے نے چاہا کہ وہ اپنے 'گول' کا دفاع کرے، تو وہ بھاگتا ہوا آیا، اپنا کندھا زور سے حاملِ بال کے سینے میں مارا اور بال چھین کے فرار......جی اسے کہتے ہیں 'امیریکن فُٹ بال'! بعد میں سوچا گیا کہ یہ بال یعنی گیند گول کیوں ہے؟ سو اس کو پچکا کر، آڑھا ترچھا کر کے لمبوترا سا بنا دیا گیا اور کہا کہ یہ ہے 'امیریکن فُٹ بال'۔ ساتھ موجود تصویر میں چونکہ انسانی شکلیں واضح نہیں ہیں، اس لیے قارئین کے حظ کے لیے تصویر لگا دی گئی ہے، دیکھیے اور لطف اٹھایئے اور یہ بھی سوچیے کہ یہ 'فُٹ بال' ہے یا 'کُٹ بال' یا wrestling؟ چونکہ ذکر wrestling کا آ ہی گیا ہے تو آپ نے یوٹیوب پر ڈونلڈ ٹرمپ کی وہ ویڈیو یقیناً دیکھی ہو گی جس میں وہ اپنے 'حمایت یافتہ' پہلوان / wrestler کے مقابل پہلوان پر غصہ ہو جاتا ہے اور پھر کیا......بس سیدھا ring (اکھاڑے) میں......دے مار ساڑھے چار اور دوسرے کا بے اصولی کشتی میں ستیاناس کر دیا!

[اوپر تصویر میں آپ کھلاڑیوں کو 'فُٹ بال' کھیلتا دیکھ سکتے ہیں۔ اس کھیل کو کھلاڑی ہیلمٹ (Helmet) اور Shoulder Safety Kit وغیرہ پہن کر کھیلتے ہیں۔ اس تصویر میں آپ 'امیریکن فٹ بال' بھی دیکھ سکتے ہیں جو بھورے رنگ کی ہے اور کھلاڑی کی وردی پر لکھے عدد 90 کے نیچے نظر آ رہی ہے۔]

خیر ہم کھیلوں کی دوسری مثال ذکر کرتے ہیں۔ 'کرکٹ' کیسے کھیلتے ہیں؟ خیر کون سا پاکستانی، بنگلہ دیشی یا ہندوستانی اس کھیل کے بنیادی اصولوں سے واقف نہیں۔ لیکن یہ کھیل جب امریکہ پہنچا تو بلّے کے بجائے بن گیا ڈنڈا اور بال کروانے یا گیند پھینکنے کے لیے ہاتھ گھمانا نہیں، خالص 'وٹّا بال' کو اصلِ اصول بنالیا۔ اب بلّے باز یعنی ڈنڈا بردار نے ڈنڈا گھمایا اور بال کو مارا، بال نجانے کہاں گئی اور اس نے رَن (run) بنانے شروع کر دیے۔ اس کا نام رکھ دیا 'بیس بال'، 'امیریکن کرکٹ'! جی یہ ساتھ تصویر میں کھلاڑی 'بال' کروا رہا ہے!

[امریکی 'کرکٹر' بال کرواتے ہوئے!]

امریکی قوم کو جنگ بہت محبوب ہے، بس ایک شرط بھی ساتھ ہے، مخالف نہتا ہونا چاہیے۔ پھر تو یہ ایسی زبردست جنگ لڑتے ہیں کہ تاریخ کے 'سُورما' ان کے آگے ہاتھ باندھے ادب سے کھڑے ہیں۔

امریکہ میں رہتے بدکاری کے فروغ کے لیے کام کرتے لوگ، بہت ہی اخلاص اور اطمینان (دراصل بے شرمی و بے غیرتی) سے کہتے ہے کہ ہم فلاں فلاں کام (جو یہاں لکھے نہیں جا سکتے)، فحش افسانہ نگاری وغیرہ، اس لیے کرتے ہیں کہ ہمارے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں اور ہم نے ان کا پیٹ (حلال طریقے سے) پالنا ہے۔

بدکاری کے اس ہیجان کا اگر کوئی قومی نام ہو سکتا ہے تو آپ اسے 'امریکہ' کہہ سکتے ہیں۔ وہاں dream partner کا نظریہ بس یہی ہیجان ہے۔ مرد کی شخصیت کی معراج وِن ڈیزل اور ڈوین جانسن (المعروف The Rock) ہیں جن کے پاس muscles ہوں، پیسہ اور صنفِ مخالف کو خوش کرنے کے لیے، سپورٹس کار وغیرہ۔ جب کہ عورت جس قدر 'غیر عورت' ہو اور جس قدر وہ مردوں کو 'اپیل' کرے وہ اتنی کامل۔

آدم یحییٰ غدنؒ امریکی نظامِ تعلیم کے متعلق رقم طراز ہیں:

"اس میں کوئی شک نہیں کہ کہ سکول... خصوصاً امریکی سرکاری سکول... بچوں کے ذہن، اخلاق، عادات و اطوار، اقدار اور صحت کی خرابی کا بنیادی سبب ہیں۔ الحاد، بدکرداری، شہوت پرستی، منشیات، چھوٹے اور بڑے جرائم، بیماریاں اور اسی طرح کی ہر وہ برائی جس کا آپ سوچ سکتے ہیں... یہ تمام برائیاں آپ کو سکولوں میں ملیں گی، چاہے یہ برائیاں سکھانے والے طلباء ہوں یا وہ جن کی ذمہ داری آپ کو تعلیم دینا ہے۔ آپ کو یاد رکھنا چاہیے کہ یہی امریکی نظامِ تعلیم ہے جو پیزا کو سبزی باور کرواتا ہے، انسانوں اور بندروں کو ایک ہی نسل کی مخلوق سمجھتا ہے، اور شادی سے باہر جنسی تعلقات رکھنے کو قابلِ قبول قرار دیتا، ہے بشرطیکہ یہ 'محفوظ/safe' ہوں۔"

امریکی ذہانت کے متعلق سیّد قطبؒ لکھتے ہیں:

"ایک روز ہم یونیورسٹی کے ایک کیفی ٹیریا میں، میز پر بیٹھے کھانا کھا رہے تھے کہ میں نے کچھ امریکیوں کو تربوز پر نمک چھڑکتے دیکھا۔ میں اکثر ہی امریکیوں پر طنز و مزاح کے نشتر چلانے کو تیار رہتا تھا۔ میں نے مصنوعی معصومیت سے ان کو مخاطب کر کے کہا 'میں تم لوگوں کو تربوز پر نمک چھڑکتا دیکھ رہا ہوں'۔ ان میں سے ایک بولا، 'ہاں، تم لوگ مصر میں ایسا نہیں کرتے؟'۔ میں نے کہا 'نہیں! ہم تو کالی مرچ چھڑکتے ہیں!'۔ حیرت اور تجسس کا سراپا بنی ایک طالبہ نے پوچھا، '(کالی مرچ) کے ساتھ (تربوز کا ذائقہ) کیسا لگتا ہے؟'۔ میں نے کہا، 'تم خود تجربہ کر کے دیکھ لو!'۔ اس نے چکھا اور اثبات میں کہا 'یہ تو مزے دار ہے!'۔ یوں باقی سب نے بھی اس کی تقلید کی۔

ایک اور دن جب تربوز کھانے کے وقت، کیفی ٹیریا میں پیش کیا گیا، اور تقریباً وہی سارے لوگ موجود تھے جو پچھلی دفعہ میز پر کھانے میں شریک تھے، تو میں نے کہا 'مصر میں ہم میں سے بعض لوگ کالی مرچ کے بجائے چینی بھی تربوز پر ڈال کر کھاتے ہیں'۔ ان میں سے ایک نے فوراً تجربہ کیا اور بولا 'اتنا مزے کا!!'، اور باقی سب نے اس کی تقلید کی۔"

امریکیوں کے بالوں کے انداز کے متعلق کیا کہیں، اس میں تو سراپا مثال ٹرمپ خود ہے۔ پیلا رنگ، yellow colour...... جی وہ بالوں کو پیلا رنگ کرتا ہے۔ کیا تبصرہ کریں، اس بات پر؟

ایسا نہیں ہے کہ امریکیوں میں کوئی 'صفت' پائی ہی نہیں جاتی۔ اگر وہ بغیر کسی بھی صفت کے ہوتے تو وہ آج دنیا میں 'جیسا کیسا' مقام حاصل نہ کر پائے ہوتے۔ لیکن ان کی صفات انسانی اور معاشرتی اور اخلاقی نہیں بلکہ زیادہ پیداوار اور سرمایے کا حصول ہیں۔ امریکیوں کی خصلتوں کا تعلق دماغ کے استعمال، شہوت اور ہاتھ کے استعمال سے ہے جس کا فوری اور دنیوی نہیں ظاہری نتیجہ نکلے...... اس قوم کا ذوق اور عقل جیسی صفات سے کوئی تعلق نہیں۔

⋞⋞◆⋟⋟

جنسی آزادی کی 'بشارت' پر......

مغرب میں جو چلی ہے یہ جنس کی اندھیری
کیسے شناخت ہو گی اولاد تیری میری

یہ "فیملی پلاننگ" چوسی ہوئی گنڈیری
شوہر بھی "پارٹ ٹائم" بیوی بھی آنریری

(ضمیر جعفری)

ہمارا مفاد بس جہاد میں ہے!

مسلمانانِ کشمیر کے شہید مجاہد قائد، عبد الحمید للہاری (ہارون عباس) رحمہ اللہ

الحمدالله والصلوٰة والسلام على سيدنا محمد و على آله وسلم تسليماً كثيرا اما بعد، قال الله تعالىٰ: بعد اعوذ با الله من الشيطان الرجيم، بسم الله الرحمٰن الرحيم

وَالْعَصْرِ○اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ○اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ○(سورۃ العصر)

”زمانے کی قسم۔ انسان درحقیقت بڑے گھاٹے میں ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں اور ایک دوسرے کو حق بات کی نصیحت کریں، اور ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کریں۔“

کشمیر اور برصغیر میں موجود کلمۂ توحید کے علمبردار میرے عزیز بھائیو، محترم بزرگو، سنگ باز مرابط نوجوانو اور میدانِ قتال میں موجود صف شکن مجاہدین!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میرے عزیز مجاہدین ساتھیو!

جو صرف اللہ کی رضا اور اللہ کے مقرر کردہ قانون کے نفاذ کے لیے میدانِ جہاد کا رُخ کر چکے ہیں۔ جنہوں نے اپنی زندگی کا سودا اللہ سے کیا اور جنہوں نے صرف لا اِلٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے اس کانٹوں بھرے راستے کو چنا ہے۔ یہ میرا پیغام اُن تمام مجاہدین کے لیے ہے، جو اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ اللہ کے وعدے سچے ہیں، جو اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ ہماری زندگی اور ہماری موت صرف اور صرف اللہ کے دین کی خاطر ہونی چاہیے۔ دورِ حاضر میں ہمارے سامنے دو اہم امتحانات ہیں۔ ایک یہ کہ ہمارا جہاد کیسے مضبوط ہو اور دوسرا یہ کہ اس جہاد کو سازشوں سے محفوظ رکھا جائے۔

مجاہدین ساتھیو! اللہ تعالیٰ آپ کو اندھیروں کے اس دور میں دینِ حق کی سمجھ دیں اور دینِ حق کی سمجھ کے بعد حق پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

میرے مجاہد ساتھیو!

ایک اہم بات آپ کے سامنے واضح کرنا چاہتا ہوں کہ شہید ذاکر موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے کچھ روز بعد پاکستان کی ایک ایجنسی نے ہم تک ایک پیغام پہنچایا۔ پیغام میں انہوں نے ہتھیاروں کی آفر (پیشکش) کی اور کچھ شرائط بھی رکھیں۔ پہلی شرط یہ تھی کہ ایجنسی کی اجازت کے بغیر ہم کوئی عسکری کارروائی نہیں کریں گے۔ دوسری شرط یہ تھی کہ کوئی بھی کارروائی بڑی نہیں ہونی چاہیے۔ یہ پیغام بھیجنے کا سبب یہ تھا کہ شاید پاکستانی ایجنسی اس وہم میں تھی کہ ذاکر موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے بعد ہمیں مجبور کیا جائے گا اور ہمیں بھی پاکستانی مفاد کے لیے غلام بنایا جائے۔ یہ شرائط سننے کے بعد اس بات کا غم اور رنج دل میں ہے کہ ہمارا جہاد کتنا مظلوم اور غلام بنایا گیا ہے۔

میرے مجاہد ساتھیو!

جو آیات میں نے شروع میں تلاوت کیں وہ سورۂ عصر کی آیات ہیں۔ جس میں رب الکائنات وقت کو گواہ بنا کر یہ فرماتے ہیں کہ بیشک تمام انسان خسارے میں ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس سورت کے بارے میں یہ فرماتے ہیں کہ یہ ایک سورت اتنی جامع ہے کہ اگر لوگ صرف اس ایک سورۂ مبارک کو سمجھ لیں تو ان کے لیے کافی ہے۔ اس مختصر لیکن جامع سورۂ مبارک کی آخری آیت میں اللہ تعالیٰ ہمارے لیے نجات اور فتح کا راستہ بیان کرتے ہیں۔ کہ وہ لوگ خسارے میں نہیں جنہوں نے ایمان لایا اور صالح عمل کیا اور آپس میں حق کی نصیحت کی اور آپس میں صبر کی نصیحت کی۔

میرے مجاہد ساتھیو!

ہم نے ہمیشہ ان آیات کو نقشِ راہ سمجھا کہ حق کی نصیحت کریں۔ یہی وہ نصیحت ہے جو مجھ سے پہلے امیر ذاکر موسیٰ نے کی۔ جو شہید صالح ریحان خان نے کی۔ جو ابو حماس اور ابو عبیدہ بھائی نے کی۔

میرے مجاہد ساتھیو!

ہمارا جہاد ایک مسلسل عبادت ہے اور ہر عبادت کی طرح اس عبادت میں بھی یہ ضروری ہے کہ ہماری نیت صحیح ہو، ہمارا عمل صحیح ہو اور ہمارا قبلہ صحیح ہو۔ آج ہم ایسے موڑ پر آ چکے ہیں جہاں اگر ہم خاموش بیٹھے تو ہم اس جہاد کے ختم ہونے کے قصوروار ہی نہیں بلکہ اس کے مجرم بھی بن جائیں گے۔ ہمارا مفاد صرف یہ ہے کہ اس جہاد کو زندہ رکھنا اور مضبوط رکھنا ہے۔ جب سازش جہاد کو ختم کرنے کی ہو تو تنظیم کا مفاد دیکھنا ایک ایسا جرم ہے جس جیسی کوئی جفا نہیں۔ جب سازش یہ ہو کہ آپ کو ہندو فوج پر حملہ کرنے سے روکا جائے اور آپ کو صرف مرنے کے لیے ہتھیار دیا جائے تو خاموش تماشائی بننا ایک جرم ہے۔ کیا آپ یہ کبھی بھی نہیں سوچتے کہ اگر قوت بھی ہے، کچھ ہتھیار بھی ہے تو پھر آپ کو مہینے مہینے حملے سے کیوں روکا جاتا ہے۔

اللہ عزوجل ہماری عبادت کو قبول فرمائیں اور ہم سے دینِ حق کی سربلندی کا کام لیں، آمین۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے پڑوس میں بستا دیو!

انگریزی تحریر: عاطف سعید
اردو استفادہ: یحییٰ اسماعیل

کیا آپ نے کبھی جارج آرویل(George Orwell) کے ناول '۱۹۸۴'[1] کا تذکرہ سنا ہے؟ وہ افسانوی باتیں تھیں۔ یہاں آپ کے ملاحظہ کے لیے حقیقی زندگی سے چند آرویلین حقائق پیش خدمت ہیں۔ ایک ایسی پولیس اسٹیٹ (کوتوالی ریاست) میں جو کہ ترکمانستان سے لے کر 'اسلامی' جمہوریہ پاکستان تک، تمام 'ستانوں' کے بالکل ساتھ واقع ہے...... اس میں انتہائی شرمناک مظالم ہماری آنکھوں کے عین سامنے ڈھائے جا رہے ہیں، اور مسلم دنیا میں کسی کے کان پر جوں تک نہیں رینگ رہی۔

ذرا تصور کیجیے کہ زندگی آپ کے لیے کیسی ہو گی اگر آپ کو ان کاموں میں مشغول ہونے پر ملزم قرار دیا جائے، جن میں اکثر نارمل/عام انسان، بالخصوص مسلمان، مشغول ہوتے ہیں۔ آپ کو اٹھا کر کسی کنسنٹریشن کیمپ (حراستی مرکز) میں پہنچا دیا جائے، آپ کے بچوں کو آپ کی بقیہ ماندہ زندگی کے لیے آپ سے چھین لیا جائے اور کسی تنگ و تاریک یتیم خانے میں سڑنے کے لیے بھیج دیا جائے۔ اور آپ...... جی ہاں، آپ...... کسی شمشان گھاٹ[2] میں اپنی تقدیر کے لکھے کا سامنا کر رہے ہوں۔ اعضاء عطیہ کرنے کے ایک جبری آپریشن کے بعد آپ کو راکھ کے ڈھیر میں تبدیل کر دیا جائے اور آپ کے پیاروں کو کبھی یہ تک معلوم نہ ہو کہ آپ پر...... یا آپ کے مردہ جسم پر...... کیا بیتی۔ یہاں ان چند امور کی ایک فہرست دی جا رہی ہے جو شمشان گھاٹ تک آپ کے سفر کی ابتدا ثابت ہو سکتی ہیں، اور آپ کے بچوں کو کسی جہنمی یتیم خانے تک (خدانخواستہ) پہنچا سکتی ہیں، اگر بدقسمتی سے آپ عوامی جمہوریہ چنگیزیت میں بسنے والے ایک مسلمان ہیں۔

1. آپ کی ملکیت میں کوئی ٹینٹ/خیمہ ہونا
2. دوسروں کو گالی گلوچ سے منع کرنا
3. کسی ایسے شخص سے بات چیت کرنا جس نے ملک سے باہر سفر کیا ہو
4. آپ کی ملکیت میں ویلڈنگ کے اوزار ہونا
5. دوسروں کو گناہوں سے منع کرنا
6. بیرونِ ملک سفر کیا ہونا
7. آپ کی ملکیت میں زائد اشیائے خورد و نوش ہونا
8. سورج طلوع ہونے سے پہلے ناشتہ کرنا
9. کسی ایسے شخص کو جاننا جس نے بیرون ملک سفر کیا ہو
10. آپ کی ملکیت میں قطب نما(compass) کا ہونا
11. کسی سرکاری اہلکار سے بحث/اختلاف کرنا
12. یہ کہنا کہ کوئی دوسرا ملک چین سے بہتر ہے
13. آپ کی ملکیت میں چھریوں کا ہونا
14. مقامی سرکاری اہلکاروں کے خلاف شکایت کی پٹیشن دائر کرنا
15. زیادہ بچے ہونا
16. شراب نوشی سے پرہیز کرنا
17. سرکاری اہلکاروں کو اپنے بستر میں سونے، اپنا کھانا کھانے یا اپنے گھر میں رہنے کی اجازت نہ دینا
18. آپ کے سمارٹ فون یا کمپیوٹر میں وی پی این(VPN) کا ہونا
19. سگریٹ نوشی سے پرہیز کرنا
20. آپ کا حکومتی شناختی کارڈ آپ کے ساتھ نہ ہونا
21. آپ کی ملکیت میں واٹس ایپ کا ہونا
22. اپنے والدین کے انتقال پر رونا، ماتم کرنا یا کسی بھی قسم کی اداسی کا اظہار کرنا
23. سرکاری اہلکاروں کو اپنا ڈی این اے(DNA) لینے کی اجازت نہ دینا
24. چین سے باہر بنائی گئی فلم دیکھنا
25. چینی جھنڈے کی موجودگی میں سکارف پہننا
26. حجاب اوڑھنا
27. مسجد میں جانا
28. آپ کی ملکیت میں قرآن مجید کا نسخہ یا اس کی سافٹ کاپی ہونا
29. کوئی اسلامی ایپ ڈاؤنلوڈ کرنا
30. نماز پڑھنا
31. روزہ رکھنا
32. کوئی دینی درس سننا
33. سرکاری اہلکاروں کو اپنا آئرس سکین (آنکھ کے ڈیلے کا سکین برائے شناخت) نہ کرنے دینا

[1] میں یہ فرض کر رہا ہوں کہ دنیا میں اب بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کے باوجود کتب کا مطالعہ کرتے ہیں۔

[2] وہ جگہ جہاں مردے جلائے جاتے ہیں۔

34. سرکاری اہلکاروں کو اپنے فون میں موجود ہر چیز کاپی نہ کرنے دینا
35. سرکاری اہلکاروں کو اپنی آواز کی ریکارڈنگ نہ دینا
36. سکولوں میں اپنی مادری / مقامی زبان بولنا
37. سرکاری ورک گروپس میں اپنی مقامی زبان بولنا
38. بیرون ملک کسی سے بات کرنا
39. ایسی شرٹ پہننا جس پر عربی حروف پرنٹ ہوئے ہوں
40. داڑھی رکھنا
41. ایسا لباس پہننا جو دینی شعائر کا مظہر ہو
42. لازمی پروپیگنڈا کلاسز میں شرکت نہ کرنا
43. جھنڈا لہرانے کی تقاریب میں شرکت نہ کرنا
44. عوامی جدوجہد کے سیشنز (sessions) میں شرکت نہ کرنا
45. اپنے آپ کی، اپنے خاندان اور اپنی قوم کی پبلک میں مذمت کرنے سے انکار کرنا
46. روایتی اسلامی جنازہ و تدفین کرنا
47. پولیس میں رجسٹریشن کروائے بغیر ایک سے زیادہ خاندانوں کو اپنے گھر آنے کی دعوت دینا
48. مذکورہ بالا میں سے کسی بھی چیز / کام کے مرتکب فرد سے آپ کا تعلق ہونا

کچھ کریں تب بھی مردود، نہ کریں تب بھی مردود۔ یہ ان لاکھوں انسانوں کی زندگی کی حقیقت ہے جو اکیسویں صدی کے گُلاگ[1] میں پھنسے ہوئے ہیں جسے چینی زبان میں سنکیانگ کہا جاتا ہے، جس کے معنی ہیں 'نئی حکومت / ریاست'، یعنی لغوی طور پر بھی ایک غیر آباد، متنازعہ علاقہ۔ اور چین بعینہ یہی چاہتا ہے کہ مشرقی ترکستان کو ایک ایسا علاقہ بنا دے جس کی اپنی تاریخ، قوم / افراد، تہذیب، زبان اور سب سے بڑھ کر دین، بالکل مٹ چکا ہو۔ مشرقی ترکستان سے آنے والی کہانیاں اپنی الم ناکی میں سربیا کی قتل گاہوں، بوسنیا اور ہرزیگوینا میں ہونے والی نسل کشی، چیچنیا میں ہونے والے منظّم قتل عام، فلسطین میں اسرائیلیوں کی جانب سے کی جانے والی نسلی تفریق و تعصب، کشمیر کی اجتماعی قبروں، برما میں ہونے والے ذبیحوں، شام کے رِستے زخموں اور افغانستان و عراق میں امریکی جنگی جرائم (اور پچھلی پوری صدی میں پیش آنے والے کسی بھی انسانی سانحے) سے کسی طرح بھی کم نہیں ہیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ مشرقی ترکستان کے معاملے پر مسلم دنیا میں یہ خاموشی کیوں؟ کیا وہ مسلم دنیا کا حصہ نہیں؟ مشرقی ترکستان تو مسلم دنیا کے میڈیا پر بھی کسی موضوع کی حیثیت نہیں رکھتا...... حتیٰ کہ سوشل میڈیا پر بھی نہیں؟ بعض نامور اسلامی سیاسی جماعتوں کے ہونٹ کیوں سِل جاتے ہیں جب بات مسلمانوں کے خلاف کیے جانے والے چینی جرائم پر آتی ہے؟ آخر کس نے ان بے خدا منکرانِ خدا کو یہ مکمل تحفظ فراہم کیا ہے؟ مسلمان عوام جو کہ اکثر دینی معاملات پر سڑکوں پر نکل آتے ہیں، وہ مشرقی ترکستان کے معاملے پر کیوں خاموش ہیں؟ کیا انہیں یہ معلوم بھی ہے کہ ان کے چینی 'دوست' کیا کرنے کے درپے ہیں؟ کیا چینی سرمایہ کاری، تجارتی معاہدے، عسکری عہدنامے اور مسلم دنیا کے تمام بانانہ ریپبلکس (Banana Republics)[2] کے ساتھ تہذیبی تبادلوں نے مسلم عوام پر بھی نشے کی کیفیت طاری کر دی ہے؟ امریکہ اور ہمارے درمیان کم از کم سمندر تو حائل ہیں، مگر یہاں ایک وحشی بے رحم دیو ہے جو عین آپ کے سر پر سوار ہے۔ ہمارے دشمن کا دشمن ہمارے لیے بعض اعتبار سے مفید ضرور ہے، مگر وہ ہمارا دوست ہرگز نہیں۔ چین کی ترقی مغرب کے لیے تو بری خبر ہے ہی، مگر کیا واقعی ہمارے لیے خوش خبری ہے؟

اب وقت آ گیا ہے کہ ہم پہچانیں کہ چین اصل میں ہے کیا: ایک خونخوار آرویلین کو تالی ریاست جس کے ساتھ نہایت احتیاط، حکمت اور شجاعت سے معاملہ کرنے کی ضرورت ہے، جسے ترجیحاً کنارے پر ہی رکھا جائے تو بہتر ہے۔ اب وقت آ گیا ہے کہ ہم اپنی آوازیں یکجا کر کے چین سے کہہ دیں کہ بہت ہو چکا۔ اگر چین چاہتا ہے کہ مسلم دنیا میں اس سے عزت و احترام والا سلوک کیا جائے، تو اسے پہلے مسلمانوں کا احترام کرنا سیکھنا پڑے گا۔ ورنہ وہ مسلمانوں کے غیض و غضب کا ایک غیر ضروری ہدف بننے کا خطرہ مول لے گا۔

خواہشِ نفس سے بچنے کا صرف ایک طریقہ!

"بلاشبہ سلفِ صالحین بھی اپنی آراء کا اظہار کیا کرتے تھے مگر وہ سنت کی پیروی میں رہ کر رائے دیتے تھے جب کہ سلفِ صالحین نے ہی دوسرے فرقوں کو جنہوں نے امورِ غیبیہ اور شرعی احکام میں غلط رائے کو اپنایا، اہواء پرست اور شبہات کو فروغ دینے والے اہلِ شبہات کے ناموں سے موسوم کیا تھا کیونکہ سنت کے مخالف رائے صرف جہالت ہے علم سے اُس کا کوئی تعلق نہیں۔ یہی خواہش پرستی انسان کو صحیح علم سے دُور لے جاتی ہے اور پھر اس کی مار محبت اور نفرت پر پڑتی ہے۔ نفس پرست غلط چیزوں سے محبت کرنے لگتا ہے۔ اے بندۂ مومن! محبت اور نفرت کی باگ ڈور علم کے ہاتھوں میں دے دو۔ خواہشِ نفس سے بچنے کا صرف یہی ایک طریقہ ہے۔"

امام ابنِ قیم الجوزیہ رحمہ اللہ ماخوذ از: اغاثة اللهفان

[1] بیسویں صدی کے وسط میں سوویت یونین کے بنائے ہوئے حراستی مراکز جہاں قیدیوں سے سخت مشقت لی جاتی تھی اور انتہائی ظالمانہ سلوک کیا جاتا تھا جس کے نتیجے میں ۱۵ سے ۳۰ لاکھ قیدی زندگی ہار گئے۔

[2] آمریت کا شکار چھوٹے ممالک جن کی تجارت محض کسی ایک جنس پر انحصار کرتی ہے۔

جن سے وعدہ ہے مر کر بھی جو نہ مریں!

اجنبی

مجاہد و داعی 'امجد احمد' (عارفؒ بھائی) کا تذکرہ

صبغۃ اللہ مجاہد

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بداء الإسلام غريبا و سيعود كما بداء غريبا فطوبى للغرباء (مسلم کتاب الایمان)

''اسلام کی ابتداء اس حال میں ہوئی تھی کہ یہ اجنبی (نامانوس) تھا، اور عنقریب یہ پھر اس طرح اجنبی ہو جائے گا جس طرح شروع میں تھا پس بھلائی کی خوشخبری ہے اجنبیوں کے لیے''۔

میں ایسے ہی ایک خوش نصیب کا ذکر کرنے کی سعادت حاصل کروں گا یہ اللہ کا پیارا، محمد عربی ﷺ کا غلام عام معاشرے میں امجد احمد اور جہاد کے میدانوں میں عارف کے نام سے جانا جاتا ہے۔

مختصر تعارف:

امجد بھائی کا آبائی تعلق حیدر آباد دکن سے تھا، مسلمانانِ برصغیر کی تقسیم کے وقت جب پاکستان بنا تو بہت سے مخلص مسلمانوں کی طرح، جو دینِ اسلام سے الفت رکھنے والے تھے اور اسلامی نظامِ حکومت کے خواہاں تھے..... اسی طرح ان کے آباؤاجداد نے بھی گھر بار مال و دولت چھوڑ کر پاکستان ہجرت کی۔

امجد احمد بھائی متوسط طبقے کے ایک دینی گھرانے میں ۱۹۸۳ء میں پیدا ہوئے، چار بہن بھائیوں میں سب سے بڑے تھے۔ ابتدائی تعلیم مقامی پرائیویٹ اسکول سے حاصل کی اور ساتھ ہی قرآن پاک بھی پڑھنا سیکھا۔ اسلامیہ سائنس کالج سے انٹر کیا۔ اُردو سائنس کالج گلشن اقبال سے B.Sc. اور کراچی یونیورسٹی سے I.R (انٹرنیشنل ریلیشنز) میں ڈگری کے حامل تھے۔ اس کے علاوہ اسلامیہ آرٹس اینڈ کامرس کالج سے B.Com بھی کر چکے تھے۔

خدا کے لیے دوستی دوستی ہے:

مجھے فخر ہے اور میں ربِ کعبہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ ہمارا تعلق ذاتی مفاد، دنیاوی لالچ و طمع، مال و متاع اور شخصی غرض و غایت کے لیے نہیں میکالے کے مکتب اور اسٹیشن کی جاب (Job) کے لیے نہیں بلکہ یہ تعلق اول دن سے ہی فی سبیل اللہ رہا۔ ہمیں اس تعلق کی تعلیم نبی مہربان ﷺ نے دی اور اس پر عمل کرنا ہم نے اپنے ذی قدر صحابہ کرامؓ سے سیکھا۔ ہمارے صحابہؓ روشن ستاروں کی مانند ہیں جن کی زندگیاں جن کے قول و بیان، علم و عمل رہتی دنیا تک کے انسانوں کے لیے مشعل راہ ہیں۔ الحب لله والبغض لله کی عملی تفسیر انہی کی زندگیاں تھیں۔

امجد احمد بھائی سے میری پہلی ملاقات اسلامی جمعیت طلبہ کے ایک اجتماع میں ہوئی تھی، یہ ملاقات انتہائی مختصر مگر پر اثر رہی، اس کے بعد تو آپؒ سے رابطوں کا ایک سلسلہ چل نکلا۔ اکثر ہم کسی درسِ قرآن کی محفل، تربیت گاہ یا کسی اور اجتماع میں ملتے رہتے، ۲۰۰۴ء میں انہیں میں ایک عام سا دینی جماعت کا کارکن سمجھتا تھا مگر یہ راز بہت دیر سے مجھ پر عیاں ہوا کہ امجد بھائی کو رب کائنات نے وسیع فہم، اعلیٰ بصیرت عطا کر رکھی ہے۔ وہ صرف دینی جماعت کے کارکن ہی نہیں مجاہد فی سبیل اللہ بھی ہیں۔

۲۰۰۴ء میں پاکستانی فوج نے وانا آپریشن کا آغاز کیا تو اسی وقت ان کی سمجھ میں یہ بات آگئی کہ اس ملکِ پاکستان میں تبدیلی اور جمہوری نظام کے خاتمے کے لیے صرف اجتماعی مظاہروں، دھرنوں اور جلسے جلوسوں سے کام نہیں چلے گا۔ یہ راستہ تو نجات کا راستہ نہیں۔ یہ تو اس جمہوری نظام کا اپنا رائج کردہ لالی پوپ ہے۔ سو وہ جان گئے کہ اس نظامِ باطل کو ڈھانے کے لیے اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے جہاد فی سبیل اللہ کے عملی میدانوں میں اترنا ہو گا۔

نیت میں اخلاص، جذبوں میں صداقت، حوصلے جواں، منزل کی سچی لگن دل میں ہو تو پھر منزل کو پانا مقصد کو حاصل کرنا مشکل اور ناممکن نہیں رہتا۔ امجد بھائی کے پاکیزہ دل میں تڑپ پیدا ہوئی انہوں نے جہاد فی سبیل اللہ میں شامل ہونے کے لیے بامقصد جدوجہد شروع کی۔ رب کعبہ نے اِن کے لیے راہیں کھول دیں۔

۲۰۰۴ء میں اسلامی جمعیت طلبہ کے سالانہ اجتماع ارکان میں امجد بھائی کی ملاقات جماعت القاعدہ سے وابستہ کچھ مجاہدین سے ہوئی اور انہوں نے اپنی دعوت امجد بھائی کے سامنے رکھی، جسے ان کے پاکیزہ دل نے بلاتردد قبول کیا اور یوں وہ جہاد سے وابستہ ہوئے۔

دعوت کے میدان میں:

امجد بھائی امت مسلمہ کے درد سے معمور دل..... جہاد و قتال سے محبت رکھنے والے، کفر کے لیے شدید اور اپنوں کے لیے نرم، خلوص و صدق و وفا کا پیکر اور ایک صالح نوجوان ہونے کے ساتھ ایک اچھے داعی، مربی اور مبلغ تھے۔ ان کے پاکیزہ دل میں رب کائنات نے اول دن سے ہی دعوت الی اللہ کی تڑپ ڈال رکھی تھی۔ آپ کا دل اللہ کا خوف گناہوں سے نفرت رکھتا اور آپ شہادت کے متلاشی نوجوان تھے۔

امجد بھائی کی دعوتی زندگی کا ذکر اُن کی اسلامی جمعیت طلبہ سے وابستگی کے ساتھ کے بیان کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتا۔ یہاں میں اُن کی جمعیت کی دعوتی زندگی کا ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

امجد احمد بھائی ۱۹۹۹ء میں اسلامی جمعیت طلبہ سے وابستہ ہوئے۔ آپ اپنے معاشرے میں برائی اور بے حیائی کی دلدل میں پھنسے نوجوانوں کو دیکھ کر بے چین ہو جاتے، اُن کی صحبتیں اُن کی شامیں، اسی فکر میں گزر جاتیں کہ کسی طرح اُمت مسلمہ کے اس سرمایے کو بے راہ روی، فحاشی اور بے حیائی کی دلدل سے نکال کر انہیں روشنیوں کی طرف لے آوں۔ کسی طرح اِن نوجوانوں کو جو جہنم کے گڑھوں میں گرنے کے لیے بڑھتے چلے جارہے ہیں بچالوں۔ امجد بھائی اسی جذبے کے ساتھ دینی سرگرمیوں میں اپنے آپ کو کھپائے رکھتے۔ وہ جانتے تھے کہ اگر اُن کی کوششوں سے کوئی ایک نوجوان بھی بے راہ روی سے بامقصد حیات کی طرف پلٹ گیا تو یہ اُن کے لے دنیاومافیہاسے بہتر ہے۔

امجد بھائی جمعیت کے رکن بھی رہے اور ساتھ ساتھ نوجوانوں کو دعوت جہاد بھی دیتے رہے۔ امجد بھائی پہلے معاشرے کی برائیوں میں گرے، بے مقصدیت، قوم پرستی و لسانیت کا شکار نوجوانوں کو دین کی بنیادی دعوت دیتے اور پھر انہی میں چیدہ چیدہ نوجوانوں کو جہاد کی دعوت دیتے۔ امجد بھائی کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے لاتعداد نوجوان بے مقصد زندگی کو چھوڑ کر زندگی کے اعلیٰ وارفع مقصد سے آشنا ہوئے۔ امجد بھائی کو ربّ تعالیٰ نے بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا تھا۔

امجد بھائی ہر دلعزیز طالبعلم تھے اُن کے تنظیمی ساتھی تو اُن سے محبت و الفت رکھتے ہی تھے، لیکن عام طلبہ حتیٰ کے مخالف تنظیموں کے کارکنان بھی اُن کے دلدادہ تھے، خود میں نے کئی بار مخالف تنظیم کے لوگوں کو دیکھا کہ وہ ان خوبیوں کا ذکر کر رہے ہوتے۔ اسی کے ذیل میں واقعات بہت ہیں مگر یہاں صرف ایک واقعے کا ذکر کروں گا جو اُن کی ہمت اور جرأت پر دلالت کرتا ہے۔

صبر واستقامت کے پیکر:

۲۰۱۲ء کی بات ہے امجد بھائی اپنی عصری تعلیم مکمل کر چکے تھے۔ امجد بھائی، میں اور ایک تیسرا ساتھی ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے کہ وہیں ایک نوجوان آیا جس کا نام، عمران جدون تھا۔ یہ ہمارا واقف کار بھی تھا مگر وہ ایک قوم پرست تنظیم PSF پختون اسٹوڈنٹس فیڈریشن کراچی کا جنرل سیکرٹری تھا۔ انتہائی گرم جوشی سے ملا پھر جب امجد بھائی پہ نظر پڑی تو انتہائی بلند آواز اور حیران کن لہجے میں بولا 'امجد تم؟'، پھر اُن کے گلے ملا اور ہمارے ساتھ بیٹھ گیا، گپ شپ شروع ہو گئی۔ پھر مجھ سے مخاطب ہو کر بولا، 'یار تمہارے اس بندے کو سلام ہے سلام !......انتہائی مضبوطی اور استقامت دیکھی ہے میں نے امجد میں ......'، کہنے لگا 'ہم نے دور طالبِ علمی میں اسے کئی بار روکا کہ تم کالج نہ آیا کرو، اگر آتے ہو تو صرف کلاس لے کر چلے جاؤ۔ مگر یہ جب بھی آتا دو چار لڑکے اس کے ارد گرد جمع ہو جاتے اور یہ انہیں (دین) کی دعوت دیتا۔ اس (امجد) کو ہم نے کئی بار پکڑا اور مارا کہ تم ہمارے لڑکوں کو دعوت مت دیا کرو مگر یہ تھا کہ باز ہی نہ آتا۔ اسے ہم ایک دن دھکے دے کر کالج سے نکال دیتے اگلے دن پھر سب سے پہلے کالج کے گیٹ پر کھڑا ہوتا'۔

امجد بھائی انتہائی صابر وشاکر آدمی تھے، جاہ و منصب سے دور بھاگنے والے۔ استقامت و بہادری اُن کی رگ رگ میں بھری ہوئی تھی۔ باطل سے نہ دبنے والے۔ منکر کو ہاتھ سے روکنے والے۔ طاغوتی حکمرانوں، لسانیت اور قوم پرستی کے علمبرداروں کے سامنے برملا کلمۂ حق کہتے۔ امجد بھائی نے عصری تعلیم کے دوران بے شمار نوجوانوں کو کفر و شرک، الحاد و عصبیت، بے حیائی اور فحاشی کے سیلاب سے نکال کر صالح اجتماعیت سے جوڑا۔ تعلیمی اداروں میں دعوتی کام کے دوران امجد بھائی کو کئی بار مخالف طلبہ تنظیموں سے لڑائی کا سامنا رہا، جن میں لسانیت اور سیکولرازم کی علمبردار MQM کی ذیلی تنظیم APMSO یعنی آل پاکستان مہاجر اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن اور NSF یعنی نیشنل اسٹوڈنٹس فیڈریشن (ایک کمیونسٹ تنظیم) نمایاں ہیں۔ یہ تنظیمیں نوجوانوں کو کفر و الحاد اور قومیت و عصبیت، بے راہ روی اور وطنیت کی دعوت دیتیں، جبکہ امجد بھائی انہی نوجوانوں کے پاس جا کر انہیں اللہ سے ڈرنے اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوے پر عمل کا درس دیتے۔ عارف بھائی کے دل میں جو دعوت الی اللہ کی تڑپ تھی انہیں اپنے صحابہ کرامؓ سے ورثے میں ملی تھی۔ امجد بھائی کلاس کلاس جا کر گھر گھر جا کر طلبہ کو بیدار کرتے رہے یہی جرم تھا مصعب بن عمیرؓ کا......خباب بن ارتؓ کا یہی جرم تھا۔ یہی جرم امجد بھائی نے کئی بار کیا اور بار بار کرتے رہے۔ امجد بھائی کا یہی جرم مخالفین کو ایک آنکھ نہ بھاتا، اسی جرم کی پاداش میں وہ قوم پرست عصبیت کے مارے، ناسمجھ نوجوان اپنے بڑوں کے کہنے پر اِن پر حملہ آور ہو جاتے۔ ان لڑائیوں میں امجد بھائی کئی بار زخمی ہوئے ان کا سر پھٹا دیگر کئی جگہ چوٹیں آئیں مگر میرے بھائی کا سر کبھی کسی قوم پرست، عصبیت کے مارے، وطن کو پوجنے والوں کے آگے نہیں جھکا۔

دعوتِ جہاد کے میدان میں!

امجد بھائی کو ربِّ رحمان نے اعلیٰ صفات و اوصاف کا مالک بنایا تھا۔ درمیانہ قد، گندمی رنگت، چہرے پر بائیں جانب نمایاں تل، خوبصورت داڑھی، گھنگھریالے بال، چمک دار آنکھیں، کشادہ پیشانی، چوڑا سینہ اللہ تعالیٰ نے امجد بھائی کو عطا کیا تھا۔ میں نے امجد بھائی کو سراپا خیر پایا، ہر وقت خیر کے کاموں میں لگتے رہتے، جب بھی کرتے خیر کی بات ہی کرتے۔ انتہائی صابر وشاکر مجاہد تھے سامنے والے فرد کی بات بہت اہتمام اور اطمنیان سے سنتے۔ کافی دیر تک اگر کوئی بولتا رہتا تو تب بھی توجہ سے بات سنتے رہتے۔

امجد بھائی ۲۰۰۴ء میں مجاہدین سے وابستہ ہونے کے بعد بیسیوں نوجوانوں کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتے رہے اور انہیں جہاد کا انصار و حامی بناتے رہے۔ امجد بھائی کی دعوت سے متاثر ہو کر کئی نوجوان جہاد و قتال کے عملی میدانوں میں اترے۔ امجد بھائی کو اللہ نے دعوت پیش کرنے کا خوب فن عطا کیا تھا۔۔ بات سامنے والے فرد کو دیکھ کر کرتے۔ اس کی

سوچ اور فکر کے مطابق اسے دعوت دیتے۔ کبھی بھی اپنے مخاطب کی تنظیم، جماعت یا مسلک پر رد نہ کرتے، بلکہ بہت ہی احسن انداز میں اپنے مخاطب سے بات کرتے اور اسے اپنا گرویدہ بنا لیتے۔

۲۰۰۴ء سے ۲۰۱۰ء تک امجد بھائی انتہائی رازداری کے ساتھ دعوتِ جہاد کا کام کرتے رہے، خود امجد بھائی کے جہاد سے وابستہ ہونے کا علم مجھے ۲۰۱۰ء میں اس وقت ہوا جب کچھ وقت کی رخصت کے بعد میں واپس ارضِ خراسان پہنچا...... معلوم ہوا محترم مجھ سے پہلے یہاں موجود ہیں۔

اتفاق کی بات یہ ہے کہ ارض خراسان پہنچنے کے بعد مجھے اپنے مرکز جانے کے لیے کئی گھنٹوں کا سفر گاڑی میں اور چار سے پانچ گھنٹوں کا سفر پیدل کرنا تھا، اس سفر کے درمیان ہمارا ایک مجاہدین کا مرکز تھا جب میں اس مرکز پہنچا تو اپنے استقبال کے لیے امجد بھائی کو پاکر خوشی کی انتہا نہ رہی اور سفر کی ساری تھکن بھول گیا۔ امجد بھائی نے ہمارے اکرام میں حیدر آبادی بریانی پکائی جو بہت مزیدار تھی۔

میری منزل آگے تھی مختصر گپ شپ ہوئی پھر میں اپنی منزل کی جانب روانہ ہو گیا۔

گرفتاری وشہادت:

گرفتاریاں اور شہادتیں اس راہ کا خاصہ ہیں۔ امجد بھائی کو بھی امریکی فرنٹ لائن اتحادیوں کی خفیہ ایجنسیاں ڈھونڈ رہی تھیں اور قسمت کا لکھا ٹل سکتا نہیں! امجد بھائی ۲۰۱۴ء کے دسمبر کی ۲۴ تاریخ کو کراچی سے گرفتار ہو گئے۔ تقریباً تین سال تعذیب خانوں میں ڈالے رکھنے کے بعد، امریکی فرنٹ لائن ایجنسیوں نے بالآخر امجد بھائی کو ظلم کے ٹھیکیدار 'راؤ انوار' کے حوالے کیا اور اللہ کے اس سپاہی کو شہید کرنے کا فیصلہ کیا۔

۲۸ ستمبر ۲۰۱۷ء کو راؤ انوار نے امجد بھائی سمیت پانچ مجاہدین کو جیل سے نکال کر، سچل تھانے کی حدود میں ایک پولیس مقابلے کا ڈھونگ رچایا اور آپ کو شہید کر دیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یہ اللہ کے دشمن، امریکہ کے غلام......ڈالروں کے پجاری...... یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ وہ اس طرح کے جعلی مقابلوں میں اسلام کے اِن متوالوں کو جیلوں سے نکال نکال کر شہید کر کے اِن کو راہِ حق سے روک لیں گے۔ اے اللہ کے دشمن راؤ انوار! ربِّ کعبہ کی قسم ہمارے اِن بھائیوں کا خون ہم پر قرض ہے۔ ان شاء اللہ بہت جلد، اللہ کے یہ شیر تجھے آلیں گے اور تیرا انجام چودھری اسلم سے بھی بدتر ہو گا۔

اے اللہ امجد بھائی سمیت تمام مجاہدین کی شہادتوں کو قبول فرما اور ہم (مجاہدین) کو اِن کا بہترین نعم البدل عطا فرما، آمین۔

بقیہ: مرکزی قیادت، جماعت قاعدۃ الجہاد بیان

اس موقع پر حکمت کا تقاضہ ہے کہ ہم اپنے بھائیوں کو یہ وصیت ونصیحت کریں کہ اپنے آپ کو اس مبارک جہاد کا جھنڈا بلند کرنے کے لیے مستعد رکھو اور امریکہ وصلیبی صہیونی اتحاد کے جوڑ جوڑ کو ہدف بنانے اور اس کو گرانے کا سفر جاری رکھو۔ اے جزیرۂ عرب کے مجاہد بھائیو! صبر و مصابرہ اور رباط کی مشعل جلاتے رہیے اور اللہ کے دین کی خاطر قربانی و ایثار پر قائم رہیے۔ آپ کے سامنے بیت المقدس اور حرمین شریفین کی آزادی کا ہدف ہر وقت ہونا چاہیے اور اس سفر میں اپنا سب کچھ کھپانے کی وصیت و نصیحت اپنی آئندہ نسلوں کو کرتے رہیے، امت مسلمہ کو اس فرض کی ادائیگی کے لیے تحریض دیتے رہیے اور اس میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کیجیے۔ لہٰذا "القدس لن تہود"، "بیت المقدس یہود کا کبھی نہیں ہو سکتا" اور "أخرجوا المشرکین من جزیرۃ العرب"، "مشرکین کو جزیرۂ عرب سے باہر نکالو" کا شعار سامنے رکھ کر اپنا سفر رکے بغیر جاری رکھیے، یہاں تک کہ فلسطین، بلاد حرمین اور تمام مقبوضہ اسلامی سرزمینیں غاصب یہود اور صلیبیوں کے قبضے سے چھڑا لی جائیں۔ امتِ مسلمہ میں اپنے ان مقدسات کی آزادی اور اس کے مسائل کے حل کے لیے اپنے بیانات و ارشادات اور نصائح کے ذریعے بیداری پیدا کیجیے اور انہیں صلیبی صہیونی اتحاد اور ہم پر مسلط ان کے آلۂ کاروں کے خلاف اللہ کے کلمہ کی سربلندی کی خاطر جہاد پر ابھاریے کہ وہ، جو کچھ ان کے پاس ہے، اس سے ان غاصبوں کا مقابلہ کریں۔

جان لو اے مجاہد بھائیو! تم اپنے خون سے اس عالمی نظامِ ظلم کو اس کی بنیادوں سے ختم کرنے والا ہر اول دستہ ہو۔ پس صلیبی وصہیونی مجرمین اور ان کے اتحادیوں کے مقابل شیروں کی طرح ڈٹے رہو۔ یاد رکھیے کہ جب تک ان غاصبین کو مار مار کر ان کا زور نہ توڑا جائے گا، کوئی بھی تغیر ممکن نہیں ہے۔ پس اپنے مبارک حملوں کے ذریعے تاریخ اسلام کے نئے صفحات رقم کیجیے۔ اگر یہ ظالم تم سے تعداد و سائل میں زیادہ ہیں تو تم صبر و ثابت قدمی میں زیادہ بنو۔ اپنے جہاد کو جاری رکھو یہاں تک کہ ظلم و کفر کے یہ اندھیرے چھٹ جائیں، آزادی کی پرنور صبح نمودار ہو جائے اور ہماری آئندہ نسلیں اللہ کے اذن سے اسلام و ایمان کی فضاؤں میں جینے کے قابل ہو سکیں۔ وما ذلک علیہ بعزیز، اور یہ اللہ کے لیے کوئی مشکل نہیں ہے، والحمد للہ رب العالمین۔

صفر ۱۴۴۱ھ بمطابق اکتوبر ۲۰۱۹ء

جن سے وعدہ ہے مر کر بھی جو نہ مریں!

اور خالہ جان امِ مصعبؒ بھی شہید ہو گئیں!!!

اور جاں دے دوں... مرے پیارے خدا... تیرے لیے

اُمِ عمار

خالہ جان امِ مصعب رحمۃ اللہ علیہا، برادرِ محترم مجاہد فی سبیل اللہ جواد عارف شہید رحمہ اللہ کی والدہ تھیں۔ برادرِ محترم جواد عارف کو میدانِ جہاد اولاً معوّذ اور بعد ازاں مصعب کے رمزی ناموں سے جانتا ہے۔ 'معوّذ رضی اللہ عنہ' ان دو کم سِن صحابہ میں سے ایک تھے جنھوں نے ابو جہل کو قتل کرنے کا کارنامہ سرانجام دیا۔ 'معوّذ' بھائی کو بھی اپنے اس رمزی نام سے خوب نسبت تھی، اللہ پاک کے فضل سے، آپ کے ہاتھوں جہاد میں بہت بڑے بڑے کارہائے نمایاں ظاہر ہوئے۔ بالآخر آپ سنہ ۲۰۱۱ء کے اواخر میں عالَمِ کم سنی ہی میں فقط اکیس سال کی عمرِ عزیز میں خلعتِ شہادت سے سرفراز ہوئے اور آپ کی والدہ، آپ کی شہادت کے آٹھ سال بعد، سنِ ضعیفی میں اللہ سے ملاقات کے شوق میں مچلتے مچلتے شہادت فی سبیل اللہ سے مشرف ہوئیں۔ اللہ پاک آپ کی شہادت قبول فرمائیں، آمین۔ (ادارہ)

خالہ جان ام مصعب بھی شہید ہو گئیں...... کیا کہا؟ خالہ جان شہید ہو گئیں!! ہاں! اللہ رب العزت نے ان کی دیرینہ آرزو پوری کر دی اور انہیں امریکی چھاپے میں شہادت کے مقام سے سرفراز فرمایا، الحمدللہ۔ جو بھی سنتا آنکھوں میں آنسو لیے مسکراتا۔ آج یہ چند سطریں خالہ جان ام مصعب رحمہا اللہ کے نام!

خالہ جان کو جب سے میں نے دیکھا انہیں عشق الٰہی اور محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار، جہاد کی محبت میں گندھا، لقاءِ الٰہی اور شہادت فی سبیل اللہ کی تڑپ میں مبتلا ہی پایا۔ خالہ جان ہر ایک کی تھیں۔ ہر ایک یہی سمجھتا تھا کہ خالہ جان کو سب سے زیادہ مجھ سے محبت ہے اور انہیں سب سے زیادہ میری ہی پرواہ ہے۔ بیشتر مہاجرہ خواتین اور مجاہدین کے لیے بمنزلہ ماں تھیں اور تمام ننھے بچوں کی نانو۔ جو ان کے پاس بیٹھتا کچھ حاصل کر کے ہی اٹھتا۔ دنیا، ہاں وہ دنیا بھی حسب استطاعت بانٹتی تھیں، مگر ان کا اصل سرمایہ تو فکرِ آخرت تھی۔

'دیکھو! تم نئی جگہ منتقل ہونے لگی ہو، ایسا کرنا کہ کام شروع کرنے سے پہلے نیت خالص کرنا، یہ سب اللہ کی راہ میں ہے، اس کا اجر ہے، اور یہ دعا ضرور دل سے مانگنا، اللّٰهم إنّي أسئلك الهِدايَة والسِّداد۔ یہ مسنون دعا ہے، اور تم دیکھنا کہ کیسے تمہارے سارے کام بلا تکان سلیقے سے نمٹ جائیں گے ان شاء اللہ'......

'سنو بیٹا! دنیا سے بس اتنا ہی دل لگاؤ جتنا یہاں رہنا ہے۔ لوگوں کے ساتھ تعامل میں بھی یہ نہ دیکھو کہ اس نے تمہارے لیے کیا کیا یا تمہارے ساتھ کیسا رویہ اختیار کیا۔ اللہ کی رضا کی خاطر تم اپنے فرائض، بلکہ احسان کا رویہ اختیار کرنے میں کوتاہی نہ کرو۔ اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے اور اصل رضا اللہ رب العزت کی رضا۔ پس اسی کے حصول کے لیے اپنے نفس کو مارو اور حق پر ہوتے ہوئے بھی اس کے لیے نہ جھگڑو'......

'میں نے تو یہی دیکھا کہ گھر میں کوئی بیمار ہو جائے تو ایک فرد کا ایک وقت کا مکمل کھانا پکا کر صدقہ کرو، چاہے اڑوس پڑوس والوں کو ہی۔ ان شاء اللہ فوراً شفاء ملتی ہے'......

خالہ جان! کھانا پکانے کی کچھ نئی ترکیبیں بتا دیں۔ ہاں چلو لاؤ کاپی پنسل، لکھو[1]۔...... خالہ جان! یہ پھٹا ادھڑا سی دیں، یہ لیس لگا دیں...، لاؤ بھئی! کتنی مرتبہ تم لوگوں سے کہا ہے کہ یہ پھٹے ادھڑے اور سیدھی سیدھی سلائیوں والے کام مجھے دے دیا کرو، ذکر اذکار کے ساتھ ہاتھ سے یہ کام جلدی جلدی ہو جاتے ہیں۔ خالہ جان ہاتھ سے سوئی اور دھاگے کی مدد سے سلائی کرتیں۔ سلائی مشین تو تھی نہیں۔ مگر کمال کی رفتار تھی ان کی۔ جو پاس بیٹھا ہوتا اس سے سوئیوں میں لمبے لمبے دھاگے ڈلوا لیتیں (نظر کی کمزوری کی وجہ سے) اور سلائی کرتی رہتیں......

اور ہاں! یہ چند بٹن، سوئیاں اور دھاگے تمہارے لیے نکال رکھے ہیں میں نے۔ میرے پاس ہیں خالہ جان! ارے نہیں! ذرا سی چیز صدقہ کرنے کا بھی اجر ہے۔ اور یہ سلائی کا ڈبہ بھی تمہارے لیے۔ خالہ جان! آپ کو ضرورت تھی اس کی، آپ خود استعمال کرتیں! نہیں بھئی! میرے پاس دو تھے، ایک تم لے لو...... اب کیا ہو رہا ہے؟ یہ فلاں کے یہاں ولادت متوقع ہے، اس کے لیے کچھ بنیانیں وغیرہ بنا دوں...... لو تم یہ مخمل کا دوپٹہ لے لو اور اپنی بچیوں کے سردی کے کپڑے اس سے بنا لو...... ارے چٹائی پر نماز نہ پڑھو، سردی ہے، یہ میرا دوپٹہ بچھا لو اور جھٹ ان کا سلیقے سے تہہ لگا صاف ستھرا دوپٹہ بچھانے کو حاضر ہوتا۔...... لو! میری دعاؤں کی کتاب سے دیکھ کر اذکار کرو۔ تلاوت کرنے لگی ہو؟ لو یہ میرے مصحف سے تلاوت کرو تاکہ مجھے بھی اجر ملے......

خالہ جان! آپ کا بلڈ پریشر بہت زیادہ ہے، کچھ سو جائیں تاکہ طبیعت بحال ہو جائے۔ 'ساری زندگی کیا سو سو کر گزارنی ہے؟ بھئی مجھے تو ابھی بہت کام ہے۔ ابھی تفسیر پڑھنی ہے، اذکار بھی کچھ باقی ہیں'۔ ان کا بلڈ پریشر کم ہی ذاتی وجوہات سے بڑھتا۔ سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے کہ مصداق سب کے غموں پریشانیوں پر ہلکان رہتی تھیں۔ پڑوسیوں کے بچوں کے مدرسے پر چھاپہ پڑا، فلاں بچی کا رشتہ طے نہیں ہو پایا، فلاں بھائی شہید ہو گئے، خواتین گرفتار ہو گئیں، فلاں خاتون کی اپنے شوہر سے کچھ اونچ نیچ ہو گئی، بچے کو زور سے جھڑکا یا مارا...... یہ اور ایسی دیگر کئی وجوہات کئی کئی دن تک ان کا بلڈ پریشر نارمل نہیں ہونے دیتی تھیں۔

---

[1] خالہ جان نے وزیرستان میں ہوتے ہوئے، مراکز میں رہنے والے مجاہدین کی سہولت اور آسانی کے لیے، روزمرہ کھانوں کی ترکیبوں پر مشتمل ایک کتابچہ بھی لکھا تھا۔

خالہ جان کے پاس جو بیٹھتا ان کی ہمدردی، خیر خواہی سمیٹ کر اٹھتا۔ کبھی پڑوس کے بچے بچیوں کو تفسیر پڑھا رہی ہیں تو کبھی کسی کو ناظرہ قرآن پڑھا رہی ہیں۔ کسی کو اردو انگریزی لکھنا پڑھنا سکھا رہی ہیں تو کسی کو پہاڑے یاد کرا رہی ہیں۔ کسی کا حفظ کا سبق سن رہی ہیں تو کسی کو دعائیں یاد کروا رہی ہیں۔ ان کے اپنے ہاتھ سے لکھی ہوئی قرآنی اور مسنون دعاؤں کی کاپی ان کے سرہانے رکھی ہوتی تھی، جو بیٹھتا اس میں سے کچھ اس کو پڑھوا دیتیں۔ غرض خالی جھولی لیے ان کے پاس سے کوئی نہ اٹھتا۔

جب ۲۰۱۱ء میں ان کا مصعب شہید ہوا تو کچھ عرصہ بعد میری ان سے ملاقات ہوئی۔ دیر تک اپنے مصعب کی باتیں کرتی رہیں۔ پھر کہنے لگیں کہ مصعب کی شہادت کے بعد سے میری گھڑی اور کلائی سے عجیب طرح کی خوشبو آنے لگی اور میں سمجھتی ہوں کہ وہ مصعب کی خوشبو ہے۔ دن رات میں اس خوشبو میں مصعب کی قربت کو محسوس کرتی۔ پھر ایک رات جب تہجد کے وقت میری آنکھ کھلی (خالہ جان ماشاءاللہ تہجد کی پابند تھیں۔ سردیاں ہوتیں یا گرمیاں ان کے معمولات کم ہی تبدیل ہوا کرتے تھے۔ تہجد کے وقت جو اٹھتیں تو اشراق کے بعد ہی کہیں جا کر ذرا سا آرام کرتیں، یا وہ بھی نہ کرتیں) تو میں اٹھنے کی بجائے اس خوشبو کو سونگھنے اور مصعب کو یاد کرنے لگی۔ احساس ہو رہا تھا کہ وقت گزر رہا ہے، مگر مصعب کی یاد میں ایسی کھوئی کہ تہجد کے لیے نہ اٹھ سکی، حالانکہ جاگ رہی تھی۔ جب فجر طلوع ہو گئی تو مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اس روز میں نے اپنے رب سے رو رو کر دعا مانگی کہ یا اللہ! یہ خوشبو اور مصعب کی یہ یاد مجھے تجھ سے بے گانہ کر دے، یہ مجھے گوارا نہیں۔ تو اس خوشبو کو مجھ سے دور کر دے اور اپنی بندگی کی توفیق دے۔ پھر اس دن کے بعد سے وہ خوشبو نہیں آئی۔

مصعب کی شہادت پر اللہ رب العزت نے انہیں بہت عمدہ صبر کی توفیق دی (نحسبھا کذلک)۔ کبھی روتیں کبھی ہنستیں کبھی اس کی یادیں کبھی اس کی باتیں۔ میں اکثر انہیں چھیڑتی کہ خالہ جان! موضوع کوئی بھی چل رہا ہو، آپ اس میں کہیں نہ کہیں سے مصعب کا تذکرہ کھینچ لاتی ہیں۔

مصعب کی شہادت کے بعد خالہ جان نے اس کے بچپن، اس کی تعلیم و تربیت، اس کی ہجرت و جہاد، اس کی عبادت، خدمت، ایثار غرض بہت سے موضوعات پر کئی تحاریر لکھیں۔ اور ان سب کا مقصد افادۂ عام تھا کہ شاید کسی بات سے کسی کو فائدہ ملے اور یوں وہ ان کے لیے اجر کا باعث بنے۔ خالہ جان اپنی تمام تحریریں 'بنت خولہ خنساء' کے نام سے لکھا کرتی تھیں اور مذکورہ صحابیات کا بہت تذکرہ بھی کرتی تھیں۔ ان شاء اللہ ان کے اسوے پر چلنے کی بھی انہوں نے ساری زندگی کوشش کی۔

خالہ جان نے بظاہر پر آسائش مگر درحقیقت کافی مشکل زندگی گزاری۔ ان کے شوہر محترم زندگی کا اکثر حصہ شدید بیماریوں کی لپیٹ میں رہے۔ یوں ایک طرف ان کی تیمارداری اور دوسری جانب گھریلو اور دعوتِ دین کی ذمہ داریوں کی تکمیل۔ خالہ جان نے ان تمام مراحل کو ہنستے کھیلتے پار کیا اور کبھی اپنے اوپر اپنی پریشانیوں کو طاری نہ ہونے دیا۔ نہ ہی دعوتِ دین اور فہمِ دین کے کام کو کبھی متاثر ہونے دیا۔

۲۰۰۹ء میں جب خالہ جان ہجرت کر کے وزیرستان آئیں تو مصعب، جو عابد و زاہد مزاج رکھتا تھا، نے اصرار کیا کہ ہم اپنے کمرے میں نائلون کی چٹائی (جو عموماً مقامی لوگوں اور مجاہدین کے گھروں میں بچھائی جاتی ہے) کی بجائے نائلون کی بوریاں بچھائیں گے اور ان پر بستر لگا لیں گے۔ خالہ جان اپنی بڑی عمر، جسمانی تکالیف اور پر آسائش زندگی گزارنے کی عادی ہونے کے باوجود بخوشی اس پر راضی ہو گئیں اور ایسا ہی کیا گیا۔ جب خالہ جان کے بڑے مصعب یعنی استاد احمد فاروق رحمہ اللہ (جنھیں وہ مصعب کی شہادت کے بعد سے بڑا مصعب ہی کہتی تھیں) کو علم ہوا تو انہوں نے شدید احتجاج کیا اور خالہ جان کے کمرے میں سامانِ ضرورت فراہم کیا۔

خالہ جان ہر ایک پر اپنی محبتیں نچھاور کرتی تھیں، البتہ ان کے مجاہد بیٹوں میں تو بس ان کی جان تھی۔ وانا میں ہم ایک گھر میں تین چار گھرانے مقیم تھے۔ اکثر ہم سب کے مرد اپنے جہادی کاموں کے سلسلے میں گھر سے باہر ہوتے تو ہم سب خواتین خالہ جان کے گرد اگرد ہوتیں۔ اور خالہ جان ہمیں اپنی بیٹیوں کی طرح ہی سمجھتیں اور ویسا ہی معاملہ ہم سے کرتیں۔ میں ان کو چھیڑتی کہ خالہ جان! جب ہمارے مرد گھر میں نہیں ہوتے تو ہم آپ کی بیٹیاں ہوتی ہیں، اور جیسے ہی آپ کے مجاہد بیٹے آ جاتے ہیں تو ہم بہوئیں بن جاتی ہیں! وہ ہنستیں اور کہتیں کہ میرے بیٹوں کا بھی تو حق ہے ناں۔

جب خالہ جان کی دونوں بیٹیوں کی چند ماہ کے وقفے سے شادی ہوئی اور انہیں اپنے شوہروں کے ساتھ وانا سے شمالی وزیرستان کی جانب منتقل ہونا پڑا، تو خالہ جان کے لیے تنہائی کا یہ وقت بہت مشکل تھا۔ مصعب ان کے پاس موجود تھا اور ان کے خوب لاڈ نخرے اٹھاتا اور بھرپور خدمت کرتا۔ پھر جب وہ اپنے جہادی کاموں کے سلسلے میں گھر سے باہر جاتا تو مجھے ان کی صحبت نصیب ہوتی۔ خدمت تو میں ان کی کچھ نہ کر پاتی کہ مصعب نے کچھ کرنے کو باقی چھوڑا ہی نہ ہوتا، بس خالہ جان کی گفتگو سے خیر سمیٹنے کی کوشش کرتی رہتی۔

حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا مفہوم ہے کہ اللہ کے رستے میں سب سے زیادہ انبیاء آزمائے جاتے ہیں اور پھر درجہ بدرجہ وہ جو ان سے جتنے زیادہ مماثل ہوں (اعمال کے اعتبار سے)۔ پس خالہ جان کی زندگی کو دیکھ کر یہی حدیث نگاہوں میں آتی تھی۔ خالہ جان کو ان کے رب نے بیماریوں، تکلیفوں اور دیگر مصائب کے علاوہ ان کے محبوب ترین رشتوں کے حوالے سے بھی خوب خوب آزمایا اور ان شاء اللہ خالہ جان ہر آزمائش میں سرخرو ہوئیں (نحسبھا کذلک)۔

جیسا کہ پہلے ذکر ہوا کہ شوہر کی بیماری کی مسلسل آزمائش اور پھر ان کی وفات، جبکہ بچے ابھی اپنے پیروں پہ کھڑے ہونے کے قابل بھی نہ تھے۔ ابھی خالہ جان کی عدت بھی ختم نہ ہوئی تھی کہ مصعب، جو کہ ان کا اکلوتا بیٹا تھا، نے ہجرت کی اجازت مانگی، جب کہ وہ اس وقت بہت کم عمر تھا۔ وہ تو اپنے والد کی بیماری کے دوران ہی ہجرت کرنا چاہتا تھا مگر اسے مصلحتاً رکنا پڑا۔ اب

کی بار ہجرت کے لیے اس کے پرزور اصرار پر استاد احمد فاروق رحمہ اللہ نے والدہ کی رضامندی کی شرط یہ سوچ کر لگائی کہ اتنی جلدی تو اس کی والدہ اس کی ہجرت پر راضی نہیں ہوں گی، لہٰذا یوں یہ مزید چند ماہ اپنی والدہ اور بہنوں کے ساتھ گزار لے گا، جو ان کی دلجوئی اور تسلی کا باعث ہو گا۔ عام دنیا کی رِیت کو دیکھیں تو ایسے حالات میں اجازت کا ملنا ناممکن نظر آتا ہے۔ مگر قربان جایئے اس ماں کے حوصلے اور جذبۂ جہاد کے، جو اپنے شوہر کی وفات کے بعد عدت میں ہے اور جس کے ساتھ جوان بیٹیوں کی بھی ذمہ داری ہے اور اس اکلوتے بیٹے کے سوا کوئی محرم اور سرپرست بھی موجود نہیں ہے۔ انہوں نے ایک لمحہ کی پس و پیش کے بغیر خوشی خوشی اپنے لاڈلے اور اپنی (اخروی) امیدوں کے مرکز و محور، مصعب کو ہجرت کی اجازت دے دی، جس پر مصعب کے مسئول بھی حیران رہ گئے، اور یوں اس نے ہجرت کر لی۔ خالہ جان نے اپنی دینی مصروفیات کو پہلے کی طرح جاری رکھا اور اپنے رب پر توکل کے ساتھ زندگی گزارتی رہیں۔ چند سال بعد حالات کچھ ایسے ہوگئے کہ خالہ جان کو بھی اپنی بچیوں کے ساتھ ہجرت کرنی پڑی، جو کہ ان کی دیرینہ خواہش بھی تھی۔ ہجرت کی خوشی اپنی جگہ مگر والدین، بہن بھائیوں اور اولاد کی جدائی کا غم اپنی جگہ۔

پھر ۲۰۱۰ء میں خالہ جان نے مصعب کی شادی کر دی۔ تب خالہ جان بہت خوش رہا کرتی تھیں۔ گھر میں رونق بھی خوب تھی۔ مگر محض ایک سال بعد ہی اللہ رب العزت نے خالہ جان کو مصعب کی شہادت کے ذریعے آزمایا۔ ہم سب سمجھتے تھے کہ خالہ جان اس صدمے سے سنبھل نہ پائیں گی مگر اللہ رب العزت کے وعدے سچے ہیں۔ اللہ رب العزت نے خالہ جان کو ایسا تھاما کہ ہم حیران رہ گئے۔ پھر اپنی بہو کا نکاح ثانی بھی بہ اہتمام اپنے ہاتھوں کروانے اور یوں اپنی لاڈلی بہو اور اکلوتی شیر خوار پوتی کی جدائی سہنے کی بھی اللہ پاک نے انہیں ہمت دی۔ اسی عرصے میں ان کی نومولود نواسی فوت ہوگئی۔ اور کچھ ہی عرصہ بعد خالہ جان کو اپنی والدہ کے انتقال کی خبر ملی۔

۲۰۱۴ء میں جب آپریشن ضرب عضب شروع ہوا تو خالہ جان کو بھی محفوظ مقام کی جانب بھیجا گیا جس کے لیے وہ بالکل بھی راضی نہ تھیں۔ آپریشن کے آغاز میں ہی ان کی بڑی بیٹی کے شوہر شہید ہوگئے اور پھر چند ماہ بعد جب انہیں اپنے بڑے مصعب (استاد احمد فاروق رحمہ اللہ) کی شہادت کی خبر ملی تو گویا ان کی بس ہوگئی۔ پورا مہینہ ان کی طبیعت قابو سے باہر رہی۔ بلڈ پریشر کسی دوا سے کم نہ ہوتا تھا اور کیفیت ایسی تھی کہ بس اب نہ سنبھل پائیں گی۔ اسی عرصے میں میری ان سے ملاقات ہوئی تو میں نے ان کی کیفیت دیکھتے ہوئے ان کی خیر خواہی میں عرض کیا کہ خالہ جان! اس پر بھی غور کریں کہ اب آپ کسی پرامن جگہ پر قیام کریں اور واپس میدان ہجرت و جہاد کی جانب نہ جائیں۔ وہ تڑپ اٹھیں۔ یہ رائے ان کے لیے بالکل بھی قابلِ قبول نہ تھی۔ اور یوں وہ ایک بار پھر میدان ہجرت و جہاد کی بابرکت و باثمر مگر بے یقینی، خوف اور اندیشوں سے گھری سرزمین کی طرف واپس آ گئیں۔ تقریباً اسی دور میں انہیں ایک حادثے میں اپنے بھائی، بھابھی اور بہن کے انتقال کی جاں گداز خبر ملی۔

۲۰۱۵ء کے اواخر میں انہوں نے اپنی بیوہ بیٹی کا نکاح ثانی کیا۔ نکاح کے اگلے دن ہی نو بیاہتا جوڑے کی طویل سفر پر روانگی تھی۔ خالہ جان بیٹی کی جدائی اور داماد سے کماحقہ تعارف کے مراحل طے نہ ہوسکنے کے سبب بہت دلگیر تھیں۔ مگر یہ دیکھ کر خالہ جان کے حوصلے اور ہمت کی داد دینی پڑتی ہے کہ خالہ جان کے دل کی کیفیت جو بھی ہو، مگر وہ کبھی اپنی اولاد اور اپنے دامادوں کے جہادی فرائض کی ادائیگی میں حائل نہیں ہوئیں۔ بلکہ وہی انہیں مزید حوصلہ دلانے اور تحریض دینے کا باعث ہوتی تھیں۔ خالہ جان ابھی اس جدائی کے غم کو کماحقہ سہہ نہ پائی تھیں کہ محض ایک سال بعد ہی ان کی بیٹی ایک مرتبہ پھر بیوہ ہو کر ان کے پاس آ گئی۔ داماد کی جدائی اور بیٹی کی بیوگی کے غم نے انہیں نچوڑ کر رکھ دیا۔

اس حادثے کے چند ماہ بعد ہی اللہ رب العزت نے خالہ جان کی چھوٹی بیٹی کو بیٹا عطا کیا۔ اجنبیت، آزمائشوں، تکلیفوں، دربدریوں اور پے در پے منتقلیوں کے اس مشکل دور میں، ٹھنڈی ہوا کا یہ ننھا سا جھونکا سب ہی کے لیے فرحت انگیز تھا۔ مگر رب تعالیٰ کو ابھی مزید آزمائش مقصود تھی۔ شدید برف باری کے موسم میں، امنیتی (سکیورٹی) وجوہات سے اوپر تلے منتقلیوں اور سردی سے حفاظت کے نامناسب انتظام، برفوں میں انتہائی غیر موزوں جگہ پر پھنس جانے، جہاں نہ آبادی تھی، نہ علاج معالجے کی سہولت، نہ گھر کو گرم رکھنے کا انتظام تھا اور نہ ہی خوراک کی فراہمی ممکن تھی...... اس سب نے ننھے بچے کی زندگی دو ماہ سے طویل نہ ہونے دی۔ اور یوں یہ ننھا ابراہیم بھی اپنے رب سے جا ملا۔

اس پورے عرصے میں میرا خالہ جان سے بذریعہ خط و کتابت رابطہ رہا۔ ان کا ہر خط حوصلے اور ہمت سے بھرپور ہوتا۔ صبر کی تلقین اور آزمائشوں کو اجر میں اضافے کا ذریعہ سمجھنے کی نصیحتیں ان کے خطوط کا لازمی جزو ہوتیں۔ وہ اسی طرح سے حوصلہ اور ہمت بڑھانے والے خطوط اپنے مجاہد بیٹوں کو بھی لکھا کرتیں۔ مسئولین کو ان کی ذمہ داریوں اور پریشانیوں پر نصائح اور تسلی کے الفاظ اور دیگر مجاہدین کو صبر، حوصلے، ہمت اور شجاعت دلانے والے خطوط لکھا کرتیں۔ اگر وہ دیکھتیں کہ کوئی مجاہد اپنی جہادی مصروفیات کے باعث اپنے گھر کو کماحقہ وقت نہیں دے پارہا، یا کوئی خاتون اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت پر خاطر خواہ توجہ نہیں دے پا رہی تو خطوط کے ذریعے، محبت اور پیار بھری سرزنش اور ناراض ہونے کی دھمکیوں کے ساتھ نصیحت کرتیں۔ ہر ایک سے خطوط میں مفصل احوال دریافت کرتیں اور پھر ہر ایک کی حسب ضرورت مشوروں سے نوازتیں۔

۲۰۱۷ء کے اواخر میں خالہ جان نے اپنی بڑی بیٹی کا تیسری مرتبہ نکاح کیا۔ وہ ہم سب کے محبوب فیضان بھائی رحمہ اللہ سے اپنی بیٹی کی اس شادی پر خصوصاً بہت خوش تھیں کہ انہیں من پسند داماد ملا تھا۔ داماد کے خوب خوب لاڈ اٹھائے جاتے۔ چند ماہ بخیر و عافیت گزرے۔ دونوں

بیٹیاں اور داماد پاس ہی تھے۔ خالہ جان کے لیے یہ دور بہت اطمینان کا تھا۔ گھٹنوں اور بلڈ پریشر کی تکلیف، شدید سردی کی تکلیف کے ساتھ انہیں پریشان رکھتیں مگر عمومی طور پر وہ بہت خوش اور مطمئن تھیں۔

اس دور میں انہوں نے اپنے لیے اتنی مصروفیات پیدا کرلی تھیں کہ سب ان کو چھیڑتے کہ آپ سے ملنے کے لیے تو اپائنٹمنٹ(appointment) لینی پڑتی ہے۔ پڑوس میں رہنے والی بچیوں کو تفسیر کا درس دیتیں، انہیں آخری پارہ، سورۂ کہف، یاسین، الملک، الواقعہ وغیرہ، صبح شام کے اذکار، دعائے انس رضی اللہ عنہ وغیرہ یاد کروائیں اور ان کی دہرائی کے خیال سے باقاعدگی سے ان سے سنتی بھی تھیں۔ انہیں اردو اور انگریزی لکھنی پڑھنی سکھائی۔ ریاضی پڑھائی اور پہاڑے یاد کروائے۔ دوسرے پڑوس کی لڑکیوں کو ناظرہ قرآن پڑھنا سکھایا اور آخری پارہ حفظ کروایا۔ اس کے علاوہ اپنے پڑھنے پڑھانے اور تحریری کام سے جو وقت بچتا اس میں سلائی کڑھائی، نواسی کے لیے ستارے ٹانکنے، بچیوں کے لیے گڑیاں بنانا، دامادوں کے لاڈ اٹھانا اور لاتعداد ایسے کام تھے جو خالہ جان نے اپنے ذمے لے رکھے تھے۔ پھر بھی جب بات ہوتی تو کہتیں کہ میرا کیا مصرف ہے میں تو ناکارہ ہوں، بس اللہ اب مجھے بلالے۔

خوشیوں اور اطمینان کا یہ وقت پر لگا کر اڑ گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا اللہ تعالیٰ کو یہ گوارا ہی نہیں ہے کہ خالہ جان کا دل و ذہن ذرا دیر کو بھی کہیں اور مشغول ہو۔ ذرا جو ان کی زندگی میں اطمینان اور سکون کا دور آتا کہ پھر ایک آزمائش سر اٹھا کر کھڑی ہوتی، انہیں مزید اپنے رب کا قرب عطا کرنے کو۔ اب کے جب ان کی بڑی بیٹی اور داماد تقریباً سال بھر ان کے پاس گزارنے کے بعد نئی منزلوں کی جانب رختِ سفر باندھنے لگے تو خالہ جان کی حالت پھر دگرگوں ہونے لگی۔ اللہ رب العزت ہی ہر ایک کو تھامنے اور سہارا دینے والے ہیں۔ ان کی بیٹی کی روانگی سے ایک دو دن قبل ہی طویل عرصے کے بعد خالہ جان سے میری ملاقات ہوئی اور میں ان کے پاس ہی منتقل ہوگئی۔ خالہ جان کی بیٹی چلی گئی اور میں اور میرے ساتھ چند یتیم بچے، جن کی والدہ کو ظالم امریکیوں نے گرفتار کررکھا تھا، خالہ جان کے پاس رہنے لگے۔ یوں خالہ جان کی دلجوئی کا کچھ سامان ہوا۔

خالہ جان نے ان یتیم بچوں کو اپنے ہی کمرے میں رکھا، اور ان کا بہت زیادہ خیال رکھا۔ بچے تو بچے ہوتے ہیں۔ وہ شور شرابا بھی کرتے، بے ترتیبی اور کچرا بھی پھیلاتے، آپس میں کھیلتے بھی اور لڑتے جھگڑتے بھی۔ اور پھر خالہ جان کی ہمہ وقت فکر کہ فلاں نے سبق نہیں پڑھا، اس کے اذکار مکمل نہیں ہوئے، فلاں نے ٹوپی نہیں پہنی اور وہ جیکٹ پہنے بغیر کمرے سے نکل گیا اور وہ رات کو لحاف سے باہر نکل گیا اور اس کو چھینک آگئی اور اس نے وضو ٹھنڈے پانی سے کیوں کیا...... غرض کہ خالہ جان کی جان ان معصوم جانوں اور ان کے معاملات میں اٹکی رہتی۔ ان پر جان چھڑکتیں اور ان کی محبت اور فکر سے مجبور ہو کر انہیں ان کی (نقصان دہ) لاپروائیوں پر جھڑکتیں بھی۔ میں بھی وقتاً فوقتاً ان کی محبتوں، نصیحتوں اور محبت بھری ڈانٹ ڈپٹ اور پکڑ سے مستفید ہوتی رہتی۔ مگر میں بہر حال ان خوش نصیبوں میں سے ہوں جن کے حصے میں خالہ جان کی ڈھیروں ڈھیر محبتیں، بہت سا التفات اور مہربانیاں آئی ہیں۔ وہ میرے لیے حقیقتاً بمنزلہ ماں کے تھیں۔ خالہ جان کی شفقت کی بدولت، کسی درجے میں ہم سہیلیاں اور ایک دوسرے کی غم گسار بھی تھیں۔ مگر دوسری جانب میں ہی وہ کم نصیب بھی ہوں جو نہ کماحقہ خالہ جان کا اکرام کرپائی، نہ انہیں ان کا جائز مقام دے سکی اور نہ ہی ان کی کوئی خدمت کرسکی۔ اللہ رب العزت میری کوتاہیوں سے درگزر فرمائے، آمین۔

چندماہ خالہ جان کی صحبت سے مستفید ہونے کے بعد میں اور یتیم بچے وہاں سے رخصت ہوئے۔ خصوصاً بچوں کے چلے جانے سے ایک دم ہی خاموشی اور تنہائی کا احساس سوا ہو گیا۔ ایسے میں خالہ جان کے نہایت محبوب داماد، ہشام بھائی رحمہ اللہ نے انہیں تھاما۔

ہشام بھائی رحمہ اللہ تو خود ایسی شخصیت ہیں کہ جن کے بارے میں مفصل لکھا جانا چاہیے۔ مگر اس کا یہاں موقع نہیں۔ مختصراً ذکر کروں تو ان کی شخصیت ایسی تھی کہ جس سے کبھی کسی کو ضرر اور تکلیف نہ پہنچی تھی۔ اللہ رب العزت نے انہیں انتہائی غیر معمولی حلم سے نوازا تھا۔ انسانی مزاج سمجھنے اور اس کے مطابق انسانوں سے معاملہ کرنے کی خوبی بھی اللہ رب العزت نے انہیں خوب عطا کر رکھی تھی۔ خالہ جان کی 'دامادی' میں آنے کے بعد انہوں نے ہمیشہ ہی خالہ جان کا بہت زیادہ خیال رکھا۔ ان کی جسمانی ضروریات، غذا، دواؤں، پسند ناپسند، آرام وغیرہ کے ساتھ ساتھ بالخصوص ان کے دل کا ہمیشہ بہت خیال رکھا۔ بہت ہمدردی کے ساتھ ان کی باتیں سنتے اور ان کا دھیان بٹاتے۔ ان کو بھرپور وقت دیتے۔ اور بعض اوقات جب خالہ جان کا مزاج گرم ہوتا تو خندہ پیشانی سے اسے برداشت کرتے اور کبھی شکوہ نہ کرتے۔ وہ نہایت محبت سے خالہ جان کو 'ماں جی' کہا کرتے، اور انہیں کہتے کہ میں آپ کا مصعب ہوں۔ خالہ جان کی بڑی بیٹی کو اس کی دونوں مرتبہ بیوگی کے بعد انہوں نے گویا مصعب ہی کی مانند نہایت عزت اور احترام کے ساتھ رکھا۔ صبح و شام خالہ جان کی بخاری[1] وقت پر جلانا، اس کی صفائی ستھرائی کا اہتمام کرنا، قبل از ضرورت ان کی دواؤں کا ذخیرہ رکھنا، ان کا بلڈ پریشر باقاعدگی سے چیک کرنا اور اس کے مطابق ان کی دواؤں میں تبدیلی کرنا گویا ہشام بھائی نے اپنے فرائض میں شامل کر رکھا تھا۔ اس تنہائی کے دور میں بھی ہشام بھائی باقاعدگی سے فجر سے پہلے آکر خالہ جان کی بخاری جلاتے تاکہ انہیں تہجد کے لیے اٹھنے میں مشکل نہ ہو اور ان کے لیے گرم پانی دستیاب ہو، پھر خود بھی وہیں نوافل وغیرہ ادا کرتے اور فجر کی نماز پڑھ کر خالہ جان کی چائے بنا کر پھر اپنے کمرے میں جاتے اور گھنٹے ڈیڑھ بعد وہ سب دوبارہ خالہ جان کے کمرے میں آجاتے۔ وہیں

[1] افغانستان اور ترک علاقوں میں گھر کو گرم کرنے کے لیے جو 'ہیٹر' استعمال کیا جاتا ہے، اسے 'بخاری' کہتے ہیں۔

ہشام بھائی اپنا کام کرتے، ناشتہ اور دوپہر کا کھانا سب اکٹھے ہی خالہ جان کے کمرے میں ہوتا، پڑوس کے ننھے بچوں کو ہشام بھائی نورانی قاعدہ اور ناظرہ قرآن وغیرہ پڑھاتے تھے، وہ بچے بھی خالہ جان کے کمرے میں ہی آکر پڑھتے اور یوں یہ محفل غالباً مغرب کے بعد اختتام پذیر ہوتی۔ اللہ رب العزت کی رحمت کے بعد اس روٹین کی وجہ سے خالہ جان کو تنہائی کا زیادہ احساس نہ ہو پایا اور وہ جلد سنبھل گئیں۔

ابھی ہمیں خالہ جان سے جدا ہوئے تقریباً ڈھائی ماہ ہی ہوئے تھے کہ خالہ جان وغیرہ کے گھر پر امریکی چھاپہ پڑا۔ ظالموں نے ہشام بھائی رحمہ اللہ اور دو مقامی مجاہدین جو خالہ جان وغیرہ کے انصار بھی تھے اور آپس میں باپ بیٹا تھے، کو کئی گھنٹوں تک جاری رہنے والے مقابلے کے بعد شہید کر دیا اور ہشام بھائی کی اہلیہ اور مزید دو مقامی خواتین کو گرفتار کر کے لے گئے۔ پیچھے، دو ڈھائی فٹ برف کے بیچ، خالہ جان اور معصوم بچے شہداء کی میتوں کے ساتھ تنہا رہ گئے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ جس کے ساتھ اللہ ہو وہ کبھی تنہا نہیں ہوتا۔ جس وقت چھاپہ پڑا، مجاہدین الحمدللہ بالکل اطمینان سے رہے اور مسلح ہوگئے۔ ظالم فوجیوں نے اعلان کر کے خواتین اور بچوں کو باہر نکلنے کو کہا۔ ایک بجے، یخ بستہ رات میں جب چاروں طرف کئی کئی فٹ اونچی برف پڑی ہوئی تھی، خواتین اور بچوں کو، جن میں ایک چند روز کی نومولود بچی بھی شامل تھی...... ان سب کو گھر کی چار دیواری سے باہر نکال کر چار دیواری کے ساتھ ہی، خالی برفیلی زمین پر بٹھا دیا۔ مقابلہ تقریباً ساڑھے تین چار گھنٹے جاری رہا جس کے دوران یہ خواتین اور بچے اسی برفیلے دشت میں بیٹھے رہے۔ بیشتر خواتین اور بچوں کے پاؤں میں جوتے بھی نہ تھے۔ جن کے پاؤں میں گھر سے نکلتے ہوئے جوتے موجود تھے وہ بھی برف میں دھنس گئے۔ جس کی وجہ سے تقریباً تمام خواتین کو فراسٹ بائٹ[1] ہوا۔ جبکہ خالہ جان کی بیٹی کو بہت شدید فراسٹ بائٹ ہوا جس کی وجہ سے وہ تاحال صحیح طور پر چلنے پھرنے اور کام کرنے سے عاجز ہے۔

خالہ جان بتاتی ہیں کہ جس وقت وہ ظالم واپس گئے، میں نے تمام بچوں اور باقی رہ جانے والوں کو اکٹھا کیا اور ہاتھ بلند کر کر کے اللہ رب العزت کے حضور فریادیں کیں۔ ان ظالموں کے لیے بددعائیں اور اسیرات کی رہائی کے لیے خوب دعائیں کیں۔ اور پھر سب بچوں کو لے کر گھر کی طرف آئی۔ اتنے میں مقامی پڑوسی آگئے اور انہوں نے شہداء کی تدفین کی اور باقی رہ جانے والوں کو محفوظ مقام تک پہنچایا۔ خالہ جان کے لیے ہشام بھائی کی شہادت کا صدمہ بہت بڑا تھا، مگر فی الوقت اسیرات کی اسیری سب سے بڑا صدمہ تھی۔ معصوم بچے ماؤں کے بغیر بلک رہے تھے۔ خالہ جان کہتی ہیں کہ دعائیں تو ہم سب مسلسل کر ہی رہے تھے مگر غالباً اشراق کے وقت میں نے پھر رو رو کر اللہ تعالیٰ سے دعائیں اور فریادیں کرنی اور اللہ رب العزت کو اس کی رحمت کے واسطے دینے شروع کیے۔ اسی اثناء میں میں نے بہت واضح طور پر ایک آواز کو یہ کہتے سنا کہ ”ہمارا وعدہ ہے، ہم تمہیں لوٹا دیں گے“۔ خالہ جان آواز سن کر خاموش ہو گئیں اور پھر اپنا وہم سمجھ کر دوبارہ دعائیں کرنی شروع کر دیں، پھر وہی آواز سنائی دی کہ ”ہمارا وعدہ ہے، ہم تمہیں لوٹا دیں گے“ اور پھر جب کچھ وقفے کے بعد اسی دن تیسری مرتبہ یہ آواز سنائی دی تو خالہ جان کہتی ہیں کہ پھر مجھے یقین آگیا کہ ان شاءاللہ ہماری دعائیں ضرور قبول ہوں گی اور اللہ ہماری اسیرات کو رہائی دے گا۔ اور وہی ہوا۔ بالکل معجزاتی طور پر، اسی روز صبح، یعنی اسی صبح جب شہداء کی تدفین ہوئی، خواتین کو رہا کر دیا گیا۔ یہ اور بات کہ سفر اور ترتیب وغیرہ کی وجہ سے وہ اگلے دن صبح خالہ جان وغیرہ تک پہنچ پائیں۔ اللہ رب العزت کی خاص الخاص رحمت اور صریح کرامت کے بعد یہ سراسر اللہ رب العزت کی ذات پر یقین، توکل اور دعاؤں، خصوصاً دعائے انس رضی اللہ عنہ کے اہتمام کا نتیجہ ہے، فللّٰہ الحمد۔

اس حادثے کو چند ماہ ہی گزرے تھے کہ پھر ان کے گھر پر چھاپہ پڑا اور اس مرتبہ نہ صرف اللہ رب العزت نے ان کی بڑی بیٹی کے شوہر، فیضان بھائی کو (حملہ آوروں پر فدائی حملے کے نتیجے میں) شہادت سے سرفراز فرمایا، بلکہ خالہ جان کی بھی دیرینہ خواہش اپنی رحمت سے پوری فرمائی۔ خالہ جان امریکی فوجیوں کی فائرنگ سے زخمی ہوئیں، اسی زخمی حالت میں انہیں ہسپتال پہنچایا گیا، جہاں انہوں نے اپنی جان اپنے رب کے سپرد کر دی۔ إنّا للہ وإنّا إلیہ راجعون۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ ان کی اور تمام شہداء کی شہادتیں قبول فرمائے، ہمارے تمام اسیران واسیرات کو اپنی خصوصی رحمت سے رہائی نصیب فرمائے اور شہداء کے لواحقین کو اپنی رحمت سے ڈھانپ لے، آمین۔ یوں خالہ جان ام مصعب اپنی زندگی کے آخری لمحے تک آزمائی جاتی رہیں، اور اللہ رب العزت سے امید ہے کہ ان کی مساعی ہرگز رائیگاں نہیں جائے گی، ان شاءاللہ۔

خالہ جان رحمہ اللہ سنتوں پر عمل کا بہت اہتمام کرتی تھیں۔ ہمیں اکثر کہتیں کہ میں تو عمر رسیدہ بھی ہوں اور بیوہ بھی مگر تم لوگ اپنے ناخن رنگا کرو کہ خواتین کے لیے یہ پسندیدہ ہے۔ مسواک بہت اہتمام سے کرتیں۔ اگر کہیں مسواک موجود نہ پاتیں تو نزدیک کسی درخت یا پودے سے کوئی ٹہنی یا شاخ توڑ کر ہی اس سے مسواک کر لیتیں۔ فجر کے بعد نہ سونے اور اشراق اور چاشت کی نمازوں کی ادائیگی کا بھی خوب خیال رکھتیں۔ بہت حیادار تھیں۔ اپنے کمرے کے اندر بھی بہت پھیلا کر، سلیقے سے، سر پر دوپٹہ اوڑھے رکھتیں اور ہم سے بھی یہی توقع رکھتیں۔ شادی شدہ بیٹیوں کے ساتھ رہتے ہوئے کبھی ان کے معاملات میں دخل نہ دیتیں۔ صدقات کا بہت زیادہ اہتمام کرتیں۔ اپنے لیے انہوں نے بہت سی تسبیحات طے

[1] Frost bite، یعنی اِنتہائی سَردی کی وَجَہ سے جِلد اور سَطحی بافتوں کا جم جانا اور بَعض اعضاء میں خُون کی گردِش بَند ہو جاتی ہے۔

کر رکھی تھیں جن کو وہ روزانہ مکمل کرتی تھیں۔ نیز تلاوتِ قرآن، تفسیر کا مطالعہ، مسنون اور قرآنی دعاؤں کا پڑھنا بھی ان کے روزمرہ معمولات میں سے تھا۔ ویسے تو اب نہ ضرورت تھی اور نہ ہی صحت انہیں اجازت دیتی تھی کہ روزمرہ کھانا خود پکائیں، مگر مہمانوں کی آمد پر یا دامادوں کے اکرام کے لیے بڑی محنت سے خود نہایت مزے دار کھانا تیار کرتیں، اور پھر کھلاتی بھی بڑے اہتمام سے تھیں۔ ہر ایک کی خدمت و دلجوئی کو ہمہ وقت تیار ہوتیں۔

خالہ جان کو مناظر فطرت سے بہت محبت تھی۔ اگر گھر کے آس پاس کوئی باغ ہوتا تو ضرور اس کی سیر کو جاتیں، اور ان کی ایک بہت اچھی صفت یہ تھی کہ فطرت کے مناظر کو دیکھ کر خود بھی ان میں بہت زیادہ غور و فکر کرتیں اور جو کوئی بھی ساتھ موجود ہوتا اسے بھی دعوتِ فکر دیتیں۔ وانا میں ہمارے گھر کے باہر سیب کا ایک باغ تھا۔ روز اس کی سیر کو جاتیں۔ اور جب خزاں کے بعد موسمِ بہار شروع ہوا تو درختوں سے نکلتی کونپلیں اور ان سے پھوٹتے شگوفوں کا مشاہدہ کرتیں اور پھولوں کو پھل میں تبدیل ہوتے دیکھ کر تو گویا ان کا رُواں رُواں رب کی یاد اور اس کی حمد اور تعریف سے سرشار ہو جاتا۔ ایک گھر میں انہوں نے اپنے کمرے کی کھڑکی کے سامنے مکئی کے پودے لگوائے۔ مکئی کے بھٹے میں سلیقے سے پروئے دانوں کو دیکھ دیکھ کر وہ خوش ہوتیں اور اللہ رب العزت کی تسبیح و تحمید بیان کرتیں۔ ننھے بچوں، نواسے نواسی کو ساتھ لے کر سیر پر نکل جاتیں اور سورج کے طلوع و غروب کے مناظر، بادلوں کی آمد و رفت، دن رات کے آنے جانے، چاند ستاروں کے حسن، پھولوں کے کھلنے اور مرجھانے، زمین کے سرسبز ہونے اور پھر مردہ ہو جانے کی طرف آسان الفاظ میں ان کی توجہ دلاتیں۔ ان سے ننھے منے سوال کر کے ان کے ذہنوں کو غور و فکر کرنا سکھاتیں۔ انڈوں سے ننھے ننھے چوزے نکلتے دیکھ کر تو وہ نہال ہو جاتیں۔ رب کی قدرت کے کتنے خوب صورت مظاہر ہیں یہ۔ اللہ رب العزت کی بے کنار نعمتوں کا ذکر کرتیں، خود بھی شکر کرتیں اور دوسروں کو بھی شکر کی ترغیب دیتیں۔

بلکہ اسی ضمن میں ایک واقعہ ہے جس سے ان کا مناظرِ فطرت دیکھنے کا شوق معلوم ہوتا ہے۔ ہوا یوں کہ وانا میں، جب ان کی بیٹیاں شمالی وزیرستان کو جا چکی تھیں، ایک روز میں خالہ جان سے ملنے ان کے کمرے میں گئی تو انہیں غالباً ٹانگ کی تکلیف میں مبتلا پایا۔ بہت پوچھا کہ کیا ہوا؟ ہنستی رہیں مگر ساتھ ساتھ یہ کہتی رہیں کہ تمہیں نہیں بتاؤں گی کہ کیا ہوا۔ میں نے بھی کہا کہ اچھا! میں بھی مصعب سے پتا کروا کر دم لوں گی۔ جب مصعب گھر آیا تو اس سے پچھوایا۔ معلوم ہوا کہ ہمارے گھر کے باغ اور پڑوسیوں کے کھیت کے درمیان ایک ٹوٹی پھوٹی سی دیوار ہے۔ خالہ جان جو باغ کی سیر کو گئیں تو کھیت میں لہلہاتی فصلوں کو دیکھ کر ان کے منہ میں پانی بھر آیا۔ اب جو ان فصلوں کے نظارے کے لیے اس ٹوٹی دیوار پر چڑھیں تو پاؤں پھسل گیا۔ مگر وہ کہتے ہیں نا کہ شوق کی کوئی قیمت نہیں ہوتی، تو مناظر فطرت دیکھنا اور ان میں غور و فکر کرنا تو خالہ جان کا صرف شوق نہیں بلکہ عشق تھا۔

جب خالہ جان کی شہادت کی خبر ملی تو زبان سے پہلا لفظ، الحمد للہ، ہی نکلا۔ سوچا اور اس سوچ نے مسکرانے پر مجبور بھی کیا کہ خالہ جان ان شاء اللہ اپنے مصعب سے جا ملی ہوں گی اور اپنے مخصوص انداز میں اسے کہا ہو گا، 'اللہ! مصعب! چھوڑ آئے تھے نا مجھے، دیکھو! میں آ گئی'۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ خالہ جان کی شہادت قبول فرمائیں، انہیں جنت الفردوس میں بہترین اور اعلیٰ ترین مقام سے نوازیں، انہیں اپنے دیدارِ پر نور اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کے شرف سے مشرف فرمائیں، دنیا میں ان کے لواحقین کی آزمائشوں کو دور فرمائیں اور ان سے فیض اٹھانے والے تمام افراد کو ان کے لیے صدقۂ جاریہ بنائیں، آمین۔

سبحانک اللّٰھم وبحمدک نشھد أن لا إله إلّا أنت نستغفرک ونتوب إلیک

آپؐ اٹھے تو پھر اٹھے ہی رہے!

يَاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ○ قُمْ فَاَنْذِرْ ○ اے چادر پوش اُٹھ اور ڈرا، گویا یہ کہا جا رہا ہے کہ جسے اپنے لیے جینا ہے وہ تو راحت کی زندگی گزار سکتا ہے۔ لیکن آپ ﷺ، جو اس زبردست بوجھ کو اٹھا رہے ہیں، تو آپ ﷺ کو نیند سے کیا تعلق؟ آپ ﷺ کو راحت سے کیا سروکار؟ آپ ﷺ کو گرم بستر سے کیا مطلب؟ پرسکون زندگی سے کیا نسبت؟ راحت بخش سازوسامان سے کیا واسطہ؟ آپ ﷺ اُٹھ جایئے اس کارِ عظیم کے لیے جو آپ ﷺ کا منتظر ہے۔ اس بارِ گراں کے لیے جو آپ ﷺ کی خاطر تیار ہے۔ اُٹھ جایئے جہد و مشقت کے لیے، تکان اور محنت کے لیے اٹھ جایئے کہ اَب نیند اور راحت کا وقت گزر چکا، اب آج سے پیہم بیداری ہے اور طویل و مشقت جہاد ہے اُٹھ جایئے! اور اس کام کے لیے مستعد اور تیار ہو جایئے۔

پھر رسول اللہ ﷺ اُٹھ گئے اور بیس سال سے زیادہ عرصے تک اُٹھے رہے۔ راحت و سکون تج دیا۔ زندگی اپنے لیے اور اہل و عیال کے لیے نہ رہی۔ آپ ﷺ اُٹھے تو اٹھے ہی رہے۔ کام اللہ کی طرف دعوت دینا تھا۔ آپ ﷺ نے یہ کمر توڑ بارِ گراں اپنے شانے پر کسی دباؤ کے بغیر اٹھا لیا۔ یہ بوجھ تھا اس روئے زمین پر امانتِ کُبریٰ کا بوجھ۔ ساری انسانیت کا بوجھ، سارے عقیدے کا بوجھ اور مختلف میدانوں میں جہاد و دفاع کا بوجھ، آپ ﷺ نے بیس سال سے زیادہ عرصے تک پیہم اور ہمہ گیر معرکہ آرائی میں زندگی بسر کی اور اس پورے عرصے میں یعنی جب آپ ﷺ نے وہ آسمانی ندائے جلیل سُنی اور یہ گراں بار ذمہ داری پائی آپ کو کوئی ایک حالت کسی دوسری حالت سے غافل نہ کر سکی۔ اللہ آپ ﷺ کو ہماری طرف سے اور ساری انسانیت کی طرف سے بہترین جزا دے۔

(سید قطب شہید رحمہ اللہ، بحوالہ تفسیر 'فی ظلال القرآن')

صدائے شریعت

جلال الدین حسن یوسُف زئی

الحمدللہ، اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت اور افغان غیرت مند قوم کی قربانیوں سے کفر کے سرغنہ امریکہ کو ایسی ضربیں پڑیں جس کی وجہ سے آج وقت کا فرعون مجاہدین کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہے۔ آج ہم اس مبارک سرزمین پر اپنے عالی قدر امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کے اُن تاریخی کلمات کو پورا ہوتے ہوئے دیکھ رہے ہیں، جب آپؒ نے بی بی سی کو انٹرویو دیتے وقت صحافی کے ایک سوال کے جواب میں فرمایا:

''یہ مادی اسباب کی جنگ نہیں، ہم الٰہی نصرت کے اُمید وار ہیں۔ رہی بات امریکہ کی تو ان شاءاللہ وہ فہرست کے اوپر سے (سپر پاور سے) لسٹ کے آخر تک آئے گا (زیرو پاور بن جائے گا)۔''

وقت کے سپر پاور امریکہ کو اپنی طاقت پر ناز تھا، اُس نے اپنی پوری طاقت اور لاؤ لشکر سمیت افغانستان پر حملہ کیا اور شریعت کی مبارک سرزمین پر ظلم کا بازار گرم کیا۔ نہ کسی کا گھر محفوظ اور نہ ہی مساجد و مدارس، بڑی بڑی آبادیوں پر بمباریاں کرکے ان کا نام و نشان تک مٹا دیا۔ مجھے ایک بزرگ مجاہد نے بتایا کہ وہ وقت ایسا تھا کہ ہر علاقے میں آپ کو گنتی کے چند مجاہدین ہی نظر آتے تھے باقی یا تو سخت حالات کی وجہ سے ہجرت کرکے دوسرے ملک منتقل ہوگئے تھے یا صلیبیوں کے قید خانوں کی نذر ہوگئے تھے۔ وہ علاقہ جہاں ہمارا بچپن گزرا تھا اور جہاں ہم اسلحے سمیت گھومتے پھرتے تھے اُس علاقے کے نہ بازار محفوظ تھے اور نہ ہی گاؤں کی گلیاں، ہر جگہ آپ کو امریکی فوجی پیدل اور بکتر بند گاڑیوں میں گشت کرتے ہوئے نظر آتے تھے اور ہماری حالت یہ تھی کہ ہم دن رات یا تو چھپتے چھپاتے گھروں کے اندر ہوتے یا پہاڑوں اور باغات میں وقت گزارتے تھے۔

ایک دن میں اپنے محبوب قائد و مربی کماندان خرم سعید کیانیؒ کے ساتھ گاڑی میں سفر کر رہا تھا تو ہم ایک علاقے سے گزرے، افغانستان کی زیادہ تر زمین دشت ہے اور ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں تک جانے کے لیے بعض دفعہ طویل طویل دشتوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ تو میں کماندان خرم سعید کیانیؒ کے ساتھ سفر کر رہا تھا، آپؒ نے مجھے بتایا کہ ہم جب شروع کے دور میں یہاں افغانستان تشکیل پر آتے تھے تو مجاہدین دن کے وقت اس طویل ترین دشت میں کبھی بھی سفر نہیں کر سکتے تھے، کیونکہ جب کوئی دن کو سفر کرتا تو امریکی ہیلی کاپٹر میں پہنچ جاتے اور موٹر سائیکل کے عین اوپر ہیلی کاپٹر کو لاکر سپیکر کے ذریعے آواز دے کر موٹر سائیکل پر سفر کرنے والے کا لباس اتار کر تلاشی لیتے اور اگر وہ مجاہد ہوتا اور اس سے اسلحہ برآمد ہوجاتا تو اس کو یا تو شہید کرتے یا گرفتار کرکے لے جاتے تھے۔ ان سخت حالات میں مجاہدین رات کو موٹر سائیکل کی لائٹیں بند کرکے سفر کرتے اور اس دوران بھی ایک مجاہد موٹر سائیکل چلاتا تھا اور پیچھے بیٹھنے والا مجاہد مخابرہ (وائیرلس سیٹ) ہاتھ میں لیے مستقل کان کے ساتھ لگائے رکھتا تاکہ اگر ہیلی کاپٹر آجائے تو باقی مجاہد ساتھی ہمیں باخبر کرسکیں۔

لیکن ان سب مظالم اور آلام و مصائب کے باوجود یہ غیرت مند قوم ان صلیبیوں کے سامنے جھکی نہیں، اُن کی غلام نہیں بنی، بلکہ ہاتھ میں اسلحہ تھام کر وقت کے فرعون امریکہ کے خلاف جہاد کے میدانوں میں آگے بڑھ کر اپنے فرزندوں کی قربانیاں دے کر کشمیر سے برما، برما سے مشرقی ترکستان اور مشرقی ترکستان سے غزہ کے مظلوم مسلمانوں تک کو یہ پیغام دے دیا کہ بقولِ شاعر

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

امریکیوں کے مظالم کے خلاف ہر علاقے میں مجاہدین سخت حالات کے باوجود منظم ہونا شروع ہوگئے اور مجاہدین نے چھوٹی چھوٹی کارروائیوں سے گوریلا جنگ کا آغاز کردیا۔ اِس حربے سے دشمن کو روز کے اعتبار سے نقصان پہنچنا شروع ہوا۔ مجاہدین کے عزم میں ذرہ برابر بھی کمی واقع نہ ہوئی اور انہوں نے گوریلا جنگ کو کئی سال تک جاری رکھا جو بالآخر امریکیوں کی شکست کا سبب بنی اور امریکی سارے اضلاع کے فوجی کیمپوں کو مقامی کرائے کے سپاہیوں کو حوالے کرکے گنتی کے چند فوجی کیمپوں میں منتقل ہوگئے۔ آہستہ آہستہ مجاہدین نے دشمن کے فوجی کیمپوں اور قافلوں پر فدائی عملیات کا آغاز کیا جس میں سینکڑوں کے حساب سے امریکی فوجی ہلاک ہوئے۔ یوں کئی سالوں پر محیط دفاعی جہاد مجاہدین کی قربانیوں اور افغان عوام کی نصرت کے ساتھ اقدامی جہاد میں بدل گیا۔ روز کے معمول سے فوجی کیمپ اور اضلاع فتح ہونا شروع ہوئے۔ سینکڑوں کے حساب سے افغانی ملی فوجی امارت اسلامیہ کے سامنے تسلیم ہوئے۔ اسلام اور جہاد سے محبت کرنے والے بہادر مجاہدین جو افغان ملی فوج کا حصہ تھے، انہوں نے اپنی بندوقوں کا رُخ امریکی فوجیوں کی طرف کرکے اُن کو واصلِ جہنم کیا۔ شہر فتح ہونا شروع ہوئے ...... اور قندوز، فراہ اور غزنی کے شہروں میں تاریخی معرکے برپا ہوئے۔

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

طالبان اور امریکہ مذاکرات کی میز پر:

آج ہم الحمدللہ، ایک بار پھر امارت اسلامیہ افغانستان کو قائم ہوتا ہوا دیکھ رہے ہیں۔ افغانستان کے ۷۰ فیصد علاقے پر امارت اسلامیہ کے مجاہدین کے تحت شرعی اسلامی حکومت قائم ہے۔ امریکہ اپنی شکست خوردہ فوج کو محفوظ راستے سے نکالنے کی خاطر ایک سال سے امارت اسلامیہ کے ساتھ مذاکرات کرنے میں مصروف تھا۔ مذاکرات کے دوران امریکیوں نے مجاہدین کے سامنے اپنی شرائط منوانے کی خاطر امارت اسلامیہ کی مفتوحہ سرزمینوں میں فضائی چھاپوں کے ذریعے ظلم کا بازار گرم کیا۔ عوام الناس اور مجاہدین کے گھروں پر رات کے چھاپوں اور ڈرون حملوں کا سلسلہ تیز تر کر دیا۔ جس کی ایک بڑی وجہ ہمیں ایک افغان ٹی وی چینل پر ایک صحافی ولی اللہ شاہین کے تبصرے سے سمجھ میں آتی ہے:

"خلیل زاد اس حد تک طالبان کی بلند پروازی سے تنگ آیا تھا کہ جب یہاں (کابل) آیا تو امریکی فوج کے چیف اور اشرف غنی کو کہا کہ 'ان لوگوں پر یہاں جنگی علاقوں میں پریشر ڈالو تاکہ میں وہاں طالبان کے سامنے بات کرنے اور جواب دینے کے قابل ہو سکوں، یہ طالبان تو میرے سامنے فاتحین کے انداز سے بات چیت کرتے ہیں۔ میرے پاس ان کے سامنے بات کرنے کے لیے کچھ نہیں ہوتا۔ آپ لوگ طالبان کے خلاف افغانستان میں اپنی کارروائیوں میں تیزی لائیں تاکہ وہاں ان کا رویہ میرے ساتھ نرم ہو جائے'۔ یہ خلیل زاد کی سفارش تھی امریکی فوج اور افغان حکومت کو۔

طالبان کو اسی طرح کرنا چاہیے! انہیں اس طرح بات کرنے کا حق ہے! طالبان اس بات کا حق رکھتے ہیں، کیونکہ انہوں نے امریکہ کو اٹھارہ سالہ جنگ میں اس بات پر مجبور کر دیا کہ وہ مذاکرات کی میز پر آ جائیں۔ دیکھیں طالبان، ہمارے صدر اشرف غنی اور باقی سیاتدانوں کی طرح صدارت کی کرسی کے دیوانے نہیں ہوئے جا رہے جو اقتدار حاصل کرنے کے لیے ہر چیز کو پاؤں تلے روند دیتے ہیں، طالبان کی ان جیسے لوگوں کی طرح ذہنیت نہیں۔ اگر آپ طالبان کی تاریخ دیکھیں تو ایک اسامہ بن لادن کی خاطر اپنی پوری بادشاہی قربان کر دی۔"

تو الحمدللہ اُمت کے ان فرزندوں نے اپنے اسلاف کی تاریخ کو دوبارہ زندہ کیا، یہ بے سروسامانی کے عالم میں وقت کے سپر پاور امریکہ سمیت چالیس ممالک کے ساتھ ٹکر لینے والے بت شکن سلطان محمود غزنوی، احمد شاہ ابدالی، شہاب الدین محمد غوری اور عمر ثالث امیر المؤمنین ملا محمد عمر رحمہم اللہ کے جانشین میدان قتال سے لے کر مذاکرات کی میز تک ظالم و جابر دشمن کے سامنے جھکے نہیں بلکہ ہر میدان میں اللہ تعالیٰ نے ان کو سرخرو کیا اور دشمن کو منہ کی کھانی پڑی۔

ایک سال سے امارت اسلامیہ افغانستان کے مجاہدین اور امریکیوں کے درمیان مذاکرات جاری تھے، یہاں تک کہ طویل نشستوں کے بعد امریکہ مجاہدین کے عزم مصمم کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو گیا اور امارت اسلامیہ نے امریکیوں کے سامنے جو شرائط رکھی تھیں، وہ انہیں چار و ناچار قبول کرنے پر مجبور ہو گیا۔ امریکہ کے کیمپ ڈیوڈ (Camp David) میں ڈونلڈ ٹرمپ نے امارت کی مذاکراتی ٹیم کے ساتھ ملاقات کرنی تھی، جب کہ اس سے پہلے قطر کے دار الحکومت دوحہ میں آخری مسودوں پر دستخط کرنے تھے...... کہ ٹرمپ نے ایک احمقانہ فیصلہ کر کے مذاکرات کی موت کا اعلان کر دیا۔ ایسا کیوں کیا؟ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ امریکی حکومت اور اعلیٰ اداروں کے متکبرانہ رویے کی وجہ سے اس بات پر اتفاق نہیں ہو سکا کہ امریکہ اپنی پوری افواج افغانستان سے نکالے۔ کیونکہ افغانستان سے فوج مذاکرات کے ذریعے نکالنا اسلام اور مجاہدین کی فتح اور امریکہ کے شکست پر منتج ہو گا۔

دوسری طرف بندگانِ خدا ابھی حالات کی سختی اور امریکہ کے متکبرانہ رویے سے متاثر ہو کر کسی بھی قسم کی مداہنت کا شکار نہ ہوئے بلکہ پہلے سے بڑھ کر عزم مصمم کے ساتھ اُس منہج و نظریے پر مضبوطی کے ساتھ جمے ہیں، جو ایک رسول اللہ ﷺ کے اُمتی اور اُمت مسلمہ کے محافظین کے شایانِ شان ہے۔

ذبیح اللہ مجاہد (ترجمان امارت اسلامیہ افغانستان):

- ہم امریکیوں کو اجازت نہیں دیتے: کہ وہ ہمارے ساتھ داخلی امور میں بحث کریں، ہم صرف اور صرف امریکیوں کے ساتھ افغانستان کی سرزمین سے اپنی افواج کو نکالنے کی بات کریں گے۔
- افغانیوں کے ساتھ ہماری مخالفت بات چیت کے ذریعے حل ہو سکتی ہے، اور کابل کا ادارہ امریکیوں کا آلۂ کار ہے، وہ ہمارے برابر کا نہیں کہ ہم ان سے بات چیت کریں۔
- طالبان اس کے مستحق ہیں کہ فاتحین کی شکل میں آ جائیں کیونکہ ہم نے گزرے ہوئے اٹھارہ سال اپنے وطن کی آزادی کی جنگ لڑی ہے۔
- اسلامی اصول و ضوابط کے اندر مطبوعاتی آزادی، سول ادارے وغیرہ اپنی حالت میں باقی رہیں گے، لیکن اگر ان میں کوئی ادارہ افغانستان اور دینی اصولوں کے مخالف ہوا اس کو راستے سے ہٹایا جائے گا۔

کچھ رہے نہ رہے......جنگ جاری رہے!

مذاکرات بھی چلتے رہے، دشمن کی طرف سے مجاہدین کے زیر قبضہ علاقوں میں آگ و خون کی بارشیں بھی ہوتی رہیں، چھاپے بھی پڑتے رہے اور ڈرون حملے بھی ہوتے رہے۔ لیکن اُمت کے ان فرزندوں نے سخت حالات کے باوجود سال ۲۰۱۹ء میں الفتح عملیات کا آغاز کر کے جہادی محاذوں کو ٹھنڈا ہونے نہیں دیا بلکہ پہلے سے زیادہ جرأت کے ساتھ دشمن کے مقابل لڑتے رہے۔

یکم مارچ ۲۰۱۹ء کی سردیوں کی ٹھنڈی راتوں میں نو فدائی مجاہدین نے صوبہ ہلمند کی شوراب امریکی بیس کے اندر کیمپ باسٹیئن (Camp Bastion) پر چاراطراف سے چھاپہ مار حملہ

کیا۔ جو ۷۲ گھنٹے تک جاری رہا، اس مبارک حملے کے نتیجے میں ایک سو سینتیس (۱۳۷) امریکی فوجی ہلاک ہوئے جن میں پندرہ (۱۵) پائلٹ اور اٹھارہ (۱۸) ایئر فورس کے انجنیئر شامل تھے۔ علاوہ ازیں انیس (۱۹) امریکی فوجی زخمی بھی ہوئے۔ اس کے علاوہ افغان سپیشل فورس کے دو افسروں سمیت دو سو ساٹھ (۲۶۰) افغانی فوجی مارے گئے جن میں ایک سو بیالیس (۱۴۲) کمانڈوز اور ایک سو اٹھارہ (۱۱۸) کیمپ کی حفاظت پر مامور فوجی تھے۔ امریکی کیمپ میں موجود درجنوں ہیلی کاپٹر، تینتیس (۳۳) ہموی گاڑیاں، ستائیس (۲۷) بکتر بند رینجر گاڑیاں، اکیس (۲۱) دیگر گاڑیاں، سات (۷) فوجی ایمبولینس گاڑیاں، گیارہ (۱۱) عدد تیل سے بھرے ٹینکر، ایک لاجسٹک ڈپو، ایک عدد اسلحے سے بھرا ہوا ڈپو، دو عدد تیل کے ذخائر، ہیلی کاپٹر ورکشاپ، ہمویوں اور رینجر گاڑیوں کی ورکشاپ، متعدد رسد کے کنٹینر، خوراکی اور عسکری سامان سے بھرے ہوئے خیمے، ایک عدد فضائی ریڈار سمیت دیگر عسکری کانٹریکٹرز کے تحت جاری منصوبہ جات کے اثاثوں کو تباہ کر دیا گیا، وللہ الحمد!

امارت اسلامیہ کی طرف سے جاری کردہ بیان میں اس حملے کے حوالے سے وضاحت کی گئی کہ یہ حملہ ان مظلومین کے انتقام میں ہوا جن کو حالیہ سال امریکہ اور ان کے غلاموں نے سینکڑوں چھاپے مار کر، رات کے وقت سوئے ہوئے معصوم لوگوں کو شہید و زخمی کیا جن میں اکثریت خواتین اور بچوں کی تھی۔ عوام کے مکانات کو بموں سے تباہ کیا، مساجد، مدارس، مکاتب، صحت کے مراکز اور بازاروں سمیت بہت سے عوامی مقامات کو بموں سے اڑایا۔ امیر المؤمنین کی طرف سے سب مجاہدین کو یہ ہدایت کی گئی کہ غیر ملکیوں اور داخلی فوج کے مشترکہ عسکری اڈوں اور استخباراتی مراکز کو نشانہ بنائیں تاکہ مجرمین کو اُن کے افعال کی سزا دی جائے اور جرائم پیشہ افراد کو سخت محاسبے سے گزارا جائے۔

یہ مبارک کارروائی امریکہ، اس کے اتحادیوں اور غلاموں کو یہ پیغام دیتی ہے کہ ہماری بات اور عمل کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ ہم نے افغان غیرت مند ملت ہونے کا جو دعویٰ کیا ہے اس کو پورا کریں گے۔ جرائم پیشہ لوگوں کے ساتھ حساب و کتاب کریں گے اور اپنی ملت و مقدسات کا قصاص (انتقام) لیں گے۔ اس کے بعد بھی اگر یہ لوگ راہ راست پر نہ آئے، مظلوم افغان عوام پر ظلم و بربریت جاری رکھی، تو پھر ہم وعدہ کرتے ہیں کہ وہ اس سے بھی زیادہ برے حالات کا سامنا کریں گے۔ ہم یہی طریقہ اپنا کر اپنے دین اور ملت کے حقوق کا دفاع کریں گے۔ ان شاءاللہ تعالیٰ۔ وماذلک علی اللہ بعزیز۔

اس مبارک کارروائی کے علاوہ سال ۲۰۱۹ء میں الفتح عملیات کے تحت امریکیوں پر کئی مبارک کارروائیاں ہوئیں جو امریکیوں کو جانی ومالی نقصان دینے کا سبب بنیں، وللہ الحمد۔

فتنۂ داعش:

جب اُمت مسلمہ اور اس کے مجاہد بیٹے عزت و سربلندی کے راستے پر گامزن تھے۔ دنیا کے کونے کونے میں جہادی جماعتیں مسلم سرزمینوں سے دشمنانِ دین کو ہٹانے اور ایک ایسے اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے کوشاں تھیں جو آگے جا کر قبلۂ اول بیت المقدس کو یہود کے قبضے سے آزادی دلائیں۔ ایسے میں مجاہدین کی صفوں کے اندر ایک ایسا فتنہ وجود میں آیا جس نے جہاد اور مجاہدین کی صفوں پر پیٹھ سے خنجر کا وار کیا...... جو جہادی تحریک کے لیے نقصان کا سبب بنا۔ اس فتنے کا نام فتنۂ داعش تھا۔ یہ فتنہ عراق و شام کی سرزمین سے اُٹھا اور دنیا کے کئی جہادی محاذوں میں فتنے کے بیج بو گیا۔ اُن جہادی محاذوں میں ایک یہاں خراسان کا محاذ ہے۔

ایک ایسے دور میں جب امارت اسلامیہ کے مجاہدین حملہ آور دشمن امریکہ اور اس کے حلیفوں کے خلاف جہاد میں مصروف تھے۔ برائے نام خلافت کے دعوے دار داعشیوں نے افغانستان کے بعض علاقوں میں مجاہدین کے زیر قبضہ علاقوں پر دھوکے سے قبضہ کر کے ولایتِ خراسان کا اعلان کر دیا اور اپنی پوری توجہ امارت اسلامیہ کے مجاہدین کی طرف مبذول کر کے مجاہدین اور مسلمان عوام الناس کا قتلِ عام شروع کیا۔ امارت اسلامیہ افغانستان کے مجاہدین نے اپنے عالی قدر امیر المؤمنین ملا اختر محمد منصور رحمہ اللہ کی ہدایات پر انتہائی نرمی، و عجز و انکساری کے ساتھ ان لوگوں کی اصلاح کی کوشش کی، لیکن اسلام اور جہاد کو بدنام کرنے والے اپنی باطل فکر اور نظریے پر ڈٹے رہے اور مجاہدین کو نقصان پہنچاتے رہے۔ امارت اسلامیہ افغانستان کے مجاہدین جب اس نتیجے پر پہنچے کہ اصلاح کی کوشش بے سود ہے اور اب اس فتنے کو ہاتھ سے روکنے میں اُمت اور جہاد کی بھلائی ہے تو انہوں نے اس ظالم دشمن کے خلاف اسلحہ اُٹھایا اور اس فتنے کو جڑ سے اکھاڑنے کا فیصلہ کیا۔ اُس ربِ رحیم و کریم، جبار و قہار ذات نے اس مرحلے میں بھی اپنے ان ناتواں بندوں کو تنہا نہیں چھوڑا اور ہر قدم پر اللہ تعالیٰ کی نصرت مجاہدین کے شاملِ حال رہی۔

پانچ سال سے امارت اسلامیہ افغانستان کے مجاہدین داعش کے خلاف افغانستان کے کئی محاذوں پر مصروفِ جہاد ہیں۔ اب تک زابل، جوزجان اور فاریاب میں اس فتنے کا مکمل صفایا ہو چکا ہے اور ننگرہار و کنڑ میں سال ۲۰۱۹ء کے آغاز کے ساتھ ہی سخت جنگ جاری ہے۔ داعش کے زیر قبضہ بہت بڑا علاقہ شیر زاد اور خڑ تنگی شدید محاصرے کے بعد مجاہدین کے ہاتھوں فتح ہوا۔ مجاہدین سخت حالات و مشکلات کا سامنا کرتے ہوئے ننگرہار و کنڑ کے پہاڑوں سپین غر جسے پاکستان میں کوہِ سفید کہتے ہیں میں اس فتنے کی سرکوبی کی خاطر ڈٹے ہوئے ہیں۔ جہاں ایک طرف مجاہدین کے ہاتھوں داعش کے زیرِ قبضہ علاقے فتح ہو رہے ہیں تو دوسری طرف مجاہدین کو بھی انتہائی سخت مشکلات کا سامنا ہے۔ داعش نے اپنے دفاعی مورچوں کے ارد گرد بارودی سرنگیں بچھا رکھی ہیں۔ اب تک کئی مجاہدین ان بارودی سرنگوں کی وجہ سے شہید ہوئے ہیں اور کئی مجاہدین زخمی ہیں۔ شہداء مجاہدین میں سے ایک...... ایک ایسے بطلِ عظیم، افغان عوام اور مجاہدین کے عسکری قائد بھی تھے جو سالہا سال امریکہ اور افغان حکومت کو نقصان پہنچاتے رہے لیکن دشمن کے جوابی حملوں سے محفوظ رہے، لیکن ہائے افسوس یہاں آ کے داعش کے ایک حملے کا نشانہ بن کر شہید ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ اُن کی شہادت قبول فرمائیں۔ داعش کے اس حملے

سے ہم پر یہ بات واضح ہوتی ہے کہ داعش نتیجتاً طواغیت کی معاون و مددگار ہے۔ ہم اگر صرف ان مذکورہ جہادی قائدین کے حوالے سے دیکھیں جو داعشیوں کی مائن کا نشانہ بن کر شہید ہوگئے کہ امریکہ اور افغان حکومت نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا لیکن اُن کو شہید کرنے سے قاصر رہے لیکن داعش نے اُن کو شہید کر دیا۔ اسی کو کہتے ہیں طواغیت کی مدد کرنا۔ برائے نام خلافت کے سپاہیوں سے یہ پوچھنا چاہیے جو طالبان کو مرتد اور مشرک کہتے ہیں کہ کون اس اُمت کے محافظ اور اصل خلافت علی منہاج النبوۃ کے داعی ہیں اور کون امریکیوں کے معاون و مددگار اور اسلام کے دشمن ہیں؟

الحمدللہ مجاہدین آگے بڑھ رہے ہیں اور عنقریب مزید فتوحات کی خبریں بھی ہمیں سننے کو ملیں گی۔ ایسے میں سب مسلمانوں پر لازم ہیں کہ اِن مجاہدین کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں جو آج کے پُر فتن دور میں اُمت کے دفاع کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ کم تعداد اور کم وسائل کے باوجود اِن کے جذبے جواں ہیں۔ کیونکہ وہ اُس خدائی نصرت کے طلبگار ہیں جس کے اللہ والے مستحق ٹھہرتے ہیں۔

د شریعت غږ (صدائے شریعت):

اپنی غیرت مند عوام میں دینی شعور کو زندہ رکھنا، نوجوانوں کو مغرب کے باطل نظریے سے باخبر رکھنا اور اُن میں جہادی روح کو بیدار کرنا، مجاہدین کی دینی و اخلاقی تربیت کرنا اور دشمن کی صفوں میں موجود اہلِ خیر افراد کو اپنی دعوت پہنچانا، امارت اسلامیہ افغانستان اپنا ایک اہم فریضہ سمجھتی ہے اور اسی اہم فریضے کو ادا کرنے والی ایک کوشش کا نام **د شریعت غږ رېډيو** (صدائے شریعت ریڈیو) ہے۔

صدائے شریعت ریڈیو افغانستان کے بڑے شہروں یعنی کابل، قندھار، ہلمند، غزنی، وردگ، لوگر، پکتیکا اور پکتیا میں افغانستان کے وقت کے مطابق صبح ۸:۰۰ بجے سے ۹:۰۰ بجے تک اور شام ۴:۰۰ بجے سے ۵:۰۰ بجے تک اپنی صوتی نشریات ایف ایم ریڈیو کے ذریعے اپنے سامعین تک پہنچاتا ہے۔

نشریات کا آغاز مجاہد فقیر محمد درویش کی آواز میں ایک صوتی ترانے سے شروع ہوتا ہے جس کے ایک شعر کا اردو ترجمہ پیشِ خدمت ہے:

ساتو يې په سرو وينو ... دا د شهيدانو کور
دا د باتورانو کور ... دا د شهيدانو کور

”ہم اِن شہیدوں کے گھر کا دفاع کرتے ہیں اپنے سرخ خون سے اس گھر کا دفاع کرتے ہیں جو شہیدوں کا گھر ہے، بہادروں کا مسکن ہے۔“

صدائے شریعت ریڈیو پر سامعین کے لیے جو نشریات پیش کی جاتی ہیں اُن کی تفصیل یہ ہے؛ تلاوت قرآن، احادیث مبارکہ، تزکیہ و احسان کے متعلق بیانات و دروس، افغانستان میں جاری جہادی کارروائیوں کی دن بھر کی رپورٹ، دشمن کی صفوں میں شامل افراد کو جہادی دعوت۔ ایسے ہی دعوتی کلمات میں سے چند کا اردو ترجمہ پیشِ خدمت ہے:

”ملی فوج کی صف میں شامل ہونے والے میرے ہم وطنو! اگر چاہتے ہو کہ سب سے افضل جنگ میں شامل ہو جاؤ، اگر چاہتے ہو کہ دنیا اور آخرت میں عزت و سربلندی کے راستے پر گامزن ہو جاؤ، اگر چاہتے ہو کہ تمہارا نام اسلام اور اپنے وطن کی تاریخ میں سرفروشوں اور بہادروں میں لکھا جائے اور اگر چاہتے ہو کہ اپنی عوام اور گھر والوں کے دلوں میں صف شکن غازی کی حیثیت سے جگہ پالو، تو اپنے ہاتھ میں تھامی بندوق کا رُخ غاصب امریکیوں، مشاورین اور تربیت دینے والوں کی طرف پھیر دو۔ اپنے بندوق کی گولیاں اِس ظالم و جابر دشمن کے سینے میں اتار دو اور اِن ظالموں کو جہنم واصل کر دو۔ اس بات پر یقین رکھو کہ تم اس کارنامے سے جنت کے مستحق بن سکتے ہو کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

’جس مسلمان نے کسی کافر کو قتل کیا تو وہ جہنمی کافر کے ساتھ اکٹھا نہیں ہوگا۔ یعنی وہ غازی جنتی ہوگا‘۔“

مسلمان عوام اور نوجوانوں کے لیے اصلاحی دروس، مجاہدین کی فکری اور معنوی تربیت کرنے کی خاطر مشائخ اور علماء کے دروس، حالاتِ حاضرہ اور مسلمان عوام میں جہادی روح کو بیدار کرنے کی خاطر صوتی کالم جس میں سرِ فہرست **زه مجاهد يم** (میں ایک مجاہد ہوں)، **د اولس غږ خپرونه** (پروگرام: عوام کی آواز) جس میں عوام امارت کی تائید و نصرت کی خاطر اپنے پیغامات بھجواتے ہیں۔ دشمن کے زیرِ قبضہ علاقوں میں عوام الناس کو دشمن کی طرف سے جہاں کہیں بھی مشکلات کا سامنا ہو وہ اپنی مشکل اور دشمن کی ریکی مجاہدین تک پہنچاتے ہیں اور مجاہدین اپنے مسلمان عوام کو ظالم کے ظلم سے آزاد کرنے کی خاطر متعلقہ فرد کا پیغام اور دشمن کا ترصد امارت اسلامیہ کے نظامی (عسکری) کمیسیون تک پہنچاتے ہیں۔ نظامی کمیسون کے ہدایات پر علاقے کا عسکری مسئول مسلمان عوام پر ظلم ڈھانے والوں کے خلاف فوری کارروائی کرتے ہوئے دشمن کی سرکوبی کرتا ہے۔

یہ امارتِ اسلامی افغانستان کے حالات و منصوبوں کے متعلق ایک مختصر تعارف اور تبصرہ تھا۔ آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مظلوم مسلمانوں کی نصرت کی خاطر، مسلمانوں کے مقبوضہ علاقوں کشمیر سے ہند، ہند سے برما، برما سے مشرقی ترکستان، اور مشرقی ترکستان سے قبلۂ اول بیت المقدس تک کو آزاد کرنے کی خاطر امارت اسلامیہ افغانستان کو مضبوط تر بنائیں، آمین۔

جمہوریت، جارحیت اور انتخابات

[افغانستان میں ہونے والے صدارتی انتخابات (۲۰۱۹ء) کا مختصر جائزہ]

فاتح افغان

افغانستان پر امریکی جارحیت کے بعد جن عناصر نے دشمن کی صف میں شامل ہو کر اسلام اور ملک کے ساتھ غداری کی اور اقتدار کی ہوس میں اپنے ہی عوام کے خلاف برسرپیکار ہوئے، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انہوں نے ذاتی مفادات کے حصول کے علاوہ ملک و قوم کو کیا دیا؟ وہ عناصر کہتے ہیں کہ ہمارا سب سے بڑا کارنامہ ملک میں جمہوری نظام لانا ہے، انہیں "جمہوریت" پر فخر ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ افغانستان پر حملہ آوروں کی صف میں شامل ہیں اور جمہوریت کے گیت گاتے ہیں۔

لیکن ہم نے دیکھا کہ مغرب سے وارد شدہ جمہوریت کی آڑ میں قوم پر ایسے سفاک اور انسانیت سے عاری قاتل مسلط کیے گئے ہیں جو ملک پر ناجائز بیرونی جارحیت کو مستحکم کرنے اور حملہ آوروں کے جرائم کو قانونی جواز فراہم کرنے کے لیے آلۂ کار کے طور پر استعمال ہو رہے ہیں، ایسے مہرے قابض افواج کے فضائی حملوں اور چھاپوں کے نتیجے میں نشانہ بننے والے نہتے شہریوں کی ہلاکتوں کی ذمہ داری بھی خود قبول کرتے ہیں اور قابض افواج کو قانونی جواز بھی فراہم کرتے ہیں۔

مقبوضہ ممالک میں وہی دوسرے درجے کی جمہوریت چلتی ہے اور عوام کی رائے اور جذبات کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ تف ہے ایسی جمہوریت پر جس کی وجہ سے آئے روز ہمارے گھروں میں ماتم ہوتا ہے، افغان عوام خوف و ہراس میں زندگی بسر کر رہے ہیں، چھاپوں اور فضائی حملوں کی زد میں ہیں اور روزانہ متعدد افراد مغربی قوتوں کی جمہوریت کی بھینٹ چڑھتے ہیں۔

جمہوریت کی بھی اپنی شرائط ہیں جن میں اہم شرط یہ ہے کہ منتخب ذمہ داران قوم کو جواب دہ ہوں گے لیکن جارحیت کے زیرِ سایہ نام نہاد جمہوریت میں مسلط حکمران حملہ آوروں کے اشاروں پر چلتے ہیں اور ملک کے اندر نسلی، لسانی اور مذہبی اختلافات کو ہوا دیتے ہیں۔

سب سے زیادہ تکلیف دہ بات یہ ہے کہ یہی کٹھ پتلی عناصر افغان عوام سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ بدعنوانی، منافقت اور ظلم و ستم کی بیعت کریں اور چوروں، قاتلوں اور غلاموں کو ووٹ دیں۔ امریکی جارحیت کے پہلے دن سے ہی یہی چند کمیونسٹ اور سیکولر عناصر ہیں جو بدلتے رہتے ہیں اور ان کا مکمل انحصار صلیبی ہتھیاروں پر ہے، یہ عناصر اپنے اقتدار کی بقا کے لیے قابض افواج کے سامنے سر جھکاتے ہیں اور ان کی آشیرباد سے اپنی قوم کے خلاف برسرپیکار ہیں۔

یہ حقیقی امن کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کرتے ہیں اور عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لیے امن کے جھوٹے نعرے لگاتے ہیں۔ یہی عناصر ایک بار پھر امریکہ کی آشیرباد سے اقتدار میں آنے کے لیے جعل سازی کا سہارا لے رہے ہیں تاکہ پانچ سال تک مزید افغان عوام کی جان، مال اور عزت سے کھیلیں۔

لیکن اللہ کے فضل سے دیگر معاملات کی طرح حملہ آوروں کا یہ منصوبہ بھی ناکام ہوا اور نام نہاد انتخابات سے عوام کے بائیکاٹ نے ثابت کر دیا کہ یہ خالص مغربی منصوبہ ہے، قوم کو پہلے سے پتہ تھا کہ انتخابات برائے نام ہوں گے...... درحقیقت وہ عناصر اقتدار میں آئیں گے جو امریکہ کے وفادار ہیں۔

کیا اس بات کا امکان ہے کہ امریکی جارحیت کے مخالف سیاستدان انتخابات میں حصہ لے سکیں اور انہیں کامیاب ہونے کا موقع مل سکے؟

قانونی اور شرعی لحاظ سے بھی ان انتخابات کی کوئی حیثیت نہیں ہے کیونکہ یہ انتخابات اس حکومت کے زیر انتظام ہوئے جس نے بین الاقوامی سطح پر بدانتظامی اور مالی بدعنوانی میں پہلی پوزیشن حاصل کی ہے اور صلیبی جنگ اس کے لیے آکسیجن کی حیثیت رکھتی ہے۔

ان انتخابات کے عدم جواز کی وجوہات درج ذیل سطور میں ملاحظہ فرمائیں:

- تمام سرکاری اداروں پر قابض افواج کا اختیار اور کنٹرول۔
- انتخابات کا اکثریتی افغان مسلم عوام کا بائیکاٹ۔
- نامزد امیدواروں کا اپنے وطن کے بجائے بیرونی ممالک سے وفاداری۔
- الیکشن کمیشن کی جانبداری اور باہر سے کنٹرول۔
- انتخابی عمل میں بڑے پیمانے پر دھاندلی، دھوکہ دہی، بدعنوانی اور فراڈ۔
- کچھ امیدواروں کو جدید ترین آلات، سرکاری مشینری، میڈیا اور عملے کی فراہمی۔

مختصر یہ کہ ہم اس الیکشن سے کیا توقع کریں گے جس کی مالی اعانت اور رائے شماری سے لے کر انتخابی نتائج تک سب کچھ امریکی حملہ آوروں کے کنٹرول میں ہے!

سلطانیٔ جمہور

علی بن منصور

ایک لمبی چمچماتی ہوئی کالی گاڑی، دھول اڑاتی آرہی تھی۔ اکھاڑے کے قریب پہنچ کر وہ رک گئی۔ گاڑی کے سیاہ شیشے یوں چمک رہے تھے کہ ان میں اپنا عکس واضح دیکھا جا سکتا تھا۔ ٹک کی آواز کے ساتھ لاک کھلا، اور دروازہ کھول کر ایک لمبا چوڑا، فربہی مائل آدمی نیچے اترا۔ وہ کالے رنگ کے پینٹ کوٹ میں ملبوس تھا اور اس کے سنہری مائل بھورے بال سورج کی روشنی میں چمک رہے تھے۔ اس نے اپنی آنکھوں سے کالا چشمہ اتارا اور ایک نظر کلائی پر بندھی قیمتی گھڑی پر ڈالی۔ اس کے پاس زیادہ وقت نہیں تھا، کئی اہم کام اس کے منتظر تھے۔ اس نے اپنی نیلی آنکھوں پر ایک بار پھر اپنا چشمہ پہن لیا اور نہایت کروفر سے چلتا ہوا اکھاڑے کے اندر داخل ہو گیا۔

اکھاڑے کے اندر پہنچ کر اس نے چہار جانب نظر ڈالی۔ میدان خالی خالی نظر آیا۔ پچھلی نشستوں پر چند عمر رسیدہ لوگ بیٹھے اونگھ رہے تھے۔ اگلی نشستوں میں سے اکثر خالی تھیں۔ صرف سامنے کی چار پانچ نشستیں پُر تھیں۔ اور ان پر بیٹھے لوگ......اس کے چہرے پر ایک استہزائیہ مسکراہٹ نمودار ہوئی......وہی تھے جن کی وہ توقع کر رہا تھا۔ 'لگتا ہے یہ میدان تو میں نے بلا مقابلہ ہی جیت لیا ہے'، وہ زیرِ لب بڑبڑایا۔ وہ بڑی شان سے چلتا ہوا صدر کی کرسی کی جانب بڑھا، اکھاڑے کی فضا میں ایک واضح بے چینی پیدا ہو گئی۔ وہ ہلکی ہلکی ابھرتی ہوئی سرگوشیوں، چہ مگوئیوں اور کھسر پھسر کو نظر انداز کرتا، اکھاڑے کے سب سے بلند مقام پر رکھے، رئیس الارض کے تخت کی جانب بڑھتا جا رہا تھا، جب ایک ہلکی سی منمناتی ہوئی آواز آئی۔

'ابھی رئیس الارض کا فیصلہ نہیں ہوا، اس کرسی پر کون بیٹھے گا، ابھی اس بات کا فیصلہ نہیں ہوا'۔ اس کے قدم رک گئے۔ اس نے مڑ کر کہنے والے کی جانب دیکھا۔ سرخ چادر میں لپٹا ہوا کمزور و مہین وجود اس کی جھلساتی ہوئی نگاہوں کی تاب نہ لا کر مزید اپنے اندر سمٹ گیا۔ اس کا لمبا چہرہ جس کی ہڈیاں ابھری ہوئی تھیں، تاریک پڑ گیا۔

'کیا اس بات کا ابھی تک فیصلہ نہیں ہوا؟'، اس نے مصنوعی حیرت سے پوچھا۔ وہ تمسخر بھری نظروں سے حاضرین کو دیکھتا ہوا ان کی نشستوں کی جانب بڑھا۔ 'اور کون کرے گا اس بات کا فیصلہ؟ تم میں سے کون ہے جس میں میرا مقابلہ کرنے کی جرأت ہے؟ کون ہے جو دنیا کی بادشاہت کی خاطر میرے مقابل آئے گا؟'، اس کی چال میں ایک رعونت تھی، اس کا لہجہ اس کے تکبر کا غماز تھا اور اس کی آنکھوں میں اپنے مخاطبین کے لیے، سوائے حقارت کے کچھ نہ تھا۔

'کیا تم کامریڈ؟ کیا تم آؤ گے میرے مقابل؟'، اس نے تند لہجے میں سرخ چادر والے کو مخاطب کیا۔ کامریڈ کا چہرہ مزید تاریک ہو گیا، اس نے اپنی چادر اپنے کمزور وجود کے گرد مزید لپیٹ لی اور نگاہوں کا زاویہ بدل لیا۔ جمہوریت نے ایک قہقہہ لگایا، 'تم جسے دنیا رد کر چکی ہے'۔

وہ اگلی کرسی کی جانب بڑھا جس پر ایک انتہائی بوڑھا آدمی نہایت قیمتی لباس میں ملبوس، بیٹھا اونگھ رہا تھا۔ اس کا جسم بہت سے قیمتی و نادر پتھروں اور زیورات سے مزین تھا۔ سر پر رکھا اس کا بھاری بھرکم تاج اس کے اونگھتے سر سے سرک رہا تھا۔ جمہوریت نے ہاتھ بڑھا کر تاج اس کے سر سے اٹھا لیا۔ بوڑھے کو کچھ خبر نہ ہوئی۔

'عالی جاہ ملوکیت تو گہری نیند میں مدہوش ہیں۔ شاید آخری نیند کے مزے لے رہے ہیں'، اس نے لاپرواہی سے تاج کو پسِ پشت اچھال دیا اور اگلی نشست پر بیٹھے شخص کی جانب دیکھا۔ وہ ایک بد شکل اور کرخت نقوش والا آدمی تھا جس نے ہاتھ میں بید کی ایک چھڑی تھامی ہوئی تھی۔ جمہوریت کے چہرے پر ایک بار پھر مسکراہٹ پھیل گئی۔ 'آمریت! میرے دوست...... مگر دنیا تمہاری شکل و صورت سے نفرت کرتی ہے۔ وہ کبھی تمہیں اپنا مالک تسلیم نہیں کرے گی'۔

'مجھے اس کرسی کی طلب بھی نہیں'، آمریت نے رئیس الارض کی کرسی کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا، 'بس تم مجھے مت چھیڑو تو میں بھی تمہارے رستے میں نہیں آؤں گا'۔

'یہ تم نے انصاف کی بات کی ہے'، جمہوریت نے اتفاق میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ 'آمریت...... اشتراکیت، ملوکیت، جاگیریت۔۔۔'، اس نے زیرِ لب حاضرین کو شمار کرنا شروع کیا۔ ان میں سے کسی سے بھی اسے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ وہ جانتا تھا کہ ان میں سے کسی میں اس سے ٹکر لینے کا دم نہیں ہے۔ وہی تھا اس دنیا کا مالک، رئیس الارض کے منصب کا حقدار۔ تمام انسانوں کا بادشاہ۔ اب کس کے فیصلے کا انتظار تھا، اس کرسی پر اس کے حق کو چیلنج کرنے والا کوئی موجود ہی نہ تھا۔ وہ ایک بار پھر تخت کی جانب بڑھا۔ اس بار کسی نے اس کا راستہ نہیں روکا۔ وہ فاتحانہ انداز میں رئیس الارض کے تخت کی جانب بڑھ رہا تھا، جب ایک بار پھر وہ ٹھٹک کر رک گیا۔ دور کہیں سے سرپٹ دوڑتے گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز آرہی تھی۔ اس نے بے یقینی سے اکھاڑے کے داخلی دروازے کی سمت دیکھا۔ کیا کوئی اور بھی آرہا ہے؟ آنے والا کون ہو سکتا ہے؟ گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز نزدیک اور اونچی ہوتی جا رہی تھی۔ اکھاڑے میں سناٹا تھا۔ سبھی لوگ داخلی سمت میں دیکھ رہے تھے۔

چند ثانیے بعد ایک قد آور شخص اکھاڑے کے دروازے پر نمودار ہوا۔ وہ سفید بے داغ لباس میں ملبوس تھا۔ وہ لمحہ بھر کو دروازے میں رکا اور اکھاڑے کے اندر ایک طائرانہ نگاہ ڈالی۔ پھر متانت سے چلتا ہوا حاضرین کی جانب بڑھا۔ اس کا سفید بے داغ لباس اگرچہ گرد آلود تھا مگر اس کی چال سے سفر کی تھکاوٹ بالکل ظاہر نہیں ہو رہی تھی۔ کمر پر بندھے پٹکے سے ایک تلوار لٹک رہی تھی۔ اس کے سر پر بندھا سفید عمامہ اور اس کی ڈاڑھی، جس میں کہیں کہیں سفید بال نمودار ہونا شروع ہوئے تھے، اس کے چہرے کو غیر معمولی طور پر بارعب اور پر وقار بنا رہے تھے۔ مگر یہ اس کی آنکھیں تھیں، جن میں ایک نہایت نرمی اور ملائمت بھرا تاثر تھا، جو اس کے چہرے کے خدوخال کو ملکوتی حسن بخش رہا تھا۔ وہ مضبوط قدم اٹھاتا جمہوریت کے عین مقابل آ رکا۔

'خلافت!'، جمہوریت ایسے بولا گویا تھوک نگل رہا ہو۔ پھر اس نے ایک بلند قہقہہ لگایا۔ 'خلافت! چودہ سو سال پرانا فرسودہ نظام! جس میں اتنی سکت نہیں کے جدید دور سے ہم آہنگ ہو سکے'۔

خلافت اس کی بات اور انداز کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے مسکرایا۔ پھر رئیس الارض کے تخت کی جانب اشارہ کر کے بولا، 'اس کرسی پر حق صرف اس کے خالق و مالک کا ہی ہے۔ وہ جسے چاہے گا یہ منصب عطا کرے گا'۔

'تمہارا مطلب ہے کہ تمہیں! تمہارا خیال ہے کہ تم دنیا پر بادشاہت کرو گے!'، جمہوریت یکدم بپھر کر بولا۔ خلافت کے ٹھنڈے انداز نے اسے آگ لگا دی تھی۔ گو کہ اس کے انداز و اطوار سے کہیں سے بھی جارحیت کا اظہار نہیں ہو رہا تھا مگر اس کے الفاظ میں ایک چیلنج موجود تھا، جسے محسوس کر کے جمہوریت بپھر اٹھا تھا۔ 'یاد رکھو! میں تمہیں تہس نہس کر دوں گا۔ تمہیں واپس چودہ سو سال پہلے کی پتھر کی دنیا میں پہنچا دوں گا۔ تم نے میرے مقابل آنے کی کوشش کی تو تمہیں اور تمہارے نام لیواؤں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دوں گا'، وہ دھاڑا۔

جمہوریت کی دھاڑ سے بھی اس کے اطمینان میں سرِ مو فرق نہیں آیا، بلکہ وہ اسی سکون سے بولا، 'تم اپنی کوشش کر کے دیکھ لو، مجھ سے جو بن پڑا میں وہ کروں گا۔ دنیا کی بادشاہت مالکِ کائنات کے ہاتھ میں ہے، وہ جیسے چاہتا ہے کرتا ہے'۔

وہ دونوں آمنے سامنے کھڑے تھے۔ مدِ مقابل تھے۔ اکھاڑے کی فضا میں گویا بجلیاں کوند رہی تھیں۔ رئیس الارض کون بنے گا، اس بات کا فیصلہ اسی آخری مقابلے پر منحصر تھا۔ ان دونوں میں سے کون فاتح ہو گا اور کون شکست کی ذلت سے دوچار ہو گا۔ سبھی حاضرین کی نظریں ان دونوں پر جمی ہوئی تھیں۔

'تم کیا سمجھتے ہو؟ تم سمجھتے ہو کہ تم اپنی ان باتوں سے، اپنی اس پرانی تلوار سے مجھے پچھاڑ لو گے۔ یہ دنیا میری ہے۔ صرف میں ہی اس کا بادشاہ ہوں'، جمہوریت نے کبر اور رعونت بھرے انداز میں کہا۔

'یہ دنیا کس کی ہے، اس بات کو تم رہنے دو۔ اس امر کا فیصلہ میں کروں گا'، ایک تیسری آواز ابھری۔ جمہوریت نے چونک کر کہنے والے کی تلاش میں نگاہ دوڑائی۔ سب حاضرین کی نظریں کہنے والے کی تلاش میں اٹھی ہوئی تھیں۔ اکھاڑے کے ایک تاریک کونے میں بیٹھا ایک بوڑھا شخص اپنی کرسی سے اٹھا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ وہ عرصے سے نہایت خاموشی اور سکون سے اس کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ ساکت و صامت، سب کچھ دیکھتا اور سنتا ہوا، اب وہ اٹھا تو اس کی کرسی چرچرائی۔ وہ آہستہ قدموں سے چلتا ہوا روشنی میں آیا تو سب نے دیکھا کہ وہ ایک قدیم شخص تھا۔ شاید سب سے قدیم۔ اس کے چہرے پر زمانہ کی طویل داستان رقم تھی۔ اس کی آنکھوں میں اتنی گہرائی تھی کہ شاید دنیا کے تمام سمندر اس میں سما جاتے پھر بھی اس کی اتھاہ گہرائیوں کو پُر نہ کر پاتے۔ گو کہ وہ سب اس کو بھول چکے تھے، مگر وہ جانتے تھے کہ وہ کون تھا۔ وہ تاریخ تھا۔

چائے کی پیالی پوشم پوشم
بنگلے کا تالہ ٹوٹ گیا

اب جو بھی اندر آئے گا
وہ ہی پکڑا جائے گا

دروازہ کھلا۔ آنے والے نے ابھی اندر پہلا قدم ہی رکھا تھا کہ صہیب نے سب کو گرین سگنل دے دیا۔ 'فائر' کی زوردار آواز سنتے ہی اپنی اپنی پوزیشنوں پر مستعد بیٹھے حسن اور حسین نے اپنی بندوقوں کے منہ کھول دیے اور اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی۔ کمانڈر صہیب کا اپنا گولیوں کا ذخیرہ بھی تیزی سے ختم ہو رہا تھا۔ وہ اپنے مورچے میں سر جھکائے بیٹھے تھے تاکہ دشمن کی جوابی کارروائی سے محفوظ رہ سکیں، مگر جھکے سر کے ساتھ بھی تیزی سے گیٹ کی مجموعی سمت میں نشانہ لے رہے تھے اور دشمن کی بوکھلائی اور گھبرائی ہوئی آوازوں سے اندازہ ہو رہا تھا کہ ان کے سب نشانے خطا نہیں ہوئے۔ چھوٹو بریگیڈ کو پہلے ہی گیٹ کے آس پاس بڑی ہوشیاری سے چھپایا تھا، وہ اب سگنل ملنے پر تیزی سے اپنی جگہ سے نکلے اور 'پکڑ لیا، پکڑ لیا' کے نعروں کے ساتھ، دشمن کو گھیرے میں لے لیا۔

کمانڈر صہیب نے مسکراتے ہوئے فاتحانہ انداز سے سر اٹھایا، ان کا منصوبہ نہایت کامیابی سے پایۂ تکمیل کو پہنچ رہا تھا۔ چور پکڑا گیا تھا۔ انہوں نے اپنی غلیل میں مٹی کا ایک ڈھیلا اور فٹ کیا، اس بار تاک کر نشانہ لینے کے لیے مورچے سے سر باہر نکالا اور پھر جیسے پتھر کا ہو گیا۔ سامنے ہی تایا جان سر سے پاؤں تک پانی سے بھیگے ہوئے کھڑے تھے، ان کے سفید صاف ستھرے کپڑے اب مٹی اور کیچڑ سے 'گل و گلزار' ہو رہے تھے۔

’یہ کیا طوفان بدتمیزی مچار کھا ہے تم لوگوں نے؟‘، ابو بکر صاحب کی گرجدار آواز پر یکایک صحن میں خاموشی چھا گئی۔ صرف ننھا عبد اللہ تھا جو اب بھی اپنے کیچڑ سے لتھڑے ہوئے ہاتھوں سے ابو بکر صاحب کا دامن پکڑے، خوشی خوشی اپنی توتلی زبان میں کہہ رہا تھا، ’پتڑلیا، پتڑلیا‘۔ بالائی منزل پر بنی بالکنی سے ہلکی ہلکی کھسر پھسر کی آواز آئی۔ پھر ایک سہمے ہوئے سر نے چپکے سے بالکنی کی ریلنگ سے صحن میں جھانکا۔ نظریں سیدھی ابو بکر صاحب کی خشمگیں نگاہوں سے ٹکرائیں۔ سر فوراً نیچے کر لیا گیا مگر دیر ہو چکی تھی۔

’حسن!‘،

’جی ابو؟‘، نہایت معصومیت سے پوچھا گیا۔

’نیچے تشریف لاؤ!‘،

’جج۔۔جی ابو‘، مری ہوئی آواز میں جواب ملا۔

’اور حسین تم بھی‘، ابو بکر صاحب کا اگلا حکم سن کر چند لمحے خاموشی رہی، پھر حسین کی پھنسی ہوئی آواز نکلی، ’جی ابو‘۔

دس منٹ بعد جب کیچڑ اور پانی میں لت پت ابو بکر صاحب گھر کے اندر داخل ہوئے تو ان کے ہاتھ میں حسن، حسین اور صہیب سے ضبط شدہ واٹر پسٹلز اور غلیل تھی، جبکہ صحن میں دیوار کی طرف منہ کیے، صہیب سے لے کر عبد اللہ تک، پوری ٹیم باجماعت کان پکڑے کھڑی تھی۔

خلاف معمول گھر کے مرکزی ہال کمرے میں بالکل خاموشی تھی۔ عصر کا وقت ہونے والا تھا، بچے تو سارے باہر تھے مگر گھر کی خواتین اور دیگر اہل خانہ نجانے کہاں غائب تھے جو اس وقت گھر میں سناٹا چھایا ہوا تھا۔ ابو بکر صاحب نے ایک دو کمروں میں جھانکا، کسی کو نہ پا کر بیگم کی تلاش میں کچن کا رخ کیا۔ صولت بیگم تو وہاں موجود نہیں تھیں، مگر چولہے پر چائے کا ساس پین رکھے نور کھڑی تھی۔ آہٹ پر اس نے مڑ کر دیکھا۔ اور پھر ان کی حالت دیکھ کر حیرانی سے پوچھا:

’السلام علیکم۔ یہ آپ کو کیا ہوا تایا جان؟‘،

’وعلیکم السلام۔ کچھ نہیں، باہر بچوں کے کھیل میں پھنس گیا تھا۔ تم کیا کر رہی ہو؟ چائے بنا رہی ہو؟‘، وہ قدرے شرمندگی سے بولے۔

’جی۔ دادا جان کے لیے بنا رہی ہوں۔ آپ بھی پئیں گے؟‘،

’ہاں بیٹا۔ چائے کی تو اس وقت بہت طلب ہو رہی ہے۔ یہ بتاؤ سارے کہاں غائب ہیں؟‘،

'امی اور تائی جان تو گھر میں ہی ہیں، اپنے کمروں میں ہوں گی‘، وہ شاید جواب دینے سے بچنا چاہ رہی تھی۔

’اور باقی خواتینِ خانہ کدھر ہیں؟ اتنی خاموشی کیوں چھائی ہوئی ہے آج؟‘۔

’وہ...... باقی سب بینش چچی کے ساتھ بازار گئی ہیں‘۔

’سب کی سب؟‘، انہوں نے حیرت بھری ناگواری سے پوچھا۔

’جی‘، نور نے آہستہ سے جواب دیا۔

’ایسا کیا خریدنا تھا کہ پانچ خواتین کو جانا پڑ گیا؟ کمال ہے، سب سے بری جگہ بازار ہے خواتین کے لیے، مگر ان کا بازار کے علاوہ کہیں دل ہی نہیں لگتا۔ ہر دوسرے دن بازار کے ٹور پر گئی ہوتی ہیں‘۔ نور خاموشی سے ان کی بڑبڑاہٹ سنتی رہی۔ ’اچھا بیٹا، میں کپڑے بدل لوں ذرا، تم میری چائے بھی اباجی کے کمرے میں ہی لے جانا‘۔

کپڑے تبدیل کر کے ابو بکر صاحب اباجی کے کمرے میں پہنچے تو وہاں عمیر اور زوار پہلے سے بیٹھے تھے۔ ان دونوں کو اکٹھے بیٹھا دیکھ کر ایک بار پھر ان کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔

’تم یہاں بیٹھے کیا کر رہے ہو؟ کوئی پڑھنے لکھنے سے واسطہ نہیں ہے تمہارا؟ جب دیکھو آوارہ گردی کر رہے ہوتے ہو‘، انہوں نے زوار کو جھڑک کر اٹھایا۔

’آوارہ گردی کب کر رہا ہے بھائی جان! اپنے دادا کی صحبت میں بیٹھنے آیا ہے‘، عمیر نے زوار کی طرفداری کرتے ہوئے کہا۔

’تم خاموش رہو! اس کے بگاڑ کے تم ہی ذمہ دار ہو‘، زوار کو رکتے دیکھ کر انہوں نے غصے سے اسے گھورا، وہ فوراً کمرے سے نکل گیا۔

’جی بھائی جان! آپ کے نزدیک تو میں ہی اس گھر کا سب سے ذمہ دار فرد ہوں، ہر چیز کی ذمہ داری مجھ پر عائد کر دیتے ہیں‘، عمیر نے مسخرے پن سے جواب دیا۔

ابو بکر صاحب کو اس کا یہ انداز گو بہت کَھلا، مگر اباجی کے احترام میں خاموش ہو رہے۔ جانتے تھے کہ ان کے ایک جملے کے جواب میں وہ دس جملے بولنے کی صلاحیت رکھتا ہے، اور اس سے انہیں بڑے بھائی کا لحاظ اور احترام کرنے کی امید بھی کم کم ہی تھی، سو اپنا غصہ ضبط کر کے وہ اباجی کی طرف بڑھے، جنہیں وہ اس بڑھاپے میں یہ دکھ نہیں دینا چاہتے تھے کہ بھائی آپس میں لڑ رہے ہیں۔

’السلام علیکم اباجی!‘، انہوں نے بستر پر بیٹھے بوڑھے باپ کے سامنے سر جھکا دیا۔

’وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ...... آؤ آؤ بیٹا، آج کہاں تھے تم سارا دن؟‘۔ انہوں نے ان کے سر پر ہاتھ پھیر کر پیار کیا اور قریب رکھی کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اپنے ہولے ہولے لرزتے ہاتھوں میں تھامی چائے کی پیالی احتیاط سے میز پر رکھی اور اپنے تکیے کا غلاف ٹٹولنے لگے، جس میں آدھا گھنٹہ پہلے عمیر کو آتا دیکھ کر انہوں نے عجلت میں اپنا آلۂ سماعت چھپایا تھا۔ اب اس کی چبھتی ہوئی نگاہوں کو نظر انداز کرتے ہوئے ننھا سا آلہ انہوں نے دوبارہ کان میں لگا لیا، ’ہاں بھئی! کیا رپورٹ ہے آج کی...... کہاں تھے سارا دن؟‘، وہ ابو بکر صاحب کی طرف متوجہ ہو کر بولے۔

’کہیں نہیں اباجی! بس عوامی اجتماع تھا، پچھلے ہفتے پراچہ صاحب نے مجھے اس اجتماع سے خطاب کرنے کی دعوت دی تھی، سو وہیں گیا ہوا تھا‘، انہوں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

’تو پھر کیسا رہا اجتماع؟ تمہارے انداز سے تو لگ رہا ہے کہ تم مطمئن نہیں ہو‘، ابّاجی نے بیٹے کے سنجیدہ و کسی قدر رنجیدہ انداز کو محسوس کرتے ہوئے پوچھا۔

'پراچہ صاحب کا اصرار تھا کہ ہر مکتبۂ فکر کو اجتماع میں شرکت کی دعوت دی جائے تاکہ سب تک ہماری دعوت پہنچے اور ہمارا ووٹ بینک مضبوط ہو۔ سو کچھ مولانا حضرات بھی آئے ہوئے تھے۔ غصہ مجھے اس بات پر آتا ہے کہ اگر آپ کو ہم سے یا ہماری دعوت سے اختلاف ہے تو ہمارے اجتماع میں مت آئیں، یا علیحدگی میں ہمارے ارکان سے ملاقات کرکے اپنے اختلافات دور کریں۔ عوام کے سامنے اختلاف کرکے، ہمارے اوپر اعتراض کرکے کیا حاصل ہوتا ہے؟ یہی ناں کہ عوام کے ذہنوں میں یہ بات بٹھائی جائے کہ ہماری سیاسی جدوجہد درست نہیں اور ہمارا ساتھ دینے سے انہیں روکا جائے۔ ووٹ بینک مضبوط تو کیا ہونا تھا، الٹا لینے کے دینے پڑ گئے۔ میں نے خطاب کے بعد لوگوں کو سوال کرنے کی دعوت دی تو مولانا صاحب نے وہی پرانی بحث چھیڑ دی کہ جمہوری سیاسی جدوجہد عبث اور بیکار ہے اور اسلام کی تعلیمات کے بھی خلاف ہے'، ابوبکر صاحب تو بھرے بیٹھے تھے، سارے دن کی تھکاوٹ اور بیزاری اباجی کے سامنے اگل دی۔

'اچھا! جمہوریت اسلام کے خلاف ہے؟ یہ وہ کیسے ثابت کرتے ہیں؟'، اپنے وقت کے ماہر قانون دان، اباجی نے دلچسپی اور تعجب سے پوچھا۔ 'میرے علم اور رائے کے مطابق تو جمہوریت ایک نہایت بہترین، متوازن اور منصف مزاج نظامِ حکومت ہے۔ وہ ہمارے سینئر ڈاکٹر عبدالحمید ہوا کرتے تھے، اللہ مغفرت کرے مرحوم کی، وہ اس کی تعریف بیان کرتے تھے کہ جمہوریت نام ہے انسانوں کی انسانوں پر انسانوں کے لیے حکومت کا'۔

'جی ہاں، اور یہیں علماء حضرات آپ کو پکڑ لیں گے۔ وہ کہیں گے کہ جمہوریت انسانوں کی انسانوں پر حکومت کا نام ہے۔ جبکہ ہونا یہ چاہیے کہ انسانوں پر خدا کی حکومت قائم ہو۔ لوگوں پر لوگوں کی بجائے اللہ حاکم ہو'۔

'ہوں۔۔۔'اباجی نے ابوبکر صاحب کی بات پر غور کرتے ہوئے ہنکارا بھرا، 'مگر یہ بات تو ٹھیک ہے بیٹا۔ نکتہ باریک ہے، مگر اہم ہے'۔

'جی بالکل، اس سے کس کو انکار ہے۔ ہم بھی یہی چاہتے ہیں کہ لوگوں پر اللہ کی حکومت قائم ہو، یعنی اسلامی نظامِ حکومت ہو مگر بات یہ ہے کہ دین میں کہیں بھی کوئی مخصوص نظامِ حکومت نہیں بتایا گیا کہ اسلامی حکومت کا یہی مخصوص طریقہ ہے۔ جیسے نماز، روزہ، حج وغیرہ کے لیے بتا دیا گیا کہ بس یہی مخصوص طریقہ ہے، اس کے علاوہ کوئی بھی طریقہ اختیار کیا تو قبول نہیں ہو گا۔ مگر نظامِ حکومت کے معاملے میں ایسا نہیں ہے، بلکہ اس میں لچک ہے کہ لوگ اپنے اپنے حالات اور زمینی صورتحال کے مطابق اپنے اوپر حکومت و قانون کا نظام وضع کریں۔ اب لوگ یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ اسلامی نظام قائم کرو مگر یہ کوئی نہیں سمجھتا کہ اس سے کیا مراد ہے، کیسا نظامِ حکومت چاہتے ہو؟ اس کے خدوخال کیا ہوں گے؟'۔

ابھی ان کی بات جاری تھی کہ دروازے پر ہلکی سی دستک دے کر عثمان ہاشمی، جاوید ہاشمی اور ولید آگے پیچھے اندر داخل ہوئے۔

'السلام علیکم'، عثمان صاحب نے مسکراتے ہوئے سب کو مشترکہ سلام کیا اور اباجی کے پاس ہی بستر پر بیٹھ گئے۔ جاوید صاحب اور ولید نیچے قالین پر عمیر کے پاس بیٹھ گئے۔ 'واہ! آج تو کورم مکمل ہو گیا، ہم سب بھائی یہاں موجود ہیں۔ ولید بیٹا! جاؤ ذرا چائے وائے کا انتظام کرواؤ'، عثمان صاحب اپنی عادت کے مطابق شگفتگی سے بولے۔ ولید فوراً حکم کی تعمیل میں اٹھ کھڑا ہوا۔ اباجی کا چہرہ تو بیٹوں کو آس پاس دیکھ کر ہی کِھل اٹھا تھا، ابوبکر صاحب کے چہرے پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ صرف عمیر تھا جو بد مزاجی سے ماتھے پر بل ڈال کر پیچھے رکھے فلور کشن پر نیم دراز ہو گیا۔

'کیسے آنا ہوا تاجر برادران کا؟'، ابوبکر صاحب نے مسکرا کر بھائیوں سے سوال کیا۔

'صرف برادران نہیں بھائی جان، اب تو برادران اینڈ سنز ہو گئے ہیں ہم'، جاوید صاحب نے اندر داخل ہوتے ولید کی طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ ان کا اشارہ اسی کی جانب تھا، جس نے حال ہی میں گریجویشن کرنے کے بعد آبائی کاروبار میں حصہ لینا شروع کیا تھا، 'آج برخوردار نے اپنی پہلی ڈیل پر سائن کیے ہیں، ان شاء اللہ امید ہے کہ یہ پراجیکٹ یہ خود ہی سنبھال لے گا، کیوں ولید؟'۔

'آپ کی مدد اور رہنمائی کے بغیر تو بالکل بھی نہیں سنبھال پاؤں گا چچا جان'، ولید سنجیدگی سے بولا۔ ابوبکر صاحب کی مسکراہٹ مزید گہری ہو گئی۔ زوار کی بے راہروی اور لاابالی پن سے وہ جس قدر پریشان و بیزار رہتے تھے، ولید کا ذمہ دار اور فرمانبردار رویہ اسی قدر باعثِ سکون و راحت تھا۔ 'خواتین کی واپسی ہوئی کہ نہیں؟'، اچانک خیال آنے پر انہوں نے جاوید صاحب سے پوچھا۔

'جی جی بھائی جان! میں ہی لے کر گیا تھا، اور ساتھ ہی واپس لایا ہوں'، جاوید صاحب نے ذرا کھسیانے انداز میں جواب دیا۔ ان کی بیگم ونڈو شاپنگ کی شوقین تھیں اور آئے دن بھتیجیوں کے ہمراہ شاپنگ کرنے نکلی ہوتی تھیں۔ ابوبکر صاحب خواتین کے غیر ضروری طور پر گھر سے نکلنے کے خلاف تھے، اور فضول خرچی کے تو کٹر مخالف تھے۔ حامی تو عثمان اور جاوید صاحب بھی نہیں تھے مگر بیگم کے سامنے ہر کسی کی تو نہیں چلتی۔ ابوبکر صاحب گھر کے بڑے تھے، جانتے تھے کہ بے جا سختی اور ہر معاملے میں دخل اندازی گھریلو فضا کے لیے مہلک ثابت ہوتی ہے، لہٰذا ہلکی پھلکی ناگواری کا اظہار تو کر دیتے تھے، مگر سختی سے کام لینے سے احتراز کرتے تھے۔ انہیں ضرورت بھی نہ تھی، دونوں چھوٹے بھائی اور ان کی بیویاں ان کا احترام کرتے تھے اور خود ہی خیال رکھتے تھے کہ بچوں اور بڑوں میں سے کوئی بھی ان حدود کو نہ پھلانگے جو اگرچہ کوئی طے شدہ اصول نہیں تھے، مگر سب ہی انہیں سمجھتے اور قبولتے تھے۔ اسی لیے تو ہاشمی صاحب کے چاروں بیٹے اور ان کے گھرانے آج بھی محبت و خلوص کے ساتھ اکٹھے رہ رہے تھے۔ کوئی ایک دوسرے کے خلاف رنجشیں نہیں پالتا تھا اور سبھی باہمی عزت و احترام کی فضا میں سکون سے رہ رہے تھے۔

’ہاں تم کیا کہہ رہے تھے بیٹا؟‘، اباجی نے ابو بکر صاحب کو دوبارہ موضوع پر لاتے ہوئے سوال کیا۔

’جی...... میں یہ کہہ رہا تھا کہ مولوی لوگوں سے پوچھو کہ کیا ہوتا ہے اسلامی نظام تو جھٹ کہہ دیں گے کہ اسلامی نظام خلافت ہے، خلافت قائم کر دو۔ مگر وہ یہ نہیں سمجھتے کہ دنیا کہ اب وہ حالات نہیں رہے جیسے چودہ سو سال قبل تھے۔ دنیا بہت آگے بڑھ چکی ہے۔ اب یہ تو ہونے سے رہا کہ ہم اٹھیں اور کچھ علاقہ فتح کریں اور اپنے میں سے ایک شخص کو خلیفہ بنا کر کرسی پر بٹھا دیں۔ دو دن بھی نہیں چلنے دے گی دنیا اس نظام کو۔ اب حالات کو سمجھنا چاہیے۔ دنیا گلوبل ولیج بن چکی ہے۔ ورلڈ بینک، اقوام متحدہ، بین الاقوامی ادارے...... کوئی بھی ملک یا ریاست ان اداروں کے بغیر دنیا میں نہیں سروائو کر سکتی۔ سو ہمیں ایک ایسا نظام تشکیل دینے کی ضرورت ہے جو ان اداروں سے معاملہ کرنا بھی جانتا ہو اور اسلامی تعلیمات سے بھی ہم آہنگ ہو۔ یعنی بنیادی طور پر اسلام ہی ہو، مگر اتنا جدید اور منظم ہو کہ دنیا کو بھی قبول ہو‘۔

کمرے کا دروازہ آہستہ سے کھلا اور زوار اندر داخل ہوا۔ کوئی بھی اس کی طرف متوجہ نہیں تھا، وہ خاموشی سے عمیر کے سرہانے جا بیٹھا، اس نے آہستگی سے اس کے کان میں کچھ کہا اور مایوسی سے سر ہلا دیا۔ عمیر اٹھ کر بیٹھ گیا، اس نے جیب سے بٹوہ نکالا، حسبِ توقع بٹوہ چند سو کے نوٹ کے علاوہ بالکل خالی تھا۔ یہ ان کے مقصد کے لیے بالکل ناکافی تھے۔ دونوں ہی ایک دوسرے کی طرف مایوسی سے دیکھ کر رہ گئے۔ ابو بکر صاحب کی تقریر جاری تھی۔

’ہماری دعوت اور ہمارا وژن یہ ہے کہ اس ملک میں اسلامی جمہوریت قائم کریں۔ ایک ایسا نظامِ حکومت جس میں سب برابر ہوں، ملک کے تمام باشندوں کی نمائندگی ہو حکومت میں، جس میں سب سے مساویانہ سلوک کیا جائے۔ اب آپ ہی بتائیں یہ اسلام نہیں تو اور کیا ہے؟‘، انہوں نے رک کر حاضرین پر ایک نظر ڈالی۔ سب توجہ سے سن رہے تھے۔ اباجی نے سر کے اشارے سے انہیں اپنی بات جاری رکھنے کا عندیہ دیا۔

’اس کا طریقِ کار یہ ہو گا کہ ملک کے تمام باشندے، چاہے کسی بھی علاقے، قوم، نسل یا دین کے حامل ہوں، وہ اپنے نمائندے چنیں گے ووٹ کے ذریعے، پھر یہ نمائندے یا لیڈر آگے آکر حکومت تشکیل دیں گے، پارلیمنٹ، سینیٹ اور کابینہ بنائیں گے۔ انہیں ایک مخصوص مدت کے لیے چنا جائے گا جس کے اختتام پر عوام کی مرضی ہو گی کہ وہ انہیں برقرار رکھے یا ان کی جگہ نئے لیڈروں کو چن لے، یہ امر ان کی کارکردگی اور کردار پر منحصر ہو گا۔ حکومت کے تمام کارندے شریعت کے پابند ہوں گے اور حاکم اپنی ایک شوریٰ بنائے گا، جس کے ذریعے اور جس کی رہنمائی اور مشوروں سے وہ کارِ حکومت چلائے گا۔ یہ نظام ایک آئیڈیل نظام ہو گا جس میں سب شریک ہوں گے اور کسی کے ساتھ زیادتی نہیں کی جائے گی‘۔

’اونہہ!...... خرافات کا پلندہ ہے یہ سب!‘، عمیر کی جھنجھلائی ہوئی آواز پر سب نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ ابو بکر صاحب کے ماتھے پر شکن نمودار ہوئی۔ ’برابری ہو گی، مساوات ہو گی، کسی کے ساتھ زیادتی نہیں ہو گی، سب ہنسی خوشی رہیں گے...... یہ ہیپلی ایور آفٹر (Happily ever after) کی چوسنی کسی اور کو دیجیے گا۔ یہاں پہلے اپنے گھر پر نظر کریں، یہاں جو آمریت کا دور دورہ ہے، وہ آپ کو نظر نہیں آتا‘، وہ بدتمیزی اور خود سری سے بولتا چلا گیا۔

’کیا چاہتے ہو تم؟ کیوں بڑے بھائی سے بدتمیزی کیے چلے جا رہے ہو؟‘، اباجی نے غصّے اور رعب سے اس کی طرف دیکھا۔

’میں نے کیا چاہنا ہے اباجی! یہاں اس گھر میں تو بس بڑے بھائی صاحب کی حکومت ہے۔ عثمان بھائی اور جاوید بھائی تو چلیں آپ کے کماؤ پوت ہیں سو ان کی بھی کچھ نہ کچھ عزت ہے لیکن مجھ سے تو تیسرے درجے کے شہریوں سے بھی بدتر سلوک کیا جاتا ہے۔ صرف اس لیے کہ میں کماتا نہیں ہوں مجھے بالکل ہی فالتو اور مفت خورہ سمجھ لیا ہے سب نے۔ کسی سے پیسے مانگو تو وہ بھی ایسے دیتا ہے جیسے میں پرانا قرض دار ہوں‘، وہ جلے دل کے پھپھولے پھوڑنے لگا۔

’تو وہ تو تم ہو ناں‘، عثمان صاحب نے مسکراتے ہوئے اسے چھیڑا۔ عمیر نے ایک تیز نظر ان پر ڈالی اور دوبارہ ابو بکر صاحب کی طرف متوجہ ہوا جو بدستور خاموش بیٹھے تھے۔

’یہ سب اسلامی جمہوریت، برابری، مساوات، نمائندہ حکومت کی باتیں بڑی اچھی اور بڑی شاندار ہیں، لیکن کیا اس گھر میں ہمارا کوئی حق نہیں؟ یہاں کیوں نہیں نافذ کرتے جمہوریت؟ یہاں کیوں ہماری پسند کی حکومت، ہماری پسند کا نظام نافذ نہیں کیا جاتا؟ کیا یہ قول و فعل کا کھلا تضاد نہیں؟ باتیں کرو جمہوریت کی اور اپنے گھر میں چلاؤ موروثی ڈکٹیٹر شپ‘۔

’تو تمہارا مطلب ہے کہ گھر میں بھی الیکشن کروائے جائیں اور پھر گھر کا سربراہ چنا جائے؟ ویسے آئیڈیا برا نہیں ہے لیکن عمیر تمہارے چانسز پھر بھی بہت کم ہیں‘، جاوید صاحب نے پُرسوچ انداز میں کہا۔

’ہاں کیوں نہیں، میں جیتوں یا ہاروں، کم از کم یہ تسلی تو ہو گی ناں کہ گھر کے تمام افراد کی پسند اور مرضی سے گھر کے معاملات چل رہے ہیں۔ نہ کہ کسی ایک فرد کی مرضی و منشاء پر سب سر جھکانے کے پابند ہیں۔ بقول بھائی جان ’ایک آئیڈیل نظام ہونا چاہیے جس میں سب برابر ہوں، سب کی نمائندگی ہو، کسی کے ساتھ زیادتی نہ ہو‘ یہی تو ان کا وژن ہے‘۔ عمیر کے الفاظ ابو بکر صاحب کو کسی تازیانے کی طرح لگے۔

’ہاں کیوں نہیں! اسلامی جمہوریت ایک بہترین طرزِ حکومت ہے، ملکی سطح پر بھی اور گھر کے لیول پر بھی۔ تم کروا کے دیکھ لو الیکشن اور نافذ کر لو اس گھر میں جمہوریت، شرط صرف یہ ہے کہ وہ اسلامی جمہوریت ہو گی، اسلام کے اصولوں کے عین مطابق۔ میں کوئی آمر نہیں ہوں۔ تم یہ تجربہ کر کے دیکھ لو، خود ہی ثابت ہو جائے گا کہ یہ کتنا انصاف پسند اور متوازن نظام ہے‘، وہ تڑپ کر بولے۔

’اسلامی جمہوریت ہی ہو گی، آخر ہم سب مسلمان ہیں۔ مگر اس گھر کے نظام میں بھی تبدیلی آئے گی ان شاء اللہ‘، عمیر بولا۔ (باقی صفحہ نمبر: 99 پر)

سوشل میڈیا کی دنیا سے......

یہاں درج آراء کے علاوہ فاضل لکھاریوں کے دیگر افکار سے 'ادارہ نوائے افغان جہاد' کا متفق ہونا ضروری نہیں۔

کشمیر...... اور ہمارے ''فارن پالیسی میکر''|طارق حبیب نے لکھا

لو بھائی... کشمیر کا ماتم کر رہے تھے... بھارت کی وزارت داخلہ نے نئے جاری کیے جانے والے نقشے میں ... مظفر آباد، سوپور اور میرپور کو بھی اپنا حصہ دکھا دیا ہے ...یہیں پر بس نہیں کی بلکہ چلاس، وزرات اور قبائلی علاقوں کو بھی لداخ میں شامل دکھا کر دنیا کے سامنے اپنے مستقبل کا منصوبہ رکھ دیا ہے...

کشمیر پر تو قبضہ ہو چکا ہے... اب ارباب اختیار کو چاہیے کہ بھارت کے ارادے دیکھتے ہوئے مزید کالی پٹیاں تیار کر لیں...

جب بھارت کشمیر پر قبضے کے منصوبہ پر عمل پیرا تھا تو... تو ہمارے ''فارن پالیسی میکر'' بھی مصروف تھے مگر کہاں...؟

مودی جب پہلی بار حکومت میں آیا تھا تو اس نے کشمیر پر قبضے کا اعلان اسی وقت کر دیا تھا... اس اعلان پر عمل شروع کرتے ہوئے... بھارت نے پہلے مجاہدین پر پابندیاں لگا کر کشمیر کے جہادی گروپس ختم کرائے... اور ہمارے ''فارن پالیسی میکر'' اندرونی اکھاڑ پچھاڑ میں لگے رہے... پھر مودی حکومت نے پاکستان کو عالمی سطح پر تنہا کیا... جب بھارت خارجہ پالیسی کے میدان پر یہ سب کر رہا تھا تو... ہمارا ''فارن پالیسی میکر'' داخلی محاذ پر انصافی دھرنے کے اسکرپٹ لکھنے میں مصروف تھا... بھارت نے اپنی پیش قدمی جاری رکھی ہوئی تھی اور جب وہ ایف اے ٹی ایف کے فورم کو... پاکستان کو انگیج کرنے اور عالمی سطح پر بدنام کرنے کے لیے استعمال کر رہا تھا تو... ہمارے ''فارن پالیسی میکر'' حکومت وقت کا تیاپانچہ کرنے کے لیے... کرپشن کے مقدمات بنوا اور ان پر فیصلے کروا رہے تھے...

جب بھارت نے کشمیر میں فوج بڑھانا شروع کی اور اپنے غلیظ منصوبے کے آخری حصے راہئونڈ کی جانب پیش قدمی شروع کی تھی... تو تحریک انصاف کو انتخابات جتوانے کے لیے... کونسلر کی سطح تک جوڑ توڑ اور دھونس دھمکیوں کی صورت کوششیں اپنے عروج پر پہنچ چکی تھیں...

پھر پاکستان میں من پسند حکومت کے قیام کے بعد... اسی حکومت سے مودی کی انتخابات میں فتح کو خوش آئند قرار دلوالینا بھی... مودی کی سیاسی کامیابی تھی... اور جب 5 اگست کو کشمیر بھارت نے چھین لیا تو... حکمرانوں نے سیاہ پٹیاں باندھ کر بھارت کو منہ توڑ جواب دیا...

اللہ اپنا رحم فرمائے... اگر غیرت و حمیت بالکل ہی ختم ہو چکی تو... کالی پٹیاں مزید تیار کر لینی چاہیں...

مولانا فضل الرحمٰن سے اختلاف|ڈاکٹر رضوان اسد خان نے لکھا

مولانا فضل الرحمن سے جس بات پر میں ہمیشہ سے اختلاف کرتا آیا ہوں وہ ہے:

نام دین کا، مگر سیاست سیکولر بنیادوں پر...

اسی بات کا دوسرا پہلو جس کو میں بار بار بیان کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ دینداروں کا مسئلہ اسٹیبلشمنٹ نہیں، خالص توحید ہونا چاہیے۔

ایک قسم کے باطل کے خلاف دوسری قسم کے باطل کو ساتھ ملانا خود کو اور دینداروں کو دھوکہ دینے کے مترادف ہے۔

اب مارچ کی ناکامی کی صورت میں لبرلز اور سیکولرز کو تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ سارا نزلہ مولویوں پر ہی گرے گا۔ حالانکہ وقتی طور پر ہم بھی خوش ہو رہے تھے کہ لبرلز کی قیادت مولوی کر رہا ہے... لیکن حقیقت یہی ہے کہ لبرل سیکولر طبقہ اپنے پتے سوچ سمجھ کر کھیلتا ہے۔

پرنس ولیم اور لنڈا بازار|وقار عظیم نے لکھا

پرنس ولیم اور اس کی بیوی کو لنڈا بازار بھی وزٹ کروانا چاہیے۔ انہیں خوشی ہوگی اپنے بچپن کے کپڑے پچاس پچاس روپے میں بکتے دیکھ کر۔

#تبدیلی| شعیب صفدر گھمن نے لکھا

ایک لیڈر ۲۰۱۴ء میں اپنے فالوورز سے کہتا تھا گھر سے نکلو، سب کچھ ہٹا دو، تاکہ میں وزیرِ اعظم بن جاؤں۔

آج وزیرِ اعظم بن کر کہتا ہے کہ کشمیر میں جہاد شروع کرنے کی باتیں کرنے والے کشمیریوں سے دشمنی کر رہے ہیں۔

یہ بات سمجھ میں آئی نہیں... یا امی نے سمجھائی نہیں|یوسُف سراج نے لکھا

ایک بات کی سمجھ نہیں آتی۔ جس جمہوریت کے لیے سیاست دان تن من دھن قربان کر دینے کو تیار ہیں۔ آمریت سے ٹکراتے ہیں، جیلوں میں جاتے ہیں۔ وہی جمہوریت اپنی پارٹیوں کے اندر کیوں نہیں لاتے؟ جمہوریت اگر اتنی ہی اچھی چیز ہے اور یہ جمہوریت سے اتنے ہی مخلص... تو اس میں مشکل کیا ہے؟ یہ کوتاہی کیوں؟

شیخ حامد کمال الدین نے لکھا

دیوثی (بے غیرتی)، #انتہاپسندی کو نہیں مارتی۔

دیوثی صرف #مردانگی کو مارتی ہے!

اعجاز رحمانی چل بسے | حسیب خان نے لکھا

شاعرِ انقلاب اعجاز رحمانی خاک کی چادر تان کر سو گئے۔ مگر ان کے اشعار زندہ ہیں اور زندہ رہیں گے۔[1]

ظالم سے مصطفیٰؐ کا عمل چاہتے ہیں لوگ
سوکھے ہوئے درخت سے پھل چاہتے ہیں لوگ

کافی ہے جن کے واسطے چھوٹا سا ایک مکاں
پوچھے کوئی تو شیش محل چاہتے ہیں لوگ

سائے کی مانگتے ہیں ردا آفتاب سے
پتھر سے آئینے کا بدل چاہتے ہیں لوگ

کب تک کسی کی زلفِ پریشاں کا تذکرہ
کچھ اپنی الجھنوں کا بھی حل چاہتے ہیں لوگ

بارِ غمِ حیات سے شانے ہوئے ہیں شَل
اکتا کے زندگی سے اجل چاہتے ہیں لوگ

رکھتے نہیں نگاہ تقاضوں پہ وقت کے
تالاب کے بغیر کنول چاہتے ہیں لوگ

جس کو بھی دیکھیے ہے وہی دشمنِ سکوں
کیا دور ہے کہ جنگ و جدل چاہتے ہیں لوگ

اعجازؔ اپنے عہد کا میں ترجمان ہوں
میں جانتا ہوں جیسی غزل چاہتے ہیں لوگ

پاکستانی وزیرِ اعظم ٹرمپ خان... اوہ سوری... عمران خان اور کرتارپور | مہتاب عزیز نے لکھا

گُرو نانک کے 550ویں جنم دن پر کرتارپور راہداری کھلنے کے حوالے سے عمران خان کی سکھ یاتریوں کے لیے 10 روز قبل اندراج، پاسپورٹ اور 20 ڈالر فیس سے استثنیٰ کا انفرادی فیصلہ وزارت خارجہ سمیت تمام متعلقہ اداروں نے مسترد کر دیا۔

ذرائع کے مطابق وزیر اعظم ہاؤس کو باضابطہ طور پر آگاہ کر دیا گیا ہے کہ عمران خان کے یکم نومبر کے ٹویٹ میں اعلان کی جانے والی رعایتیں پاکستان، بھارت کے درمیان ہونے والے 24 اکتوبر کے دوطرفہ معاہدے کی خلاف ورزی ہے۔

عمران خان کی جانب سے بغیر مشاورت ٹویٹ میں یک طرفہ اعلان وزارت خارجہ، داخلہ اور دیگر اداروں کے لیے حیران کن تھا، جس نے تمام اداروں کے افسران کو تذبذب میں مبتلا کر دیا۔ کیوں کہ کرتارپور راہداری کے 9 نومبر کو باقاعدہ افتتاح سے ایک ہفتہ قبل اس اعلان سے معاہدے کے حوالے سے کئی خدشات پیدا ہو گئے ہیں۔

ذرائع کے مطابق وزارت خارجہ کی جانب سے وزیر اعظم ہاؤس کو آگاہ کیا گیا ہے کہ اس اعلان سے سکیورٹی مسائل پیدا ہونے کا خدشہ ہے۔ یک طرفہ اعلان پر عملدرآمد سے سروس چارجز کی مد میں ملنے والی متوقع رقم کا نقصان ہو گا۔ ہندوستان میں نادرا جیسا کوئی متحد ادارہ نہیں جو کمپیوٹرائزڈ شناختی کارڈ مرتب کرتا ہو اس لیے یہ طے کرنا مشکل ہے کہ یاتریوں کے لیے کون سا شناختی کارڈ قابل قبول ہو گا، بارڈر ٹرمینل پر بغیر پاسپورٹ کے حتمی شناخت ممکن ہی نہیں ہے۔ معاہدے کے مطابق پاسپورٹ سکیننگ (scanning) کے بعد ہی یاتریوں کو گردوارہ کے لیے عارضی شناختی کارڈ کا اجراء ہونا ہے۔

مراسلے میں کہا گیا ہے کہ بظاہر ایسا لگتا ہے وزیر اعظم نے عجلت میں اعلان کیا ہے، جس کی وجہ سے پاکستان کے لیے مشکلات پیدا ہو گئیں ہیں۔

اگر عمران خان کے اعلان پر من و عن عمل کیا جائے تو یہ دوطرفہ معاہدے کی خلاف ورزی ہو گی۔ کیوں کہ پاک بھارت کرتارپور معاہدے کی شق 4 کے تحت یاتریوں کے لیے مستند پاسپورٹ کی شرط لازمی ہے۔ شق 4 کے مطابق بیرون ممالک مقیم بھارتی شہریوں کے لیے بھی انڈین اوریجن کارڈ کیساتھ پاسپورٹ لازمی ہے۔ شق 5 کے تحت بھارت نے آمدہ یاتریوں کی معلومات 10 روز قبل، پاکستان نے 4 روز قبل جواب دینا ہے۔ شق 6 کے تحت یاتریوں سے 20

[1] اِنّاللہ واِنّاالیہ راجعون، اعجازؔ رحمانی صاحب کا انتقال ہو گیا۔ اعجازؔ رحمانی، ایک اسلام پسند شاعر اور غلبۂ اسلام کے داعی و حامی تھے۔ اللہ پاک آپ کی خطاؤں سے درگزر فرمائیں اور آپ کی قبر کو بقعۂ نور بنا دیں، آمین۔ (ادارہ)

ڈالر سروس چارجز وصولی لازمی ہے۔ شق 12 کے مطابق معاہدے کی کسی قسم کی خلاف ورزی پر کرتارپور آپریشن معطل ہو سکتا ہے۔

سب سے اہم کرتارپور معاہدے کی شق 15 کے مطابق کسی بھی فیصلے یا اعلان کا اطلاق یک طرفہ نہیں ہو سکتا، معاہدے میں کسی بھی نوعیت کی تبدیلی صرف اور صرف دوطرفہ اور سفارتی ذرائع سے ہی کی جاسکتی ہے۔

وزارت خارجہ کے ایک سابق اعلیٰ عہدے دار کا کہنا ہے کہ عمران خان کے ٹویٹ سے لگتا ہے وہ خود کو ایک جمہوری ریاست کے وزیر اعظم کے بجائے ایک بادشاہ تصور کر رہے ہیں۔ یا اس سے بھی کوئی بڑی چیز کیوں کے بادشاہ بھی ممالک کے درمیان دوطرفہ معاہدوں کے حوالے سے یک طرفہ اعلان نہیں کرتے۔ ٹوئٹر پر اس طرح اعلان نے ریاست پاکستان کی انتظامی اہلیت پر سوال کھڑے کیے ہیں۔

سیاست پر تبصرہ نہیں کرتا، میں جوا کھیلتا ہوں|عابی مکھنوی نے لکھا

خان اینڈ کمپنی ہو یا متحد بیروزگار اپوزیشن!!

میرا صرف ایک سوال ہے کہ ”کیا پاکستان میں حلال کمائی سے سیاست کرنا ممکن ہے؟“

آپ کا جوابی سوال جائز ہے کہ ”پھر میں سیاست پر تبصرے کیوں کرتا ہوں؟“

نہیں میں تبصرے نہیں کرتا!!

مجھے تو لڑتے جھگڑتے، کاٹتے کھاتے، بھونکتے ڈھینچتے جانوروں پر شرطیں لگا کر جوا کھیلنے کا شوق ہے!!

یہ سول سُپر امیسی کہلاتی ہے یعنی ایک آزاد شہری کا بنیادی حق کہ وہ سول حرام خوروں پر شرطیں لگا کر اپنا غم غلط کرے!!

یہ بلاول، حمزہ، مریم، مولانا، دوزخ عاشق اعوان، قطر میں مقیم کپتان وغیرہ ہم سویلینز کے نمائندے نہیں!!

یہ سب ڈبل شاہ کے مرید ہیں!!

اپنے بس میں ان پر شرطیں لگانا ہی رہ گیا سو وہی کرتا رہتا ہوں!

بظاہر مولانا، خان سے استعفیٰ نہیں لے پائیں گے لیکن میری خواہش ہے کہ وہ استعفے کے بغیر گھر واپس نہ لوٹیں!

کوئی ثالثی نہ ہو!

کوئی معاہدہ نہ ہو!

ایسا گھمسان کا رن پڑے کہ!

حق اور باطل واضح ہو جائے!!

میں اس بار بلاول، شہبازے اور مولانا کے ساتھ ہوں!

لیکن لگتا ہے وزیر اعظم کھانڑ صاحب استعفیٰ نہیں دیں گے!!

بغدادی کی موت اور امریکہ کا احسان|کاشف نصیر نے لکھا

بغدادی کی موت کیساتھ ہی امتِ مسلمہ کو درپیش رواں صدی کا سب سے بڑا فتنہ اپنے انجام کو پہنچ چکا ہے۔ یہ وہ فتنہ تھا، جس نے نہ صرف لاکھوں مسلمانوں کو اپنی لپیٹ میں لیا بلکہ خلافت کی اصطلاح کو بھی مجروح کیا۔

آج امریکہ اس سیلاب کے آگے بند باندھنے کا سہرا اپنے سر سجا رہا ہے۔ وہی امریکہ جو بغیر کسی وجہ کے عراق پر حملہ آور ہوا، بے دردی کیساتھ ایک حکومت اور اسکی مشنیری کو تہہ تیغ کیا، ابوغریب ایسے قید خانے آباد کیے، انارکی اور افراتفری کو فروغ دیا۔

اگر یہ احسان ہے تو کیوں نا ہم بھی ہم پہلے یورپ کے وسط میں کوئی ملک یونہی ملیامیٹ کریں اور پھر وہاں سے اٹھنے والی دھول مٹی پر تیزاب کا چھڑکاؤ کرکے آپکا احسان چکتا کردیں!

حکومت کے لیے زبیدہ آپا والے ٹوٹکے|صہیب جمال نے لکھا

مولانا کے اس مارچ کو ناکام بنانے کے لیے حکومت کو چند نایاب زبیدہ آپا والے ٹوٹکے دینا چاہوں گا۔

دیکھیں جی کل گلگت میں خان صاحب کی اس مارچ کے بارے میں بات کرتے محسوس ہوا کہ ان کے مشیر بہت ہلکے ہیں۔

وہی پرانا الاپ وہی پرانی دھن، نواز شریف کرپٹ، مولانا ڈیزل اور کشمیر کمیٹی کے لالچی، بلاول سوکالڈ لبرل، محمود خان اچکزئی جے یو آئی کا مخالف، یہ ساری باتیں ہم سوشل میڈیا پر نکے نکے پی ٹی آئی کے رائیڈرز سے سنتے رہتے ہیں، کچھ نیا کریں خان صاحب کچھ نیا کریں۔

یہ مارچ ایک گھنٹے میں ناکام ہو جائے گا اگر آپ اعلان کریں کہ میں وادیٔ نیلم اور کنٹرول لائن پر ایک بہت بڑی ریلی کے ساتھ پہنچ رہا ہوں اور خود فوج کو آرڈر کروں گا کہ وہ بھارت کے ایک گولے کے جواب دو گولے داغے، کرتارپور پر بھارتی فوج کے ساتھ ناچنے والے پاکستانی فوجیوں کا کورٹ مارشل کروں گا ان کے ذمہ داران کا بھی تعین کیا جائے گا کیونکہ پاکستان کی فوج مجاہد فوج ہے، ڈی چوک پر ناچنے والی جیسی مخلوق نہیں۔

آپ فوراً اعلان کریں کہ ہم طالبان کے لیڈرز کو پاکستان آنے کی دعوت دیتے ہیں اور ان کو مکمل تعاون فراہم کرتے ہیں، امریکہ کے ساتھ تمام عسکری تعاون ختم کرتے ہیں اور پرانی طالبان حکومت کی بحالی اور اس کو تسلیم کرتے ہیں، اس کے لیے تمام عسکری مدد کا اعلان کرتے ہیں۔

پھر اعلان فرمائیں ملک سے تمام سودی نظام ختم کیا جاتا ہے، تمام بینکس دیے گئے قرضوں میں سے سود کی رقم ختم کردیں، پھر اعلان کریں اناج اور اشیاء ضروریات آدھی قیمت پر کی جاتی ہیں، پٹرول ساٹھ روپے لیٹر کیا جاتا ہے، بجلی اور گیس کے نرخ پچاس فیصد کم کیے جاتے ہیں۔

یہ چند معصوم اور چھوٹے چھوٹے اقدامات ہیں یہ بارہواں کھلاڑی یہ سیاسی یتیم دم توڑ دیں گے اور یوں اسلام آباد خالی ہو جائے گا اور آپ اگلے دس سال تک حکومت کریں گے، آپ سائیکل پر نہیں وہیل چیئر پر وزیرِ اعظم ہاؤس آئیں گے تو بھی مضبوط وزیرِ اعظم ہوں گے۔

تاریخ#ظلم#فرعون#موسیٰ#نیا_پاکستان|ڈاکٹر اسامہ شفیق نے لکھا

سانحۂ ساہیوال، صلاح الدین قتل کیس، نقیب اللہ محسود اور ریمنڈ ڈیوس کیس۔

یعنی حقیقت میں سب ایک پیج پر ہیں۔

ظلم کی طغیانی اب حدوں سے باہر نکل رہی ہے۔

کچھ ایسے ہی وقت میں میرے رب نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا تھا۔

اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى (طٰہٰ:۲۴)

”جاؤ (اے موسیٰ علیہ السلام) فرعون کی طرف وہ سرکش ہو گیا ہے۔“

اور پھر معرکۂ فرعون و موسیٰ برپا ہوا۔

دنیا بھر کی قوت، جادو کی طاقت، کثیر فوج اور مال و اسباب رکھنے والا۔

ایک عصائے موسیٰ اور ان کے چند حواریوں سے ایسی عبرت ناک شکست کھایا کہ اس کا انجام پوری دنیا کے لیے نشانِ عبرت بن گیا۔

فرعون و موسیٰ کا محض ایک قصہ نہیں تاریخ کا سبق ہے۔

کیونکہ تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے۔

جب ظلم حد سے گزر جائے تو پھر نیا معرکۂ فرعون و موسیٰ برپا ہوتا ہے۔ بس خود دیکھیں کہ آپ فرعون کے لشکرِ جرار کا حصہ ہیں یا موسیٰ اور اس کے حواریوں کے ساتھ!

آزادی مارچ کا سماجی تجزیہ|آصف محمود نے لکھا

آزادی مارچ کا سیاسی تجزیہ تو بہت ہو چکا، کوئی ہے جو اس کا سماجی تجزیہ کر سکے۔

یہ پہلو سیاسی پہلو سے بھی اہم ہے۔

لوگ مارچ کے شرکاء بزرگان کو بچوں کے جھولوں پر جھولے لینے کی ویڈیوز شیئر کر کے ہنس رہے ہیں اور میں یہ سوچ رہا ہوں کہ دور دراز کے علاقوں کے ان پاکستانیوں کی محرومیاں کتنی کربناک ہیں؟ اسلام آباد کے ہر سیکٹر میں پارکس ہیں مگر باقی شہروں تو کیا اضلاع اور ڈویژنل ہیڈ کوارٹرز پر بھی ڈھنگ کا کوئی پارک نہیں۔ کیا باقی ملک کے بچوں اور فیملیوں کا تفریح پر کوئی حق نہیں؟

بے شک مارچ میں آسودہ حال بھی کافی تھے مگر اکثریت کی کہانی چہرے پر لکھی تھی۔ حالات کا ستم ان کے چہرے کی جھریوں میں چھپا بیٹھا تھا۔

یہی اصلی پاکستان ہے جو چند دنوں کے لیے مصنوعی شہر اسلام آباد میں آن آباد ہوا ہے۔

وسائل کی تقسیم میں یہ ناانصافی کیوں؟ وسائل پر چند لوگوں کا قبضہ کیوں؟ ترقیاتی کام چند علاقوں تک محدود کیوں؟

عمران کے بچے تو لندن میں مزے میں ہیں۔ مولانا کا صاحبزادہ رکن قومی اسمبلی اور ایک بھائی سی ایس ایس کیے بغیر ڈپٹی کمشنر بن جاتا ہے اور دوسرے بھائی بھی ایوان میں رہ چکے۔ سوال یہ ہے کہ اس باقی ماندہ پاکستان کا وارث کون ہے؟

ریاستِ ’مدینہ‘ سے انصاف طلب کرنا!|فیض اللہ خان نے لکھا

میرے لوگو! اس سارے ہنگام میں ساہیوال کے ننھے بچوں اور ریل کے سانحے میں زندہ جل جانے والے ستّر انسانوں کو مت بھولنا۔ ان بچوں کو اپنے بچے اور جھلس کر جان کی بازی ہارنے والے پاکستانیوں کو اپنا بھائی سمجھ کر یاد کرتے رہنا، ریاستِ ’مدینہ‘ سے انصاف اور حساب طلب کرنا......!

لبرلز فوج کی مخالفت کیوں کرتے ہیں؟|ڈاکٹر رضوان اسد خان نے لکھا

لبرل ازم کا لازمی تقاضا ہے کہ اظہارِ رائے کی مکمل آزادی ہو۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ سو فیصد شفاف جمہوریت ہو۔ سو فیصد شفاف جمہوریت اور مکمل آزادیٔ اظہارِ رائے سے جو چیز جنم لیتی ہے اسے سول سپریمیسی کہتے ہیں یعنی عوامی بالادستی۔

اب سو فیصد شفاف جمہوریت تو دنیا کے کسی بھی ملک میں موجود نہیں اور نہ ہی یہ عملاً ممکن ہے۔ ایسا کیوں ہے، یہ ایک الگ بحث ہے جس پر پھر کبھی بات کریں گے۔ فی الحال یہ دیکھ لیں

کہ اگر امریکہ کی جمہوریت شفاف ہوتی تو ٹرمپ جیسے سر سام زدہ "انکل سام" کے لیے ناممکن تھا کہ دنیا کا طاقتور ترین شخص بن جائے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اسٹیبلشمنٹ پوری دنیا میں جمہوریت کو کسی نہ کسی حد تک انجنیئر کرتی ہے۔ یہاں اسٹیبلشمنٹ سے مراد محض فوج نہیں ہے۔ اور یہ انجنیئرنگ اس بات پر منحصر ہے کہ اسٹیبلشمنٹ کے نزدیک قومی مفاد کیا ہے۔

اگر پاکستان میں کچھ لوگ کشمیر کے مسئلے کو بالائے طاق رکھتے ہوئے بھارت کے ساتھ پیار کی پینگیں بڑھانے اور کنفیڈریشن تک کی باتیں کرنے کی آزادی چاہیں تو اسے قومی مفاد کے خلاف پا کر مقتدر قوتیں حرکت میں آئیں گی۔ اور ظاہر ہے کہ لبرل طبقہ اس پر چیں بجبیں ہو گا۔ کیونکہ یہی اظہار رائے کی آزادی اگر عوام کو بڑی تعداد میں متاثر کر کے رائے عامہ اپنے حق میں ہموار کر لے تو (شفاف) جمہوریت کے ذریعے ایسے نمائندے اقتدار تک پہنچ سکتے ہیں جو اس خواب کو عملی جامہ پہنا سکیں۔ اور ظاہر ہے کہ اسٹیبلشمنٹ اس کو منفی پراپیگنڈہ قرار دے کر اس کا تدارک کرنے کی کوشش کرے گی۔

اسی طرح اگر لبرل طبقہ قومی شناخت کو اسلامی سے سیکولر بنانا چاہے اور اسٹیبلشمنٹ کے خیال میں یہ قومی مفاد کے خلاف ہو تو بھی فوج کا ماٹو(motto) تقویٰ، ایمان اور جہاد فی سبیل اللہ ہی برقرار رکھنے کے لیے لبرلز کی آزادی کو دبانا پڑے گا (عملاً کیا ہوتا ہے، یہ بحث کا موضوع نہیں)۔

اب اس قسم کے معاملات سے لبرلز کی دم پر "بوٹ" آنا اور پھر ان کی چیخیں نکلنا تو سمجھ آتا ہے۔ کیونکہ ان کی نظر میں یہ فسطائیت والے حربے ہیں۔

لیکن کیا اسلامسٹس بھی انہی وجوہات کی بنا پر لبرلز کے ساتھ جپھی ڈال کر اپنے اصولی موقف پر قائم رہ سکتے ہیں؟

تو جواب ہے کہ ہر گز نہیں......

فرض کریں خلافت قائم ہو جاتی ہے۔ خلیفہ شریعت نافذ کر دیتا ہے اور لبرلز کے مطالبات مثلاً:

- اظہار رائے کی آزادی کے تحت توہین خدا، توہین رسالت اور توہین صحابہ کی اجازت
- میرا جسم میری مرضی کے تحت زنا، عریانیت اور شراب نوشی کی اجازت
- میرا پیسہ میری مرضی کے تحت سود اور جوئے کی اجازت

کو "فساد فی الارض" قرار دے کر سختی سے دبا دیتا ہے۔ اب بتائیں کہ کیا لبرلز اسی خلافت کو فسطائیت کہیں گے یا نہیں؟

میرا ہر گز یہ مطلب نہیں کہ موجودہ اسٹیبلشمنٹ اور خلافت ایک ہی چیز ہیں۔ ایسا مطلب کوئی احمق ہی نکال سکتا ہے......

میرا سوال صرف یہ ہے کہ جن اصولوں پر آپ لبرلز کے ساتھ اتحاد کر رہے ہیں، کل کو جب انہی کی زد خود آپ پر پڑے گی تو کیا کریں گے؟

لہٰذا موافقت اور مخالفت میں صرف اسلام اور توحید کو ہی ملحوظ رکھنا دانشمندی ہے اور وقتی مفاد کے لیے اصولوں پر سمجھوتہ نری حماقت......

بقیہ: خراسان کے گرم محاذوں سے

31 اکتوبر

- صوبہ بادغیس ضلع قادس کے مربوطہ علاقے میں فوجی کانوائی پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس سے 2 ٹینک تباہ، پانچ اہلکار ہلاک، جبکہ 4 مزید زخمی ہوئے۔
- صوبہ دائی کنڈی ضلع گیزاب سے اطلاع دی کہ بدھ کے روز نام نہاد کمانڈوز پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس سے پانچ اہلکار ہلاک، جبکہ متعدد زخمی ہوئے، یاد رہے کہ دشمن کے فائرنگ سے ایک مجاہد زخمی ہوا۔
- صوبہ روزگان کے صدر مقام ترینکوٹ شہر کے ناوہ پایں، گرم آب اور نچین کے علاقوں میں دشمن پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس سے 6 اہلکار ہلاک اور 2 موٹر سائکل تباہ ہوئے۔

خراسان کے گرم محاذوں سے

افغانستان میں محض اللہ کی نصرت کے سہارے مجاہدین صلیبی کفار کو شکست سے دوچار کر رہے ہیں۔ ستمبر ۲۰۱۹ء میں ہونے والی اہم اور بڑی کارروائیوں کی تفصیل پیش خدمت ہے۔ یہ تمام اعداد و شمار، امارتِ اسلامیہ ہی کے پیش کردہ ہیں۔ تمام کارروائیوں کی مفصل روداد امارتِ اسلامیہ افغانستان کی ویب سائٹ: www.alemarahurdu.net پر ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

یکم اکتوبر

- صوبائی دار الحکومت فراہ شہر کے مختلف علاقوں میں دشمن کے مراکز پر حملے ہوئے، اسی طرح گورنر ہاؤس پر مجاہدین نے العمری میزائل داغے، اور گنھکان، ریگ، حیدر قلعہ، صدیق قلعہ، زمان گاؤں اور باغ پل کے علاقوں میں پولنگ مراکز پر بھی حملے ہوئے، جس سے الیکشن ناکام رہا۔ ناکام دشمن نے زمان گاؤں کے علاقے میں مجاہدین نے پر حملہ کیا، جنھیں شدید مزاحمت کا سامنا ہوا اور لڑائی چھڑ گئی جس سے دشمن نے نقصانات اٹھاتے ہی پسپائی اپنالی۔ قابل یاد آوری ہے کہ مجاہدین نے حملوں کے نتیجے میں 12 اہلکار ہلاک وزخمی ہوئے۔
- تفصیلات کے مطابق صوبہ قندوز ضلع علی آباد کے عرض بیگی کے علاقے میں واقع مقامی جنگجوؤں کی چوکی پر مجاہدین نے دو روز قبل حملہ کرکے اس پر اللہ تعالی کی نصرت سے قابض ہوئے اور وہاں تعینات دو کمانڈروں عبدالحئی اور اسحاق سمیت 12 اہلکار ہلاک ہوئے اور مجاہدین نے ایک ہیوی مشین گن، ایک راکٹ لانچر، 8 کلاشنکوفیں اور دیگر فوجی سازوسامان غنیمت کرلی۔
- دریں اثناء ضلع سروبی کے وزبین کے علاقے چہل گزی کے مقام پر مجاہدین نے فورسز پر حملہ کیا، جس میں 2 گاڑیوں کو نقصان پہنچنے کے علاوہ 5 اہلکار بھی ہلاک وزخمی ہوئے۔
- امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے صوبہ تخار میں ضلع بہارک کے مرکز پر مجاہدین کے حملے کے دوران دو جنگجو کمانڈر ارباب ولی اور خلیل سمیت 21 اہلکار ہلاک ہوئے اور دو روز قبل کوتل کے علاقے میں مجاہدین کے حملے میں جنگجو کمانڈر داؤد 2 محافظوں سمیت ہلاک ہوئے اور اس دوران درجنوں اہلکاروں نے مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈال دیے۔ دوسری جانب مجاہدین نے ضلع بہارک میں کاروائی کا آغاز کیا اور اس دوران امریکی طیاروں نے جنگجوؤں کے مراکز پر شدید بمباری کی، جس کے نتیجے میں 30 جنگجو ہلاک جب کہ 10 زخمی ہوئے۔
- صوبہ جوزجان ضلع آقچہ کے بالا حصار کے علاقے میں مجاہدین کے حملے میں دو ٹینک تباہ ہونے کے علاوہ 6 کمانڈو ہلاک اور ڈسٹرکٹ پولیس چیف کمانڈر ایوب خیاط شدید زخمی ہوا۔
- الفتح آپریشن، کمانڈر سمیت 19 ہلاک وزخمی، 2 ٹینک تباہ
- صوبہ پکتیکا ضلع خوشامند کے جم جمہ کے علاقے میں دو فوجی ٹینک بم دھماکوں سے تباہ ہونے کے علاوہ 5 اہلکار ہلاک جب کہ 5 زخمی ہوئے۔
- بلخ، پولیس ہیڈ کوارٹر فتح، 30 ہلاک، 12 گرفتار، غنائم
- پولیس ہیڈ کوارٹر پر امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے صوبہ بلخ میں حملہ کیا۔
- صوبہ بلخ کے ضلع شورتپہ کے مرکز اور دفاعی چوکی پر وسیع حملہ کیا، جس کے نتیجے میں اللہ تعالی کی نصرت سے دونوں مراکز فتح اور وہاں تعینات اہلکاروں میں سے 30 ہلاک جب کہ 12 گرفتار ہونے کے علاوہ مجاہدین نے 2 فوجی رینجر گاڑیاں، 28 عدد کلاشنکوفیں، 3 عدد ہیوی مشین گنیں، 3 عدد راکٹ، 4 عدد امریکی گنیں، 4 عدد ہینڈ گرنیڈز، 3 عدد پستول اور کافی مقدار میں فوجی سازوسامان قبضے میں لیا۔ ذرائع کے مطابق کاروائی کے دوران ایک فوجی ٹینک اور ایک رینجر گاڑی بھی تباہ ہوئی۔
- ہلمند کے ضلع گرشک سے اطلاع ملی ہے کہ پیر کے روز صبح آٹھ بجے کے لگ بھگ حاجی عبدالعزیز پٹرول پمپ، کووک، ترابی ہوٹل، سیمینار کے علاقوں میں دشمن پر حملہ ودھماکہ ہوا، جس سے ٹینک تباہ اور 9 اہلکار ہلاک ہوئے۔
- ہلمند کے صوبائی دار الحکومت لشکر گاہ شہر سے اطلاع دی کہ پیر کے رات عشاء کے وقت آٹھ بجے کے لگ بھگ سور گودر، بولان اور باباجی کے علاقوں میں دشمن پر حملہ ہوا، جس سے ٹینک تباہ اور اہم آفسر سمیت پانچ اہلکار ہلاک ہوئے۔
- صوبہ غور کے ضلع دولتیار کے دھن یشنئی، ضلعی مرکز اور پولیس ہیڈ کوارٹر پر حملہ ہوا تھا، جس سے پانچ ٹینک تباہ، 8 اہلکار ہلاک، جبکہ 15 زخمی ہوئے۔
- صوبہ قندہار ضلع شاولیکوٹ کے تناوچپئی کے علاقے میں رابط مجاہد نے دشمن پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں کمانڈر) حضرت (سمیت 9 اہلکار موقع پر ہلاک اور رابط مجاہد 4 کلاشنکوفوں سمیت مجاہدین تک پہنچنے میں کامیاب ہوا۔
- دوسری جانب پیر کے روز دوپہر بارہ بجے کے لگ بھگ بادغسرئی کے علاقے میں دشمن پر بم دھماکے ہوئے، جس سے ٹینک وٹنکر گاڑی تباہ اور 6 اہلکار ہلاک ہوئے۔

➢ صوبہ ہلمند کے ضلع نادعلی کے ہزار گان کے علاقے کے پارچاؤں کے مقام پر واقع چوکی پر حملہ ہوا، جس سے چوکی فتح،10 اہلکار ہلاک، جبکہ دیگر نے فرار کی راہ اپنائی۔

➢ صوبہ لوگر ضلع برکی برک کے ٹندان کے مقام پر امریکی بکتر بند ٹینک بارودی سرنگ کا نشانہ بن کر تباہ ہوا اور اس میں سوار وحشی ہلاک وزخمی ہوئے۔

➢ صوبہ غزنی ضلع جغتو کے قیاق کے علاقے میں مجاہدین نے فوجی کاروان پر حملہ کیا، جو مغرب تک جاری رہا، جس کے نتیجے میں 7 فوجی ہلاک جبکہ 9 زخمی ہوئے۔

➢ صوبہ فراہ ضلع بالابلوک کے نعلک ماندہ کے علاقے میں امریکی کانوائی پر حملہ ہوا، جس سے 2 کمانڈوز اہلکار ہلاک ہوئے۔

➢ صوبہ ہلمند کے ضلع گرشک کے نہر سراج کے سنگین دوراھی اور ظریف کے مقامات پر دشمن پر حملہ ہوا، جس سے پانچ اہلکار ہلاک ہوئے۔

➢ صوبہ فراہ کے ضلع بکوا وگلستان کی درمیانی علاقے میں امریکی کاروان پر بم دھماکہ ہوا، جس سے لنڈکورو زر گاڑی تباہ اور اس میں سوار غاصبین ہلاک وزخمی ہوئے۔ قابل یاد آوری ہے کہ دشمن نے ہلاک وزخمی امریکیوں کو ایمبولینس ہیلی کاپٹروں کے ذریعے منتقل کر دیے۔

3 اکتوبر

➢ باہمی لڑائی، مجاہدین کے حملے، اعلی حکام سمیت 40 ہلاک وزخمی

➢ کٹھ پتلی فوجوں کے درمیان صوبہ بغلان میں باہمی لڑائی لڑی گئی، جب کہ غزنی، پکتیا، میدان، ننگرہار اور کاپیسا صوبوں میں نشانہ بنایا۔

➢ صوبہ بغلان میں سیکورٹی فورسز کے درمیان باہمی لڑائی لڑی گئی، جس کے نتیجے میں صوبائی کونسل کے نائب شمس الحق بار کزئی اور جنگجو کمانڈر امین اکاخیل سمیت 10 اہلکار زخمی جب کہ اکاخیل کے بھائی نظر محمد ہلاک ہوئے۔

➢ پکتیا ضلع زرمت کے سورکی اور نیک نام قلعہ کے علاقوں میں مجاہدین نے فوجی کاروان پر حملہ کیا، جس میں ایک ٹینک تباہ ہونے کے علاوہ 6 اہلکار ہلاک جب کہ 3 زخمی ہوئے اور عشاء کے وقت ضلع احمد آباد کے عطائی قلعہ کے علاقے میر اسلم نامی چوکی پر حملے کے دوران ایک فوجی ہلاک جب کہ دوسرا زخمی ہوا۔

5 اکتوبر

➢ صوبہ قندوز ضلع گل تپہ کے تیلاوی کے علاقے میں واقع دو چوکیوں پر مجاہدین نے حملہ کر کے اللہ تعالی کی نصرت سے ان پر قابض ہوئے اور وہاں تعینات اہلکاروں میں سے کمانڈر سمیت 18 ہلاک جبکہ متعدد زخمی ہوئے اور مجاہدین نے ایک ہیوی مشین گن، ایک ہینڈ گرنیڈ، 7 عدد امریکی گنیں اور دیگر فوجی ساز و سامان غنیمت کر لی۔

➢ صوبہ وردگ ضلع سید آباد کے ماشین قلعہ کے علاقے میں فوجی کاروان پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس میں 3 ٹینک تباہ ہونے کے علاوہ کمانڈر سمیت 8 اہلکار ہلاک جب کہ 6 زخمی ہوئے اور عزیز قلعہ کے مقام پر مجاہدین نے 2 فوجی مار ڈالے اور مجاہدین نے دو عدد ہیوی مشین گن، ایک راکٹ، ایک اینٹی ایئر کرافٹ اور دیگر فوجی ساز و سامان قبضے میں لیا۔

➢ صوبہ دائی کنڈی ضلع گیزاب کے مرکز اور دفاعی چوکیوں پر تین اطراف سے وسیع حملہ کیا، جس کے نتیجے میں اللہ تعالی کی نصرت سے 8 چوکیاں اور مراکز فتح ہونے کے علاوہ درجنوں اہلکار ہلاک وزخمی اور فرار ہوئے اور مجاہدین نے 21 عدد موٹر سائیکلیں اور کافی مقدار میں ہلکے و بھاری ہتھیار غنیمت کر لی۔

➢ صوبہ بدخشان ضلع وردوج کے زیر یومل کے علاقے میں مجاہدین نے فوجی کاروان پر حملہ کیا، جو دوپہر تک جاری رہا، جس کے نتیجے میں 2 فوجی ٹینک تباہ ہونے کے علاوہ 10 سیکورٹی اہلکار ہلاک جب کہ متعدد زخمی ہوئے اور مجاہدین خوچ و خانشین علاقوں سے بھی اللہ تعالی کی نصرت سے دشمن کا صفایا کروایا۔

➢ صوبہ پکتیکا ضلع سرحوضہ کے سرحوضہ گاؤں کے قریب پولیس چوکی پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں اللہ تعالی کی نصرت سے چوکی فتح اور وہاں تعینات اہلکاروں میں سے 9 ہلاک جب کہ 2 فرار اور مجاہدین نے 3 عدد ہیوی مشین گنیں، 7 عدد کلاشنکوفیں، ایک راکٹ لانچر اور ایک فوجی ساز و سامان غنیمت کر لی۔

6 اکتوبر

➢ صوبہ تخار کے صدر مقام طالقان شہر کے قریب ابدال کے مقام پر مجاہدین نے کمانڈو پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 6 اہلکار ہلاک جب کہ متعدد زخمی ہوئے۔

➢ صوبہ روزگان کے صدر مقام ترینکوٹ شہر کے نچین کے علاقے میں مجاہدین نے جنگجو کمانڈر مولاداد لیزری کو محافظ سمیت قتل کر دیا اور ان کے اسلحے کو قبضے میں لیا، جب کہ رات کے وقت ضلع چورہ کے قلعہ راغ کے علاقے میں پولیس چوکی اور تازہ دم اہلکاروں پر ہونے والے حملے میں 5 اہلکار ہلاک ہوئے، جب کہ ضلع دہراود کے کورٹ کان نامی چوکی پر رات کے وقت مجاہدین کے حملے میں 2 فوجی قتل ہوئے۔

8 اکتوبر

➢ صوبہ غزنی کے ضلع شلگر کے کمال خیل اور خدو خیل کے علاقوں میں مجاہدین نے جارح امریکی و کٹھ پتلی فوجوں کے قافلے پر وسیع حملہ کیا، جو عشاء تک جاری رہا، جس کے نتیجے میں 4 بکتر بند ٹینک تباہ ہونے کے علاوہ 10 امریکی اور 8 کٹھ پتلی ہلاک جب کہ 5 امریکیوں سمیت 7 کٹھ پتلی زخمی ہوئے۔

➢ اطلاعات کے مطابق اتوار اور پیر کی درمیانی شب صوبہ زابل کے نوبہار اور شینکئی اضلاع کے درمیانی علاقے ملکیزئی گاؤں کے قریب فوجی مرکز پر مجاہدین نے وسیع حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 10 ہلکار ہلاک جب کہ متعدد زخمی اور مجاہدین نے مرکز کے نصف حصے پر قابض ہونے کے علاوہ 6 امریکی گنیں، ایک ہیوی مشین گن، ایک اینٹی ایئر کرافٹ گن، ایک راکٹ اور دیگر فوجی سازوسامان غنیمت کرلی۔

➢ صوبہ زابل کے ضلع شاہ جوئی کے چینو کے علاقے حاجی صاحب قلعہ نامی چوکی پر مجاہدین نے اسی نوعیت کا حملہ کرکے اللہ تعالی کی نصرت سے اس پ قابض ہوئے اور وہاں تعینات 8 اہلکار ہلاک ہوئے، جن کی اسلحہ وغیرہ مجاہدین نے تحویل میں لیا۔

➢ صوبہ قندوز ضلع قلعہ ذال کے مرکز اور پولیس ہیڈ کوارٹر پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 13 اہلکار ہلاک جب کہ 7 زخمی ہوئے اور ساتھ ہی ضلع امام صاحب کے اسماعیل قشلاق کے مقام پر چوکی پر ہونے والے حملے میں چوکی فتح اور وہاں تعینات اہلکار فرار ہوئے اور مجاہدین نے ایک ہیوی مشین گن، ایک راکٹ لانچر، ایک امریکی گن وغیرہ بھی قبضے میں لیا۔

➢ رپورٹ کے مطابق پیر کے روز دوپہر کے وقت صوبہ بغلان ضلع مرکزی بغلان کے شاہی خیل خوگر اوبیں میں تعینات 14 سیکورٹی اہلکاروں نے حقائق کا ادراک کرتے ہوئے مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈال دیے، جنہوں نے 6 عدد کلاشنکوفیں، 2 امریکی گنیں، ایک روسی ہیوی مشین گن، ایک راکٹ، 3 امریکی رائفلیں اور کافی مقدار میں فوجی سازوسامان بھی مجاہدین کے حوالے کردیا۔

➢ صوبہ غزنی ضلع دہ یک کے تاسن کے علاقے میں مجاہدین کے حملے میں 5 فوجی ہلاک اور بکتر بند ٹینک تباہ ہونے کے علاوہ ایک ہیوی مشین گن، 2 امریکی گنیں اور دیگر فوجی سازوسامان بھی مجاہدین نے غنیمت کرلی۔

➢ صوبہ میدان سے اطلاع ملی ہے کہ پیر کے روز ضلع سید آباد کے مرکز، خار، آقا خیل، بوزک، عزیز قلعہ اور ہفت آسیا کے علاقوں میں مجاہدین کے حملوں میں 8 اہلکار ہلاک جب کہ 2 زخمی ہوئے اور صدر مقام میدان شہر کے شہیدان بیس اور چاربند کے علاقے میں چوکی پر لیزر گن حملوں کے دوران 2 اہلکار ہلاک ہوئے۔

۹ اکتوبر

➢ صوبہ کابل سے اطلاع ملی ہے کہ رات کے وقت ضلع قرہ باغ کے پروان روڈ پر مجاہدین نے اینٹلی جنس سروس اہلکار کو قتل کردیا اور ان کے پستول کو قبضے میں لیا اور ساتھ ہی پولیس ٹینک دھماکہ خیز مواد سے تباہ اور اس میں سوار 5 اہلکاروں کو ہلاکتوں کا سامنا ہوا۔

➢ صوبہ قندوز ضلع دشت آرچی کے تاشکوتل اور تاجکی قشلاق کے علاقوں میں کٹھ پتلی فوجوں نے مجاہدین پر حملہ کیا، جنہیں شدید مزاحمت کا سامنا ہوا، جس کے نتیجے میں اللہ تعالی کی نصرت سے دشمن پسپا ہونے کے علاوہ 5 اہلکار ہلاک جب کہ 13 زخمی ہوئے۔

۱۲ اکتوبر

➢ صوبہ تخار ضلع خواجہ غار کے منجقور کے علاقے میں کمانڈو قافلے کو مجاہدین کی کمین گاہ کا سامنا ہوا، جس کے نتیجے میں 18 اہلکار ہلاک جب کہ درجنوں زخمی ہوئے۔

➢ صوبہ لوگر ضلع محمد آغہ کے سرخاب کے علاقے میں بم دھماکہ نے 4 جنگجوؤں کی جان لی اور رات کے وقت وغجان بازار کے قریب فوجی چوکی پر ہونے والے حملے میں 2 اہلکار ہلاک ہوئے، جب کہ رات ہی وقت ضلع چرخ کے خواجہ علی کے علاقے میں چوکی پر مجاہدین کے حملے میں 5 فوجی ہلاک ہوئے۔

➢ صوبہ جوزجان سے اطلاع ملی ہے کہ ضلع درزآب کے مربوطہ علاقے میں آنتن نامی چوکی میں تعینات جنگجو کمانڈر شیر محمد ارباب نے 12 مسلح جنگجوؤں کے ہمراہ مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈال دیے اور اپنا اسلحہ و دیگر فوجی سازوسامان بھی ان کے حوالے کردیا۔ واضح رہے کہ مذکورہ چوکی گزشتہ دس دنوں شدید محاصرے میں تھا اور رات کے وقت دشمن نے ہتھیار ڈال دیے۔

➢ صوبہ ہلمند ضلع گرشک کے پوپلزوں، سورشاخ، ضلعی بازار کے قریب، ترکوں شیلہ اور بغراپل کے علاقوں میں دشمن پر حملے و دھماکے ہوئے، جس کے نتیجے سے ایک ٹینک، 2 رینجر گاڑی تباہ اور 9 اہلکار ہلاک، جبکہ 8 مزید زخمی ہوئے۔ دوسری جانب بدھ کے روز شام چھ بجے کے لگ بھگ صوبائی دارالحکومت لشکرگاہ شہر کے حلقہ نمبر دو کے عیدگاہ جامع کے علاقے میں مسلحانہ کاروائی کے نتیجے میں آفسر) شکر اللہ (ہلاک ہوا۔

➢ صوبہ روزگان کے صدر مقام ترینکوٹ شہر کے نچین کے علاقے میں امریکیوں اور ان کے کٹھ پتلیوں پر بم دھماکے ہوئے، جس سے امریکیوں کو ہلاکتوں کا سامنا ہوا، اور ہلاک وزخمی امریکیوں کو ایمبولینس ہیلی کاپٹروں کے ذریعے منتقل کردیے۔

➢ صوبہ میدان ضلع سید آباد کے میاشین قلعہ اور اوتڑیوں کے علاقوں میں مجاہدین نے کمانڈو پر اچانک حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 12 اہلکار ہلاک جب کہ 6 زخمی ہوئے اور رات

کے وقت کچ قلعہ کے مقام پر مجاہدین کے حملے میں 2 فوجی قتل اور ایک ٹینک دھماکہ خیز مواد سے تباہ اور اس میں سوار اہلکار ہلاک ہوئے، اس کے علاوہ مجاہدین نے ایک رائفل گن بھی غنیمت کرلی اور ہفت آسیا کے مقام پر انتن نامی چوکی پر حملے کے دوران ایک فوجی ہلاک ہوا۔ نیز جمعرات کے روز صبح کے وقت ضلع چک کے لنگر کے علاقے میں بم دھماکہ سے ایک فوجی ہلاک جب کہ دوسرا زخمی ہوا۔

➢ صوبہ ننگرہار ضلع غنی خیل کے نہر نمبر 26 کے علاقے میں حمکت عملی کے تحت ہونے والے دھماکہ سے 6 اہلکار ہلاک وزخمی ہوئے اور دوپہر کے وقت ضلع کامہ کے مماخیل گاؤں کے قریب چوکی کے سامنے اسی نوعیت حملے سے 2 فوجی زخمی ہوئے۔

➢ صوبہ ہلمند ضلع نادعلی کے زرغون گاؤں کے علاقے میں مجاہدین کے حملے میں سنگور جنگجو ہلاک اور ان کے پستول مجاہدین نے غنیمت کرلیا۔ دوسری جانب بدھ کے روز عصر پانچ بجے کے لگ بھگ ضلع گرشک کے نہر سراج کے علاقے کے چارگل پٹرول پمپ، بند برق اور حیدراباد کے علاقوں میں دشمن پر حملے وبم دھماکے ہوئے، جس کے نتیجے میں ٹینک تباہ اور 10 اہلکار ہلاک وزخمی ہوئے، اسی طرح تورئی شاہ کے علاقے میں ایک پولیس کلاشنکوف سمیت مجاہدین سے آملا۔

13 اکتوبر

➢ صوبہ بغلان ضلع پل خمری کے مرکز کے قریب خلازئی کے علاقے میں سپیشل فورس اہلکاروں پر مجاہدین نے خوفناک حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 12 اہلکار ہلاک جب کہ 5 زخمی اور 2 ٹینک بھی تباہ ہوئے۔

➢ صوبہ قندوز کے صدر مقام قندوز شہر کے جمال اور کمال کے علاقوں میں مجاہدین نے سیکورٹی فورسز کے مرکز پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں مرکز تباہ ہونے کے علاوہ 20 اہلکار بھی مارے گئے۔

➢ صوبہ غزنی ضلع دہ یک کے بالائی کے علاقے میں امریکی فوجوں اور سپیشل فورس اہلکاروں کو مجاہدین کے دھماکوں اور کمین گاہوں کا سامنا ہوا، جس کے نتیجے میں ایک امریکی اور 6 سپیشل فورس اہلکار ہلاک ہونے کے علاوہ ایک گاڑی بھی تباہ ہوئی۔

15 اکتوبر

➢ صوبہ قندہار کے ضلع شاولیکوٹ کے بادغسرئی کے علاقے میں دشمن پر لیزر گن حملہ ہوا، جس سے 6 اہلکار ہلاک ہوئے۔

➢ صوبہ روزگان کے صدر مقام ترینکوٹ شہر کے کوٹوال اور گوگرک کے علاقوں میں پولیس پر حملے ہوئے، جس سے گاڑی تباہ اور پانچ اہلکار ہلاک ہوئے۔

➢ صوبہ زابل ضلع شاہ جوئی میں دشمن کے قافلے پر مجاہدین نے حملہ وبارودی سرنگوں کے دھماکے کیے، جس سے 15 اہلکار ہلاک، جبکہ ناکام دشمن نے فائرنگ سے ایک مجاہد اور ایک شہری زخمی، اور ایک آئیل ٹینکر جل کر خاکستر ہوا۔ دوسری جانب منگل کے رات دس بجے کے لگ بھگ صوبائی دار الحکومت قلات شہر کے سپین غبرگ کے علاقے میں دشمن پر لیزر گن حملے کے نتیجے میں 9 اہلکار ہلاک، جبکہ دائی چوپان کے مفتوحہ ضلع میں مجاہدین نے پانچ اینٹی ائیر گرافٹ گنوں سمیت مختلف النوع فوجی سازوسامان غنیمت کرلیا۔

➢ صوبہ میدان سے اطلاع ملی ہے کہ پیر کے روز شام کے وقت ضلع سید آباد کے ماشین قلعہ کے علاقے میں بم دھماکہ سے کمانڈو کمانڈر جان میر سمیت 9 اہلکار ہلاک اور سالار کے علاقے میں مجاہدین کے حملے میں 2 فوجی ہلاک جب کہ ایک زخمی ہوا۔ اسی طرح بدھکہ کے علاقے میں بم دھماکہ نے 2 فوجیوں کی جان لی۔ نیز شام کے وقت صدر مقام میدان شہر کے فاملی کے علاقے بامیان چیان کوچہ میں مجاہدین نے ایک فوجی کو قتل کردیا اور عشاء کے وقت ضلع چک کے مرکزی چوکی پر لیزر گن حملے میں ایک فوجی ہلاک ہوا، جب کہ صبح کے وقت ضلع نرخ کے انڈر کے علاقے میں بم دھماکہ سے 2 فوجی ہلاک ہوئے۔

➢ صوبہ لوگر کے صدر مقام پل عالم شہر کے بادخواب کے علاقے میں مجاہدین نے جارح امریکی و کٹھ پتلی فوجوں پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں ایک امریکی ہلاک اور مترجم زخمی ہوا۔

➢ صوبہ تخار سے اطلاع ملی ہے کہ پیر کے روز صبح کے وقت ضلع ینگی قلعہ کے سیکورٹی فورسز نے شہر کہنہ میں مجاہدین پر حملہ کیا، جنہیں مجاہدین کی شدید مزاحمت کا سامنا ہوا اور لڑائی چھڑ گئی، جو مغرب تک جاری رہا، جس کے نتیجے میں 8 اہلکار ہلاک جب کہ 10 زخمی، ایک گاڑی اور دو ٹینک تباہ ہوئے اور دشمن نے فرار کی راہ اپنالی۔

17 اکتوبر

➢ صوبہ لغمان فدائی مجاہد شہید سعید ننگرہاری تقبلہ اللہ نے بارود بھری گاڑی کو ضلع علی شنگ کے پولیس ہیڈ کوارٹر سے ٹکرادی، جس سے مرکز اور آس پاس تمام سرکاری املاک مہندم ہونے کے علاوہ وہاں تعینات 100 سے زائد اہلکاروں میں سے 38 ہلاک جب کہ درجنوں زخمی ہوئے۔

➢ صوبہ قندوز ضلع دشت آرچی کے مرکز کے قریب شیخ آباد کے علاقے میں سیکورٹی فورسز پر مجاہدین نے شدید حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 8 اہلکار ہلاک جب کہ 5 زخمی اور دیگر فرار ہونے میں کامیاب ہوئے۔

➢ صوبہ غزنی سے اطلاع ملی ہے کہ منگل کے روز شام کے وقت ضلع جغتو کے قیاق درہ کے علاقے سیاہ قلعہ کے مقام پر مجاہدین نے سیکورٹی فورسز پر اسی نوعیت کا حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 5 اہلکار ہلاک ہونے کے علاوہ ایک بکتر بند ٹینک بھی تباہ ہوا۔

➢ صوبہ ہلمند ضلع دہ یک کے مرکز اور پولیس اہلکاروں پر مجاہدین نے حملہ کیا، جو شام تک جاری رہا، جس کے نتیجے میں 10 اہلکار ہلاک ہونے کے علاوہ دو فوجی ٹینک بھی تباہ ہوئے اور مجاہدین نے 2 عدد ہیوی مشین گنیں، ایک راکٹ اور کافی مقدار میں مختلف النوع فوجی سازوسامان قبضے میں لیا۔

➢ صوبہ غزنی کے صدر مقام غزنی شہر کے قلعہ جوز اور کوہ باد کے علاقوں میں بم دھماکوں سے 5 اہلکار ہلاک جب کہ 4 زخمی ہوئے۔

➢ صوبہ پروان کے صدر مقام چاریکار شہر کے چیکل رباط نامی چوکی پر مجاہدین نے حملہ کر کے اللہ تعالی کی نصرت سے اس پر قابض ہوئے اور وہاں تعینات 5 پولیس اہلکار قتل ہوئے، جن کے اسلحہ وغیرہ مجاہدین نے قبضے میں لیا۔

➢ صوبہ نورستان سے اطلاع ملی ہے کہ ضلع نورگرام کے شیمگل نامی مرکزی چوکی پر مجاہدین نے بدھ اور جمعرات کی درمیانی شب حملہ کر کے اللہ تعالی کی نصرت سے اس پر قابض ہوئے اور وہاں تعینات 9 پولیس اہلکار ہلاک ہوئے اور مجاہدین نے 4 عدد امریکی رائفلیں، 6 عدد کلاشنکوفیں، ایک عدد ہیوی مشین گن، ایک عدد راکٹ لانچر اور دیگر فوجی سازوسامان غنیمت کر لی اور بدھ کے روز شام کے وقت ضلع برگمتال کے مربوطہ علاقے میں بم دھماکہ سے 2 فوجی ہلاک جب کہ 3 زخمی ہوئے اور جمعرات کے روز صبح کے وقت ضلع کامدیش کے بینوز کے علاقے میں مجاہدین نے ایک جنگجو کو قتل کر دیا۔

➢ صوبہ لوگر ضلع چرخ کے میرک کے علاقے میں مجاہدین نے جارح امریکی وکٹھ پتلی کمانڈو پر حملہ کیا، جس میں ایک امریکی اور 4 کمانڈو ہلاک ہوئے۔

18 اکتوبر

➢ صوبہ دائی کنڈی ضلع گیزاب کے مرکز شیخ سنگ کے علاقے میں دشمن کے دفاعی چوکیوں پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 9 چوکیاں اور 11 مراکز فتح، سات اہلکار ہلاک، جبکہ مجاہدین نے 12 موٹرسائکل، 2 ہیوی مشن گن، 2 راکٹ لانچر، ایک کارمولی، ایک مارٹر توپ اور 2 کلاشنکوفوں سمیت مختلف النوع فوجی سازوسامان غنیمت کر لیا، یاد رہے کہ گزشتہ 17 روز سے ضلعی مرکز مجاہدین کے محاصرے میں ہے۔

➢ صوبہ روزگان کے صدر مقام ترینکوٹ شہر کے جگ نامی مقبرے کے علاقے میں ہونے والے دھماکے سے امریکی ٹینک تباہ اور اس میں سوار غاصبین موقع پر ہلاک ہوئے، دوسری جانب جمعرات کے رات عشاء کے وقت آٹھ بجے کے لگ بھگ ضلع چھارچینہ کے ھوش کے علاقے میں لیزر گن سے ایک اہلکار ہلاک ہوا۔

➢ آمدہ اطلاع کے مطابق جمعرات کے رات عشاء کے وقت آٹھ بجے کے لگ بھگ صوبہ ہلمند ضلع نادعلی کے تورپل اور نرئی ماندہ کے علاقوں میں واقع چوکیوں پر لیزر گن حملے ہوئے، جس سے 3 اہلکار موقع پر ہلاک ہوئے، اور صوبائی دار الحکومت لشکر گاہ شہر کے سور گودر اور یونیورسٹی کے علاقوں میں آپریشن کرنے والے فوجیوں، پولیس اہلکاروں اور جنگجوؤں پر حملے ہوئے، جس کے نتیجے میں 11 اہلکار ہلاک وزخمی ہوئے، اسی طرح بدھ کے روز سہ پہر ایک بجے کے لگ بھگ ضلع گرشک کے نہر سراج کے علاقے کے کچ، پوپلزوں اور آب پاشک کے مقامات پر دشمن پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس سے موٹر سائیکل تباہ اور سات اہلکار ہلاک ہوئے، جبکہ جمعرات کے رات عشاء کے وقت سات بجے کے لگ بھگ ضلع ناوہ کے خسر اباد اور ژڑ صآحب کے علاقوں میں دشمن پر لیزر گن وسنائپر گن حملوں کے نتیجے میں 3 اہلکار ہلاک ہوئے۔

19 اکتوبر

➢ صوبہ قندوز کے ضلع دشت آرچی کے مرکز کے قریب کلتراش کے مقام پر بم دھماکہ سے فوجی ٹینک تباہ اور اس میں سوار 5 اہلکار ہلاک وزخمی ہوئے اور ساتھ ہی مذکورہ علاقے پر دشمن نے مسلسل کئی بار حملہ کیا، جنہیں مجاہدین کی شدید مزاحمت کا سامنا ہوا اور دشمن نے جانی ومالی نقصانات اٹھاتے ہی فرار کی راہ اپنالی۔

➢ صوبہ ہرات کے صدر مقام ہرات شہر سے اطلاع دی کہ پل مالان کے علاقے میں مسلحانہ کاروائی کے نتیجے میں 2 کمانڈر اور ایک آفسر ہلاک ہوا۔ اور جمعہ کے روز سہ پہر ایک بجے کے لگ بھگ ضلع کشک کہنہ کے پورانا بازار کے علاقے میں ہونے والے بم دھماکہ سے ٹینک تباہ اور اس میں سوار سات اہلکار ہلاک ہوئے، اسی طرح دو روز پہلے ضلعی بازار میں مسلحانہ کاروائی کے نتیجے میں 2 اہلکار ہلاک اور مجاہدین نے ان کے 2 بندوق غنیمت کر لیے، دوسری جانب جمعہ کے روز صبح نو بجے کے لگ بھگ ضلع رباط سنگئی کے غر کے علاقے میں دشمن پر حملے کے نتیجے میں 2 اہلکار ہلاک، جبکہ ایک زخمی اور مجاہدین نے ایک کلاشنکوف غنیمت کر لیا۔

➢ صوبہ میدان ضلع سید آباد کے بدہکی، عزیز قلعہ اور دیگر علاقوں میں مجاہدین نے فوجی کانوائے پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں ایک ٹینک اور 5 گاڑیاں تباہ ہونے کے علاوہ دشمن کو ہلاکتوں کا سامنا بھی ہوا۔

21 اکتوبر

➢ صوبہ بغلان ضلع دوشی کے قرہ ڈکہ اور مزار درہ کے علاقوں میں کمانڈو نے مجاہدین کے خلاف کاروائی کا آغاز کیا، جنہیں شدید مزاحمت کا سامنا ہوا اور اب تک 10 اہلکاروں کو ہلاکتوں کا سامنا ہوا ہے۔

➢ پکتیکا ضلع زیڑوک کے مرکز کے قریب حکمت عملی کے تحت ہونے والے دھماکے اور حملے سے 5 اہلکار ہلاک اور مجاہدین نے ایک ہیوی مشین گن بھی قبضے میں لیا۔

➢ صوبہ لوگر کے صدر مقام کوتخک کے مقام پر مجاہدین نے فوجی کاروان پر حملہ کیا، جس میں 2 ٹینک تباہ ہونے کے علاوہ 6 اہلکار ہلاک جب کہ 2 زخمی ہوئے اور مغرب کے وقت عمر آباد کے علاقے میں مجاہدین نے پولیس اہلکار کو قتل کر دیا اور ان کے پستول کو قبضے میں لیا۔

➢ گذشتہ ایک ہفتہ کے دوران امارت اسلامیہ کے دعوت و ارشاد کمیشن کے کارکنوں کی دعوت کو لبیک کہتے ہوئے صوبہ پکتیکا ضلع وڑممائی کے مختلف علاقوں کے باشندوں 12 پولیس اہلکاروں اور مقامی جنگجوؤں نے مخالفت سے دستبرداری کا اعلان کیا۔

➢ صوبہ دائی کنڈی ضلعی گیزاب کے سنگ شیخ کے علاقے میں ضلعی مرکز کے دفاعی چوکیوں پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں اہم مرکز اور چوکی فتح ہوئے، جبکہ دشمن نے فرار کی راہ اپنائی۔ یاد رہے کہ دشمن کے فرار سے وسیع علاقے پر مجاہدین کا کنٹرول ہوا، درین اثنا تازہ دم کمانڈوز نے مجاہدین کے مورچوں پر حملہ کی، جنہیں شدید مزاحمت کا سامنا ہوا، اور لڑائی چھڑ گئی، جو اطلاع آنے تک جاری رہا، جس سے اب تک اہم کمانڈر سمیت 14 کمانڈوز موقع پر ہلاک، جن کی لاشیں تاحال وہاں پڑی ہوئی ہیں، جبکہ مجاہدین نے 4 ایم فور، 4 رات والے دوربین، ایک ہیوی مشن گن، ایک راکٹ لانچر اور ایک کلاشنکوف سمیت مختلف النوع فوجی سازوسامان غنیمت کر لیا۔

➢ صوبہ قندہار ضلع میوند کے لشکر گاہ دوراھی کے علاقے میں واقع چوکی پر حملے کے نتیجے میں پانچ اہلکار ہلاک ہوئے۔

➢ صوبہ فراہ کے صدر مقام فراہ شہر کے عسکر اباد کے علاقے میں آپریشن کرنے والے فوجیوں، پولیس اہلکاروں اور جنگجوؤں سے جھڑپیں ہوئیں، جو دو گھنٹے تک جاری رہیں، جس سے رینجر گاڑی تباہ اور پانچ اہلکار ہلاک ہوئے۔

➢ صوبہ ہلمند کے صدر مقام لشکر گاہ شہر کے سور گودر اور یونیورسٹی کے علاقوں میں آپریشن کرنے والے دشمن پر حملہ ہوا، جس سے 6 اہلکار ہلاک وزخمی ہوئے، جبکہ ذرائع کے مطابق اتوار کی رات دس بجے کے

➢ صوبہ دائی کنڈی ضلع گیزاب کے سنگ شیخ کے علاقے میں دشمن پر حملوں کے نتیجے میں 29 فوجی ہلاک، متعدد زخمی، 10 گرفتار، جبکہ مجاہدین نے مختلف النوع فوجی سازوسامان غنیمت کر لیا۔ یاد رہے کہ دشمن مجاہدین کے محاصرے میں ہیں۔

22 اکتوبر

➢ صوبہ قندوزوقت ضلع امام صاحب کے ملاافغان، تاشگذر اور اسماعیل قشلاق کے علاقوں میں جارح امریکی و کٹھ پتلی فوجوں کو مجاہدین کی شدید مزاحمت اور بارودی سرنگوں کا نشانہ بنایا، جس کے نتیجے میں ایک امریکی اور 3 کٹھ پتلی فوجوں کے ٹینک تباہ ہونے کے علاوہ دشمن کو ہلاکتوں کا سامنا ہوا۔ دریں اثناء مجاہدین کے سنائپر گن حملے میں 2 جارح امریکی فوجی بھی مارے گئے۔

➢ صوبہ قندوز کے ضلع علی آباد کے غرض بیگی کے علاقے میں مجاہدین نے فوجی چوکی پر چھاپہ مار کر اللہ تعالی کی نصرت سے اس پر قابض ہوئے اور وہاں تعینات تین کمانڈروں محمود، شربت اور ارباب خوشحال سمیت 20 اہلکار ہلاک ہونے کے علاوہ ایک موٹر سائیکل اور 2 فوجی ٹینک بھی تباہ ہوئے۔ ذرائع کے مطابق مجاہدین نے 2 عدد ہیوی مشین گنیں، ایک عدد راکٹ، 7 عدد کلاشنکوفیں اور دیگر فوجی سازوسامان غنیمت کرکے بحفاظت اپنے مراکز کو لوٹ گئے۔

➢ صوبہ قندہار ضلع معروف کے مرکز پر مجاہدین نے لیزر گن حملہ کیا، جس سے 6 اہلکار موقع پر ہلاک ہوئے، دوسری جانب پیر کے روز سہ پہر تین بجے کے لگ بھگ ضلع ارغنداب کے سیاسنگ کے علاقے میں ہونے والے بم دھماکہ سے ایک فوجی ہلاک ہوا۔

➢ صوبہ دائی کنڈی ضلع گیزاب کے مرکز پر تین اطراف سے مجاہدین نے وسیع آپریشن کا آغاز کیا، جس کے نتیجے میں سنگ شیخ وادی، قلعہ دشت، حاجی داود وادی، رباتک، بزمہ، بازار کہنہ، نیک آباد، سور غنڈہ، جرین وادی، خاد غندہ، یغیروں، غرشان وادی اور دیگر مختلف علاقے فتح، کمانڈو کمانڈر سمیت 64 کمانڈوز، پولیس اہلکار ہلاک، جبکہ کمانڈر) فرید (

سمیت 35 اہلکار زخمی اور 2 کمانڈروں) کمانڈر رحمان شاہ عرف رحمانی، کمانڈر حاجی کاروان (سمیت 8 اہلکار گرفتار ہوئے۔ قابل یاد آوری ہے کہ مجاہدین نے 2 رینجر گاڑیاں، 40 موٹر سائکل، 4 ایم فور، 3 کارمولی، 6 رات والے دور بین، 6 امریکن ہیوی مشن گن، ایک مارٹر توپ، 4 راکٹ لانچر، 4 بم آفگن اور 18 کلاشنکوفوں سمیت مختلف النوع فوجی سازوسامان غنیمت کرلیا۔ واضح رہے کہ دشمن کے فائرنگ سے 3 مجاہدین شہید، جبکہ 3 زخمی ہوئے۔ تقبلہم اللہ تعالی۔ یادرہے کہ مجاہدین کی کاروائی تاحال جاری رہیں۔

- صوبہ غزنی کے صدر مقام غزنی شہر کے شہباز کے علاقے میں فوجی بکتر بند ٹینک بارودی سرنگ کا نشانہ بن کر تباہ اور اس میں سوار 5 اہلکار لقمہ اجل بن گئے۔
- تازہ ترین: ائیر بیس پر میزائل حملہ، سینکڑوں امریکی و فوجی ہلاک وزخمی
- صوبہ ہلمند کے صدر مقام لشکر گاہ شہر میں (505) بوست زون نامی ائیر بیس میں اہم امریکی اور اینٹلی جنس اہلکاروں کی رہائشگاہ پر مجاہدین نے 65 میزائل داغے، جو اہداف پر گرے، جس کے نتیجے میں سینکڑوں امریکی وکٹھ پتلی ہلاک وزخمی، جبکہ متعدد ٹینک، فوجی گاڑیاں، آئل وفوجی سازوسامان کی ذخائر جل کر خاستر ہوئیں۔
- صوبہ تخار کے ضلع خواجہ غار کے علاقے میں مجاہدین نے آپریشن کرنے والے کمانڈو پر کئی اطراف سے شدید حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 18 اہلکار ہلاک جب کہ 5 زخمی ہوئے اور مجاہدین نے اللہ تعالی کی نصرت سے مینگ چقوربالا و پائین، زردکمر، قروق، قزاق قشلاق، جلم، خور، قفلاتون اور نو آباد کے علاقوں سے دشمن کا صفایا کروایا اور ساتھ ہی دو فوجی ٹینک، 5 امریکی گنیں اور کافی مقدار میں فوجی سازوسامان واسلحہ غنیمت کرلی۔
- صوبہ قندوز ضلع دشت آرچی کے قرلق، قوم سائی، جم رجب اور تاجکی قشلاق کے علاقوں پر مجاہدین نے وسیع حملہ کیا، جس کے نتیجے میں تمام علاقے اللہ تعالی کی نصرت سے فتح اور ٹینک تباہ ہونے کے علاوہ 4 اہلکار بھی ہلاک اور دیگر فرار ہوئے اور مغرب کے وقت ضلع علی آباد کے مربوطہ عمر خیل کے علاقے میں مجاہدین کے حملے میں فوجی رینجر گاڑی تباہ اور اس میں سوار 6 اہلکار ہلاک ہوئے۔
- صوبہ ہرات ضلع کشک کہنہ کے قلات نامی چوکی پر حملے کے نتیجے میں چوکی فتح، 9 اہلکار ہلاک، متعدد زخمی، جبکہ مجاہدین نے ایک اینٹی ائیر گرافٹ گن، 2 ہیوی مشن گن، ایک راکٹ لانچر اور 4 کارمولی بندوق سمیت مختلف النوع فوجی سازوسامان غنیمت کرلیا۔
- صوبہ قندہار ضلع معروف کے مرکز کے قریب تیرہ کے علاقے میں دشمن سے جھڑپیں ہوئیں، جس سے پانچ اہلکار ہلاک وزخمی ہوئے۔

24 اکتوبر

- صوبہ پروان کے صدر مقام چاریکار شہر کے صیادان کے علاقے میں امریکی فوجی قافلے کو مجاہدین نے حکمت عملی کے تحت دھماکہ خیز مواد کا نشانہ بنایا، جس کے نتیجے میں 2 فوجی ٹینک تباہ ہونے کے علاوہ 8 غاصب ہلاک جب کہ 4 زخمی ہوئے۔

28 اکتوبر

- صوبہ فراہ کے بکوا وگلستان اضلاع کی درمیانی علاقے میں دشمن کے فوجی قافلے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں ایک امریکی اور تین فوجی ٹینک، ایک گاڑی تباہ اور 20 اہلکار ہلاک وزخمی ہوئے۔ واضح رہے کہ دشمن کی کانوائی پانچ روز سے مجاہدین کے محاصرے میں ہے۔ دوسری جانب جمعرات کے رات دس بجے کے لگ بھگ ضلع فراہ رود کے چکاب کے علاقے میں دشمن کے فوجی کاروان پر 11 بم دھماکے ہوئے، جس سے دشمن کو نقصانات کا سامنا ہوا۔
- صوبہ غور ضلع دولت یار کے شرشر، لگہ مزار، شینئی، اولاد خیر اللہ اور گرم آب کے علاقوں کے 8000 خاندانوں نے امارت اسلامیہ سے بیعت کا اعلان کیا۔ جبکہ جمعرات کے رات نو بجے کے لگ بھگ ضلع پسابند کے علاقے میں دشمن پر حملے کے نتیجے میں ایک فوجی ہلاک، جبکہ دوسرا زخمی ہوا۔
- صوبہ غزنی ضلع خوگیانی کے گل سرخ کے علاقے میں مجاہدین نے فوجی کاروان پر حملہ کیا، جس میں 5 اہلکار ہلاک ہونے کے علاوہ ایک ٹینک، ایک اینٹی ایئرکرافٹ گن، ایک ہیوی مشین گن، ایک کلاشنکوف اور مختلف انواع فوجی سازوسامان غنیمت کرلی اور جمعرات کے روز دوپہر کے وقت ضلع جغتو کے قیاق کے علاقے میں مجاہدین کے حملے میں ایک فوجی ٹینک تباہ اور اس میں سوار اہلکار ہلاک وزخمی ہوئے۔
- صوبہ کابل ضلع پغمان کے برہ ارغندی کے علاقے کاریز کے مقام پر مجاہدین نے کمانڈو پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 7 کمانڈو ہلاک وزخمی اور 3 ٹینک بھی تباہ ہوئے۔
- صوبہ لوگر ضلع چرخ کے کوہ زرد کے علاقے میں مجاہدین نے سیکورٹی فورسز کے کانوائے پر حملہ کیا، جس میں ایک ٹینک تباہ ہونے کے علاوہ 11 اہلکار ہلاک جب کہ 4 زخمی ہوئے اور جمعرات وجمعہ ک یدرمیانی شب مذکورہ علاقے میں مجاہدین کے حملے میں کمانڈو اہلکار رفیع اللہ سمیت 9 اہلکار ہلاک ہوئے۔
- صوبہ فراہ کے بکوا وگلستان اضلاع کی درمیانی علاقے پتاوک وپوزگ سرحد کے مقامات پر فوجی کاروان پر وسیع حملے کے نتیجے میں امریکی ٹینک سمیت 9 ٹینک، ایک گاڑی تباہ، 2 ٹینک اور 4 مازدا گاڑیاں مجاہدین نے غنیمت، اور 38 اہلکار ہلاک وزخمی ہوئے، قابل یاد آوری ہے کہ دشمن کے کاروان گزشتہ 6 روز سے مجاہدین کے محاصرے میں ہے۔

➢ صوبہ تخار ضلع اشکمش کے خواجہ بند کشاو کتہ قروغ کے علاقوں میں دو فوجی مراکز پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 10 اہلکار ہلاک جب کہ 14 زخمی ہوئے۔

➢ صوبہ بغلان ضلع دوشی کے لارخاو کے مقام پر مجاہدین نے فوجی کاروان پر شدید حملہ کیا، جس کے نتیجے میں ایک سپلائی گاڑی اور 8 آئل بھرے ٹینکر تباہ ہونے کے علاوہ دشمن کو ہلاکتوں کا سامنا بھی ہوا اور جمعرات کے روز ضلع پل خمری کے جوئے ناوہ اور اکاخیل کے علاقوں میں گشتی پارٹی اور کاروان پر ہونے والے دھماکوں سے دشمن کو ہلاکتوں کا سامنا ہونے کے علاوہ ایک ٹینک بھی تباہ ہوا۔

➢ صوبہ ننگرہار کے شہر جلال آباد شہر کے قریب بیس اکمالاتی کے مقام پر امارت اسلامیہ کے فدائی مجاہد شہید نیاز محمد تقبلہ اللہ باشندہ صوبہ پکتیا نے جمعہ کے روز سہ پہر کے وقت کمانڈو کے قافلے کو شہیدی حملے کا نشانہ بنایا، جس کے نتیجے میں 11 اہلکار موقع پر ہلاک جبکہ متعدد زخمی ہونے کے علاوہ ٹینک اور گاڑیاں بھی تباہ ہوئیں۔

➢ صوبہ ہرات ضلع کھسان کے قدوس اباد کے علاقے میں واقع چوکی پر مجاہدین نے حملہ کیا، جو تین گھنٹے تک جاری رہا، جس سے پانچ اہلکار ہلاک وزخمی ہوئے، یاد رہے کہ دشمن کے فائرنگ سے ایک مجاہد شہید ہوا۔ تقبلہ اللہ تعالی اور جمعہ کے روز صبح نو بجے کے لگ بھگ ضلع شینڈنڈ کے شارودک کے علاقے میں فوجیوں سے جھڑپیں ہوئیں، جس سے ٹینک تباہ اور 2 اہلکار ہلاک ہوئے۔

➢ صوبہ بلخ ضلع چاربولک کے اختیپہ، اوزلوک اور تیمورک کے علاقوں میں فوجی مراکز پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 8 اہلکار ہلاک جب کہ 6 زخمی ہوئے اور شام کے وقت ضلع خاص بلخ کے مرگین تپہ کے مقام پر فوجی بیس پر ہونیوالے حملے میں ایک فوجی قتل ہوا اور رات گئے ضلع دولت آباد کے ہشتان کے علاقے میں فوجی بیس پر مجاہدین کے حملے میں 2 فوجی ہلاک جب کہ 2 زخمی ہوئے۔ اسی طرح جمعہ کے روز شام کے وقت ضلع چمتال کے سابقہ ضلعی مرکز کے قریب فوجی کانوائے پر ہونے والے حملے میں ایک ٹینک تباہ اور اس میں سوار اہلکاروں میں سے 2 ہلاک جب کہ 2 زخمی ہوئے۔

➢ صوبہ میدان سے اطلاع ملی ہے کہ جمعہ کے روز صبح سے مغرب تک مجاہدین نے ضلع چک کے نور خیل اور شیخ یاسین کے علاقوں میں آپریشن کے لیے کمانڈو پر حملہ کیا، جو وقفے وقفے سے جاری رہا، جس کے نتیجے میں 5 اہلکار ہلاک جب کہ 3 زخمی ہونے کے علاوہ 2 ٹینک بھی تباہ ہوئے اور شام کے وقت ضلع سید آباد کے سالام اور ہفت آسیا کے علاقوں میں مجاہدین کے سنائیپر گن حملوں میں 2 فوجی قتل ہوئے۔

➢ صوبہ قندہار ضلع معروف کے مرکز و دفاعی چوکیوں پر حملہ ہوا، جس سے چوکی فتح، 11 اہلکار ہلاک، متعدد زخمی، جبکہ مجاہدین نے 2 ہیوی مشین گن، 3 کار مولی، 3 کلاشنکوف اور ایک راکٹ لانچر سمیت مختلف النوع فوجی ساز و سامان غنیمت کر لیا۔ اور جمعہ کے روز دو پہر بارہ بجے کے لگ بھگ ضلع ڈھنڈ کے شفا کے علاقے میں واقع چوکی پر حملے کے نتیجے میں ظالم کمانڈر) گولال (سمیت 22 اہلکار ہلاک، 2 ٹینک اور 2 رینجر گاڑیاں تباہ ہوئیں، اسی طرح سنیچر کے روز صبح آٹھ بجے کے لگ بھگ ضلع مانشین کے سرناوہ کے علاقے میں دشمن پر گھات کی صورت میں حملہ ہوا، جس سے موٹر سائکل تباہ اور 2 اہلکار ہلاک ہوئے۔ دوسری جانب جمعہ کے روز دو پہر بارہ بجے کے لگ بھگ ضلع شاولیکوٹ کے ویاں کے علاقے میں ہونے والے بم دھماکہ سے گاڑی تباہ اور پانچ اہلکار ہلاک ہوئے۔ جبکہ جمعہ کے روز سہ پہر تین بجے کے لگ بھگ ضلع میوند کے لشکر گاہ دوراھی اور ملنگ کاریز کے علاقوں میں بم دھماکوں کے نتیجے میں ٹینک و رینجر گاڑی تباہ اور 3 اہلکار ہلاک، ایک زخمی ہوا۔

➢ صوبہ ہلمند کے صدر مقام لشکر گاہ شہر کے حلقہ نمبر چار کے باباجی، سور گودر اور نہر سراج کے علاقوں میں آپریشن کرنے والے دشمن پر حملے ہوئے، جس سے 6 اہلکار ہلاک و زخمی ہوئے۔

➢ صوبہ لوگر ضلع خروار کے خواجہ انگور کے علاقے میں سیکورٹی فورسز کی گاڑی کو مجاہدین کی کمین گاہ کا سامنا ہوا، جس کے نتیجے میں گاڑی تباہ اور اس میں سوار 6 اہلکار لقمہ اجل بن گئے۔

➢ تصوبہ میدان ضلع چک کے خوات درہ کے علاقے میں آپریشن کے لیے آنے والے سیکورٹی اہلکاروں کو مجاہدین کے حملے اور دھماکوں کا سامنا ہوا، جس کے نتیجے میں ایک ٹینک تباہ ہونے کے علاوہ 12 اہلکار ہلاک جب کہ کمانڈر اور آفسر سمیت 5 زخمی ہوئے۔

➢ صوبہ بغلان ضلع نہرین کے چرخاب کے علاقے پر مجاہدین نے حملہ کیا، جو دیر تک جاری رہا، جس کے نتیجے میں دو چوکیاں فتح ہونے کے علاوہ 3 کمانڈروں سردار، محب اللہ اور رازق سمیت 8 اہلکار ہلاک جب کہ 9 زخمی اور ایک ٹینک بھی تباہ ہوا۔

➢ صوبہ روزگان ضلع دھراود کے پولیس چیف) کمانڈر شامد (پر فدائی مجاہد) اکرام اللہ اکرام تقبلہ اللہ (نے شہیدی حملہ انجام دیا، جس کے نتیجے میں گاڑی تباہ اور اس میں سوار پولیس چیف محافظ سمیت زخمی ہوا۔ دوسری جانب سنیچر کے روز سہ پہر دو بجے کے لگ بھگ لوندیان کے علاقے میں بم دھماکہ سے 3 فوجی ہلاک ہوئے۔ دوسری جانب سنیچر کے رات ایک بجے کے لگ بھگ صوبائی دار الحکومت ترینکوٹ شہر کے ناوہ پایں کے علاقے کے ارام شاہ، نچیین اور کوٹوال کے علاقوں میں دشمن سے جھڑپیں ہوئیں، جس سے چوکی فتح، کمانڈر

)خاکسار(سمیت 11 اہلکار ہلاک، جبکہ مجاہدین نے ایک موٹر سائکل سمیت مختلف النوع فوجی سازوسامان غنیمت کرلیا، یاد رہے کہ دشمن کے فائرنگ سے ایک مجاہد زخمی، جبکہ دوسرا شہید ہوا۔تقبلہ اللہ تعالیٰ

➢ صوبہ ہرات ضلع رباط سنگئی کے نوروزوں گاؤں کے علاقے میں واقع چوکی پر حملے کے نتیجے میں 11 فوجی ہلاک، سات زخمی، جبکہ 2 ٹینک تباہ ہوئے، یاد رہے کہ دشمن کے فائرنگ سے 2 مجاہدین شہید، جبکہ 3 زخمی ہوئے۔ تقبلہم اللہ تعالیٰ، ناکام دشمن نے علاقے پر بمبار کی، جس سے سویلین گاڑی تباہ اور مکانات منہدم ہوئے۔

➢ صوبہ ہلمند کے نہر سراج کے علاقے کے سیمٹ کے مقام پر دشمن پر حملوں کے نتیجے میں ٹینک تباہ، 11 اہلکار ہلاک، جبکہ پانچ مزید زخمی ہوئے۔

➢ صوبہ فراہ ضلع گلستان سے اطلاع دی کہ سنیچر کے روز پتاوک، پوزک، چرا اور توت کے علاقوں میں فوجی کانوائی پر حملوں اور بم دھماکوں کے نتیجے میں 9 فوجی گاڑیاں اور 2 کرینگ تباہ ہوئیں۔

➢ صوبہ قندہار ضلع ڈنڈ کے علاقے میں ہونے والے بم دھماکہ سے امریکی ٹینک تباہ اور اس میں سوار غاصبین ہلاک ہوئے۔

➢ صوبہ بغلان ضلع پل خمری کے شہر کے قریب قلعہ نو کے مقام پر مجاہدین نے اینٹلی جنس سروس اہلکاروں پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 5 مخبر ہلاک اوران کی گاڑی تباہ ہوئی۔

➢ صوبہ میدان ضلع چک کے خوات درہ کے سیرک، زمان خیل اور محمد یار خیل کے علاقوں میں مجاہدین نے سیکورٹی فورسز کو نشانہ بنایا، جس کے نتیجے میں 2 فوجی ٹینک تباہ ہونے کے علاوہ 11 اہلکار ہلاک جب کہ 5 زخمی ہوئے۔

➢ صوبہ قندوز ضلع چاردرہ کے مرکز کی چار دفاعی چوکیوں پر مجاہدین نے وسیع حملہ کیا، جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی نصرت سے ایک چوکی مکمل طور پر فتح ہونے کے علاوہ 13 اہلکار ہلاک جب کہ 8 زخمی اور مجاہدین نے ایک امریکی ہیوی مشین گن، دو روسی ہیوی مشین گنیں، 2 امریکی رائفلیں اور دیگر فوجی سازوسامان غنیمت کرلی

➢ صوبہ قندوز کے ضلع دشت آرچی کے کلوپ کے قریب نہر کہنہ کے علاقے پایو کے مقام پر فوجی مرکز پر مجاہدین نے چھاپہ مار کر اس کا کنٹرول حاصل کرلیا اور وہاں تعینات اہلکاروں میں سے 20 ہلاک جب کہ متعدد زخمی ہوئے۔

29 اکتوبر

➢ صوبہ قندوز ضلع خان آباد کے ایشان ٹوپ، محفلی اور آس پاس علاقوں پر جارح امریکی و کٹھ پتلی کمانڈو نے چھاپہ مارا، جنہیں مجاہدین کی مزاحمت اور بارودی سرنگوں کا نشانہ بنایا، جس کے نتیجے میں 4 غاصب اور 5 کمانڈو ہلاک جب کہ متعدد زخمی ہوئے۔واضح رہے کہ دشمن کی جوابی فائرنگ سے ایک مجاہد بھی شہید ہوا۔تقبلہ اللہ تعالیٰ

- صوبہ زابل کے نوبہار و شنکئی اضلاع کی درمیانی علاقے میں واقع فوجی مرکز وچوکیوں پر حملے کے نتیجے میں 30 اہلکار ہلاک اور متعدد زخمی ہوئے، یاد رہے کہ دشمن کے فائرنگ سے ایک مجاہد زخمی، جبکہ 2 شہید ہوئے۔ تقبلہم اللہ تعالیٰ

➢ صوبہ جوزجان کے ضلع آقچہ کے مرکز کے قریب بالاحصار نامی فوجی مرکز پر ہلکے و بھاری ہتھیاروں سے لیس مجاہدین نے وسیع حملہ کیا، جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی نصرت سے مرکز فتح اور وہاں تعینات 27 اہلکار ہلاک جبکہ 5 گرفتار، 6 ٹینک اور رینجر گاڑیاں تباہ ہونے کے علاوہ مجاہدین نے 2 فوجی ٹینک، ایک اینٹی ایئر کرافٹ گن، 27 عدد امریکی گنیں، ایک عدد ایس پی جی نائن توپ، 2 ٹریکٹر اور دیگر فوجی سازوسامان غنیمت کرلی۔ ذرائع کے مطابق دشمن کی جوابی فائرنگ سے 2 مجاہدین بھی شہید ہوئے۔ تقبلہما اللہ تعالیٰ

➢ صوبہ میدان ضلع چک کے مختلف علاقوں میں کاروائی کا آغاز کیا، جنہیں مجاہدین کے شدید حملوں اور دھماکوں کا سامنا ہوا اور اس سلسلے میں 12 فوجی ٹینک اور گاڑیاں تباہ ہونے کے علاوہ 40 سیکورٹی اہلکار ہلاک و زخمی اور دیگر رات کے وقت فرار ہونے میں کامیاب ہوئے۔واضح رہے کہ بزدل دشمن نے معمول کے مطابق عوام کو بھاری مالی نقصان پہنچایا۔

- صوبہ ضلع چاربولک کے سبوس خور کے علاقے میں مجاہدین نے اینٹلی جنس سروس اہلکار کو قتل کر دیا اور پیر کے روز ضلع زارع کے مرکز کے قریب مجاہدین نے سیکورٹی فورسز کے مراکز پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں کمانڈر اور ایک آفسر سمیت 8 ہلاک جب کہ 3 زخمی ہوئے۔
- صوبہ زابل کے صدر مقام قلات شہر کے نورک کے علاقے میں واقع چوکی پر لیزر گن حملے کے نتیجے میں 8 اہلکار ہلاک ہوئے۔

30 اکتوبر

- قندوز، جوزجان، بغلان، ننگرہار، پکتیا، کابل، میدان وردگ، خوست، لوگر، بلخ، کاپیسا، بدخشان، فاریاب، فراہ، زابل، ہرات، قندہار، ہلمند، روزگان، بادغیس و نیمروز میں فوجی مراکز، چوکیوں وفوجی کانوائیوں پر حملے ہوئے، جس کے نتیجے میں صوبہ قندوز میں 4 غاصب امریکی، 3 کمانڈروں سمیت 142 فوجی و پولیس ہلاک، 38 زخمی ہوئے۔ واضح رہے کہ دشمن کے 3 چوکیاں فتح، 14 ٹینک، ایک رینجر گاڑی تباہ، 2 ٹینک غنیمت اور 11 اہلکار گرفتار ہوئے، جبکہ مجاہدین نے 29 عدد ہلکے وبھاری ہتھیار سمیت مختلف النوع فوجی سازوسامان غنیمت کر لیا۔ قابل یاد آوری ہے کہ دشمن کے فائرنگ سے پانچ مجاہدین شہید، جبکہ سات زخمی ہوئے۔ تقبلہم اللہ تعالی
- صوبہ زابل ضلع نوبہار لوڑگئی کے علاقے میں واقع جعلی ضلعی مرکز اور دفاعی چوکیوں پر حملے کے نتیجے میں 30 اہلکار ہلاک ہوئے، اور ناکام دشمن نے بدھ کے رات مذکورہ مرکز اور پانچ چوکیوں کو چھوڑ کر فرار کی راہ اپنالی۔ دوسری جانب بدھ کی رات تین بجے کے لگ بھگ ضلع ارغنداب کے دہ افغانان کے علاقے میں انتقالی ضلعی مرکز میں تعینات امارت اسلامیہ کے رابط اہلکاروں نے دشمن پر حملہ کیا، جس سے 10 اہلکار ہلاک اور رابط مجاہدین 2 راکٹ لانچر، 2 ہیوی مشن گن، 3 کارمولی اور 13 کلاشنکوفوں سمیت مجاہدین تک پہنچنے میں کامیاب ہوئے۔
- صوبہ قندوز ضلع خان آباد کے اختر تپہ کے علاقے میں واقع چوکی پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں اللہ تعالی کی نصرت سے چوکی فتح اور وہاں تعینات اہلکاروں میں سے 5 ہلاک جب کہ 8 گرفتار اور 2 عدد ہیوی مشین گن، ایک راکٹ، 2 راکٹ، 7 کلاشنکوفیں اور کافی مقدار میں اسلحہ وغیرہ بھی قبضے میں لیا۔ (بقیہ صفحہ نمبر: پر)

ولیم اور کیٹ ہمارے Royals نہیں!

بی بی سی کی میزبان صحافی:

"طلعت حسین صاحب! کچھ لوگ یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ ہمیں ہر بات پر تنقید کرنے کی عادت ہو گئی ہے، اس طرح کا دورہ (برطانوی شاہی جوڑے کا پاکستان کا دورہ) ایک positive image building میں بھی بہت مددگار ثابت ہوتا ہے؟!"

طلعت حسین:

" دیکھیں... حقائق image build کرتے ہیں، (شاہی) جوڑوں کے کپڑے image build نہیں کرتے ہیں!

اگر یہی جوڑا جسے ہم شاہی جوڑا کہنے پر مجبور ہیں...... شاہی جوڑا تو برطانیہ کا ہے، پاکستان کا شاہی جوڑا تو نہیں ہے۔ اس حصے کے تو جو شاہی جوڑے تھے وہ تو رنگون کے اندر مدفون ہیں، خیر... اُن کی تو گردنیں قلم کر دی گئی تھیں۔ پھر آپ کہیں گی 'آپ تاریخ کو کیوں لے کر آ رہے ہیں؟'، لیکن تاریخ سے جان چھڑانا مشکل ہے۔

یہ جوڑا اگر ہندوستان کے اندر ہوتا تو ولیم صاحب دھوتی پہن کر کھیل رہے ہوتے، ورات کوہلی کے ساتھ کھیل رہے ہوتے۔ تو یہ ایک فروعی قسم کی بحث ہے کہ انہوں نے کون سے کپڑے پہنے؟ جس کلچر کے اندر جاتے ہیں، وہ نمائندگی کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اپنے آپ کو ایسو سی ایٹ کرنے کی کوشش کرتے ہیں......

...... میرا تو صرف مقدمہ یہ ہے کہ تین دن سے...... آج لاہور کے اندر سڑکیں بند تھیں۔ میں آپ کے سٹوڈیو میں آ رہا تھا تو باقاعدہ میسیجز آئے کہ آپ اگر ساڑھے چھ سے ساڑھے سات تک اگر ٹریول (سفر) کریں، تو یہ دیکھیے گا کہ کہیں سڑکیں بند نہ ہوں کیوں کہ شاہی جوڑا تشریف لا رہا ہے!"

(بی بی سی اردو کے ٹی وی پروگرام 'سیربین' میں گفتگو)

بلا شبہ مسواک رسولِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت پسندیدہ عادتِ شریفہ تھی اور ایک عظیم سنّت ہے۔ لیکن اگر کوئی تلوار کی نفی کرتے ہوئے اس کی جگہ مسواک کو سنّت باور کروائے اور رسول الملاحم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی نسبت یہ کہے ’ع ہم لوگ نمازی ہیں، مسواک بناتے ہیں...... ہتھیار بنانے کا الزام نہیں دینا‘، اور اسی کو کل دین کی دعوت ’پیغامِ پاکستان‘ جیسے سرکاری و فوجی ’بیانیوں‘ کی کھینچی گئی حدود کے اندر رہتے ہوئے ثابت کرے، تو یہ بتانا لازمی ہے کہ ’ع مسواک بھی سنت ہے تو تلوار بھی سنّت!
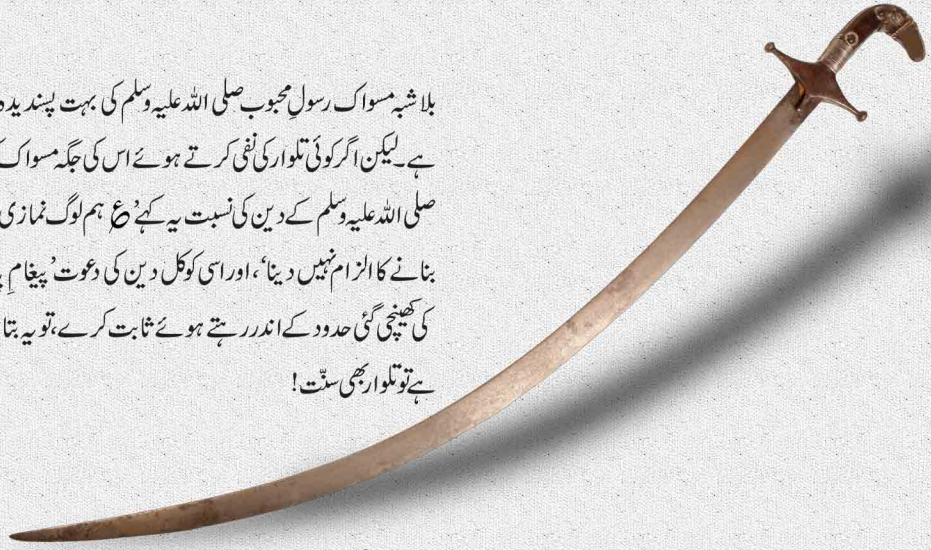
تَلوار بھی سُنَّت!

ھُدھُد الٰہ آبادی

مِسواک بھی سنت ہے تو تلوار بھی سنت
دستار بھی سنت ہے تو ہتھیار بھی سنت

کس رعب سے اَنَا نَبِیُ لَا کَذِب کہا
واعظ! بتایئے گا کہ ہے للکار بھی سنت

اعدائے دیں کو دین کی دعوت بھی خُوب ہے
اعدائے دیں سے برَسرِ پیکار بھی سنت

مانا معاہدے بھی کیے میرے نبیؐ نے
برداشت بھی سنت ہے تو ہے یلغار بھی سنت

تلوار کے سائے تلے جنت کی بشارت
پھِر کیوں نہ کہاجائے کہ ہے وار بھی سنت

قُندُوز میں، ہلمند میں، اِدلِب میں، حَلَب میں
ہُدہُدؔ نبھایئے شہہِ ابرارؐ کی سنت

لَقَدۡ كَانَ لَكُمۡ فِىۡ رَسُوۡلِ اللّٰهِ اُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنۡ كَانَ يَرۡجُوا اللّٰهَ وَالۡيَوۡمَ الۡاٰخِرَ ○

’’ لَقَدۡ كَانَ لَكُمۡ فِىۡ رَسُوۡلِ اللّٰهِ اُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (کی سیرت) میں اسوۂ حسنہ (عمدہ نمونہ) موجود ہے۔اسوۃ بمعنی قدوۃ۔یعنی وہ طریقہ جس کی اقتداء کی جائے۔اس جگہ مراد یہ ہے کہ رسول اللہ کی سیرت میں تمہارے لیے خصائلِ حمیدہ موجود ہیں‘ جو تمہارے لیے واجب العمل ہیں۔مثلاً لڑائی میں ثابت قدم رہنا اور شدائد کو برداشت کرنا۔یا یہ مطلب ہے کہ رسول اللہ تمہارے مقتداء ہیں‘ تمہارے لیے ان کی اقتداء ہی مناسب ہے۔تم لوگوں کے لیے رسول اللہ کے ساتھ اچھی ہمدردی (لازم) ہے۔ جیسے رسول اللہ نے دین کی مدد کی‘ تم بھی ویسی ہی دین کی مدد کرتے رہو۔ان کا دانت جنگ میں ٹوٹا‘ چہرہ زخمی ہوا‘ ان کے چچا شہید ہوئے‘ ان کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچائی گئیں مگر انہوں نے ہر دکھ پر صبر کیا اور تمہاری ہمدردی کی لہٰذا تم بھی ان کی طرح مصائب وشدائد پر صبر کرو اور ان سے ہمدردی کرو اور ان کے طریقہ پر چلو۔

لِّمَنۡ كَانَ يَرۡجُوا اللّٰهَ وَالۡيَوۡمَ الۡاٰخِرَ اس شخص کے لیے جو اللہ اور روز آخرت کی امید رکھتا ہے۔یعنی اللہ کے ثواب‘ اس کی ملاقات اور نعمتِ آخرت کا امیدوار ہے۔حضرت ابن عباسؓ نے آیت کی یہی تفسیر فرمائی۔بعض اہل علم نے کہا: اللہ سے مراد ہے ایام اللہ‘ یعنی ان لوگوں کے لیے جو ایام اللہ خصوصاً روز آخرت کی امید رکھتے ہیں۔مقاتلؒ نے ترجمہ کیا کہ جو اللہ سے ڈرتا ہے اور روزِ حشر سے‘ جبکہ اعمال کا بدلہ ملے گا (گویا مقاتل کے نزدیک آیت میں رجاء بمعنیٰ خوف ہے)۔

وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيۡرًا اور اللہ کی بہت یاد کرتا ہے۔دکھ میں بھی اور سکھ میں بھی۔کثرت ذکر‘ دوام طاعت کا سبب ہے اسی لیے رجاء کے ساتھ کثرت ذکر کا ذکر کیا۔رسول اللہ کی اقتداء کرنے والا وہی ہو سکتا ہے جو امید بھی رکھتا ہو اور اللہ کا ہمیشہ اطاعت گزار بھی ہو۔‘‘

حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ

[بحوالہ تفسیرِ مظہری]